ذوالجناح

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

ذوالجناح

حضرت امام حسین علیہ السّلام کے اسپِ وفادار کی مکمّل تاریخ

...... تصنیف ......

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

نام کتاب : ذوالجناح

تالیف : علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

ناشر : مرکزِ علومِ اسلامیہ
I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال بلاک-11
کراچی۔ فون: 021-4612868

کمپوزنگ : ریحان احمد شیخ 0300-2787252

مطبع : سیّد غلام اکبر

تعدادِ اشاعت : ایک ہزار

سالِ اشاعت : 2007ء

قیمت : Rs. 600/=

کتاب ملنے کا پتہ

مرکزِ علومِ اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال، بلاک-11
کراچی۔ فون: 021-4612868

انتساب

بانیٔ پاکستان قائدِاعظم محمد علی جناح

﴿کے نام﴾

''محمد علی جناح کے والد ذوالجناح پونجا کی والدہ نے عاشور کے دن اپنے یہاں لڑکا ہونے کی منّت مانی اور بیٹا پیدا ہونے پر امام حسینؑ کی سواری ذوالجناح کے نام پر اپنے بیٹے کا نام ذوالجناح (پونجا) رکھا۔ کثرتِ استعمال سے ''ذوالجناح'' صرف ''جناح'' رہ گیا۔ اور یہی قائداعظم کا خاندانی نام قرار پایا۔''

(بیان خواجہ حسن نظامی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝
فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝
فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝
فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝
فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝
اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝
وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝
وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝
(سورۂ عادیات آیات نمبر ۱ تا ۹)

ترجمہ:
قسم ہے فرّاٹے بھرنے والے گھوڑوں کی، جو ٹاپوں سے چنگاریاں نکالتے ہیں، صبح کے وقت چھاپہ مارتے ہیں، پھر گرد و غبار بلند کرتے ہیں، پھر دشمنوں کے مجمعے میں جا گھستے ہیں، کہ بیشک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے، اور بیشک وہ خود بھی اس بات پر گواہ ہے، اور وہ مال کی شدید محبت میں مبتلا ہے۔

فہرستِ مضامین

دوسرا باب ......

احادیثِ نبویؐ میں گھوڑوں کی عظمتیں

تیسرا باب......

تاریخِ انبیاء میں گھوڑوں کا تذکرہ

چوتھا باب......

تاریخِ اسلام میں گھوڑوں کی اہمیت

پانچواں باب ......

ذوالجناح کے حالات

چھٹا باب

ذوالجناح کی وفاداری

ساتواں باب......

شبیہ ذوالجناح کا جواز

آٹھواں باب ......

شاعری میں ذوالجناح کا تذکرہ

نواں باب ﴿.....

تاریخ میں کچھ مشہور گھوڑے

دسواں باب ......

تاریخِ اسلام میں ذوالجناح کی اہمیت

(خطابت کے نادر شہپارے)

❁❁❁

ڈاکٹر ماجد رضا عابدی:

پیش گفتار

تاریخ خطابت میں مضامین کے تنوع کے اعتبار سے بھی استاد محترم علامہ ضمیر اختر نقوی مدظلہ العالی کا نام سب سے بلند ہے۔ علاّمہ صاحب نے اپنے پچاس سالہ دورِ خطابت میں جتنے عنوانات پر تقاریر کر دی ہیں شاید ہی اوّلین و آخرین میں یہ کام کوئی اور کر پائے۔ آگ، ہوا، پانی، مٹی، دریا، سمندر، فرات، نجف، کربلا، گریہ، ماتم، شفاعت، مشک، علم، خیمہ، تلوار، ذوالفقار، وغیرہ اور ان جیسے سینکڑوں موضوعات پر لگ بھگ تیس ہزار تقاریر کر چکے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ذوالجناح کے موضوع پر ہے اور اس موضوع پر علاّمہ صاحب دسیوں تقاریر کر چکے ہیں۔ سارا Matter پہلے ہی علاّمہ صاحب کے ذہن میں محفوظ تھا لہٰذا کتاب کی تدوین و تصنیف میں یقیناً کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ خود علاّمہ صاحب کی لائبریری اس وقت برّصغیر کے اہم ترین کتب خانوں میں شمار کی جاتی ہے اور اس کتب خانے کے ہوتے ہوئے کسی بھی موضوع پر کتاب لکھنا نہایت ہی آسان ہے۔

ذوالجناح کے عنوان پر یہ کتاب نہیں بلکہ انسائیکلوپیڈیا ہے۔ تاریخ ذوالجناح پر اتنی مربوط اور مفصّل کتاب اس سے پہلے کسی بھی زبان میں نہیں لکھی گئی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ علامہ ضمیر اختر نقوی کی معرکۃ الآرا تحقیقی کتب جس میں سوانح حضرت جعفرؑ طیار، سوانح حضرت اُمّ البنینؑ (۵۰۰ صفحات) سوانح حضرت قاسمؑ (۶۴۲ صفحات)، سوانح حضرت فاطمہؑ زہرا (۱۰۴۰ صفحات) اور ذوالجناح (۶۵۰ صفحات)

جیسی کتب کے عربی اور فارسی میں ترجمے کر کے شائع کیئے جائیں تا کہ عراق و ایران کے علماء بھی اپنی تحقیقی راہیں متعین کرسکیں۔

ذوالجناح، مرتجز، عقاب، میمون، وغیرہ یہ وہ گھوڑے تھے جو پیغمبر اکرمؐ کو مختلف ملکوں کے حکمرانوں نے تحفتاً بھجوائے تھے اور یہ گھوڑے پیغمبرؐ کے زیرِ استعمال بھی رہے، یہ نبوت و امامت کا معجزہ ہے کہ ان سے منسوب و مربوط کسی بھی شے پر زمانے اور آب و ہوا کی کثافتیں اثر انداز نہیں ہوئیں۔ اس لیئے سن اکسٹھ ہجری میں بھی یہ گھوڑے اُسی آب وتاب کے ساتھ امام حسینؑ اور اقربا کی سواری بنے ہوئے تھے، امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جب ذوالجناح کو قابو کرنے کا مرحلہ آیا تو عمر سعد نے یہی کہا کہ ''اسے قتل نہ کرنا، یہ رسولؐ کی سواری ہے''۔ ہائے افسوس رسولؐ کی سواری کا اتنا احترام اور جس حسینؑ کی رگوں میں رسولؐ کا خون دوڑ رہا تھا، جو دوشِ نبوی کا سوار تھا اُسے بے دردی سے قتل کردیا گیا۔

گھوڑے آل محمدؐ کی پسندیدہ سواری ہیں گویا حیوانات میں اگر اشرف الحیوانات کوئی ہے تو وہ ''گھوڑا'' ہے۔ اس سواری میں ایک حُسن ہے ایک وقار ہے ایک متانت ہے اور وہ بات جو اسے تمام حیوانات سے ممتاز و ممیّز بناتی ہے وہ ہے اس جانور کی فراست، فراست کی اس سے بہتر تشریح نہیں کی جاسکتی کہ یہی فراست اگر انسان میں ہو تو ذہانت کہی جاتی ہے۔ لیکن اس جانور کی خصوصیت ''فراست'' کو انسان کے اوصاف میں بھی شمار کیا گیا ہے۔ گھوڑے صدیوں سے حُسن کا Symbol قرار دیئے جاتے رہے ہیں۔ بادشاہوں کے درباروں میں گھوڑوں کے مجسمے جاہ وحشمت کا نشان سمجھے جاتے تھے۔ شاہراہوں اور چوراہوں پر مجسمے کی صورت میں بادشاہ کو گھوڑے پر بیٹھا ہوا دکھایا جاتا تھا۔ آج بھی ڈرائنگ روم کی زینت کے لئے جو تصاویر لگائی جاتی

ہیں ان تصاویر میں اکثریت سے گھوڑے بھی منظر میں کہیں نہ کہیں نظر آتے ہیں۔ آج بھی ملک کی فوجوں اور پولیس میں گھوڑوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ Guard of Honour پیش کرنے میں بھی گھوڑوں کی موجودگی ضروری خیال کی جاتی ہے۔ آج بھی کئی حکمران قیمتی نسل کے گھوڑے پالنے کے حوالے سے بھی مشہور ہیں۔

پاکستان کے مونا ڈپو (سرگودھا) جو افواجِ پاکستان کا ڈپو ہے وہ گھوڑوں کی افزائش نسل میں مشہور ہے۔ ہر سال یہاں ایک میلہ لگتا ہے جس میں گھوڑوں کی نمائش کی جاتی ہے اور شوقین لوگ یہاں سے نسلی دیسی اور ولائتی گھوڑے خریدتے ہیں۔ پاکستان کے عزاداری کے مراسم میں جو گھوڑے شبیہ ذوالجناح بنائے جاتے ہیں وہ اکثر مونا ڈپو (سرگودھا) سے ہی خرید کئے گئے ہیں۔ خیر سگالی کے طور پر گھوڑے تحفتاً بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

علامہ ضمیر اختر نقوی نے بھی ایک گھوڑا شبیہ ذوالجناح کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ اس کا نام پیدا ہوتے ہی سخی بابا رکھ دیا گیا تھا اور علاّمہ صاحب نے یہی نام جاری رکھا۔ سخی بابا کراچی کے مرکزی جلوسوں میں برآمد کئے جاتے ہیں۔ اُن کا قد ایک اوسط آدمی کے قد سے بلند ہے۔ کمر بہت چوڑی، سم بہت بڑے، گردن لمبی، چہرہ خوبصورت، رنگ نقرئی، آنکھوں کی پلکیں بڑی بڑی اور خوبصورت، یال سیدھے اور لمبے، چال ایسی کہ آدمی بے اختیار متوجہ ہو کر دیکھنے لگے، سخی بابا علاّمہ صاحب کو پہچانتے ہیں اور یہی بات گھوڑے کی فراست کہی جاتی ہے۔

ذوالجناح کو تقریر کے موضوع کے طور پر سب سے پہلے علاّمہ صاحب نے منتخب کیا اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب میر انیسؔ سے متاثر ہیں اور میر انیسؔ نے اپنے ہر رزمیہ مرثیے میں ذوالجناح کو موضوع بنایا ہے اور وہیں سے

علامہ صاحب یہ موضوع خطابت میں لے آئے۔

زیرِنظر کتاب میں ذوالجناح کے حوالے سے گھوڑوں کی ہر قسم پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے اور جب بات ذوالجناح تک آتی ہے تو پھر یہ کتاب ذوالجناح کا انسائیکلوپیڈیا بن جاتی ہے۔

ذوالجناح کے حالات اور اس کے ذیل میں ذوالجناح کا شجرۂ نسب اس کا رنگ، اس کے نام کی وجہ تسمیہ اس کی لجام، اس کی زین، رکاب، سُم، اس کی طولانی عمر کا راز، ذوالجناح کی وفاداری وغیرہ یہ تمام تفصیل کتاب کی فہرست میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس کتاب میں جو خاصے کی چیز ہے وہ ہے شبیہ ذوالجناح کا جواز، مجالس اور جلوسوں میں شبیہ ذوالجناح کا برآمد ہونا یہ وہ موضوع ہے جو نوجوانوں کی معلومات اور تشفّی کے لئے نہایت کارآمد ہوگا۔ اس لئے کہ اکثر نوجوان یہ سوالات پوچھتے نظر آتے ہیں کہ ہمارے اسکول، کالج، یونیورسٹی میں بحث ہو رہی تھی کہ ذوالجناح برآمد کرنا قرآن سے ثابت کیجئے، ساتویں باب میں علامہ ضمیر اختر نقوی نے شبیہ ذوالجناح کے جواز پر گفتگو کی ہے اس کے علاوہ صحاح ستہ اور آج کے دور کے علماء کرام گھوڑوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں یہ تمام معلومات کتاب کے باب دوم میں جمع کر دی گئی ہیں۔

کتاب کا آغاز علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کی تقریر سے ہوتا ہے جو انہوں نے ذوالجناح کے عنوان پر کی تھی۔ یہ تقریر علامہ صاحب کی معرکۃ الآرا تقاریر میں شمار ہوتی ہے۔ الغرض یہ کتاب نہیں بلکہ ذوالجناح کے عنوان سے ایک صحیفہ ہے جو علاّمہ صاحب پر القا کیا گیا۔ پروردگار بتصدقِ محمدؐ و آل محمدؐ ہمیں بھی اتنا علم دے کہ ہم بھی ایسی معلوماتی، تحقیقی اور روحانی کتابیں لکھ سکیں۔

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی:

مجلس
''عظمتِ ذوالجناح''

(امام بارگاہ چہاردہ معصومین انچولی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًاo فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًاo فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًاo فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًاo فَوَسَطْنَ بِہٖ جَمْعًاo اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌo وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیْدٌo وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌo (سورۂ عادیات آیات نمبر ۱ تا ۹)

آج کی مجلس کا موضوع ہے ''ذوالجناح''۔ میں نے قرآن مجید کے مشہور و معروف سورہ کو سرنامۂ کلام قرار دیا ہے جس کا موضوع انسان نہیں بلکہ حیوان ہے، اس سورہ میں گھوڑوں کی تعریف کی گئی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ مجھے قسم ہے تیز دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی جو فرّاٹے بھرتے جاتے ہیں وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، تیز سانس لے کر دوڑنے والے گھوڑے فَالْمُوْرِیَاتِ قدحاً جو پتھر پر ٹاپ مار کر آگ نکالتے جاتے ہیں فَالْمُغِیْرَاتِ صُبحاً وہ گھوڑے جو صبح سویرے دشمن پر چھاپہ مارتے ہیں فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًا اور جب وہ تیز دوڑتے ہیں تو زمین سے گردوغبار اُڑاتے ہوئے جاتے ہیں فَوَسَطْنَ بِہٖ جَمْعًا پھر اس وقت وہ دشمنوں

کے ہجوم میں گھس جاتے ہیں، **اِنَّ الاِنسانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُود** بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے **وانّہٗ علیٰ ذالِکَ لَشَھِید** وہ یقیناً خود بھی اس بات پر گواہ ہے **وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْد** ''بے شک وہ دولت کا بہت لالچی ہے''۔

مالکِ کائنات یہاں گھوڑوں کی قسم کھا رہا ہے، گھوڑوں کی مدح وثنا فرماتا ہے لیکن یہ تعریف دراصل شہسواروں کی ہو رہی ہے، جب شہ سوار کے گھوڑے کی تعریف ہوگی تو عزت افزائی سرباز و شہ سوار کی ہی منظور ہوگی، گھوڑا اگر مقامِ فخر میں یہ کہے:-

دعویٰ کہ میں براق کی توقیر پائے ہوں
ناز اس پہ ہے کہ بارِ امامت اُٹھائے ہوں

میر انیسؔ نے یہاں امام کی تعریف کی ہے، بظاہر گھوڑے کی تعریف ہے لیکن شاعر کی نظر شہ سوار پر ہے، تعریف اس کی مدِّنظر ہے جس کے ہاتھ میں لجامِ فرس ہے، جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے، پروردگارِ عالم بھی بظاہر گھوڑوں کی تعریف میں قسمیں کھا کر اُن کے اوصاف بیان کر رہا ہے لیکن نگاہِ قدرت میں وہ شہ سوار ہے جو کُلِّ ایمان ہے، جو رَجُل مرد ہے، مجاہد ہے، نبیؐ کا جانثار ہے، جو علیؑ ہے جو ولی ہے۔ جنگِ ذاتُ السَّلاسَل کے موقع پر یہ سورہ مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہوا تھا۔ جب مولائے کائناتؑ جنگ فتح کر کے آئے سرکارِ رسالتؐ اِسی سورے کی تلاوت فرما رہے تھے، حیرت تو اس بات کی ہے کہ ایک طرف حیوان کی تعریف ہو رہی ہے دوسری طرف سرکش انسان کی سرکشی اور مالِ دنیا سے محبت کی مذمت ہو رہی ہے، پروردگارِ عالم کی نظر میں وہ حیوان قابلِ احترام ہے جو جہاد میں مجاہد کا ناصر ہے لیکن وہ انسان جو جنگ سے پُشت پھیرتا ہے وہ قابلِ نفرت ہے۔ گھوڑا جو اسلامی لشکر میں اپنے مالک کا وفادار ہوتا ہے وہ اپنے مالک سے سرکشی نہیں کرتا۔ اُس گھوڑے کی تعریف زبانِ وحی سے بھی ہوتی ہے اور زبانِ رسالت سے بھی، ''صحیح بخاری'' میں

حضرت رسالتمآبؐ کی زبان سے یہ حدیث بیان ہوئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں "گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ قیامت تک خیر و برکت وابستہ رہے گی"۔ ایک دوسری حدیث بھی بخاری میں موجود ہے، سرکارِ دو عالمؐ ارشاد فرماتے ہیں "گھوڑا اس شخص کے لیے باعثِ اجر ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے پالا گیا ہو پھر کسی چراگاہ یا باغ میں چرنے کے لیے لمبی رسّی سے باندھ دیا ہو تو اس چراگاہ یا باغ میں جہاں تک وہ رسّی پہنچے گی اس کے مطابق گھوڑے کے مالک کو نیکیاں ملیں گی، اگر وہ گھوڑا کسی نہر یا دریا کے پاس سے گزرے اور اس کا پانی پی لے اگرچہ مالک کا ارادہ پانی پلانے کا نہ ہو تب بھی یہ اس کی نیکیوں میں شمار ہوگا اور اگر کوئی مسلمان غرور یا ریا کاری کے باعث گھوڑا پالے یا مسلمانوں کی عداوت میں تو ایسا گھوڑا اپنے مالک پر بوجھ ہوگا"۔ حدیث میں دو رُخ واضح ہیں گھوڑا اس لشکر میں بھی ہے جو حق کی راہ میں جنگ کر رہا ہے اور گھوڑا اس لشکر کے پاس بھی ہے جو مردانِ خدا کی عداوت میں جنگ کر رہا ہے، یہاں گھوڑا باعثِ ثواب ہے وہاں باعثِ عذاب ہے۔ سرکارِ دو عالمؐ گھوڑوں کا بہت زیادہ احترام فرماتے تھے، بخاری اور مسلم میں ہے کہ آپ مالِ غنیمت میں سے گھوڑے کے دو حصے فرماتے اور اس کے مالک کو ایک حصہ عطا فرماتے تھے، بخاری میں ایک معجزہ بھی سرکارِ دو عالم کا بیان کیا گیا ہے اس سلسلے میں کہ آپ اگر سُست رفتار گھوڑے پر سوار ہو جاتے تو وہ تیز رفتار ہو جاتا تھا اور پھر کوئی اس گھوڑے کی رفتار پر سبقت نہیں لے جا سکتا تھا اور جو شخص جم کر گھوڑے پر سواری نہ کر سکتا تھا آپ اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا فرماتے تو وہ بہترین شہ سوار ہو جاتا تھا۔ سُنن نسائی میں ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ کو کُمیت گھوڑا بہت پسند تھا، "کمیت" اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا رنگ سُرخ سیاہی مائل ہوتا ہے اور ایال اور دُم کے بال سیاہ ہوتے ہیں چاروں ہاتھ پاؤں سفید ہوں اور پیشانی پر سفید چاند ہو، سرکارِ دو عالمؐ کا ارشاد تھا کہ اشکال اور ارجل گھوڑا

منحوس ہوتا ہے جس کے تین پاؤں سفید ہوں اور چوتھا پاؤں کسی دوسرے رنگ کا ہو۔ سرکارِ دو عالمؐ کو اپنے گھوڑوں سے اتنی محبت تھی کہ روز صبح کو نماز کے بعد گھوڑوں کے قریب جاتے اور اُن کی پیشانیوں پر ہاتھ پھیرتے اور گرد و غبار کو اُن کے جسم سے صاف فرماتے اور اپنے اصحاب کو بھی یہی حکم دیتے کہ اس باوفا جانور سے محبت کرو، ترمذی شریف میں ہے کہ گھوڑا حضور رسالتمآبؐ کی محبوب ترین سواری تھی، آپ سب سے زیادہ اِسی جانور سے محبت فرماتے تھے۔

لوگ حضور اکرمؐ کو گھوڑے اور اونٹ ہدیہ کرتے تھے یا بعض گھوڑے بادشاہوں نے تحفے میں بھیجے یا آپ خود کوئی گھوڑا خرید فرماتے اس کا ایک نام رکھ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اکرمؐ راستے میں تھے دیکھا ایک شخص ایک بہت اچھا گھوڑا فروخت کر رہا ہے، طبرانی نے اس شخص کا نام سوآد ابن حرث لکھا ہے، آپ نے ٹھہر کر اس سے وہ گھوڑا خرید لیا، وہ شخص حضور اکرمؐ کے پیچھے پیچھے چلا، یہ سودا راستے میں کسی ایسی جگہ پر طے ہوا جو حضور اکرمؐ کے گھر سے کچھ دور تھی اور قیمت آپ کے پاس نہ تھی، آپ نے اس شخص سے کہا کہ میرے ساتھ آؤ میں گھر چل کر تم کو رقم دیتا ہوں، آپ آگے چلے، سوآد ابن حرث گھوڑا لے کر آہستہ آہستہ حضور اکرمؐ کے پیچھے آنے لگا، کچھ لوگوں نے اس شخص کو روک لیا اور گھوڑا خریدنے کی بات کرنے لگے، گھوڑا بہت عمدہ تھا لوگوں نے قیمت بہت زیادہ دینے کا وعدہ کیا، لوگوں کو یہ علم نہیں تھا کہ گھوڑا فروخت ہو چکا ہے، سوآد ابنِ حرث نے با آواز بلند حضور اکرمؐ کو پکارا کہ آپ یہ گھوڑا خریدتے ہیں یا نہیں ورنہ میں اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچتا ہوں، آپ نے سوآد ابنِ حرث کی آواز سُنی تو کھڑے ہو گئے، یہاں تک کہ وہ حضور اکرمؐ کے قریب آ گیا، حضور اکرمؐ نے فرمایا ''تم تو یہ گھوڑا میرے ہاتھ بیچ چکے ہو''۔ سواد ابن حرث مُکر گیا اور بولا، واللہ میں نے اس کو آپ کے ہاتھ نہیں بیچا، حضور اکرمؐ نے فرمایا، ''ہاں تو اس کو میرے ہاتھ بیچ چکا ہے اور میں نے تجھ

سے اس کو خریدا ہے''، حضور اکرمؐ نے بار بار یہ بات فرمائی اور سوّاد ابنِ حرث نے ہر مرتبہ انکار کیا اور کہا کہ اگر میں نے اس گھوڑے کو آپ کے ہاتھ بیچا ہے تو اس کا کوئی گواہ لایئے، اِسی دوران میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے، انھوں نے سواد ابنِ حرث سے کہا کہ یہ اللہ کے رسولؐ ہیں جھوٹ نہیں بول سکتے جو آپ فرمارہے ہیں یقیناً یہی سچ ہے، تو غلط کیوں اصرار کر رہا ہے لیکن وہ بار بار گواہ مانگے ہی جا رہا تھا۔

اتنے میں خُزیمہ بن ثابت بھی وہاں پہنچ گئے، انھوں نے گھوڑا بیچنے والے شخص سواد ابنِ حرث کو مخاطب کر کے کہا کہ ''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا رسولؐ اللہ کے ہاتھ بیچا ہے''، اس پر حضور اکرمؐ نے خُزیمہؓ سے پوچھا کہ تم تو اس وقت موجود نہ تھے، تم شہادت کس طرح دے رہے ہو، انھوں نے کہا **بتصدیقك یا رسول اللّٰہ** ''اے اللہ کے رسولؐ میں آپ کی بات کی تصدیق کر رہا ہوں، آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ حق اور سچ ہی فرماتے ہیں اس لیے میں نے گواہی دی ہے''، حضور اکرمؐ نے فرمایا آج سے خُزیمہ کی شہادت دو آدمیوں کی شہادت کے برابر ہے، اُس دن سے خُزیمہ بن ثابت کا لقب ''ذوالشہادتین'' ہو گیا یعنی جس کی گواہی دو شہادتوں کے برابر ہے۔ یہ واقعہ مسند احمد بن حنبل، مسند ابوداؤد، سنن نسائی اور طبقات ابنِ سعد میں موجود ہے۔

کہنے کو صحابی لاکھوں ہیں لیکن یہ واحد صحابی ہے جس کی ایک گواہی دوہری ہے، یہ جہاں پہنچ جائیں گواہی دینے تو گویا دو آدمیوں نے گواہی دے دی، خُزیمہ بن ثابت جنگِ جمل اور جنگِ صفّین میں حضرت علیؑ کی طرف سے لڑ رہے تھے، جنگِ صفّین میں رجز پڑھ رہے تھے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہیں، یہی رجز پڑھتے پڑھتے زخمی ہوئے اور صفّین کے میدان میں محبت علیؑ میں جان قربان کر دی۔

خزیمہ بن ثابت ''ذوالشہادتین'' کے لقب سے مشہور ہوئے اور گواہی کس بات پر

دے رہے تھے، ایک جانور کی خریداری پر، ایک گھوڑے کی گواہی پر اتنا عظیم لقب پا گئے کہ تاریخ میں زندہ رہ گئے، اب ذرا سوچیے کہ وہ جانور کتنا عظیم ہوگا کہ جس کی گواہی پر صحابی کو اتنا بڑا لقب ملتا ہے، اب سوچیے اس گھوڑے کی کیا منزلت ہوگی پیغمبرؐ کی نظر میں، جب حضور اکرمؐ نے اس گھوڑے کو خرید لیا اُس کا نام رکھا ''الورد''، ''ورد'' عربی میں سُرخ گلاب کے پھول کو کہتے ہیں، جو اپنے جانور یعنی گھوڑے کو گلاب کا پھول کہے تو اپنے بچوں کو کیا کہتا ہوگا پھر اس کی نظر میں بچے کیا ہوں گے جو گھر کے جانور کو گلاب کا پھول سمجھتا ہے۔

حضور اکرمؐ نے ایک اور گھوڑا خریدا اس کا نام رکھا ''لیزاز'' یعنی خوش آواز، اچھی آواز والا، ایک اور گھوڑا خریدا اس کا نام رکھا ''لحیف'' یہ گھوڑا جب میدان میں دوڑتا تھا معلوم ہوتا تھا زمین لحاف کی طرح تہہ ہوتی چلی جارہی ہے۔ ایک دراز گوش کا نام ''یعفور'' رکھا تھا۔ ایک دراز گوش شاہ حبش مقوقس نے تحفے میں بھیجا تھا، جنگِ خیبر میں اس پر حضرت علیؑ سوار تھے، جب وہ پہاڑیوں پر دوڑا تو اُس نے دوڑنے میں اپنے پیٹ کو سطح زمین سے مِلا دیا، آپ نے فرمایا ''دُلدُل'' یعنی اس کا شکم زمین کی سطح سے مس ہو رہا ہے، اس دن سے اُس کا نام ''دُلدُل'' ہوگیا۔ جنگِ خیبر میں اور جنگِ نہروان میں حضرت علیؑ ''دُلدُل'' پر سوار تھے۔ اس لیے آپ کو ''شاہِ دُلدُل سوار'' بھی کہتے ہیں۔ غالبؔ نے دُلدُل سے عقیدت مندی کا اظہار اپنے مشہور قصیدے میں کیا ہے:-

طبع کو الفتِ دُلدُل میں یہ سرگرمیِ شوق
کہ جہاں تک چلے اُس سے قدم اور مجھ سے جبیں

غالبؔ کہہ رہے ہیں علیؑ سے مجھے اتنی محبت ہے کہ اُن کے دُلدُل کا جہاں قدم پڑے میں وہاں اپنی جبیں رکھ دوں گا۔

حضرت عبدالمطلب کو یمن کے بادشاہ سیف بن ذی یزن نے چار گھوڑے ہدیہ

کئے تھے، اس وقت حضورِ اکرمؐ آٹھ برس کے تھے، بادشاہِ یمن کی فرمائش تھی کہ اِن تحفوں کو آپ اپنے پوتے کو دیجئے گا، وہ بڑا ہو کر نبیؐ بنے گا۔ میں نے آسمانی کتابوں میں اس کی پہچان پڑھی ہے، حضرت عبدالمطلب نے جب وہ گھوڑے اپنے پوتے محمدؐ کو پیش کئے تو اس کمسنی کے عالم میں آپ نے باری باری ہر گھوڑے پر سواری فرمائی، ایک گھوڑے کا نام ''مُرتجز'' رکھا، ایک گھوڑے کا نام ''میمون'' رکھا، ایک گھوڑے کا نام ''ذوالجناح'' رکھا۔ ایک گھوڑے کا نام ''طاویہ'' رکھا۔ ''طوی'' کے معنی ہیں، بھوک اور پیاس میں بھی میدانِ جنگ نہیں چھوڑتا، ''طوی'' کے دوسرے معنی ہیں چرخی جس طرح اپنے محور پر تیز چلتی ہے اِسی رفتار سے وہ میدانِ جنگ میں اپنے سوار کو لے کر دوڑتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ''طاویہ'' ایک گھوڑی تھی جو امام حسن علیہ السلام کے استعمال میں بعدِ رسولؐ رہی تھی، جنگِ مدائن میں امام حسنؑ اسی پر سوار تھے۔

بادشاہِ یمن کے یہ بھیجے ہوئے گھوڑے جب یمن سے آئے تو اِن سب کی عمریں پانچ پانچ برس کی تھیں، کربلا میں یہی گھوڑے آئے تھے اس وقت عبدالمطلب کے دور سے لے کر کربلا تک بعض گھوڑوں کی عمر سو برس تک پہنچی تھی، بعض عِلمِ حیوانات کے ماہر کہتے ہیں گھوڑے اتنے دن زندہ نہیں رہتے۔ اب یہاں سے ایک علمی بحث شروع ہو رہی ہے، سماعت فرمایئے، اب تک پوری دنیا میں گھوڑوں پر سات ہزار کتابیں لکھی گئی ہیں، امریکہ اور یورپ میں یہ ایک مستقل موضوع ہے، دنیا کی یونیورسٹیز کا ایک شعبہ ہے Zoology عِلمِ حیوانات جانوروں کا عِلم، اس موضوع پر آج کل بہت ریسرچ ہو رہی ہے۔ یہ عِلم آج ترقی یافتہ ہوا ہے، لیکن ہمارے آئمہ معصومین بہت پہلے آج سے چودہ سو برس پہلے اس علم کو متعارف کر چکے ہیں، بلکہ قرآنی آیات میں یہ عِلم موجود ہے اور معصومینؑ اُن آیات کی تفسیر و تشریح میں بہت کچھ بیان کر چکے ہیں۔ مجلس میں آؤ تو پتہ چلے یہ علم ہمارے معصومین کا دیا ہوا ہے، امریکہ یا یورپ کا دیا ہوا علم نہیں ہے، دنیا

نے اس علم کو ہمارے آئمہ معصومین سے سیکھا ہے۔

میں نے ایک تقریر رضویہ سوسائٹی کے عشرے میں آج سے تیس برس پہلے کی تھی کہ ٹیلیویژن اور فلموں سے اپنے بچوں کو بچائیے گھروں میں ٹیلیویژن نہ رکھئے بلکہ یہ رقم بچوں کی تعلیم پر صرف کیجئے، فلمیں دیکھنے سے ذہنی پستی پیدا ہوتی ہے، ایک مولانا بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ مجلس کے بعد نشست میں انھوں نے مجھ پر اعتراض کیا کہ ٹیلی ویژن سے بڑی سائنسی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ آپ کہہ رہے ہیں پھر قوم مجھ پر اعتراض کرے گی، وہ بضد تھے کہ ٹیلی ویژن بھی گھر میں رکھو اور فلمیں بھی دیکھو، میری مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعوں بچوں کی تعلیمی سطح ختم ہوگئی اور جہالت کا عروج ہے۔ میرے خلاف یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ میں سائنسی ترقیوں کے خلاف ہوں، میں فلموں سے نفرت کرتا ہوں۔ میں ٹیلی ویژن سے بیزار ہوں۔

سائنسی ترقی خواہ کتنی بھی ہوجائے جو کچھ معصومین بتا گئے ہیں وہ سب کچھ ابھی سائنس نہیں بیان کرسکی ہے۔ گھوڑوں کے موضوع پر کتاب لکھنے والی دنیا کی مشہور خاتون ہیں لیڈی وینٹ ورتھ (Lady wentworth) ہیں جواب تک بارہ ہزار صفحے گھوڑوں پر لکھ چکی ہیں، اُن کو پوری دنیا میں گھوڑوں کا ماہر سمجھا جاتا ہے، امریکہ میں رہتی ہیں، صرف انھوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ عربی گھوڑوں کی نسل حضرت عیسیٰؑ سے پانچ ہزار سال برس پہلے سے موجود ہے، لندن (London) سے ایک کتاب مصنّف کیرولین سِلور (Coroline Silver) کی شائع ہوئی ہے (Guide to the horses of the world) اس کتاب میں گھوڑے پر بڑی تحقیق کی گئی ہے، اس کتاب کے مطابق، عرب گھوڑا سب سے پہلے دنیا میں وجود میں آیا، انجیل میں لکھا ہے کہ جب اللہ نے چاہا کہ گھوڑے کو تخلیق کرے تو اللہ نے ایک بار ہوا کو حکم دیا کہ آجا، ہوا سمٹ کر آگئی، اللہ نے ہوا کو مُٹھی میں بند کیا اور ہوا کو مُٹھی میں سمیٹ کر کہا ''کُن'' ہوجا، گھوڑا

بن گیا، جب گھوڑا تخلیق پا گیا تو اللہ نے کہا میں نے خوش بختی تیری پیشانی پر لکھ دی ہے، میں تمام جانوروں پر تجھے افضلیت دیتا ہوں اور تیرے مالک کو تیرا دوست بنایا، جہاں تو جائے گا میدان کو فتح کرے گا، تیرے جسم کی طاقت کو تیرے گردن کے بالوں میں عطا کردی، تو مبارک قدم کہلائے گا، انسانوں کے بعد تیرا مرتبہ سر بلند ہوگا، میں نے تجھے بغیر پروں کے اُڑنے کی طاقت عطا کی ہے۔ مصنّف لکھتا ہے کہ مسلمانوں کے خیال کے مطابق اللہ نے حضرت اسماعیلؑ کے لیے شمال سے چلنے والی تیز ہوا سے عرب نسل کے گھوڑے کو خلق کیا۔

اللہ نے جب گھوڑے کو خلق کیا تو فرمایا تیری پیشانی پر خوش قسمتی کا ستارہ چمکتا رہے گا، تخلیقِ آدمؑ کے بعد گھوڑے کو اُن کے آگے آگے چلایا اور آدمؑ اس کے پیچھے پیچھے چلے، سب سے پہلے جس نے گھوڑے پر سواری کی وہ حضرت اسماعیلؑ ہیں، حضرت ابراہیمؑ کے دور تک گھوڑے اپنے پروں سے فضا میں پرواز کرتے تھے، حضرت اسماعیلؑ نے گھوڑوں پر اختیار حاصل کرلیا اور آہستہ آہستہ گھوڑوں کے پر ختم ہوگئے۔ علاّمہ مجلسی کا کہنا ہے یہ جانور کسی انسان کے بس میں نہیں آتے تھے، پہاڑوں کی بلندیوں پر عقابوں کی طرح رہتے تھے، سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے اسماعیلؑ نے ان کو اپنے قبضے میں کیا، اور سب سے پہلے گھوڑے پر سواری کی، حضرت اسماعیلؑ نے سب سے پہلے جس گھوڑے پر سواری کی تھی اس کا نام ''راح'' تھا، ''راح'' کے بچے کا نام ''میمون'' تھا، ''میمون'' کے بچے کا نام ''موج'' تھا، ''موج'' کے بچے کا نام ''الجناح'' تھا، ''الجناح'' کے بچے کا نام ''الکفاح'' تھا، ''الکفاح'' کے بچے کا نام ''زادالراکب'' تھا، اس کے بچّے کا نام ''بطال'' تھا، پھر اس کے بچّے کا نام ''قابل'' تھا، اس سے جو گھوڑا پیدا ہوا اس کا نام ''نیزوب'' تھا۔ ''نیزوب'' کے بچّے کا نام ''عقاب'' تھا۔ ''عقاب'' پر رسولؐ اللہ نے متعدد مرتبہ سواری کی تھی، بعد میں یہ گھوڑا حضرت علیؑ کو [illegible]

آپ اِسی پر سواری فرماتے تھے۔آلِ محمدؐ کے گھرانے میں جو گھوڑے سواری کے لیے استعمال ہوتے تھے اُن کے شجرے اب تک کتابوں میں محفوظ ہیں۔

مسلمانوں نے ہمیشہ اپنا حاکم ایسے لوگوں کو بنایا جن کے شجرے مشکوک تھے، جنگ بدر میں کافروں نے حضرت رسول خداؐ سے پکار کے کہا تھا ہمارے مقابل اُن کو بھیجو جن کے شجرے مشہور ہوں، اس لیے آپ نے صاحبِ شجرہ علیؑ، حمزہؑ اور عبیدہؑ بن حارث بن عبدالمطلب کو مقابل میں بھیجا تھا۔ ہم کو شجرے والے لوگ پسند ہیں۔ یہاں تو گھوڑوں کے شجرے بھی شاندار ہیں عرب مورّخین نے حضور اکرمؐ کے گھوڑوں کے شجرے اُن کی نانیوں اور دادیوں سے بھی محفوظ کیے ہیں۔ عربوں کا خیال تھا خون کا اثر جانور میں بھی سات پشتوں تک رہتا ہے انسانوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ فردوسی کے ''شاہنامہ'' میں ایک لفظ استعمال ہوا ہے ''سکندری'' اس لفظ کو میر انیس نے بھی استعمال کیا ہے۔ کہتے ہیں:-

طاقت یہ کس میں ہے جو لکھے زورِ حیدری

دوڑے کُمیتِ خامہ تو کھائے سکندری

انیس کہہ رہے ہیں، شاعروں کا قلم چلتے چلتے، فضائلِ علیؑ لکھتے لکھتے ہمت ہار جاتا ہے، جس طرح میدانِ جنگ میں کبھی کبھی گھوڑا سکندری کھا جاتا ہے، منہ کے بھل میدان میں اُلٹ جاتا ہے اسی طرح ''کُمیتِ خامہ'' یعنی گھوڑے کی طرح ہمّت ہار جاتا ہے۔ سارے زمانے کے درخت قلم بن جائیں، سمندر روشنائی بن جائیں، جِنّ وانس سب مل کر فضائل علیؑ لکھنے بیٹھیں پھر بھی فضائلِ علیؑ کا اِحاطہ نہیں کر سکتے، اِسی طرح میرا قلم بھی فضائلِ علیؑ میں علیؑ کی شجاعت کی تعریف لکھتے لکھتے سکندری کھا جاتا ہے۔

علیؑ کی شجاعت کی تعریف ہوگی تو میدان جنگ میں علیؑ کے اسپِ وفادار کی بھی تعریف ہوگی غالبؔ نے کہا تھا:-

(۳۳)

اسپ و زن و شمشیر وفادار کہ می دید
واللہ علیؑ دید ، علیؑ دید ، علیؑ دید

دنیا میں زوجہ، تلوار اور گھوڑا یہ تینوں کس کے وفادار دیکھے گئے ہیں تو غالبؔ کہتے ہیں صرف علیؑ، صرف علیؑ، صرف علیؑ۔

حضرت علیؑ کو وہ تمام سواری کے جانور رسولؐ اللہ سے وراثت میں ملے تھے، اس میں اُمت کو حصہ نہیں ملا۔ حکومت اُمّت کے پاس رہی لیکن وصایت و وراثت علیؑ کے حصے میں آئی، خلافت و امامت بھی علیؑ کے پاس رہی، معصومینؑ جس رہوار کی پشت پر تشریف فرما ہوئے وہ تاریخ میں مشہور ہو گیا، سرکارِ دو عالمؐ کی پسندیدہ سواری گھوڑا تھا۔ تقریباً آٹھ سو حدیثیں پیغمبرؐ نے گھوڑے کے موضوع پر بیان کی ہیں۔ یہ حدیثیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، ابی داؤد، ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل، مشکوٰۃ میں محفوظ ہیں یہ مسلمانوں کی سرتاج حدیثوں کی کتابیں ہیں اور اِن تمام کتابوں میں گھوڑے کے بارے میں جو حدیثیں پیغمبر اسلام کی زبان سے آئیں اُن سے گھوڑے کا احترام بڑھ جاتا ہے۔

حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا تین چیزوں میں نحوست ہوتی ہے اور انھیں تین چیزوں میں خیر و برکت بھی ہوتی ہے، اگر خیر ہے تو مبارک ہوتی ہیں، گھوڑا، عورت اور مکان، گھوڑا مبارک ہے یا منحوس، عورت یعنی بیوی مبارک ہے یا منحوس، مکان مبارک ہے یا منحوس، حضور اکرمؐ فرماتے ہیں اللہ نے قیامت تک کے لیے خیر و برکت گھوڑوں کی پیشانیوں پر لکھ دی ہے، ایک حدیث میں فرمایا گھوڑے پر کسی کو رکاب تھام کر سوار ہونے میں مدد دینا بھی ثواب کا کام ہے، آپ نے فرمایا کہ اپنی سواری کے گھوڑوں کے پاس جا کر اُن کی پیشانی پر، اُن کی گردن پر اور پٹھوں پر ہاتھ پھیرا کرو، حضرت رسولِؐ خدا ہمیشہ خود بھی صبح کی نماز کے بعد اپنے گھوڑوں کے پاس جا کر اُن کی پیشانی،

گردن اور پٹّھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے، شفقت و محبت فرماتے اور اُنھیں پیار بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔

اب دو تین آیتیں قرآن کی پڑھ دوں پھر آگے چلتے ہیں، (صلوٰۃ)

سورۂ ''ص'' کی آیت اکتیس و بتیس پڑھ رہا ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرحمن الرحیم

اِذۡ عُرِضَ عَلَیۡہِ بِالۡعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الۡجِیَادُ ۝۳۱ فَقَالَ اِنِّیۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَیۡرِ عَنۡ ذِکۡرِ رَبِّیۡ ۚ حَتّٰی تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ ۝۳۲ رُدُّوۡہَا عَلَیَّ ؕ فَطَفِقَ مَسۡحًۢا بِالسُّوۡقِ وَ الۡاَعۡنَاقِ ۝۳۳

ہم نے داؤد کے بیٹے سلیمانؑ کو بادشاہ بنایا، اُن کو مُلکِ عظیم عطا کیا، ایک دن اُن کے سامنے سرِشام، شام کا وقت تھا، کچھ گھوڑے پیش کیے گئے، آ گیا قرآن میں گھوڑا، قرآن میں گھوڑوں کے آٹھ نام آئے ہیں، آٹھ ناموں سے گھوڑوں کا ذکر کیا گیا ہے، کبھی ''جِیادْ'' کہا یعنی ''جواد'' تیز رو، تیز رفتار عمدہ گھوڑا جو دوڑنے میں اپنی پوری طاقت صرف کر دے، میر انیسؔ نے ''ذوالجناح'' کے لیے لفظ ''جواد'' استعمال کیا ہے۔

خوش خو تھا، خانہ زاد تھا، دُلدل نژاد تھا
شبّیرؑ بھی سخی تھے، فرس بھی جواد تھا

قرآن میں گھوڑے کے لیے خیل، رباط الخیل، صافنات، ضبحاً، قدحاً، مغیرات، مُوریات کے لفظ بھی آئے ہیں، ایک خصوصی لفظ عادیات سورۂ ''عادیات'' میں آیا ہے، میر انیسؔ نے یہ قرآنی لفظ استعمال کیا ہے۔

حامی ہے کون سب کا حیات و ممات میں
کس کی ثنا ہے سورۂ والعادیات میں

''ذوالجناح'' پر اس سے پہلے جو تقریریں میں نے کی ہیں اُن میں جو آیات میں پڑھ چکا ہوں وہ اس سال نہیں پڑھیں، آج میں وہ آیات پڑھ رہا ہوں جو مجھ سے پہلے تاریخِ خطابت میں منبر پر نہیں پڑھی گئیں کسی ذاکر نے آج سے پہلے سورۂ ''ص'' کی یہ آیات منبر پر موضوع بنایا ہی نہیں، پہلی مرتبہ میں عنوان دے رہا ہوں۔ **اِذ عُرِضَ علیه بالعَشِيِّ الصّافِنات** حضرت سلیمان کے سامنے گھوڑے پیش کیے گئے، کیسے گھوڑے صافنات الجیاد گھوڑے کی سب سے عمدہ قسم کو صافنات الجیاد کہتے ہیں، جی ہاں گھوڑوں کی قسمیں ہوتی ہیں، گھوڑوں کی قِسموں کے نام ہوتے ہیں، حضرت رسول خداؐ نے فرمایا ''گھوڑوں کے نام رکھو'' آپ نے یہ بھی فرمایا کہ گھوڑوں کی چار قسمیں ہیں، دو اچھی اور دو بُری، اچھی قسموں میں کُمیت اور اشقر گھوڑے اچھے ہوتے ہیں، کُمیت گھوڑا وہ ہے جس کے چاروں پاؤں سفید ہوں اور پیشانی پر سفید ٹیکا ہو، دُم اور گردن کے بال سیاہ ہوں، رنگ چاہے سُرخ ہو یا سبزہ ہو یا نقرہ ہو، اشقر گھوڑا وہ ہے کہ سفید پیشانی اور ہاتھ پاؤں بھی سفید ہوں، کُمیت اور اشقر میں فرق یہ ہے کہ کُمیت کی دُم اور ایال سیاہ ہوتے ہیں اور اشقر کی دُم اور ایال سرخ ہوتے ہیں۔ اشقر گھوڑے کو فضیلت اس لیے حاصل ہوئی کہ حضور اکرمؐ نے ایک لشکر بھیجا تو سب سے پہلے جو سوار فتح کی خبر لے کر آیا وہ اشقر پر سوار تھا۔ حضور اکرمؐ نے بہتر قسمیں گھوڑوں کے لیے کُمیت پنج کلیان، مشکی پنج کلیان اور اشقر پنج کلیان بتائی ہیں اور اُنھیں کی فضیلت ہمیشہ بیان فرمائی ہے۔ حضور اکرمؐ شِکال گھوڑے کو مکروہ اور منحوس سمجھتے تھے، شکال وہ ہے جس کے داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ میں سفیدی ہو یا اس کے داہنے ہاتھ اور بائیں پاؤں میں سفیدی ہو، ارجل گھوڑا وہ ہے جس کا ایک پاؤں کسی اور رنگ کا ہو اور باقی تینوں پاؤں دوسرے رنگ کے ہوں، ایسا گھوڑا بھی مکروہ اور منحوس ہوتا ہے، شکال اور ارجل منحوس ہیں، کُمیت اور اشقر مبارک ہیں اور اِن میں سب سے اچھے گھوڑے

صافناتُ الجیاد ہیں، قرآن نے کہا۔

صافناتُ الجیاد کے معنی یہ ہیں کہ گھوڑے کے کھڑے ہونے پر تین پاؤں یعنی سُم زمین پر ہوں اور چوتھا اگلا پاؤں تھوڑا سا اُٹھا ہوا ہو صرف سُم کا اگلا حصہ زمین سے لگا ہو، گھوڑوں کی تصاویر میں آپ نے دیکھا ہوگا مصور گھوڑے کے اگلے پاؤں میں ہلکا سا خم ضرور دکھاتا ہے، قرآن نے کہا دنیا میں اِس سے اچھی نسل گھوڑے کی نہیں ہوتی، ایسے گھوڑوں کو صافنات کہتے ہیں، ابھی بات ختم نہیں ہوئی، بلکہ صافنات کے ساتھ ایک اور لفظ ہے الجیاد یہ جمع ہے جواد کی، جواد کے معنی سخی ہیں اگر یہ انسان کا نام ہو تو اس کے معنی ہیں سخی اور اگر گھوڑے کے لیے یہ لفظ آجائے اس کے معنی ہیں جواد وہ گھوڑا ہے جو یوں چلے جیسے عقاب اُڑتا ہے، اب کوئی یہ نہ کہے کہ ذوالجناح گھوڑے کا نام کیوں رکھا گیا، ذوالجناح کے معنی ہیں دو پروں سے پرواز کرنے والے عقاب کی مانند، جیسے عقاب پرواز کرتا ہے، دیکھیے میر انیسؔ نے کربلا کے میدان میں امام حسینؑ کی آمد دکھائی تو ذوالجناح کو اس طرح دکھایا ہے:-

آئے حسینؑ یوں کہ عقاب آئے جس طرح
کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح
تابندہ برق سوے سحاب آئے جس طرح
دوڑا فرس نشیب میں آب آئے جس طرح

حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے اُن کے سامنے سے اس طرح گزرے جیسے عقاب پرواز کرتے ہیں،

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ

جب اُن کو یہ گھوڑے پیش کئے گئے سلیمانؑ نے کہا

فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ

میں تو اِن گھوڑوں سے محبت کرتا ہوں، سلیمانؑ نے کیا کہا اِنّی اَحْبَبْتُ میں تو اِن سے محبت کرتا ہوں، کس لیے محبت کرتا ہوں حُبَّ الْخَیْرِ اِن کی محبت خیر ہے، اِن سے محبت کرنا خیر ہے، پتہ چلا گھوڑے سے محبت کرنا شر نہیں ہے، قرآن کہہ رہا ہے، یہ حدیث نہیں ہے بات محکم ہے حُبَّ الْخَیْرِ بات ختم ہوگئی تھی، بس یہ کافی تھا اعلان کہ جب سلیمانؑ نے کہا میں اِن سے محبت کرتا ہوں، یہاں قدرت نے گھوڑے کی عظمت اور بڑھائی حُبَّ الْخَیْرِ اِن گھوڑوں کی محبت خیر ہے، بات یہاں پر بھی ختم نہیں ہوئی، ارشاد ہوا عن ذِکر ربّی ان کا ذکر ربّ کا ذکر ہے، ذرا غور کیجیے گا۔ عن ذِکرِ ربّی قرآن میں اللہ ایک پیغمبر کا قول بیان کر رہا ہے کہ گھوڑے کا ذکر اللہ کا ذکر ہے، یہاں انسانوں کی بات نہیں ہو رہی ہے کہ علیؑ کا ذکر ربّ کا ذکر ہے، حسینؑ کا ذکر اللہ کا ذکر ہے یہ تو ابھی بعد کی بات ہے، پہلے یہ بات تو طے ہو جائے، سلیمان کہہ رہے ہیں، قرآن اعلان کر رہا ہے گھوڑے کا ذکر ربّ کا ذکر ہے، ذکرِ رَبّی ہم اس لیے اِس کا ذکر کرتے ہیں کہ اِس کا ذکر ربّ کا ذکر ہے حتّیٰ تـوارت بالحِجاب یہاں تک کہ گھوڑے نگاہوں سے چُھپ گئے، حضرت سلیمان کھڑے ہوئے ہیں، سامنے سے گھوڑے گزر رہے ہیں، ہزار گھوڑے ہیں، گھوڑوں کی پلٹن چلی جا رہی ہے اور سلیمان دیکھے جا رہے ہیں، دیکھتے جاتے ہیں، کہتے جاتے ہیں حُبَّ الْـخَیْرِ، ذکرِ ربّی، میں اِن سے محبت کرتا ہوں اللہ کے لیے، یہاں تک کہ، کیا ہوا، قرآن کہتا ہے حتّیٰ توارت بالحِجاب یہاں تک کہ وہ گھوڑے نگاہوں سے چُھپ گئے، اب یہ قرآن کا انداز دیکھیے، وہ حسین و خوبصورت منظر کہ ایک ہزار خوبصورت گھوڑے صافنات الجِیاد تیز دوڑنے والے، اچھی قِسم والے، حضرت سلیمانؑ کے سامنے سے گزر رہے ہیں، کیا حسین منظر تھا، اچانک وہ حسین منظر نگاہوں سے چُھپ گیا، اور اب اگلی آیت رَدُّوھا عَلَیّ پلٹاؤ ان کو رَدُّوھا عَلَیّ سلیمانؑ نے کہا پلٹاؤ ان کو،

واپس لاؤ، اتنا حسین منظر تھا، چاہتے تھے نگاہوں میں رہے، جب نگاہوں سے آگے نکل گئے گھوڑے، اب کہا اِنھیں واپس بلاؤ، پھر وہ منظر واپس دکھاؤ، دیکھنے میں اتنے محو ہو گئے تھے کہ کچھ یاد نہ رہا، گھوڑوں کی دید میں منہمک ہو گئے تھے، جب نگاہوں سے دور چلے گئے دل چاہا کہ یہ منظر دوبارہ دیکھوں اس لیے کہا واپس بلاؤ، واپس پلٹاؤ، حکم ملتے ہی گھوڑوں کو پھر واپس لایا گیا اور وہ بہترین گھوڑے پھر واپس آنا شروع ہوئے، اب جو وہ بہترین گھوڑے صافنات الجیاد پھر نظر آئے اور سامنے سے گزرے تو اب کیا ہوا سلیمانؑ تخت سے اُترے، گھوڑوں کے قریب آئے فَطَفِقَ مسحاً بالسّوق والاعناق اپنے ہاتھوں کو اُن کی پیشانی پر اور پٹھوں پر پھیرنا شروع کیا، پیشانی اور پنڈلی پر گردن پر ہاتھ پھیر کر اُنھیں مس کیا، گھوڑے کو مس کرنا سُنّتِ انبیاء ہے، پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا، اُن پر نوازش اور شفقت کی، پنڈلیوں اور گردنوں پر بوسہ وہ بھی ایک پیغمبرؑ کا مسح کرنا جس کے پاس کائنات کی حکومت ہے، ایک پیغمبرؑ گھوڑے کے پاؤں چھو رہا ہے، کیوں؟ ذکرِ ربّی یہ تو عبادتِ الٰہی ہے، گھوڑوں کا آنا اور انھیں چومنا مسح کرنا بتا رہا ہے کہ یہ ذکرِ الٰہی ہے، مسلمانوں کے بعض فرقے کہتے ہیں گھوڑا نکالنا بدعت ہے، گھوڑے کا احترام کرنا بدعت ہے، قرآن کیا کہہ رہا ہے، احترام کرنا ایک پیغمبر کا عمل ہے، ہمارے پیغمبرِ اسلام سرکارِ ختمی مرتبتؐ کے ارشادات بھی موجود ہیں، فرماتے ہیں گھوڑے کو جو غذا دے گا، کِھلائے گا ایک ایک دانے پر جنّت میں گھر بنائے گا، ''صحاحِ ستّہ'' کی کتاب سنن ابن ماجہ اور بخاری میں یہ حدیث موجود ہے، اب تو اسلامی جہاد گھوڑے پر بیٹھ کر نہیں ہوتا، اب مسلمان گھوڑے کہاں پالتے ہیں، حدیث منسوخ ہوئی نہیں، گھوڑے کو دانہ کھلاؤ اور ہر دانے پر جنّت کا ثواب لے لو، اب پوری دنیا میں آپ کے سِوا کوئی گھوڑے کو دودھ جلیبی یا چنے کھلاتا ہے، ہم بچپن سے سوچتے تھے، شبِ عاشور جب ذوالجناح آتا تھا گھر کی خواتین

دروازے پر جلوس کے انتظار میں کھڑی ہوتی ہیں، جب ذوالجناح آتا تھا تو دودھ جلیبی اُسے کھلاتی تھیں، یہ بڑی بوڑھیاں قرآن بھی پڑھے ہوئے تھیں اور حدیثِ رسولؐ سے بھی واقف تھیں، اس طرح ایک جانور کی خدمت کیوں؟ قرآن نے کہا ہے پیغمبرِ اسلامؐ کا حکم ہے میں نے ابن ماجہ کی حدیث پڑھی اور اب امام نسائی جو اہلِ سنّت کے امام ہیں انھوں نے یہ حدیث ختمی مرتبتؐ کی اپنی کتاب میں لکھی ہے کہ تمہارا گھوڑا کسی دریا کے پاس سے یا تالاب کے پاس سے گزر رہا ہے اور تمہارا ارادہ اُسے پانی پلانے کا نہیں تھا لیکن وہ خود رُک گیا پانی پینے کے لیے اور تم اس کے ارادے کو سمجھ کر رُک گئے ٹھہر گئے اور اُسے پانی پینے دیا تو گھوڑے کے پانی پینے کا ثواب اللہ تمہارے نامۂ اعمال میں اس طرح لکھے گا کہ تم نے گھوڑے کو پانی پلایا ہے حالانکہ گھوڑا اپنے ارادے سے ٹھہرا تھا''۔ فکرِ معصومینؑ کو سمجھنے کی ضرورت ہے، حضرت عباسؑ جب گھوڑے کو فرات میں لائے تو وہ تین دن کا پیاسا تھا لیکن اُس نے گردن اُٹھائے رکھی اور پانی نہیں پیا، میر انیسؔ کہتے ہیں۔

دودن سے بے زباں پہ جو تھا آب ودانہ بند دریا کو ہنہنا کے لگا دیکھنے سمند
ہر بار کانپتا تھا سمٹتا تھا بند بند چمکارتے تھے حضرت عباسؑ ارجمند
تڑپاتا تھا جگر کو جو شور آبشار کا
گردن پھرا کے دیکھتا تھا منھ سوار کا

چمکارتے تھے حضرت عباسؑ نیک نام بس اتنا مضطرب نہ ہوا ےاسپِ تیز گام
گر تو ہے تشنہ کام تو ہم بھی ہیں تشنہ کام پیاسا ہے ذوالجناحِ شہنشاہِ خاص وعام
اُٹھتا ہے شورِ گریہ محمدؐ کی آلؑ سے
آگاہ کیا نہیں ہے سکینہؑ کے حال سے

عباسؑ نے کہا جو یہ بچوں کا حالِ زار گردن ہلا کے رہ گیا اسپِ وفا شعار

جب نہرِ علقمہ میں در آیا وہ نام دار　　پانی سے تھوتھنی کو اُٹھاتا تھا بار بار

جاں بازی سمند پہ غازی نے رو دیا
غازی کے منھ کو دیکھ کے تازی نے رو دیا

اب آپ اس آیت کی تفسیر سنیئے جو آیات میں پڑھ چکا، عام طور سے آپ کو قرآن میں جو تفسیر لکھی ملے گی وہ یہ ہے کہ سلیمانؑ کے سامنے وقتِ شام گھوڑے پیش کئے گئے، دیکھنے میں اتنے محو ہو گئے کہ آفتاب غروب ہو گیا، نماز کا وقت نکل گیا، کہنے لگے ہائے یہ کیا ہوا ہم ذکرِ ربّی بھول گئے **عن ذکرِ ربی** سورج چھپ گیا تو **وارَت بالحِجاب** سورج کو پلٹاؤ تا کہ میں نماز پڑھوں **رَدُّوھا عَلَّی** سورج کو پلٹایا گیا پھر سلیمانؑ نے نماز پڑھی اور نماز پڑھنے کے بعد **فطفِق مسحاً بالسُّوق والاعناق** سلیمانؑ نے تلوار نکالی اور گھوڑوں کی گردن اور ٹانگیں کاٹ کر پھینک دیں کہ اِن کی وجہ سے ہماری نماز قضا ہو گئی، یہ تفسیر لکھی گئی، آیت میں آفتاب کا نام موجود نہیں ہے لیکن مفسرین بضد ہیں کہ سورج چھپ گیا اور پلٹایا گیا یہ ہے تفسیر بالرّائے کی مثال، آیت میں نماز کا ذکر بھی نہیں ہے لیکن مفسّر وہ بھی لے آیا، عبداللہ ابن عباس مسلمانوں کے مشہور مفسّر ہیں انھوں نے مولائے کائنات امیرالمومنینؑ علی ابن ابی طالبؑ سے ان آیات کی تفسیر پوچھی تو مولا علیؑ نے کہا کہ اور لوگ کیا تفسیر کر رہے ہیں، یاد رکھئے گا عبداللہ ابن عباسؓ نے مولا علیؑ سے عِلم تفسیر حاصل کیا ہے، شاگرد ہیں مولا علیؑ کے، عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا کہ عام مسلمان تفسیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان کے سامنے ہزار گھوڑے عمدہ نسل کے پیش کئے گئے جو جہاد کے گھوڑے تھے وہ اس منظر کو دیکھنے میں ایسے کھو گئے کہ نماز کا وقت نکل گیا اور نماز قضا ہو گئی، سلیمانؑ کو گھوڑوں پر بہت غصہ آیا کہ اِن کی وجہ سے میری نماز قضا ہو گئی، اب سورج کو پلٹاؤ، جب سورج دوبارہ پلٹا تو سلیمانؑ نے نماز پڑھی اور پھر تلوار سے گھوڑوں کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹ دیں پھر گھوڑوں کا گوشت

احباب میں تقسیم کر دیا، کچھ دن ہوئے ہیں حضورؐ کے وصال کو اُمت میں علیؑ موجود ہیں اور قرآن کو بدلا جا رہا ہے، عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان سُن کر مولا علیؑ نے فرمایا وہ جھوٹ بولتے ہیں، اے ابن عباسؓ وہ جھوٹے ہیں، ابن عباس نے کہا مولا پھر ان آیات کی کیا تفسیر ہے، آپ نے فرمایا، ابن عباس یاد رکھو کسی پیغمبر کی نماز قضا نہیں ہو سکتی، یہ صاحبِ نہج البلاغہ کے جملے ہیں، اگر کسی پیغمبر کی نماز قضا ہو جائے تو عذابِ الٰہی آ جائے، پیغمبر کبھی اطاعتِ الٰہی میں غافل ہو ہی نہیں سکتا ورنہ اُسے پیغمبری اور رسالت کا حق نہیں رہے گا، یہ علیؑ تھے جو کوفے کے بازار میں تازیانہ لے کر نکلتے اور ایک ایک سے رُک کر کہتے خبردار اگر کسی نے توریت و انجیل کو اس نظریے سے پڑھا کہ کسی پیغمبر کی توہین کی جائے تو علیؑ کا تازیانہ ہو گا اور اُس کی گردن ہوگی، علیؑ وہ ہیں جو پیغمبروں کی عصمت پر حرف نہیں آنے دیتے، علیؑ بار بار اپنے خطبوں میں کہتے تھے کہ آدمؑ سے خطا نہیں ہوئی، نوحؑ سے خطا نہیں ہوئی، ابراہیمؑ سے خطا نہیں ہوئی تو سلیمانؑ سے خطا کیسے ہو سکتی ہے، اور علیؑ یہ سب کچھ کیوں کہہ رہے تھے کہ محمدؐ کی رسالت کو بچانا تھا، مسلمانوں سے نبیؐ کی طہارت کو محفوظ رکھنا تھا کہ نبی سے خطا نہیں ہوتی نبی معصوم ہوتا ہے۔ سلیمانؑ سے خطا نہیں ہو سکتی، ہاں وحی آ رہی ہو اور نماز قضا ہو جائے تو وہ ایک ہی بات ہے دونوں عمل اطاعتِ الٰہی ہیں لیکن اطاعتِ الٰہی چھوڑ کر دنیا کا کوئی عام کام کیا جا رہا ہو تو وہ خطا کہلائے گا۔ مولا علیؑ نے فرمایا کہ آیت میں نماز قضا ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ گھوڑوں کو دیکھ کر کہا کہ میں اللہ کی وجہ سے اِن کا ذکر محبوب رکھتا ہوں سیّد رضی کے بھائی سیّد مرتضیٰ عِلم الہدیٰ علیہ الرحمہ نے اِن آیات کی وہ تفسیر لکھی جو میں شروع میں بیان کر چکا، میں نے جو تفسیر بیان کی ہے وہ مولا علیؑ کی بیان کی ہوئی تفسیر ہے، قرآن میں گھوڑوں کی عظمت کے لیے پورا ایک سورہ موجود ہے، سر نامۂ کلام میں اِن آیات کی تلاوت کی جا چکی ہے۔

(۴۲)

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحاً؛ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحاً؛ فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحاً؛ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً؛ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعاً

ارشادِ الٰہی ہے مجھے قسم ہے تیز دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی جو فرّاٹے بھرتے جاتے ہیں، سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، تیز سانس لے کر دوڑنے والے، گرد و غبار اُڑاتے ہوئے جانے والے گھوڑوں کی قسم، ارے یہ ذوالجناح جہاد کے گھوڑے ہی کی شبیہ تو ہے، اب رہ گیا شبیہ بنانا، تو شبیہ بنانا گناہ نہیں ہے، مشکوٰۃ میں اور مولوی عبدالحق محدث دہلوی نے بھی ''مدارج النبوۃ'' میں لکھا ہے، ایک دن حضور اکرمؐ گھر میں آئے دیکھا اُم المومنین بی بی عائشہ ایک طاق میں پردہ ڈالے اُس میں جھانک رہی ہیں، حضور اکرمؐ نے پوچھا حمیرا یہ کیا بنایا ہے؟ کہنے لگیں کھیلنے کا گھوڑا ہے، حضور اکرمؐ نے فرمایا مگر یہ گھوڑے کے دو پر کیوں بنائے ہیں، گھوڑا بھی کہیں پردار ہوتا ہے، اُم المومنین نے جواب دیا حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے کے پر تھے، یہ مشہور حدیث کی کتابیں ہیں، حضورؐ کے گھر میں گھوڑے کی شبیہ رکھی ہے بدعت نہیں ہے، حضورؐ اُسے دیکھ کر مسکرائے، پروں والا گھوڑا، پروں والے گھوڑے ہی کو تو ''ذوالجناح'' کہتے ہیں، حالاں کہ وہ مردہ شبیہ تھی، ذوالجناح کی تو زندہ شبیہ ہوتی ہے، یہ شعورِ عزاداری ہے، اللہ ان مجاہد گھوڑوں کی قسم کھاتا ہے، گھوڑوں کے سُموں سے اُڑتی ہوئی گرد کی قسم، یہ میدان جنگ سے بھاگے ہوئے گھوڑوں اور سواروں کے پاؤں کی گرد نہیں بلکہ یہ گھوڑے اور اُن کے سوار میدانِ جنگ فتح کر کے آرہے ہیں اس لیے اُن کے قدموں سے اُٹھتی ہوئی گرد کی قسم کھائی ہے اللہ نے، عادیات کے معنی ہیں مجاہد گھوڑے، اودھ کے بادشاہ واجد علی شاہ نے اپنے لشکر کے گھوڑوں کا لقب ''غازی مرد'' رکھا تھا، اردو ادب میں بھی کربلا کے گھوڑوں کے نام رکھے گئے میر انیسؔ نے اپنے مرثیوں میں نام بتائے ہیں، رخش، سمند، توسن، اشہب، اسپِ وفادار، کمیت، تازی، سُرنگ، کوتل، رف رف، اب یہ

دوسری بات ہے، قسیم امروہوی صاحب مجلس میں اس وقت موجود ہیں، سارے جدید مرثیہ نگار کہتے ہیں ارے صاحب اب گھوڑے کی کیا ضرورت ہے اس لیے کہ گھوڑا تو اب میوزیم کی چیز ہوگیا، دنیا کے لیے گھوڑا میوزیم کا ہو جائے، آپ کی تاریخِ عزاداری میں گھوڑا زندہ ہے، جب تک ذکرِ کربلا ہے دنیا سے گھوڑے ختم ہو جائیں، مجلس اور جلوسِ عزا سے گھوڑا ختم نہیں ہوسکتا، لاہور میں شبِ عاشور ''ذوالجناح'' کا جلوس ہر سال نکلتا ہے، پورے لاہور شہر میں روز عاشورہ شام تک جلوسِ ذوالجناح گشت کرتا ہے، یہ ذوالجناح کے جلوس برصغیر پاک و ہند میں صدیوں سے نکل رہے ہیں، یہ شبیہ جو ہم بناتے ہیں کربلا کے گھوڑوں سے جو بزرگی ظاہر ہوئی اس سے مشابہ خوں افشانی چادر، تیر اور پیکان لگا کر ذوالجناح سے اس کو مشابہ کر دیتے ہیں تاکہ اس کو دیکھ کر اس گھوڑے کی یاد آجائے جس پر ہمارے مظلوم آقا مولا امام حسینؑ سوار ہو کر زخمی ہوئے تھے۔

امام حسینؑ جتنے گھوڑے کربلا میں لے کر آئے تھے، یہ سب رسولؐ اللہ کی سواری کے گھوڑے تھے، رسولؐ ان پر سوار ہو چکے تھے، یہ رسولؐ اللہ کے پسندیدہ گھوڑے تھے، تاریخ میں یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے اپنے گھوڑوں کا امتحان لیا، کئی دن تک انھیں پیاسا رکھا گیا پھر انھیں پانی کی طرف دوڑایا گیا، گھوڑے پانی پینے کے لیے دوڑے، اتنی دیر میں ایک میدان میں طبلِ جنگ بجوایا گیا، آواز سنتے ہی کچھ پیاسے گھوڑے میدانِ جنگ کی طرف دوڑے اور کچھ گھوڑے پانی کی طرف چلے گئے، جو گھوڑے پیاس کی حالت میں میدانِ جنگ کی طرف گئے تھے یہ وہی گھوڑے تھے جو کربلا لائے گئے تھے دوسری محرم کو ''ذوالجناح'' چلتے چلتے رُک گیا، پھر امام مظلوم نے سات گھوڑے پے در پے بدلے لیکن کوئی اُس جگہ سے آگے نہیں بڑھا۔ یہ وہ گھوڑے تھے جن پر رسولؐ اللہ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ سواری کر چکے تھے۔

رسولؐ اللہ کے جو مخصوص گھوڑے کربلا میں آئے تھے وہ تعداد میں بیس تھے، بیس

میں چار گھوڑے بہت مشہور تھے، ذوالجناحؑ، مُرتجزؑ، عقابؑ اور میمونؑ، اِن چاروں گھوڑوں سے رسولؐ اللہ بہت زیادہ محبت فرماتے تھے، اِن کی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے، شفقت و محبت کا اظہار فرماتے تھے۔ حسینؑ نے صبح عاشورہ علی اکبرؑ کو عقاب دیا، حضرت قاسمؑ کو میمون دیا، حضرت عباسؑ کو مرتجز عطا فرمایا تھا۔

میمون سبزہ رنگ تھا، سبزہ رنگ کو فارسی میں اشہب کہتے ہیں، سبزہ رنگ وہ ہوتا ہے جس میں سیاہی و سفیدی زیادہ ہو لیکن جب وہ چلے تو مہندی کی سبزی سیاہی و سفیدی سے چھلکے، یہ عربی النسل گھوڑے کی ایک خصوصیت ہے، میمون کے معنی مبارک قدم یعنی میمون گھوڑا جہاں پہنچ جائے، وہاں سبزہ ہی سبزہ، برکتیں اُبلنے لگیں اور جب میدان میں آتا تو اس کی چال جیسے کہ گھوڑوں کی چالیں ہوتی ہیں، سرپٹ، کاوا، پوئی، دُلکی یہ سارے انداز دکھاتا تھا۔ میدان جنگ میں مقابل جو سوار آتا تھا وہ جس گھوڑے پر سوار ہوتا تھا میمون اپنے سوار کا اشارہ پاتے ہی کاوا کاٹ کر مقابل کے گھوڑے کی پیشانی پر اپنے دونوں آگے کے سُموں کو اُٹھا کر جب مارتا تو گھوڑے سمیت دشمن اُلٹ جاتا تھا۔

میمون پر حضرت قاسمؑ کی سواری تھی، حضرت قاسمؑ نے میمون پر بیٹھ کر ازرق شامی اور اُس کے چار بیٹوں کو قتل کیا تھا، میمون قاسمؑ کی حفاظت کرتے ہوئے میدان جنگ میں اپنے ہُنر دکھا رہا تھا۔ مقابل نامی گرامی پہلوانِ شامی اَزرقؔ تھا،

چمکا کے تیغِ تیز جو قاسمؑ سنبھل گئے
سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے

مانندِ شیر غیظ میں آیا وہ پیل تن — آنکھیں اُبل پڑیں صفتِ آہوئے خُتن
ماری زمیں پہ ٹاپ کہ لرزا تمام بن — چلّائے سب کہ گھوڑے پہ بھی لو چڑھا ہے رن

میخیں زمیں کی اُس کی تگاپو سے ہل گئیں
دونوں کنوتیاں بھی کھڑی ہو کے مِل گئیں

فرفرنفس کی آتی تھی نتھنوں سے جب صدا — کہتے تھے لوگ سب کہ ہے رفرف یہ بادپا
دشمن کو گھورتا ہے دہانا چبا چبا — غُل تھا کہ بس فرس ہو تو ایسا ہو باوفا
دشمن کو کیا نبرد میں بچنے کی آس ہو
لڑ لے کٹاریاں یہ فرس جس کے پاس ہو

چھل بَل دکھائی فوج کو دوڑا، تھما اُڑا — صورت بنائی جست کی، سمٹا جما اُڑا
دیکھی زمیں کبھی کبھی سوئے سما اُڑا — مثلِ سمندِ بادشہؑ اِنمّا اُڑا
جِن تھا پری تھا سحر تھا آہو شکار تھا
گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا

لایا جو حرفِ سخت زباں پر وہ بدخصال — جھپٹا مثالِ شیرِ درندہ حسنؑ کا لال
گھوڑے سے بس ملا دیا گھوڑا ابصد جلال — اتنے بڑھے کہ لڑگئی اُس کی سپر سے ڈھال
اُوجھڑ لگی کہ ہوش اُڑے خود پسند کے
گھوڑے نے پاؤں رکھ دیئے سر پر سمند کے

عباسؑ نامدار نے پہلو سے دی صدا — ہاں اب نہ جانے دیجیو احسنت مرحبا
دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی ہے جا — سنتے ہی یہ فرس سے فرس کو کیا جُدا
گھوڑا بھی اس طرف کو اُدھر ہو کے پھر پڑا
مارا کمر کا ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

رسولؐ اللہ فرماتے تھے اپنے گھوڑوں کے نام رکھو، آپ نے خود اپنے گھوڑوں کے عادات و اطوار رنگ و روپ کے اعتبار سے اپنے گھوڑوں کے نام رکھے تھے، ایک گھوڑے کا عقاب نام رکھا تھا جس کا شجرہ ابھی ابھی میں سُنا چکا ہوں، عقاب کا رنگ سُرخ تھا، یہ اشقر اور کُمیت کی ایک قسم تھا، فارسی میں سُرنگ کہتے ہیں، اس کا نام عقاب اس لیے رکھا گیا کہ جب میدان میں آتا تھا تو معلوم ہوتا تھا، آسمان کی بلندی سے

عقاب پرندہ شکار کرنے کے لیے زمین کی طرف اُتر رہا ہے، صبح عاشورہ امام حسینؑ نے عقاب حضرت علی اکبرؑ کو عطا فرمایا تھا، حضرت علی اکبرؑ عقاب سے بہت محبت کرتے تھے، عقاب حضرت اسماعیلؑ کے گھوڑے کی نسل سے تھا، عقاب کو جب حضرت عبدالمطلب یمن سے لائے تھے اس وقت رسولؐ اللہ پانچ برس کے تھے، اس کمسنی میں محمدؐ عقاب کو دیکھ کر اُس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے، کہتے ہیں عقاب گویا ہوا کہ میں ایک نبی کے گھوڑے کی نسل سے ہوں اور ہماری نسل نے انبیاء کے سوا کسی کو اپنی پشت پر نہیں بٹھایا، یہ کہہ کر اُس نے اپنے پاؤں خم کیے اور زمین پر بیٹھ گیا، رسولؐ اللہ عقاب پر بیٹھ گئے، حضرت عبدالمطلب یہ منظر دیکھ کر مسکرانے لگے اور کہا محمدؐ! یہ گھوڑا صرف تمہارے لیے ہے۔ صبح عاشورہ شبیہ رسولؐ کے حصے میں عقاب آیا، امام حسینؑ نے فرمایا علی اکبرؑ عقاب تمہارا ہے اس لیے کہ تم بچپن سے اِس سے محبت کرتے ہو، مدینے میں جب علی اکبرؑ گھر سے باہر آتے عقاب خود چل کر علی اکبرؑ کے قریب آجاتا تھا۔ عقاب پہلے سے منتظر رہتا تھا کہ شہزادہ کب آئے گا، اور جیسے ہی علی اکبرؑ روزِ عاشورہ ماں اُمِّ لیلیٰ اور پھوپھی زینبؑ سے رخصت ہو کر خیمے کے باہر آئے، اب کون تھا نہ غلام نہ خادم، عقاب خود ہی شہزادے کے قریب چلتا ہوا آ گیا، شہزادے علی اکبرؑ عقاب پر سوار ہوئے، ایک پرندہ تھا، شہباز تھا، میدان جنگ میں علی اکبرؑ کو لے کر عقاب آ گیا، اس گھوڑے عقاب میں یہ کمال تھا کہ دشمن اگر دائرے کی شکل میں اس کے سوار کو گھیر لیتے تھے تو یہ اچھل کر کسی پرندے کی طرح پرواز کرتے ہوئے اپنے سوار کو بچاتا تھا، میر انیسؔ کہتے ہیں:-

جرات میں رشکِ شیر تو ہیکل میں پیل تن　　پوئی کے وقت کبک دری جست میں ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابر قطرہ زن　　بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن

سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا
دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

سمٹا جما اُڑا اِدھر آیا اُدھر گیا   چمکا پھرا جمال دکھایا ٹھہر گیا
تیروں سے اُڑ کے برچھیوں میں بے خطر گیا   برہم کیا صفوں کو پروں سے گزر گیا
گھوڑوں کا تن بھی ٹاپ سے اُس کے فگار تھا
ضربت تھی نعل کی کہ سرو ہی کا وار تھا

امام حسینؑ کو معلوم تھا میرا لال برچھی والوں میں گھر جائے گا اس لیے علی اکبرؑ کو عقاب پر بھیجا تھا کہ برچھی والوں کے نرغے سے عقاب علی اکبرؑ کو بچا کر لے آئے گا، اور جب علی اکبرؑ زخمی ہو کر ڈگمگانے لگے عقاب کی یال پکڑ کر اپنے رخسار عقاب کی پیشانی پر رکھ دیا، اور آہستہ سے کہا، عقاب، بابا تک پہنچا دے، عقاب سمجھ گیا، علی اکبرؑ کو سنبھالے ہوئے برچھی والوں کے نرغے سے نکل گیا، پہلے عقاب نے علی اکبرؑ کو ایک کھجور کے درخت کے نیچے اُتارا، حسینؑ کو علی اکبرؑ سلام کر چکے تھے، حسینؑ پکار رہے تھے بیٹا علی اکبرؑ اب آنکھوں سے کچھ دکھائی نہیں دیتا، عقاب حسینؑ کی آواز پر تیز چلا، جدھر سے حسینؑ آرہے تھے اُدھر کا رُخ کیا، حسینؑ نے عقاب کی آواز سُنی، عقاب آگے آگے چلا حسینؑ پیچھے پیچھے چلے، عقاب نے حسینؑ کو علی اکبرؑ کے لاشے تک پہنچا دیا، یہ ہیں کربلا کے گھوڑوں کی خدمات۔

صبح عاشورہ حضرت عباسؑ مرتجز پر تشریف فرما تھے، مرتجز بھی رسولؐ اللہ کا مخصوص گھوڑا تھا، مرتجز عربی النسل گھوڑوں کی طرح سب سے بلند قامت گھوڑا تھا، سفید رنگ تھا بے داغ سفید موتی کی طرح، رسولؐ اللہ کے لشکر میں ہمیشہ مرتجز سب سے بلند قامت رہتا تھا، اس کے اوصاف وخصوصیات میں یہ بات شامل ہے کہ کیسا ہی طویل القامت انسان کیوں نہ ہو یہ گھوڑا اتنا بلند تھا کہ جب اپنی گردن اُٹھاتا تھا تو سوار اس کی گردن کے پیچھے چھپ جاتا تھا اور سامنے سے آنے والے شخص کو سوار نظر نہیں آتا تھا، جب اپنی دُم کو چنور کر کے اونچی کرتا تو پیچھے سے بھی سوار نہیں دکھائی دیتا تھا لیکن جب

حضرت عباس مرتجز پر سوار ہوتے تھے تو آپ کا سینہ و سر گردن سامنے سے دکھائی دیتے تھے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ قمرِ بنی ہاشم کتنے قوی القامت تھے، آنکھوں کی جلالت اور چہرے کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ بہادر سے بہادر انسان بھی نظر نہیں ملا سکتا تھا۔ دوسری محرم کو آپ نے اپنی نظر سے ہزاروں کی فوج کو فرات پر روک دیا تھا۔ حضرت عباسؑ کے قد و قامت، حُسن و خوبصورتی کو دُنیا کے کسی انسان سے نہ تشبیہ دے سکتے ہیں نہ کسی سے موازنہ کر سکتے ہیں، (اگر کوئی شیعہ نوجوان، شیعہ بزرگ، شیعہ ادھیڑ، کوئی شیعہ عورت حضرت عباسؑ کے نام کے ساتھ کسی عام شخص کا نام لے کر افواہ پھیلائے تو اُسے پکا حرامی سمجھنا چاہیئے، حضرت عباسؑ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو سزا ملتی ہے، سُنا ہے ایک شیعہ مولوی نے حضرت عباسؑ کو ایک رذیل فلمی اداکار سے ملایا تھا وہ جل کر مر گیا)۔ ابھی حال میں ذوالفقار علی زیدی نے ایک کتابچہ "نمازِ جمعہ و جماعت" کے نام سے لکھا ہے اس میں اُس نے حضرت عباسؑ کی شان میں صفحہ ۱۷ پر گستاخی کی ہے انشاء اللہ اس کو حضرت عباسؑ سزا ضرور دیں گے، اِسی کتاب میں صفحہ ۹ پر ذوالفقار زیدی نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے عظیم فرزند جعفر مرتضٰی جو جعفر الذّکی کے نام سے مشہور ہیں اُن کو کذّاب یعنی جھوٹا لکھا ہے، آقائے مرعشی نے اپنے فتوے میں لکھا ہے کہ امام عصر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ میرے چچا جعفر الذّکی کے بارے میں اپنی زبانوں کو لگام دو، اُن کی شان میں گستاخی کرنے والا جہنمی ہے۔ امام علی نقی علیہ السلام کے اس عظیم فرزند جعفر الذّکی کی نسل میں حضرت غفرآنمآب رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے جنھوں نے لکھنؤ میں پہلی نمازِ جمعہ پڑھائی تھی ہندوستان و پاکستان کے تمام نقوی سادات جعفر کی اولاد ہیں، تمام نقویوں کو اس شخص پر لعنت بھیجنا چاہیئے۔)

حضرت عباس علیہ السلام باب الحوائج ہیں، آپ کے جلال آپ کی عظمت کا قائل ایک زمانہ ہے، روزِ عاشور آپ مرتجز پر تشریف فرما تھے، اس کا نام مرتجز اس لیے رکھا گیا

تھا کہ لفظ مرتجز رجز سے ہے اور رجز کے معنی ہیں بادل کی گرج اور بادل میں چمکتی ہوئی بجلی، جب مرتجز میدان میں آتا تھا تو لگتا تھا بادل گرجتا ہوا آرہا ہے، ایک بجلی سی چمک رہی ہے بادلوں میں، عباسؑ جب مرتجز پر علم لے کر چلے تو علم دور سے نظر آتا تھا یہ مرتجز کی بلندی تھی، علم کا پنجہ چمکتا ہوا، کاندھے پر مشکِ سکینہؑ تھی، حضرت عباسؑ جب فرات کے کنارے پہنچے مارد پہلوان نے حضرت عباسؑ پر حملہ کیا، مارد جس گھوڑے پر سوار تھا اس نے حضرت عباسؑ کو دیکھ کر صیحہ کیا، حضرت عباسؑ نے گھوڑے کو پہچان لیا یہ امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا طاویہ تھا، یہ بھی رسول اللہ کے گھوڑوں میں سے ایک تھا۔ مدائن کے میدان میں لشکر امام حسنؑ سے مارد اس گھوڑے کو لوٹ میں لے گیا تھا۔ کربلا میں اسی پر سوار ہو کر آیا تھا۔ یہ گھوڑا رسولؐ اللہ نے امام حسنؑ کو عطا کیا تھا۔ حضرت عباسؑ نے آگے بڑھ کر مارد کو قتل کیا، طاویہ کی لجام تھامے ہوئے خیامِ حسینی کی طرف واپس آئے اور امام حسینؑ کی خدمت میں طاویہ کو پیش کیا، طاویہ نے خوشی میں امام حسینؑ کے قدموں پر اپنے سر کو جھکا دیا، امام حسینؑ کو بھائی حسنؑ یاد آئے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، عباسؑ یہ میرے بھائی حسنؑ کا گھوڑا طاویہ ہے، امام حسینؑ بھائی سے اتنی محبت کرتے تھے کہ حسنؑ کی سواری کے گھوڑے کو دیکھ کر تڑپ گئے۔

حضرت عباسؑ اب فرات کی طرف واپس چلے، ایک ہی حملے میں فرات کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا، مرتجز کو فرات میں ڈال دیا، مرتجز سے کہا تین دن کا پیاسا ہے، میں بھی پیاسا ہوں لیکن اے اسپِ وفادار ابھی تو آقازادی سکینہؑ پیاسی ہے، گھوڑے نے اپنی گردن کو پانی سے اُٹھائے رکھا، عباسؑ مشک سکینہؑ بھر رہے تھے، مشک میں پانی بھر کر باہر آئے چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی، ایک تیر مشکِ سکینہؑ پر لگا پانی بہہ گیا، دونوں شانے پہلے ہی جدا ہو چکے تھے، سر پر گرز لگا، عباسؑ سر کے بل زمین پر گرے مرتجز بھی زخمی ہو چکا تھا مگر لاش عباسؑ کی حفاظت اس وقت تک کرتا رہا جب تک حسینؑ

لاشِ عباسؑ پر نہیں آ گئے، علم، چھدی ہوئی خالی مشک اور خالی گھوڑا لیے حسینؑ خیموں کی طرف آئے تو اہلِ حرم میں کہرام مچ گیا۔

یہ ہیں لشکرِ حسینی کے باوفا رہواران کی وفاؤں کے صلے میں اُن کی یادگار قائم کی گئی ہے کہ مجلس میں ذوالجناح لایا جاتا ہے، اور یہ آخری منزل ہے یہ کربلا کا آخری ناصر حسینؑ کا گھوڑا ذوالجناح ہے، ذوالجناح حنائی رنگ کا تھا، حنائی رنگ کو فارسی میں رخش کہتے ہیں، اس کی پیشانی پر سفید ٹیکہ تھا، ذوالجناح کے معنی ہیں دو پروں والا، ذوالجناح جب میدان میں آتا تو معلوم ہوتا تھا کوئی بہت بڑا پرندہ ہوا میں آہستہ آہستہ پرواز کرتا ہوا زمین پر اُتر رہا ہے، جب حسینؑ پانچ برس کے تھے، ایک دن رسولؐ خدا مسجد سے باہر آئے تو دیکھا ذوالجناح باہر موجود ہے اور حسینؑ پیار بھری نظروں سے اُسے دیکھ رہے ہیں، گھوڑا بھی ساکت حسینؑ کو دیکھے جا رہا تھا، رسولؐ اللہ نے کہا حسینؑ کیا گھوڑا تم کو بہت پسند ہے، امام حسینؑ نے آہستہ سے سر ہلایا، رسولؐ اللہ نے بلال کو آواز دی کہا بلال اس گھوڑے کو حسینؑ کے قریب لاؤ، گھوڑے کو حسینؑ کے قریب لایا گیا، جیسے ہی ذوالجناح قریب آیا، حسینؑ نے اپنا ننھا سا ہاتھ اُٹھا کر اُس کی پیشانی پر پھیرا، جیسے ہی حسینؑ نے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا ذوالجناح نے تیزی سے اپنے چاروں ہاتھ پاؤں زمین پر ٹیکے اور بیٹھ گیا، رسولؐ اللہ نے کہا حسینؑ بیٹا پشتِ فرس پر بیٹھ جاؤ، حسینؑ جلدی سے ذوالجناح پر سوار ہو گئے، ذوالجناح حسینؑ کو لے کر آہستہ آہستہ اُٹھا اور حسینؑ کو لے کر سواری میں آگے بڑھا۔ رسولؐ اللہ کی ایک چیخ بلند ہوئی اور آپ نے آنسوؤں سے رونا شروع کر دیا، تمام اصحاب دوڑے، کیا ہوا یا رسولؐ اللہ، سلمان، ابوذر، عمار، مقداد، آئے ہر ایک یہی پوچھ رہا تھا یا رسول اللہ رونے کا کیا سبب ہے، آپ نے فرمایا میں کربلا کا منظر دیکھ رہا ہوں، حسینؑ کو گھوڑے پر سوار کرنے والا کوئی نہیں ہے، میں دیکھ رہا ہوں، ذوالجناح زخمی حسینؑ کو قتل کی سرزمین پر اُتار رہا ہے، مقتل کی زمین لرز رہی

ہے، میری بیٹی فاطمہؑ کے رونے کی آواز آ رہی ہے۔

امام حسینؑ کو بچپن سے ذوالجناح سے محبت تھی، جب بچپن میں پہلی مرتبہ اُس پر بیٹھے تو رسولؐ اللہ نے اس دن سے اعلان کر دیا تھا کہ ذوالجناح پر سوا حسینؑ کے اب کوئی سواری نہ کرے، رسول اللہ خود بیٹھے ذوالجناح پر یا جنگِ سلاسل میں حضرت علیؑ سوار ہوئے پھر امام حسینؑ کے استعمال میں رہا، ذوالجناح بہت شجاع گھوڑا تھا، عاشور کے دن تین روز کا بھوکا تین روز کا پیاسا تھا، حر کی لاش پہ گیا، مسلم ابنِ عوسجہ کی لاش پہ گیا، حبیب ابن مظاہر کی لاش پہ گیا، قاسمؑ کے پامال لاشے پر حسینؑ کو لے کر گیا، علی اکبرؑ کے لاشے تک ذوالجناح نے حسینؑ کو پہنچایا، فرات کے کنارے عباسؑ کے لاشے پر گیا، کیا جہاد کیا ہے لاشوں پر آتا ہے اور جاتا ہے مگر بھوک اور پیاس کا شکوہ نہیں کرتا، رخصتِ آخر کے بعد حسینؑ خیمے سے برآمد ہوئے، اب کون تھا جو سواری کا گھوڑا حسینؑ کے پاس لاتا، ذوالجناح سر جھکائے ہوئے خود درِ خیمہ تک آ گیا۔

حسینؑ جب کہ چلے بعدِ دوپہر رن کو — کوئی نہ تھا کہ جو تھامے رکابِ توسن کو
حسینؑ چپکے کھڑے تھے جھکائے گردن کو — سکینہؑ جھاڑ رہی تھیں قبا کے دامن کو

نہ آسرا تھا کوئی شاہ کربلائی کو
فقط بہن نے کیا تھا سوار بھائی کو

ہم اس لیے ذوالجناح کی رکاب کو چومتے ہیں، شہزادی زینبؑ نے اس کی رکاب کو تھام کر حسینؑ کو سوار کیا تھا، شہزادی زینبؑ نے اس رکاب پر اپنا ہاتھ رکھا ہے، ایک بار خیمے کا پردہ اُلٹ کر زینبؑ باہر آئیں کہا مانجائے آج آپ کو زینبؑ سوار کرے گی، لجام فرس کو تھاما، رکاب پر ہاتھ رکھا، کہا بھائی آپ ذوالجناح پر سوار ہو جایئے، علیؑ کی بہادر بیٹی نے بھائی کو گھوڑے پر سوار کیا، ذوالجناح آگے بڑھا لیکن چلتے چلتے رُک گیا، حسینؑ نے گھوڑے سے خطاب کیا اے میرے اسپ وفادار صبح سے اب تک ساتھ دیا ہے

ہمیں معلوم ہے تو بھوکا ہے پیاسا ہے، ہر منزل پر تو ساتھ گیا ہے، مجھے معلوم ہے تو زخمی بھی ہے لیکن بچپن سے تیرا میرا ساتھ ہے اب یہ میری آخری سواری ہے، پھر کا ہے کو حسینؑ زندہ رہے گا تیری پشت پر سوار ہونے کے لیے، جگہ میں نے تجھ کو دکھا دی ہے، مقتل تک مجھے پہنچا دے تو میری آخری منزل کو پہچانتا ہے، آخر تو آگے کیوں نہیں بڑھتا، گھوڑے نے گردن کو ہلایا اور سُموں کی طرف اشارہ کرنا شروع کیا، حسینؑ ذوالجناح کے اشارے کو سمجھ گئے، جُھک کے سُموں کی طرف دیکھا، حسینؑ نے دیکھا ذوالجناح کے سُموں سے سکینہؑ لپٹی ہوئی تھیں۔ ہم اسی لیے شبیہ ذوالجناح کے سُموں کو چومتے ہیں، بی بی سکینہؑ نے سُموں کو چھوا ہے، اللہ اُنھیں سُموں کی قسم کھاتا ہے، **والعادیات ضَبحاً، فالموریٰتِ قدحاً، فالمغیراتِ صُبحاً**، اُن سموں کی قسم جن کو سکینہؑ بی بی چھور ہی تھیں، ذوالجناح کے قدموں سے سکینہؑ لپٹی ہوئی تھیں، حسینؑ نے گھوڑے سے اُتر کر سکینہؑ کو گلے سے لگایا، سکینہؑ کہہ رہی تھیں اے ذوالجناح میرے بابا کو مقتل میں نہ لے جا، جو جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا، حسینؑ نے سکینہؑ سے کہا، بیٹا اب ہم کو رخصت کرو، معصوم سکینہؑ نے کہا بابا! چچا عباسؑ گئے واپس نہیں آئے، بھیّا علی اکبرؑ گئے واپس نہیں آئے، بابا آپ بھی جا رہے ہیں، حسینؑ نے کہا سکینہؑ مجھے جانے دو۔ شاید میں تمہارے لیے پانی لا سکوں، سکینہؑ نے رو کر کہا بابا اب پانی نہیں چاہیئے، بابا اب پانی کا نام نہ لیں، چچا عباسؑ بھی تو پانی ہی لینے گئے تھے، حسینؑ نے کہا سکینہؑ صبر کرو، سکینہؑ کو گود میں اُٹھایا اور زینبؑ کی گود میں دے دیا، حسینؑ ذوالجناح پر سوار ہوئے اور میدانِ جنگ کی طرف چلے، یزید کی فوجوں کے سامنے آئے خطبہ دیا اور پوچھا ”اے افواجِ شام و کوفہ میں جس گھوڑے پر سوار ہوں بتاؤ یہ گھوڑا کس کا ہے، اشقیا نے پکار کر کہا یہ آپ کے نانا رسولؐ خدا کا راہوار ہے، یہ رسولؐ خدا کا گھوڑا ہے، یہ لباس جو میں پہنے ہوں، یہ عمامہ یہ سر کس کا ہے، بتاؤ میں کس کا خون و جگر ہوں، سب نے کہا!

ہاں یہ رسولؐ اللہ کا لباس ہے، یہ عمامہ رسولؐ اللہ کا ہے، آپ نبیؐ کے نواسے ہیں، اس کے باوجود حسینؑ پر تیروں کی بارش ہونے لگی، حسینؑ نے رجز پڑھ کر نانا کی تلوار نکالی اور افواجِ یزید پر حملہ کیا، قیامت کی لڑائی تھی، حسینؑ نے سات حملے کیے، اور اِن سات حملوں میں ذوالجناح نے حقِ نصرت ادا کیا، ذوالجناح فوجوں میں دھنس جاتا تھا، لگتا تھا تازہ دم ہے، تھکا ہوا نہیں ہے، پیاسا نہیں ہے، بھوکا نہیں ہے، حسینؑ لڑ رہے تھے، ذوالفقار چل رہی تھی، اِدھر ذوالجناح اپنے کارنامے دکھا رہا تھا، پھر وہ وقت آیا کہ حسینؑ زخموں سے چُور ہو گئے اور ہرنے پر سر رکھ دیا، ذوالجناح کے کان میں جھک کر کہا، ذوالجناح کیا امّاں کی آواز آ رہی ہے، اے میرے اسپ وفادار، اے میرے بچپن کے ساتھی اُدھر سے مقتل کی طرف چل جہاں علی اکبرؑ کا لاشہ پڑا ہے تا کہ ایک بار پھر علی اکبرؑ کو دیکھ لوں، پہلے ذوالجناح وہاں آیا جس جگہ علی اکبرؑ کا لاشہ پڑا تھا، ذوالجناح لاشۂ علی اکبرؑ پر آ کر رُک گیا، حسینؑ نے جھک کر بس ایک بات کہی، اے میرے لال تم نے نہ دیکھی جنگِ پدر اے پدر کی جان، تم نے اپنے بھوکے پیاسے باپ کی لڑائی نہیں دیکھی، علی اکبرؑ میں بڑی شجاعت سے لڑا، کاش علی اکبرؑ تم میری لڑائی دیکھتے، پھر گھوڑے کو اشارہ کیا، اے ذوالجناح مجھے نشیب میں پہنچا دے جہاں سے میری ماں کے رونے کی آواز آ رہی ہے، وہاں پہنچا دے جہاں اماں انتظار میں ہیں، تجھے جگہ تو دکھا دی ہے، منزل آ گئی، ذوالجناح نے نشیب میں اُترنا شروع کیا۔

تمام اہلِ علم اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کے بعد گھوڑے میں فہم و فراست زیادہ ہے، اسی لیے اُس کو فرس کہتے ہیں، فرس ہی سے فراست کا لفظ نکلا ہے، یعنی جو باتیں انسانی عقل سے وجود میں آتی ہیں گھوڑے کی عادتیں بھی اُسی سے ملتی جلتی ہیں، تمام دانشور، صاحبانِ علم حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ گھوڑے سے زیادہ وفادار کوئی جانور نہیں، یہ اپنے مالک کا اتنا وفادار ہوتا ہے کہ مالک جب گھوڑے پر سوار ہوتا ہے

اُس وقت وہ اپنے مالک کو بچانے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے، اگر سوار اُس کی پشت سے گر جائے تو اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا جب تک مالک اُٹھ نہ جائے، پیغام بھی پہنچاتا ہے، حفاظت بھی کرتا ہے، ہر صورت سے مالک کی مدد کرتا ہے، اور یہ صفات گھوڑے میں ختم نہیں ہوگئی ہیں اب تک موجود ہیں، دنیا کے تمام گھوڑوں میں یہ خوبیاں ہیں تو پھر حسینؑ کا گھوڑا کیسا ہوگا، ذوالجناح کے حالات پر حیرت نہیں ہونا چاہیئے، یہ رسولؐ اللہ کی سواری کا گھوڑا ہے، قدرت نے اسے بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔

ذوالجناح مقتل میں پہنچا، بار بار کاوے کی شکل میں چاروں طرف دیکھنا شروع کیا، وہ دیکھ رہا تھا کہ پتھریلی زمین ہے، وہ تلاش میں تھا کہ حسینؑ کو کہاں اُتاروں جسم میں تیر ہیں، سخت زمین پر اُتاروں گا تو یہ تیر زمین کی ضرب سے جسم میں پیوست ہو جائیں گے، ایک مرتبہ وہ ایک ریت کے ٹیلے کے پاس پہنچا، وہ سمجھ گیا کہ اب یہ جسم کے تیر ریت کی نرمی سے جسم میں پیوست نہیں ہوں گے، ذوالجناح کو حسینؑ کا بچپن یاد آیا ہوگا کہ کس طرح بچپن میں حسینؑ کو اپنی پشت سے اُتارا کرتا تھا۔

اس منزل پر مقتل میں تین روایتیں ملتی ہیں اور میں تینوں پڑھے دیتا ہوں، جب حسینؑ گھوڑے کی پشت پر ڈگمگانے لگے تو اللہ نے کربلا کی زمین کو حکم دیا اے مقتل تو بلند ہو جا اور بلند ہو کر پُشتِ فرس تک آ جا تا کہ میرے حبیب کے محبوب کو اُترنے میں زحمت نہ ہو، دوسری روایت یہ ہے مقتل میں کہ زمین سے دو کانپتے ہوئے ہاتھ نکلے، آواز آئی آ میری گود میں آ جا، آ میری گود میں آ جا میرے لال، تیسری روایت یہ ہے کہ ذوالجناح نے اپنے چاروں ہاتھ پاؤں سمیٹے، آہستہ سے بیٹھ گیا، بیٹھ کر آہستہ سے حسینؑ کو ریت کے ٹیلے پر اُتار دیا، اور اب حسینؑ کے آخری ناصر نے نصرتِ امامؑ میں جہاد شروع کیا، ذولجناح نے دیکھا کہ جب حسینؑ اُترے تو ہاتھ سے ذوالفقار چھوٹ گئی، ہاتھ سے لجام چھوٹ گئی، ذوالجناح نے لجام کو دانتوں سے تھاما، حسینؑ کے ہاتھ کے قریب لے گیا،

اور اپنی پیشانی سے ہاتھوں پر پیار کرنا شروع کیا، آقا لجام کو تھام لو، آقا ہوش میں آؤ، پھر دور پڑی ذوالفقار کے دستے کو دانتوں میں دابا اور کھینچتا ہوا حسینؑ کے ہاتھ کے پاس لایا اور بار بار میدان کی طرف دیکھتا جاتا ہے، وہ دیکھ رہا تھا کہ لشکر قریب آ رہا ہے، حسینؑ نے سر اُٹھا کر ذوالجناح کو دیکھا اور ذوالفقار کو ذوالجناح کی گردن میں باندھ کر کہا اب تجھ پر میرا بیٹا مہدیٔ دیں سوار ہو کر جنگ کرے گا، یہ ذوالفقار میرے مہدیؑ تک پہنچا دینا۔

مرکب سے جدا ہو کے جو تڑپے شہؑ ابرار — گردِ شہؑ دیں اُٹھ کے لگا پھرنے وہ رہوار
فرمایا کہ منزل پہ تو پہنچا ترا اسوار — رخصت ہو کہ سر اُترے تو ہم بھی ہوں سبک بار

اب تیغ لیے ذبح کو جلّاد بڑھے گا
قاتل ترے اسوار کی چھاتی پہ چڑھے گا

نیزے کی سواری ہے اب اور فاطمہؑ کا لال — الفت ہے تجھے دیکھ سکے گا نہ مرا حال
ٹاپوں کے تلے لاش مری ہوے گی پامال — زینبؑ نہ نکل آئے کہیں کھولے ہوئے بال

سجادؑ کو آگاہ مرے حال سے کر دے
جا بانوئے بیکس کو رانڈاپے کی خبر دے

اب آئیں گے خیمے کے جلانے کو ستم گار — کہہ دیجیو بہن سے کہ سکینہؑ سے خبردار
سجاد سے کہنا کہ میں صدقے ترے بیمار — گر بیڑیاں پہنائیں تو کچھ کیجو نہ تکرار

خاصانِ خدا کے لیے ایذا و محن ہے
بندھوائیو گردن کہ یہ دادا کا چلن ہے

حسینؑ سجدے میں جھک گئے، ذوالجناح نے حسینؑ کا طواف کرنا شروع کیا، حسینؑ کی حفاظت کرنا شروع کی، اب ذوالجناح غیظ میں آیا، جلال میں آیا، بار بار غیظ بھری نگاہوں سے لشکر کو دیکھا، گویا یہ کہہ رہا تھا، خبردار، یہ فاطمہؑ کا لال ہے، یہاں ادب کا مقام ہے، یہی وقت تھا جب حضرت زینبؑ کبریٰ ایک بلندی سے اپنے بھائی کو دیکھ رہی

تھیں، میر انیسؔ کہتے ہیں۔

خالی نظر پڑا جو اُسے ذوالجناحِ شاہ چلّائی سر کو پیٹ کے میں ہوگئی تباہ

ہے ہے گِرا زمیں پہ شہِ عرش بارگاہ اے کربلا کدھر ہے محمدؐ کا رشکِ ماہ

دیکھی جو اس نے تیغ گلے پر امام کے

ریتی پہ گر پڑی وہ کلیجہ کو تھام کے

چلّائی اُٹھ کے خاک سے نانا مدد کو آؤ بھائی مرا ہے تیغ تلے یا علیؑ بچاؤ

امّاں خدا کے واسطے تشریف جلد لاؤ یا مجتبیٰ حسینؑ کو آغوش میں اُٹھاؤ

ہے ہے کوئی نہیں جو سنبھالے حسینؑ کو

اے ذوالجناح تو ہی بچالے حسینؑ کو

اے ذوالجناحِ سبطِ نبیؐ میں ترے نثار بچپن سے میرے بھائی نے تجھ کو کیا ہے پیار

قاتل ترے سوار کی چھاتی پہ ہے سوار تیرے سِوا نہیں کوئی اس وقت غم گُسار

میں بنتِ فاطمہؑ ہوں جو بھائی کو پاؤں گی

تیرے سُموں کو آنکھوں سے اپنے لگاؤں گی

ایک بار ذوالجناح جلال میں آیا اور اپنے اگلے سُموں سے کربلا کی زمین کو کوٹنا شروع کیا، ایسی دھمک ہوئی کہ آتا ہوا لشکر خوف سے رُک گیا، کربلا کا بن گونجنے لگا، آواز کی بازگشت ہوئی، لشکر تھم گیا، دہل گیا کہ یہ کیا کر رہا ہے، عمر سعد نے کہا ٹھہر جاؤ دیکھو یہ کیا کرتا ہے، عمر سعد کے کہنے سے برچھی والے رُک گئے، نیزے و شمشیر والے رک گئے، ذوالجناح نے اب پھر حسینؑ ابن علی کی طرف رُخ کیا، مظلوم، زخمی امام کے قریب آیا، اپنے منھ سے شانے کو چومنا شروع کیا، پھر جسم میں جتنے تیر پیوست تھے بے اختیار دانتوں سے تیروں کو نکالنا شروع کیا، ایسا ہے یہ حسینؑ کا ناصر، آہستہ آہستہ جب لشکر یزید نے حسینؑ کے قریب آنا شروع کیا، اب جو ذوالجناح نے مُڑ کر دیکھا کہ لشکر

پھر آگے بڑھ رہا ہے، جنگ شروع کردی، مقتل نگار کہتے ہیں، علامہ مجلسی ''بحار الانوار'' میں لکھتے ہیں سواروں کو دانتوں سے کھینچتا اور قدموں تلے روندتا چلا جاتا اس طرح چالیس سواروں کو قتل کیا، نیزے والوں نے اُسے مارنے کے لیے نیزے اُٹھائے، عمر سعد نے کہا یہ رسول اللہ کی سواری کا گھوڑا ہے اسے قتل نہ کرو میں چاہتا ہوں اسے زندہ گرفتار کروں، تیر نہ چلانا، نیزے نہ چلانا، کمند لاؤ، رسّی لاؤ، کمندیں اور رسیّاں پھینکی گئیں تاکہ اُسے گرفتار کیا جاسکے، گھوڑے نے گرفتاری سے اپنے کو بچانے کے لیے میدان میں دوڑنا شروع کیا، شاید کسی کو خیال آئے کہ جب گھوڑا حفاظت کررہا تھا تو حسینؑ کا سر کیسے کٹ گیا، فاطمہؑ کے لال کی شہادت کیسے ہوگئی، سُنو! رسیّوں سے بچتا ہوا ایک نشیب میں دوڑا، اتنی دیر میں کربلا کی زمین ہلنے لگی، اندھیرا چھا گیا، سیاہ آندھی چلی، ذوالجناح پریشان ہوکر جلدی سے واپس ہوا، اب جو واپس آیا لشکر خوشیاں منا رہا تھا، حسینؑ کے قریب جو آیا تو کیا دیکھتا ہے۔ (نہیں پڑھ سکتا)

ذوالجناح نے دیکھا حسینؑ کی کٹی ہوئی گردن سے لہو کا فوارہ بہہ رہا ہے، اُس نے اپنے چہرے کو لہو میں تر کیا، چہرہ خون سے لال ہوگیا، بارھویں امام، امام عصرؑ، ''زیارت ناحیہ'' میں کہتے ہیں ''اس وقت آپ کا گھوڑا ہنہناتا اور روتا ہوا آپ کے خیموں کی طرف چلا، تیز چلا، باگیں کٹی ہوئیں، سپر کٹی ہوئی، پیر زخمی، گردن زخمی جب اہلِ حرم نے آپ کے رہوار کو بے سوار دیکھا اور زین اسپ کو نیچے ڈھلکا ہوا دیکھا تو بے قرار ہوکر خیموں سے نکل پڑیں اور امام عصر فرماتے ہیں خیموں کے پردے اُلٹ گئے، بیبیاں بال بکھرائے ہوئے منھ پر طمانچے مارتے ہوئے جبکہ پردے کا دھیان نہ تھا نوحہ و بکا کرتے ہوئے اپنے بزرگوں کو، وارثوں کو پکارتے ہوئے تمام بیبیاں باہر آگئیں، ذوالجناح سے لپٹ گئیں، چھوٹے چھوٹے بچے گھوڑے کی آواز سنتے ہی دوڑتے ہوئے آئے آقا آگئے، مولا آگئے، حسینؑ آگئے، قریب آکر دیکھا ذوالجناح رو رہا تھا،

فریاد کر رہا تھا، سکینہؑ بی بی اُس کے سُموں سے لپٹ گئیں ارے سیدانیاں گھوڑے کے قدموں سے لپٹی ہوئی ہیں، ارے بابا کے اسپِ وفادار بابا کو کہاں چھوڑ آیا، اُمِّ کلثوم نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالے کہا اے ذوالجناح میرا بھائی کہاں ہے، عماد زادۂ اصفہانی کہتے ہیں شام غریباں آئی تو لشکرِ حسینی کے تمام گھوڑے جو صحرا میں منتشر ہو گئے تھے، سارے گھوڑے ایک جگہ جمع ہو گئے، عقاب بھی آیا، میمون تھا، مرتجز بھی تھا، طاویہ بھی، اور سب رات کے اندھیرے میں کربلا کی زمین پر ایک دائرے کی شکل میں بیٹھ گئے، تمام گھوڑوں نے چیخ چیخ کر رونا شروع کیا جیسے کوئی ماں اپنے جوان فرزند کی لاش پر روتی ہے، ان تمام گھوڑوں نے اپنے منھ زمین پر پٹخنا شروع کئے، رات بھر اسی طرح گریہ کرتے رہے، امام زین العابدینؑ کہتے ہیں کہ جب گیارھویں کی صبح آئی تو ایک طرف آقا زادے کے لاشے تھے دوسری طرف گھوڑوں کے لاشے تھے، ایسے گھوڑے جو اپنے سرداروں پر قربان ہو گئے، ذوالجناح جب خیمے کے در پر آیا تو روتا ہوا جب اُس نے جلتے ہوئے خیمے دیکھے اور اشقیا کو خیمے میں جاتے ہوئے دیکھا سدِّ راہ ہو گیا۔ اشقیا کو خیموں میں جانے سے روکتا تھا، جب شام غریباں آئی وہ فرات پر گیا اور دریا پار کر کے روپوش ہو گیا، روایت ہے ذوالجناح اب تک زندہ ہے اور اب امام زمانہؑ اُس پر سوار ہو کر ظہور کریں گے۔ حسینؑ کے آخری ناصر نے آخر وقت تک جہاد کیا مرزا دبیرؔ کہتے ہیں۔

جب ذوالجناح خیمے میں آیا لہو بھرا　　اور یہ کہا کہ بیبوں کا سردار مر گیا
سب بیبیاں علیؑ کو پکاریں یہ غل مچا　　بیڑا ہے ہم غریبوں کا منجدھار میں پڑا

تم حلِّ مشکلات ہو شیرِ اِلٰہ ہو
ایسا نہ ہو کہ کشتی ہماری تباہ ہو

آنے سے ذوالجناح کے اک حشر تھا بپا　　ناگاہ آئے غارتِ خیمہ کو اشقیا

راوی نے یہ لکھا ہے وہ راہوار باوفا　　خیمے کے در کا روک کے رستہ کھڑا ہوا
نیزے عدو لگاتے تھے اُس خوش خرام کو
لیکن نہ راہ دیتا تھا وہ فوجِ شام کو
زینبؑ درِ خیام سے دیتی تھی یہ صدا　　کیوں بے زبان کو تیر لگاتے ہو اشقیا
ہے ذوالجناح مرکبِ پیغمبر خدا　　زینبؑ کے سر کو کاٹو تو اس پر کرو جفا
اس کا گناہ کچھ نہیں یہ بے گناہ ہے
تم لوٹنے کو آتے ہو یہ سدِ راہ ہے
آنے دے کس طرح سے یہ ہے فاطمہؑ کا گھر　　اس گھر میں آئے تھے ملک الموت پوچھ کر
بے وارثوں کو آہ ستاؤ نہ اس قدر　　میں تم کو لائے دیتی ہوں جو کچھ ہے مال وزر
اس ذوالجناح پر نہ زیادہ جفا کرو
پانی دو بے زباں کو خوفِ خدا کرو

اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں گھوڑے کا تذکرہ:

انسان کے بعد گھوڑا اسب سے زیادہ خوبصورت اور شریف مخلوق سمجھا جاتا ہے۔ اس کے اعضا کا حسین تناسب، رنگ کی پاکیزگی، تیز رفتاری، جنگ، تعاقب اور فرار ہر حالت میں اپنے سوار کی اطاعت، جرأت وقوت، ذہانت اور اعلیٰ درجے کی عادات و اطوار اسے دوسرے حیوانات سے ممتاز کرتی ہیں۔ اس کی شائستگی کا ایک ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی عمدہ تربیت یافتہ گھوڑے پر سوار ہو تو وہ کبھی پیشاب یا لید نہیں کرتا۔ وہ اپنے مالک کو بخوبی پہچانتا ہے اور کسی غیر شخص کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیتا۔ جب سوار سو جاتا ہے تو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور اگر دشمن یا کسی درندے کے حملے کا خطرہ ہوتا ہے تو وہ چوکنا ہو جاتا ہے اور ہنہنا کر یا ٹاپیں مار کر اسے جگا دیتا ہے۔ جو گھوڑے چوگان (Polo) کے کھیل میں استعمال ہوتے ہیں وہ گیند پر نظر رکھتے ہیں اور سوار کی رہنمائی کے بغیر خود بخود اس کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ گھوڑے کی ایک اور قابلِ ذکر عادت یہ ہے کہ وہ صرف گدلا اور میلا پانی پیتا ہے؛ وہ صاف اور ساکن پانی میں اپنے عکس سے ڈرتا ہے اور اپنے سم مار کر اسے جھاگ دار اور گدلا کر دیتا ہے۔

گھوڑے کی تخلیق کے بارے میں حسبِ ذیل کہانی بیان کی جاتی ہے: باری تعالیٰ نے جب گھوڑا تخلیق کرنا چاہا تو اس نے جنوبی ہوا سے کہا میں تجھ میں سے ایک زندہ چیز

پیدا کروں گا تو مجتمع ہو جا۔ پھر اس نے جبرئیلؑ کو ایک مٹھی بھر ہوا لانے کے لیے کہا اور اس سے اس نے ایک کمیت گھوڑا بنایا۔ خدا نے اس سے کہا: میں نے تجھے گھوڑا بنایا ہے اور عربوں کے لیے تخلیق کیا ہے اور تجھے یہ امتیاز دیا ہے کہ خوراک اور مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے تجھے جملہ حیوانات سے زیادہ تیز رفتاری عطا کی ہے، تیری پیٹھ پر سواری کی جائے گی اور تیری پیشانی پر خوش قسمتی کا ستارہ چمکتا رہے گا۔ اس پر اسے وہاں سے رخصت کر دیا گیا اور وہ ہنہنایا۔ پھر خدا نے کہا: تیری ہنہناہٹ باعثِ برکت ہو؛ اس سے بُت پرستوں کے دل میں دہشت پیدا ہو؛ ان کے کان بہرے ہو جائیں اور ان کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ اس کے بعد خدا نے اس کی پیشانی اور ٹانگوں پر (سفید) دھبّے بنا دیے۔ تخلیقِ آدمؑ کے بعد گھوڑے کو اس کے آگے آگے چلایا اور حضرت آدمؑ نے اسے البراق پر ترجیح دی۔

ایک اور روایت کے مطابق سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ گھوڑے پر سوار ہوئے تھے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ عربی گھوڑے ان سلیمانی گھوڑوں کی نسل سے ہیں جو حضرت سلیمانؑ کو حضرت داوٗدؑ سے ورثے میں ملے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب قبیلۂ بنی ازد حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رخصت کے وقت انہوں نے قبیلۂ بنی ازد کو ایک گھوڑا عطا کر دیا۔ انہوں نے اس کا نام زاد الرّاکب رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ تمام عربی گھوڑے اسی کی نسل سے ہیں۔ (اعلیٰ اور خالص عربی النسل گھوڑے کو عتیق کہتے ہیں۔ دوغلا گھوڑا ہجین یا شہری کہلاتا ہے۔ معمولی قسم کے گھوڑوں کو برذون کہتے ہیں۔ نسل، استعمال، عمر اور رنگت کے اعتبار سے گھوڑوں کے بہت سے نام ہیں)۔

گھوڑے کے بارے میں تصنیفات کے جو بہت سے قلمی نسخے موجود ہیں (دیکھیے مثلاً برلن اور وی آنا کی فہارس مخطوطات) ان پر ابھی تک بہت کم توجہ دی گئی ہے۔

Perron کی تصنیف کے سوا جس کا ذکر نیچے آیا ہے۔ Von Hammer-Purgstall نے اپنے مقالے Das Pferd bei den Arabern (مآخذ، لسانیات، گھوڑوں کے نام، قرآنی حوالے، احادیث، امثال، نظمیں بالخصوص خلف بن حیان المازنی کی نظم گھوڑے کے متعلق) میں اس مواد کا محض ایک ابتدائی اور سرسری جائزہ لیا ہے۔ المسعودی کی مروج الذہب میں گھڑ دوڑ کے متعلق بہت سی معلومات جمع کی گئی ہیں اور ابن المنذر کے ہاں بھی بہت سے اشارے ملتے ہیں۔ زمانۂ حال کے ان سیّاحوں نے بڑے قیمتی مشاہدات قلمبند کیے ہیں جن کا ذکر نیچے کیا گیا ہے۔

ستاروں کے ایک مجموعے کو "الفرس الاعظم" (Pegasus)، دوسرے مجموعۂ نجوم کو "قطعۃ الفرس" (Foal) اور الفرس الاعظم کے قریب ستاروں کے ایک مجموعے کو "الفرس التّام" کہا گیا ہے۔ (مسلمان عربوں کی فتوحات میں گھوڑوں کو بڑا دخل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربی نظم ونثر میں گھوڑوں کے بارے میں اکثر اظہارِ خیال ہوتا رہا۔ ابن الندیم (الفہرست) نے کتاب الفرس، کتاب الخیل اور کتاب صفات الخیل ایسی بہت سی کتابوں کے نام گنوائے ہیں۔ اس زمانے کی جنگی ضروریات کے پیشِ نظر قرآنِ مجید نے بھی رباط الخیل (۸ الانفال:۶۰) کی اہمیت پر زور دیا ہے۔

اردو اور فارسی میں بہت سے فرس نامے اور اسپ نامے ہیں، ان میں بھی رنگین کا فرس نامہ اور مرزا سودا کا گھوڑے پر مشہور قصیدہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ ایسی تصانیف کے لیے دیکھیے مختلف کتاب خانوں کی فہرستیں۔

پاکستان میں آج بھی گھوڑے کی سواری ایک محبوب مشغلہ ہے۔ گھڑ دوڑ اور چوگان کے علاوہ گھوڑا فوج اور پولیس میں اپنے دستوں کے لیے مشہور ہے۔ میلوں ٹھیلوں میں گھوڑوں پر سوار ہو کر نیزہ بازی کی جاتی ہے اور گھوڑوں کو سدھا کر کرتب دکھائے جاتے ہیں۔ (دائرۂ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور)

گھوڑوں پر چند انگریزی کتابیں:

مصنف: کیرولین سلور (CAROLINE SILVER)

کتاب کا نام:

GUIDE TO THE HORSES
OF THE WORLD

(گائیڈ ٹو دی ہارسیس آف دی ورلڈ)

دنیا کے گھوڑوں کی راہنما کتاب

پبلشر: Treasure Press London

سن اشاعت: 1973ء

۱۔ کچھ لوگوں کا مفروضہ ہے کہ عرب نسل کے گھوڑوں کی افزائش نسل گھوڑوں کی کسی بھی نسل کی افزائش سے ایک ہزار سال پہلے شروع کی گئی۔

۲۔ جب کہ کچھ کا خیال ہے کہ عرب نسل کے گھوڑے کئی ہزار برسوں سے عرب کے صحراؤں میں موجود تھے۔

۳۔ کئی تاریخ دانوں کے خیال میں ان باتوں میں کوئی حقیقت نہیں کیونکہ عرب کے صحراؤں سے کوئی بھی ہزاروں سال پرانا ڈھانچہ نہیں ملا۔ اور اس کے علاوہ رومن (Roman) نے جو گھوڑوں کی بارہ ۱۲ مختلف نسلوں کا ذکر کیا ہے اُن میں عرب نسل کے گھوڑوں کا ذکر نہیں ملتا۔

۴۔ جب کہ مسلمانوں کے خیال میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کے لئے شمال سے چلنے والی تیز ہوا سے عرب نسل کے گھوڑے کو خلق کیا،

مصنف کے خیال میں یہ بات حقیقت ہے کہ گھوڑوں اور خچروں کی نسلوں کی طرح عرب نسل کے گھوڑے بھی قبل از تاریخ جنگلی گھوڑوں سے پہلے جو کہ یورپ کی

چٹانوں اور پہاڑیوں میں پھرتے نظر آتے تھے موجود تھے (جنگلی گھوڑوں سے پہلے سے عرب گھوڑے موجود تھے یعنی انسان کے مہذّب ہونے سے پہلے)۔

قدیم عرب کے قبیلوں میں یہ روایت مشہور ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ نے شمال کی طرف سے چلنے والی ہوا کو حکم دیا کہ گوشت کا لوتھڑا بن جا کیونکہ میں ایک نئی مخلوق خلق کرنا چاہتا ہوں اپنے ایک خاص بندے کے لئے اور دشمنوں کی رسوائی اور سرکوبی کے لئے اور وہ جو میری مخلوق کی خدمت گار ہو اس کے لئے۔(ارادۂ الٰہی)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے یدِ قدرت سے ایک مٹھّی بھر ہوا لے کر اس پر اپنی روح پھونک دی.......جو کہ ایک گھوڑے کی شکل میں تخلیق ہوئی ...... پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا نام ''عربین'' ہوگا اور تیری ساری طاقت تیری گردن پر اُگے ہوئے بالوں (ایال) پر ہوگی اور جو کوئی بھی تجھ پر سواری کرے گا اُسے کامیابی ہوگی۔ میں تجھ کو تمام بار برداری کے کام آنے والے جانوروں پر افضلیت دیتا ہوں اور اس کے علاوہ تیرے مالک کو میں نے تیرا دوست بنا دیا میں نے تجھے بغیر پروں کے اڑنے کی طاقت عطا کی چاہے تو دشمنوں پر حملہ کر رہا ہو یا پیچھے ہٹ رہا ہو......

عربی نسل کے گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ KEHYLAN کہلان:

مردانہ وجاہت (Masculine Type)

طاقت، برداشت (Power, Endurance)

۲۔ SEGLAWI سگلاوی:

نسوانیت، نزاکت (Feminine Type)

خوبصورتی، حسن و جمال (Beauty, Elegiance)

۳۔ MUNIQI میونقی

(Angular Type) تیز رَو

(Speed, Race) تیز رفتار، سرعت

(دوسری کتاب)

مصنف: J Warren Evans (جے وارن اِیون)

(پروفیسر کیلیفورنیا یونیورسٹی)

کتاب کا نام:

HORSES

ہارسز

اشاعت: W H. Freeman Company
San Francisco

عرب نسل کے گھوڑے پہلی صدی سے لے کر چھٹی صدی کے درمیان میں افریقہ سے عرب لائے گئے تھے۔

عرب نسل کا گھوڑا دراصل کوہل (Kohl) کی نسل ہے۔اس کے علاوہ عربی نسل کے گھوڑے پانچ گھوڑیوں کی نسل سے آرہے ہیں جن کو "الخمیس" کہتے ہیں۔ یہ گھوڑے سب حضرت سلیمان کے اصطبل میں تھے۔

(قبل مسیح ۱۶۳۵ء) اور عرب گھوڑوں کی نسلیں "الخمیس" سے ہی چل رہی ہیں۔

۱۔ KEHEILET AJUZ خیلت اُجز

۲۔ MANEGHI مینیگھی

۳۔ HADBAN ہدبان

۴۔ JELFON جیلفن

عربی نسل کے گھوڑے پہلی دفعہ امریکہ میں ۱۷۳۰ء میں منگوائے گئے۔

(تیسری کتاب)

مصنف: CANDIDA GEDDES کینڈِڈا گِڈز

کتاب کا نام:

THE HORSE

دی ہارس

اشاعت. Octopus Books Limited

سن اشاعت: 1978

گھوڑوں کی نسلوں پر لکھنے والی دنیا کی مشہور ترین خاتون جس کو کہ سب سے زیادہ ماہر تصور کیا جاتا ہے (لیڈی وینٹ ورتھ)(Lady Wentworth) کے خیال میں عرب گھوڑے کی نسل اپنی مکمل حالت میں قبلِ مسیح ۵ ہزار سے چلی آ رہی ہے جبکہ مصنف کے خیال میں جب پورا یورپ دَل دَل تھا اُس وقت بھی عرب میں (تیز رفتار) گرم خون (Hot Blooded ہاٹ بلڈڈ) عرب نسل کے گھوڑے موجود تھے۔

(چوتھی کتاب)

مصنف: JANE KIDD جین کِڈ

کتاب کا نام:

AN ILLUSTRATED GUIDE
TO HORSECARE

گھوڑے کی دیکھ بھال پر ایک واضح رہنما کتاب

یمن کے گھوڑے عربی نسل کے ہوتے ہیں 3000 سال قبل مسیح سے ان کی نسل چل رہی ہے جو کہ سب سے پرانی ہے۔

(پانچویں کتاب)

مصنف: Susan Mcbane, Helen Douglas Cooper

کتاب کا نام:

HORSE FACTS

گھوڑے سے متعلق حقائق

ا۔ مذہبِ اسلام نے گھوڑوں کی افزائشِ نسل کی اہمیت پر زیادہ زور دیا ہے۔ جب آٹھویں صدی ہجری میں اسلام کی سرحدیں پھیلنے لگیں تو حضرت محمدؐ نے جنگوں میں مضبوط، تیز رفتار اور طاقتور گھوڑوں کی اہمیت کو محسوس کیا۔ حضورؐ نے اپنے صحابیوں کو تاکید کی کہ وہ اپنے اپنے گھوڑوں کی نگہداشت اچھی طرح کریں اور لکھا کہ گھوڑوں کو ڈالے گئے ہر ایک دانے پر ہر شخص کا ایک گناہ معاف کیا جائے گا۔

(چھٹی کتاب)

مصنف: عبدالحسین

کتاب کا نام:

گھوڑا

گھوڑوں کی بہتر پرورش تربیت عادات وخصائل اور اُن کی روز مرّہ زندگی میں افادیت پر اردو میں پہلی کتاب

اشاعت: مکتبہ "میری لائبریری، لاہور"

اوقات گھوڑوں پر خونریز جنگ بھی چھڑ جاتی تھی جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔ اسلامی دور میں حضورِ اکرمؐ شہسواری کا انتظام فرماتے تھے۔ مدینہ منورہ سے باہر ایک میدان تھا جو تقریباً چھ میل لمبا تھا، یہاں گھوڑوں کو دوڑنے کی مشق کرائی جاتی تھی ان گھوڑوں کو پہلے خوب چارہ کھلاتے تھے۔ جب وہ موٹے تازے ہوجاتے تو ان کی غذا بتدریج کم کردی جاتی اور گھر میں باندھ کر چار جامہ کستے۔ پسینہ آتا اور خشک ہوجاتا۔ روزانہ یہ عمل جاری رہتا۔ رفتہ رفتہ گھوڑا خشک ہوکر ہلکا پھلکا ہوجاتا۔ یہ مشق چالیس دن میں ختم ہوتی۔ شہسواری کے منتظم حضرتِ علیؑ تھے اس کے لیے انہوں نے چند قاعدے مقرر کئے۔

حضورِ اکرمؐ بذاتِ خود گھوڑے خرید فرماتے تھے۔ آپ نے ایک گھوڑا دس اوقیہ چاندی میں خرید فرمایا۔ اس کا سابقہ نام "ضَرِس" تھا لیکن آپ نے اس کا نام بدل کر "سکب" رکھ دیا۔ آپؐ جنگِ احد میں اِسی گھوڑے پر سوار تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس تین اور گھوڑے تھے جن کے نام "لزاز"، "ظرب" اور "لحیف" تھے یہ گھوڑے بعض لوگوں نے تحفہ کے طور پر پیش کئے تھے۔ ایک اور گھوڑا بھی تھا جس کا نام "الورد" تھا۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ان کے علاوہ آپ کے پاس ایک اور گھوڑا بھی تھا جس کا نام "یعسوب" تھا۔

قدیم عربی گھوڑوں میں صرف ایک گھوڑا "ذوالجناح" اپنے عظیم شہید سوار کی بدولت لافانی ہوگیا ہے۔ یہ گھوڑا میدانِ کربلا میں حضرتِ امام حسینؑ کے زیرِران تھا۔ یہ گھوڑا اس قدر وفادار تھا کہ سخت زخمی اور لہولہان ہونے کے باوجود جب امام عالی مقام اس کی پشت سے زمین پر گرے تو اہلِ بیت رسولؐ کو حضرت کی شہادت کی خبر سنانے خیمہ گاہ کی طرف چلا۔ ذکرِ حسینؑ اور "ذوالجناح" کا قصیدہ لازم و ملزوم ہے۔ مشہور مرثیہ گو میر انیس نے "ذوالجناح" کی تعریف میں ہزاروں شعر کہے ہیں۔

پہلا باب

قرآن میں گھوڑوں کا تذکرہ

پہلا باب

۱۔ سورۂ آلِ عمران میں گھوڑے کا تذکرہ

۲۔ سورۂ انفال میں گھوڑے کا تذکرہ

۳۔ سورۂ نحل میں گھوڑے کا تذکرہ

۴۔ سورۂ بنی اسرائیل میں گھوڑے کا تذکرہ

۵۔ سورۂ ص میں گھوڑے کا تذکرہ

☆ سلیمانؑ اپنی فوجی طاقت کا مظاہرہ دیکھتے ہیں

☆ تفہیم القرآن اور سورۂ ''ص'' میں گھوڑے کا تذکرہ

☆ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے

۶۔ سورۂ حشر میں گھوڑے کا تذکرہ

۷۔ سورۂ عادیات میں گھوڑے کا تذکرہ

۸۔ سورۂ عادیات میں گھوڑوں کی قسم کھانے کا راز

۹۔ عادیات (مُفسّر: مرتضیٰ مُطہّری (ایران))

۱۰۔ قرآن میں گھوڑے کے متعدد نام آئے ہیں

قرآن میں گھوڑوں کا تذکرہ

﴿۱﴾ سورۂ ''آلِ عمران'' میں گھوڑے کا تذکرہ:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ (سورۂ آلِ عمران۔ آیت ۱۴)

ترجمہ: ''مادّی چیزوں میں سے عورتیں، اولاد اور مال جو سونے چاندی کے ڈھیروں پر مشتمل ہو منتخب گھوڑے، جانور اور زراعت لوگوں کی نظر میں پسندیدہ بنادیے گئے ہیں (تاکہ اُن کے ذریعے اُن کی آزمائش اور تربیت ہو لیکن یہ چیزیں (اگر انسان کے اصلی مقاصد کے لیے ذریعہ بنیں پھر بھی) پست مادّی زندگی کا سرمایہ ہیں اور انجامِ نیک اور عالی زندگی) خدا کے پاس ہے''۔

''خیل'' اسمِ جمع ہے اور اس کے معنی ''گھوڑے'' اور گھڑسوار'' دونوں بیان کئے گئے ہیں البتہ زیرِ نظر آیت میں اِس سے مراد ''گھوڑے'' ہی ہیں۔

''مسومۃ'' دراصل ''ممتاز'' کے معنی میں ہے۔ ممتاز ہونا یہاں جسم اور چہرے کے متناسب ہونے کے لحاظ سے ہے یا تربیت یافتہ ہونے اور میدانِ جنگ میں سواری کے

لیے آمادہ ہونے کے حوالے سے ہے۔ اِس مطالعے سے یہ نتیجہ نکلا کہ محلِّ بحث آیت میں چھ چیزوں کی نشان دہی کی گئی ہے جو زندگی کا اہم سرمایہ ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ بیوی

۲۔ اولاد

۳۔ مال و دولت

۴۔ بہترین سواریاں اور گھریلو ضرورت کے جانور (انعام)

۵۔ زراعت اور فصلیں

یہ سب مادّی زندگی کے بنیادی اراکین ہیں۔ (تفسیرِ نمونہ)

﴿۲﴾ سورۂ ''انفال'' میں گھوڑے کا تذکرہ:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّاللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (سورۂ انفال۔ آیت ۶۰)

ترجمہ: ''ان دشمنوں کے مقابلے کے لیے جتنی ''قوت'' ممکن ہو سکے مہیّا اور تیار رکھو اسی طرح (میدانِ جنگ کے لیے) طاقت ور اور تجربہ کار گھوڑے (بھی تیار رکھو) تاکہ اس سے خدا کے اور اپنے دشمن کو ڈرا سکو اور (اسی طرح) ان کے علاوہ دوسرے گروہ کو کہ جنہیں تم نہیں پہچانتے اور خدا انہیں پہچانتا ہے اور جو کچھ تم راہِ خدا میں (اسلامی دفاع کو مضبوط بنانے کے لیے) خرچ کرو گے تمہیں لوٹا دیا جائے گا اور تم پر ظلم و ستم نہیں ہوگا''

پیغمبرِ اکرمؐ اور اسلام کے عظیم رہنماؤں کی عملی سیرت بھی نشان دہی کرتی ہے کہ وہ

دشمن کے مقابلے سے کبھی غفلت نہ برتتے تھے۔ وہ ہتھیار اور افراد مہیّا کرنے، سپاہیوں کی ہمت بڑھانے، لشکر کے لیے جگہ منتخب کرنے، دشمن پر حملے کے لیے مناسب وقت کا انتخاب کرنے اور ہر قسم کی جنگی تکنیک کو اپنانے میں سے کسی چھوٹے یا بڑے پہلو کو نظر انداز نہیں کرتے تھے۔

اسلام کا ایک اہم فقہی حکم تیر اندازی اور گھڑ دوڑ کے مقابلے کے بارے میں ہے یہاں تک کہ اس سلسلے میں مالی فتح وشکست تجویز کی گئی ہے اور اس مقابلے کی دعوت دی گئی ہے۔ دشمن کے مقابلے میں تیار رہنے سے متعلق اسلام کی گہری نظر کا یہ ایک اور نمونہ ہے۔

۲۔ ''اسلام'' کے دائمی ہونے کی ایک دلیل: ایک اور اہم نکتہ مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے جو کہ دینِ اسلام کے عالمی، دائمی اور جاودانی ہونے پر ایک دلیل ہے۔ اس دین کے مفاہیم، معانی اور مضامین اس طرح پھیلے ہوئے اور وسیع ہیں کہ اتنا طویل زمانہ گزرنے کے باوجود ان میں کہنگی اور فرسودگی کا نشان نظر نہیں آتا۔ "واعدو الهم ما استطعتم من قوة" کا جملہ ہزار سال پہلے بھی ایک زندہ مفہوم رکھتا تھا اور آج بھی اسی طرح ہے اور دس ہزار سال آئندہ کے لیے بھی اسی طرح زندہ باقی رہے گا کیونکہ جو ہتھیار اور طاقت آئندہ پیدا ہوگی وہ ''قوۃ'' کے جامع لفظ میں پوشیدہ ہے۔ ''ما استطعتم'' عام ہے اور ''قوۃ'' جو کہ نکرہ کی شکل میں آیا ہے اس کی عمومیت کو تقویت دیتا ہے اور ہر قسم کی قوت وطاقت پر محیط ہے۔

۳۔ ''قوۃ'' کے بعد گھوڑوں کے ذکر کا مقصد: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ لفظ ''قوۃ'' کے ذکر کے بعد کہ جو اس قسم کا وسیع مفہوم رکھتا ہے تجربہ کار جنگی گھوڑوں کا ذکر کیوں کیا گیا ہے۔

اس سوال کا جواب ایک جملے سے واضح ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ مندرجہ بالا آیت نے

جہاں تمام زمانوں کے لیے ایک وسیع حکم بیان کیا ہے وہاں ایک خاص حکم رسولؐ اللہ کے زمانے اور نزولِ قرآن کے وقت کا بھی بیان کر دیا ہے درحقیقت ایک کُلّی اور عمومی مفہوم کو ایک واضح عملی مثال سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ گھوڑا آج کے میدانِ جنگ میں ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں، ہوائی جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کے ہوتے ہوئے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا لیکن اُس زمانے میں بہادر، شجاع، جنگ جُو سپاہیوں کے لیے یہ ایک چست اور تیز رفتار ذریعہ شمار ہوتا تھا۔ (تفسیرِ نمونہ)

﴿۳﴾ سورہ ''نحل'' میں گھوڑے کا تذکرہ:

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَيَخْلُقُ مَا لَاتَعْلَمُوْنَ۝ (سورہ نحل۔ آیت ۸)

ترجمہ: اور (اسی طرح) اس نے گھوڑوں، خچّروں اور گدھوں کو پیدا کیا تا کہ تم ان پر سوار ہو سکو اور وہ تمہاری زینت کا سبب بھی ہوں اور وہ (نقل وحمل کے) دیگر ذرائع پیدا کرے گا جنہیں تم نہیں جانتے۔

ارشاد ہوتا ہے: خدا نے گھوڑے خچّر اور گدھے پیدا کیے ہیں تا کہ تم ان پر سواری کر سکو اور وہ تمہاری زینت کا سبب بھی بنیں (والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ)

واضح رہے کہ یہاں لفظ ''زینت'' کوئی تکلّفاتی اور رسمی طور پر نہیں آیا۔ جو شخص تعلیماتِ قرآن سے آشنا ہے اس کے لیے اس کا مفہوم واضح ہے۔ یہ وہ زینت ہے جس کا اثر اجتماعی زندگی میں ظاہر ہوتا ہے اس حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کے لیے آپ اس شخص کی حالت کا تصور کریں کہ جس نے ایک طویل بیابانی راستے کو پا پیادہ طے کیا ہو اور تھکا ماندہ اپنی منزل تک پہنچا ہے۔ ایک عرصے تک کام کرنے کے قابل نہ رہا ہو اس کا موازنہ ایسے شخص سے کریں کہ سواری جس کے پاس ہو اور وہ بہت جلد اپنی منزل پر

پہنچ گیا ہو۔اس کی قوت وتوانائی اسی طرح باقی ہو، خوش وخرم ہو اور اپنے آئندہ امور کی انجام دہی کے لیے تیار ہو تو کیا یہ زینت نہیں ہے؟۔(تفسیر نمونہ)

﴿۴﴾ سورۂ بنی اسرائیل میں گھوڑے کا تذکرہ:

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًاo (سورۂ بنی اسرائیل۔آیت ۶۴)

ترجمہ: ''ان میں سے جس پر تیرا بس چلے اسے آواز دے کر ابھار اور اپنے سوار اور پیادہ لشکر کو ان پر لگا دے اور مال اور اولاد میں ان کے ساتھ شریک ہو اور ان سے (جھوٹے) وعدے کر لیکن شیطان کا وعدہ سوائے جھوٹ اور فریب کے کچھ نہیں ہے''۔

جابر ابنِ عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ مکّے میں ایک شخص اپنے گھوڑے پہ پھرا کرتا تھا اور جب جنابِ رسولِ خداؐ کے سامنے آتا تھا تو کہتا تھا کہ یا محمدؐ میں تم کو اسی گھوڑے پر سوار ہو کر قتل کروں گا اور حضرتؐ اس سے یہی فرمایا کرتے تھے انشاءاللہ تو اسی گھوڑے پر سوار ہوگا اور میں تجھے قتل کروں گا۔پس اس نابکار نے جنگِ احد میں حضرتؐ کے قتل کا قصد کیا اور قریب آ پہنچا تو حضرت نے ایک حربہ اس کے لگایا ظاہر میں تو اس کا زخم کچھ زیادہ گہرا نہ تھا لیکن اس کو ایسا صدمہ پہنچا کہ اس نے فریاد کی ''النّار النّار'' یعنی جلتا ہوں اس کے بعد وہ اسی وقت اپنے گھوڑے سے گرا اور واصلِ جہنم ہوا۔

(''نفحات الریاحین فی احوالِ سیدنا خاتم النبیینؐ صفحہ ۱۱۸)

﴿۵﴾ سورۂ ''ص'' میں گھوڑے کا تذکرہ:

تفسیر نمونہ میں تفسیرِ سورۂ ''ص''

۳۰۔ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ط نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌo

۳۱۔ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۙo

۳۲۔ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۫o

۳۳۔ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ o

(سورۂ ص۔ آیت ۳۰ تا ۳۳)

ترجمہ:

۳۰۔ ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، کیا ہی اچھا بندہ تھا کیونکہ وہ ہمیشہ اللہ کی طرف بازگشت کرتا تھا۔ (اور اس کی یاد میں رہتا تھا)۔

۳۱۔ وہ وقت یاد کر جب وقتِ عصر انہوں نے چابک اور تیز رفتار گھوڑے اس کے سامنے پیش کیے۔

۳۲۔ تو اس نے کہا: ان گھوڑوں کو میں اپنے رب کی خاطر پسند کرتا ہوں (میں چاہتا ہوں کہ جہاد میں ان سے کام لوں اور وہ اسی طرح انھیں دیکھتا رہا)۔ یہاں تک کہ وہ اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

۳۳۔ (وہ اس قدر جاذبِ نظر تھے کہ اس نے کہا کہ) انھیں دوبارہ لاؤ اور پھر اس نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا (اور ان پر نوازش کی)۔ (تفسیر نمونہ)

سلیمانؑ اپنی فوجی طاقت کا مظاہرہ دیکھتے ہیں:

ان آیات میں بھی حضرت داؤدؑ کے بارے میں گفتگو جاری ہے۔ پہلی آیت میں انھیں سلیمان جیسا باشرف بیٹا عطا فرمانے کی خبر دی گئی ہے کہ جو ان کی حکومت و رسالت کو باقی و جاری رکھنے والے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے: ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، کیا ہی اچھا بندہ تھا کیونکہ وہ ہمیشہ دامنِ خدا کی طرف اور آغوشِ حق کی طرف لوٹتا تھ

(ووھبنا لداؤد سلیمان نعم العبدانه اوّاب)

یہ تعبیر حضرت سلیمانؑ کے عظیم مرتبے کی ترجمان ہے۔ شاید یہ ان بے بنیاد اور قبیح تہمتوں کی تردید کے لیے ہے کہ جو زوجۂ اوریا سے حضرت سلیمانؑ کے تولّد کے بارے میں تحریف شدہ تورات میں آئی ہیں اور نزولِ قرآن کے زمانے میں وہ تہمتیں اسی طرح عام تھیں۔

ایک تو "**وھبنا**" (ہم نے بخشا) فرمایا پھر "**نعم العبد**" (کیا ہی اچھا بندہ ہے) کہہ کر تعریف کی نیز "**انــــہ اوّاب**" (وہ شخص جو ہمیشہ فرمان واطاعتِ الٰہی کی طرف لپکتا ہے اور ذرّہ بھر بھی لغزش ہو جائے تو توبہ کرتا ہے) کہہ کر ستائش کی گئی۔ یہ سب باتیں اس عظیم نبی کے بلند مرتبے کی غمّاض ہیں۔

"**انــــہ اوّاب**" بالکل وہی تعبیر ہے جو اسی سورہ کی آیت ۱۷ میں ان کے باپ حضرت داؤدؑ کے لیے آئی ہے۔

"**اوّاب**" مبالغے کا صیغہ ہے اور اس کے معنی ہیں "بہت زیادہ بازگشت کرنے والا" اور اس میں کوئی شرط بھی نہیں ہے۔ اگر اس مفہوم کی طرف توجہ کی جائے تو اطاعتِ فرمانِ الٰہی کی طرف بازگشت، حق وعدالت کی طرف بازگشت اور غفلت وترکِ اولیٰ سے بازگشت سب معانی اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔

اگلی آیت میں حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ اس کے متعلق مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ بعض جاہل اور بے خبر لوگوں کی طرف سے بھی ہیں کہ جو نہایت تکلیف دہ ہیں اور عقلی معیار کے خلاف ہیں۔ ان لوگوں نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں کہ جو ایک عام انسان کے بھی شایانِ شان نہیں ہیں چہ جائیکہ ان کی نسبت حضرت سلیمانؑ جیسے عظیم المرتبت نبیؑ کی طرف دی جائے تاہم محققین نے عقلی ونقلی دلائل سے ایسی تفسیروں کا راستہ بند کر دیا ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم مختلف احتمالات کا جائزہ لیں آیات کی تفسیر اس کے ظاہر کے

مطابق یا ظاہر ترین احتمالات کے مطابق پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ جو ناروا نسبتیں دی جاتی ہیں ان کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں بلکہ لوگوں نے پہلے فیصلے کیے پھر لا کر انھیں قرآن پر ٹھونس دیا۔

قرآن کہتا ہے: وہ وقت یاد کر جب وقتِ عصر چابک اور تیز رفتار گھوڑے اس (سلیمان) کے حضور پیش کیے گئے (**اذ عرض علیہ بالعشی الصافنات الجیاد**)۔

"**صافنات**" "**صافنة**" کی جمع ہے۔ جیسا کہ بہت سے مفسّرین اور اربابِ لغت نے لکھا ہے "صافنات" ایسے گھوڑوں کو کہا جاتا ہے کہ جو کھڑے ہوتے وقت دو اگلے اور ایک پچھلے پاؤں پر کھڑے ہوتے ہیں اور ایک پچھلا پاؤں کچھ بلند کیے رہتے ہیں اور صرف سُم کی نوک زمین پر رکھتے ہیں اور یہ چابک اور تیز رفتار گھوڑوں کی خاص حالت ہے کہ جو ہر وقت چلنے کو تیار ہوتے ہیں۔

"جیاد" "جواد" کی جمع ہے یہاں یہ لفظ سریع الحرکت اور تیز رفتار گھوڑوں کے معنی میں ہے۔ دراصل یہ لفظ "جود" (بخشش) کے مادّے سے لیا گیا ہے۔ البتہ یہ لفظ انسان کے لیے ہو تو مال بخشنے کے معنی میں ہے اور گھوڑے کے لیے ہو تو تیز رفتاری کے معنی میں ہے۔ گویا مذکورہ گھوڑے جب کھڑے بھی ہوتے تھے تو چلنے کے لیے اپنی آمادگی ظاہر کرتے تھے اور جب چلتے تھے تو تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے تھے۔

اس آیت میں موجود مختلف قرائن سے مجموعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک روز حضرت سلیمانؑ اپنے تیز رفتار گھوڑوں کا معائنہ کر رہے تھے کہ جنھیں میدانِ جہاد کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ عصر کا وقت تھا۔ مامورین مذکورہ گھوڑوں کے ساتھ مارچ کرتے ہوئے ان کے سامنے سے گزر رہے تھے۔

ایک عادل اور بااثر حکمران کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس طاقتور فوج ہو اور

اس زمانے میں لشکر کے اہم ترین وسائل میں سے تیز رفتار گھوڑے تھے لہٰذا حضرت سلیمانؑ کا مقام ذکر کرنے کے بعد نمونے کے طور پر گھوڑوں کا ذکر آیا ہے۔

اس موقعے پر یہ واضح کرنے کے لیے کہ طاقتور گھوڑوں سے ان کا لگاؤ دنیا پرستی کی وجہ سے نہیں جناب سلیمانؑ نے کہا: ''ان گھوڑوں کو میں اپنے رب کی یاد اور اس کے حکم کی بنا پر پسند کرتا ہوں'' میں چاہتا ہوں کہ ان سے دشمنوں کے خلاف جہاد میں کام لوں (فقال انی اجبت حب الخیر عن ذکر ربی)۔

عربوں کا معمول ہے کہ وہ ''خیل'' (گھوڑا) کو ''خیر'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں پیغمبرِ گرامیِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:

الخیر معقود بنواصی الخیل الی یوم القیامة

خیر اور بھلائی قیامت تک کے لیے گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ باندھ دی گئی ہے۔

سلیمانؑ کہ جو دشمن کے خلاف جہاد کے لیے آمادہ ان تیز رفتار گھوڑوں کا معائنہ کر رہے تھے بہت خوش ہوئے۔ آپؑ انھیں یوں دیکھ رہے تھے کہ نظریں ان پر جم کر رہ گئیں ''یہاں تک کہ وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے'' (حتّٰی توارت با لحجاب)

یہ منظر نہایت دلکش اور عمدہ تھا اور حضرت سلیمانؑ جیسے عظیم فرماں روا کے لیے نشاط انگیز تھا۔ آپ نے حکم دیا ''ان گھوڑوں کو واپس میرے پاس لاؤ'' (ردّوھا علّی)۔

جب مامورین نے اس حکم کی اطاعت کی اور گھوڑوں کو واپس لائے تو سلیمانؑ نے خود ذاتی طور پر ان پر نوازش اور ''ان کی پنڈلیوں اور گردنوں کو تھپتھپایا اور ہاتھ پھیرا'' (فطفق مسحاً با لسوق والاعناق)۔

یوں آپ نے ان کی پرورش کرنے والوں کی بھی تشویق اور قدردانی کی۔ معمول ہے کہ جب کسی سواری کی قدردانی کی جاتی ہے تو اس کے سر، چہرے، گردن یا اس کی ٹانگ پر ہاتھ [illegible]

سے انسان اپنے بلند مقاصد میں مدد لیتا ہے لہٰذا حضرت سلیمانؑ جیسے عظیم نبی کا ایسا کرنا کوئی تعجب انگیز نہیں۔

"طفق" (کہ جو نحویوں کی اصطلاح کے مطابق افعالِ مقاربہ میں سے ہے) کسی کام کو شروع کرنے کے معنی میں ہے۔ "سوق" جمع ہے "ساق" کی (پنڈلی کے معنی میں) اور "اعناق" جمع ہے "عنق" کی (گردن کے معنی میں) پورے جملے کا معنی یہ ہے:

سلیمان نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا اور ان سے نوازش کرنا شروع کیا۔

ان آیات کی تفسیر کے بارے میں جو کچھ سطورِ بالا میں کہا گیا ہے یہ بعض مفسّرین سے ہم آہنگ ہے۔ بزرگانِ شیعہ میں سے عالمِ نامدار و بزرگوار سیّد مرتضیٰ کے کلمات سے بھی اس تفسیر کے ایک حصے کا استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب "تنزیہ الانبیا" میں بعض مفسّرین اور اربابِ حدیث کی جانب سے حضرت سلیمانؑ کی طرف دی جانے والی ناروا نسبتوں کی نفی کرتے ہوئے لکھا ہے:

> کیسے ممکن ہے کہ اللہ پہلے تو اس پیغمبر کی مدح وثنا کرے اور پھر ساتھ ہی اس کی طرف اس بُرے کام کی نسبت دے کہ وہ گھوڑوں کا نظارہ کرنے میں یوں محو ہوئے کہ نماز بھول گئے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ گھوڑوں سے بھی ان کا لگاؤ حکمِ پروردگار سے تھا کیونکہ اللہ ہمیں بھی حکم دیتا ہے کہ گھوڑے پالیں اور دشمنوں کے خلاف جنگ کے لیے انھیں آمادہ رکھیں لہٰذا کیا مانع ہے کہ اللہ کا نبی بھی ایسا ہی ہو۔

علامہ مجلسی مرحوم نے بحار الانوار کی کتابِ نبوت میں مذکورہ بالا آیات کی تفسیر کے بارے میں مختلف باتیں کی ہیں جن میں سے بعض ہماری محررہ بالا تفسیر کے نزدیک ہیں۔

بہرحال اس تفسیر کے مطابق سلیمان سے نہ تو کوئی گناہ سرزد ہوا ہے اور نہ ہی آیات

پڑے۔

بعض مفسّرین نے ایک اور تفسیر کی ہے اب ہم اسے پیش کرتے ہیں۔

زیادہ مشہور یہ ہے کہ "توارت" اور "ردّوھا" کی ضمیریں "شمس" (سورج) کی طرف لوٹتی ہیں کہ جو عبارت میں مذکور نہیں ہے لیکن زیرِ بحث آیات میں لفظ "عشی" (وقتِ عصر) آیا ہے اس سے یہ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح سے آیات کا مفہوم یہ ہوگا کہ سلیمانؑ گھوڑوں کو دیکھنے میں منہمک تھے کہ سورج نے اپنا سر افقِ مغرب میں رکھ دیا اور حجابِ مغرب میں پنہاں ہوگیا۔ سلیمانؑ اپنی نمازِ عصر کھو جانے سے بہت پریشان ہوگئے۔ وہ پکارے: اے پروردگار کے فرشتو! سورج کو میرے لیے لوٹا دو۔ سلیمانؑ کا یہ تقاضا پورا ہوا اور سورج پلٹ آیا۔ حضرت سلیمانؑ نے وضو کیا (پنڈلی اور گردن پر ہاتھ پھیرنے سے مراد وضو کے دوران میں مسح کرنا ہے کہ جو حضرت سلیمانؑ کے مذہب میں تھا، البتہ کبھی لفظ مسح عربی زبان میں دھونے کے معنی میں بھی آتا ہے) پھر انہوں نے اپنی نماز ادا کی۔

بعض نا آگاہ اور بے شعور اس سے بھی تجاوز کر گئے ہیں۔ انھوں نے ایک قبیح تہمت اس عظیم نبی پر لگائی ہے وہ کہتے ہیں کہ "طفق مسحًا بالسوق والاعناق" سے مراد یہ ہے کہ سلیمان نے حکم دیا کہ تلوار کے ساتھ گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ دی جائیں یا خود یہ کام انجام دیا کیونکہ وہ گھوڑے یادِ خدا سے غفلت اور نماز کی فراموشی کا سبب بنے تھے۔

اس آخری گفتگو کا بطلان تو کسی سے مخفی نہیں کیونکہ اس میں گھوڑوں کا تو کوئی قصور نہ تھا کہ انھیں تہِ تیغ کیا جاتا اگر گناہ تھا تو خود سلیمانؑ کا تھا جو گھوڑوں کا نظارہ کرتے کرتے ان میں منہمک ہوگئے اور باقی سب کچھ بھول گئے۔ علاوہ ازیں گھوڑوں کو مار ڈالنا ظلم بھی ہے اور اسراف بھی۔ لہٰذا کیسے ممکن ہے کہ ایسا ناروا عمل ایک نبی سے سرزد ہو۔ لہٰذا

اسلامی کتب میں اس ضمن میں آنے والی روایات میں حضرت سلیمانؑ کی طرف اس نسبت کی شدت سے نفی کی گئی ہے۔

رہی دوسری تفسیر کہ جس میں نمازِ عصر سے غفلت کی بات کی گئی ہے اس سے بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک معصوم نبی اپنی واجب ذمّے داری کو بھول جائے؟ اگرچہ گھوڑوں کا معائنہ بھی ان کی ایک ذمّے داری تھی۔

بعض نے کہا ہے کہ وہ مستحب نماز تھی کہ جسے چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہ تھا لیکن ہم کہتے ہیں کہ نمازِ نافلہ کے لیے سورج پلٹانے کی ضرورت نہ تھی۔

علاوہ ازیں اس تفسیر میں کچھ دیگر اشکالات اور اعتراضات بھی ہیں، مثلاً:

۱۔ لفظ ''شمس'' آیات میں صراحت کے ساتھ نہیں آیا جبکہ ''الصافنات الجیاد'' (تیز رفتار گھوڑے) صراحت کے ساتھ مذکور ہے لہٰذا زیادہ مناسب یہی ہے کہ ضمیریں اسی چیز کی طرف لوٹیں جو صراحت کے ساتھ آیات میں موجود ہے۔

۲۔ ''عن ذکر ربی'' کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ ان گھوڑوں کی محبت یادِ خدا اور اس کے فرمان کے باعث ہے جبکہ آخری تفسیر کے مطابق لفظ ''عن، علیٰ'' کے معنی میں ہے۔ یعنی میں نے گھوڑوں کی محبت کو اپنے رب کی محبت پر ترجیح دی اور یہ معنی خلافِ ظاہر ہے (غور کیجیے گا)

۳۔ سب سے زیادہ تعجب خیز یہ ہے کہ ''ردّوھا علیّ'' (انھیں میری طرف لوٹا دو) اس میں حکمیہ لب ولہجہ ہے۔ کیا ممکن ہے کہ سلیمانؑ اللہ تعالیٰ یا اس کے فرشتوں سے اس لہجے میں خطاب کرتے ہوئے کہیں کہ سورج میری طرف پلٹا دیں۔

۴۔ سورج پلٹنے کا مسئلہ اگرچہ قدرتِ خدا کے لیے محال نہیں ہے تاہم واضح طور پر بہت سے مسائل اس سے وابستہ ہیں اور جب تک واضح دلیل موجود نہ ہو اسے قبول نہیں کیا جاسکتا۔

۵۔ زیر بحث آیات کا آغاز حضرت سلیمانؑ کی مدح و تمجید سے ہوتا ہے جبکہ زیر نظر تفسیر کے مطابق ان آیات کا اختتام آپ کی مذمّت پر ہوتا ہے۔

۶۔ اگر واجب نماز ترک ہوئی ہے تو اس کی توجیہ مشکل ہے اور اگر نافلہ نماز ترک ہوئی ہے تو پھر سورج پلٹانے کی کیا ضرورت تھی؟

یہاں ایک سوال باقی رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ یہ تفسیر کتبِ احادیث میں متعدد روایات میں نظر آتی ہے لیکن اگر ان روایات کی اسناد کا ہم بغور جائزہ لیں اور ان کی تحقیق کریں تو ہم تصدیق کریں گے کہ ان میں سے کسی ایک کی سند بھی معتبر نہیں۔ زیادہ تر روایات مرسلہ ہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ان غیر معتبر روایات سے صرفِ نظر کیا جائے اور اس کا علم ہم اس کے اہل کے ذمے رہنے دیں اور پہلے سے فیصلہ کیے بغیر آیات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اسی کو انتخاب کریں اور یوں مختلف اشکالات سے آسودہ خاطر بھی رہیں۔

تفہیم القرآن اور سورۂ ''ص'' میں گھوڑے کا تذکرہ:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۲۹ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۳۰ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۳۱ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۳۲ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۳۳

یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔

اور داوٗدؑ کو ہم نے سلیمانؑ (جیسا بیٹا) عطا کیا بہترین بندہ، کثرت سے اپنے رب

کی طرف رجوع کرنے والا۔ قابلِ ذکر ہے وہ موقع جب شام کے وقت اس کے سامنے خوب سدھے ہوئے تیز رو گھوڑے پیش کیے گئے تو اس نے کہا ''میں نے اس مال کی محبت اپنے رب کی یاد کی وجہ سے اختیار کی ہے''۔ یہاں تک کہ جب وہ گھوڑے نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو (اس نے حکم دیا کہ) انہیں میرے پاس واپس لاؤ، پھر لگا ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے۔

برکت کے لغوی معنی ہیں ''افزائشِ خیر وسعادت''۔ قرآن مجید کو برکت والی کتاب کہنے کے معنی یہ ہیں کہ یہ انسان کے لیے نہایت مفید کتاب ہے، اُس کی زندگی کو درست کرنے کے لیے بہترین ہدایات دیتی ہے، اس کی پیروی میں آدمی کا نفع ہی نفع ہے، نقصان کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

اصل الفاظ ہیں **الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ**۔ اس سے مُراد ایسے گھوڑے ہیں جو کھڑے ہوں تو نہایت سکون کے ساتھ کھڑے رہیں، کوئی اچھل کود نہ کریں اور جب دوڑیں تو نہایت تیز دوڑیں۔

اصل میں لفظ خیر استعمال ہوا ہے جو عربی زبان میں مالِ کثیر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اور گھوڑوں کے لیے بھی مجازاً استعمال کیا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو چونکہ راہِ خدا میں جہاد کے لیے رکھا تھا اس لیے انہوں نے ''خیر'' کے لفظ سے ان کو تعبیر فرمایا۔

ان آیات کے ترجمے اور تفسیر میں مفسّرین کے درمیان اختلاف ہے۔

ایک گروہ ان کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے معائنے اور ان کی دوڑ کے ملاحظہ میں اس قدر مشغول ہوئے کہ نمازِ عصر بھول گئے یا بقول بعض اپنا کوئی خاص وظیفہ پڑھنا بھول گئے جو وہ عصر و مغرب کے درمیان پڑھا کرتے تھے، یہاں تک کہ سورج چھپ گیا۔ تب انہوں نے حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو

واپس لاؤ اور جب وہ واپس آئے تو حضرت سلیمانؑ نے تلوار لے کر ان کو کاٹا، یا بالفاظِ دیگر اللہ کے لیے اُن کو قربان کرنا شروع کر دیا کیونکہ وہ ذکرِ الٰہی سے غفلت کے موجب بن گئے تھے۔ اس مطلب کے لحاظ سے ان آیات کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے "تو اس نے کہا، میں نے اس مال کی محبت کو ایسا پسند کیا کہ اپنے رب کی یاد (نمازِ عصر یا وظیفہ خاص) سے غافل ہو گیا، یہاں تک کہ (سورج پردۂ مغرب میں) چھپ گیا۔ (پھر اس نے حکم دیا کہ) واپس لاؤ ان (گھوڑوں) کو (اور جب وہ واپس آئے) تو لگا اُن کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار کے) ہاتھ چلانے" یہ تفسیر اگرچہ بعض اکابر مفسّرین نے کی ہے لیکن یہ اس وجہ سے قابلِ ترجیح نہیں ہے کہ اس میں مفسر کو تین باتیں اپنی طرف سے بڑھانی پڑتی ہیں جن کا کوئی ماخذ نہیں ہے۔ اوّلاً وہ فرض کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی نماز عصر اس شغل میں چھوٹ گئی یا ان کا کوئی خاص وظیفہ چھوٹ گیا جو وہ اس وقت پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن کے الفاظ صرف یہ ہیں، **اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ**۔ اِن الفاظ کا ترجمہ یہ تو کیا جا سکتا ہے کہ "میں نے اس مال کو اتنا پسند کیا کہ اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا"، لیکن ان میں نمازِ عصر یا کوئی خاص وظیفہ مراد لینے کے لیے کوئی قرینہ نہیں ہے۔ ثانیاً وہ یہ بھی فرض کرتا ہے کہ سورج چھپ گیا حالانکہ وہاں سورج کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ **حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ** کے الفاظ پڑھ کر آدمی کا ذہن بلا تامّل **الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ** کی طرف پھرتا ہے جن کا ذکر پچھلی آیت میں ہو چکا ہے۔ ثالثاً وہ یہ بھی فرض کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر خالی مسح نہیں کیا بلکہ تلوار سے مسح کیا، حالانکہ قرآن میں **مَسْحًاۢ بِالسَّيْفِ** کے الفاظ نہیں ہیں اور کوئی قرینہ بھی ایسا موجود نہیں ہے جس کی بنا پر مسح سے مسح بالسّیف مراد لیا جا سکے۔ ہمیں اس طریقِ تفسیر سے اُصولی اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک قرآن کے الفاظ سے زائد کوئی مطلب لینا چار ہی صورتوں میں درست ہو سکتا ہے یا تو قرآن

ہی کی عبارت میں اس کے لیے کوئی قرینہ موجود ہو یا قرآن میں کسی دوسرے مقام پر اس کی طرف کوئی اشارہ ہو یا کسی صحیح حدیث میں اس اجمال کی شرح ملتی ہو یا اس کا اور کوئی قابلِ اعتبار ماخذ ہو، مثلاً تاریخ کا معاملہ ہے تو تاریخ میں اس اجمال کی تفصیلات ملتی ہوں آثارِ کائنات کا ذکر ہے تو مستند علمی تحقیقات سے اس کی تشریح ہو رہی ہو اور احکامِ شرعیہ کا معاملہ ہے تو فقہِ اسلامی کے مآخذ اس کی وضاحت کر رہے ہوں۔ جہاں ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ہو وہاں محض بطور خود ایک قصہ تصنیف کر کے قرآن کی عبارت میں شامل کر دینا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

ایک گروہ نے مذکورۂ بالا ترجمہ و تفسیر سے تھوڑا سا اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ **حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ** اور **رُدُّوهَا عَلَيَّ**، دونوں کی ضمیر سورج ہی کی طرف پھرتی ہیں۔ یعنی جب نمازِ عصر فوت ہوگئی اور سورج پردۂ مغرب میں چھپ گیا تو حضرت سلیمانؑ نے کارکنانِ قضا و قدر سے کہا کہ پھیر لاؤ سورج کو تاکہ عصر کا وقت واپس آ جائے اور میں نماز ادا کر لوں، چنانچہ سورج پلٹ آیا اور انہوں نے نماز پڑھ لی لیکن یہ تفسیر اوپر والی تفسیر سے بھی زیادہ ناقابلِ قبول ہے اس لیے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سورج کو واپس لانے پر قادر نہیں ہے بلکہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں فرمایا ہے، حالانکہ حضرت سلیمانؑ کے لیے اتنا بڑا معجزہ صادر ہوا ہوتا تو وہ ضرور قابلِ ذکر ہونا چاہیے تھا اور اس لیے بھی کہ سورج کا غروب ہو کر پلٹ آنا ایسا غیر معمولی واقعہ ہے کہ اگر وہ درحقیقت پیش آیا ہوتا تو دنیا کی تاریخ اس کے ذکر سے ہرگز خالی نہ رہتی۔ اس تفسیر کی تائید میں یہ حضرات بعض احادیث بھی پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سورج کا غروب ہو کر دوبارہ پلٹ آنا ایک ہی دفعہ کا واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ کئی دفعہ پیش آیا ہے۔ قصۂ معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کے واپس لائے جانے کا ذکر ہے۔ غزوۂ خندق کے موقعے پر بھی حضورؐ کے لیے وہ

واپس لایا گیا اور حضرت علیؑ کے لیے بھی جبکہ حضورؐ ان کی گود میں سر رکھے سو رہے تھے اور ان کی نمازِ عصر قضا ہوگئی تھی، حضورؐ نے سورج کی واپسی کی دعا فرمائی تھی اور وہ پلٹ آیا تھا لیکن اِن روایات سے استدلال اُس تفسیر سے بھی زیادہ کمزور ہے جس کی تائید کے لیے انہیں پیش کیا گیا ہے۔

مفسّرین کا تیسرا گروہ ان آیات کا وہی مفہوم لیتا ہے جو ایک خالی الذہن آدمی اس کے الفاظ پڑھ کر اس سے سمجھ سکتا ہے۔ اس تفسیر کے مطابق واقعہ بس اس قدر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جب اعلیٰ درجے کے اصیل گھوڑوں کا ایک دستہ پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، یہ مال مجھے کچھ اپنی بڑائی کی غرض سے یا اپنے نفس کی خاطر محبوب نہیں ہے بلکہ اِن چیزوں سے دلچسپی کو میں اپنے رب کا کلمہ بلند کرنے کے لیے پسند کرتا ہوں پھر انہوں نے ان گھوڑوں کی دوڑ کرائی یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئے۔ اس کے بعد انہوں نے اُن کو واپس طلب فرمایا اور جب وہ آئے تو بقول ابنِ عباس **جعل یمسح اعراف الخیل وعراقیبھا حُبّاً لھا** ”حضرت اُن کی گردنوں پر اور ان کی پنڈلیوں پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگے“۔

یہی تفسیر ہمارے نزدیک صحیح ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کے الفاظ سے پوری مطابقت رکھتی ہے اور مطلب کی تکمیل کے لیے اس میں ایسی کوئی بات بڑھانی نہیں پڑتی جو نہ قرآن میں ہو نہ کسی صحیح حدیث میں اور نہ بنی اسرائیل کی تاریخ میں۔

یہ بات بھی اس موقعے پر نگاہ میں رہنی چاہیئے کہ اس واقعے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے حق میں **نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ** (بہترین بندہ) اپنے رب کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والا) کے تعریفی کلمات ارشاد فرمانے کے معاً بعد کیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقصود دراصل یہ بتانا ہے کہ دیکھو وہ ہمارا ایسا اچھا بندہ تھا، بادشاہی کا سروسامان اُس کو دنیا کی خاطر نہیں بلکہ ہماری خاطر پسند تھا، اپنے

شاندار رسالے کو دیکھ کر دنیا پرست فرمانرواؤں کی طرح اس نے ڈینگیں نہ ماریں بلکہ اُس وقت بھی ہم ہی اُسے یاد آئے۔ (تفہیم القرآن۔ مولانا مودودی)

حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے:

علّامہ سیّد محمد رضی مجتہد لکھتے ہیں۔

اسی سلسلے میں ''فرس'' کی بحث میں حضرت سلیمان بن داؤد کا بھی ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مزید دلچسپی کا باعث ہو۔ (سورۂ ص) میں حضرت سلیمان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝ (سورۂ ص آیت ۳۱ تا ۳۳)

(اتفاقاً ایک مرتبہ سہ پہر کو) خاصے کے اصیل گھوڑے سلیمان کے سامنے پیش کیے گئے کہ اُن کے دیکھنے میں اس قدر مشغول ہوگئے کہ نوافل میں تاخیر ہوگئی پھر جب یاد آیا تو بولے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد پر مال کی محبت کو ترجیح دی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ اُس وقت سلیمان نے کہا کہ اچھا ان گھوڑوں کو واپس لاؤ (اور جب وہ واپس آگئے) تو (تاخیرِ نوافل کے کفّارے میں) گھوڑوں کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے (کاٹنے) لگے۔ ''جواد'' ہر دوڑنے والے گھوڑے کو کہتے ہیں ''جیاد'' اس کی جمع ہے ''صافنات'' اُن گھوڑوں کو کہتے ہیں جو بندھے رہنے کی حالت میں تین ٹانگوں پر کھڑے رہتے ہیں اور ایک سُم کا صرف سرا زمین سے لگا رہتا ہے۔ یہ اصیل گھوڑوں کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

علامہ محسن فیضؒ تفسیرِ صافی میں لکھتے ہیں ''اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ یعنی بعدِ ظہر۔ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ۔ یہ ظہر کے وقت کا واقعہ ہے جب کچھ گھوڑے حضرت سلیمانؑ کے سامنے پیش کیے گئے تھے۔ صافن اُس گھوڑے کو کہتے ہیں جو اپنی اگلی اور

پچھلی ایک ٹانگ کے کنارے پر اور بقیہ تین ٹانگوں پر کھڑا ہوتا ہے جبکہ وہ بندھا ہوا اور یہ گھوڑے کی بہت اچھی صفت سمجھی جاتی ہے۔

''جیادُ'' جواد کی جمع ہے اور یہ اُس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو تیز رفتار ہو اور بعض کے نزدیک ''جیّد'' کی جمع ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ "اَحْبَبْتُ" کا تعدیہ اصل میں تو علیٰ کے ساتھ آیا ہے یعنی اس جگہ یوں ہونا چاہیئے تھا کہ "اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَلٰى ذِكْرِ رَبِّيْ" مگر یہاں "عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ" ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں اَحْبَبْتُ قائم مقام "اَنَبْتُ" کے ہے جس کا تعدیہ "عَنْ" کے ساتھ لایا جاتا ہے اور بعض مُفسّروں کا خیال ہے کہ "اَحْبَبْتُ" "تقاعَدتُ" کے ہم معنی ہے۔ ''خیر'' سے مراد ''مالِ کثیر'' ہے اور یہاں مُراد گھوڑے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ گھوڑے کی پیشانی سے نیکی وابستہ ہے۔

حضرت امام جعفرِ صادقؑ سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت سلیمانؑ کے سامنے شام کے وقت کچھ گھوڑے پیش کئے گئے تو وہ اُن کے دیکھنے میں اس قدر منہمک ہو گئے کہ سورج غروب ہو گیا۔ اُس وقت اُنہوں نے فرشتوں سے کہا کہ سورج کو میرے لئے پلٹا دو تا کہ میں نماز پڑھ لوں (وقت کے اندر) فرشتوں نے فوراً اسے پلٹا دیا۔ اُس کے سلیمانؑ کھڑے ہو گئے۔ اپنی پنڈلیوں اور گردن پر مسح کیا___ اور اپنے اصحاب میں سب کو یہی حکم دیا۔ پھر سلیمانؑ اور اُن کے اصحاب نے نماز ادا کی۔ جب فارغ ہو چکے تو سورج غروب ہو گیا اور ستارے نکل آئے۔

کتاب ''المجمع'' میں امیر المومنین سے روایت ہے کہ جس ذکرِ الٰہی کا یہاں ذکر ہے اُس سے مُراد نمازِ عصر ہے۔ پھر کہا ہے کہ ہمارے مفسّروں نے بہت سی روایتیں ایسی بھی نقل کی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ اوّلِ وقتِ نماز کی فضیلت کا وقت چلا گیا تھا۔

الکافی اور الفقیہ میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا

کہ "اِنَّ الصلوٰة کانت علی المومنین کِتَاباً مّرقَوتاً" کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا کہ "مفروضا" مراد ہے اور نماز کی فرضیت کسی وقت کے ساتھ اس طرح مخصوص نہیں ہے کہ اُس وقت کے فوت ہو جانے کے بعد پھر نماز نہ پڑھی جا سکے (اگر چہ اوقاتِ معینہ میں جان بوجھ کر نہ پڑھنا باعثِ عتاب اور گناہ ہے) مگر وقتِ مقرر کے فوت ہو جانے کے بعد بھی بہ نیّتِ قضا نماز ادا کی جا سکتی ہے ورنہ اگر قضا ممکن نہ ہو سکتی ہو تو اس نماز کے فوت ہو جانے کے بعد مسلمان ہلاک ہو جاتے حالانکہ جب اُن کی غفلت دور ہو گئی، تو اُنہوں نے فوراً نماز ادا کر لی۔

"العلل" میں قریب قریب یہی لکھا ہے "المجمع" میں عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ میں نے "امیر المومنینؑ" سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ خود تم کو اے ابنِ عباس اس کی کیا تفسیر معلوم ہوئی ہے۔ میں نے عرض کی کہ مجھے کعب سے معلوم ہوا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کے دیکھنے میں مشغول ہو گئے تھے یہاں تک کہ نماز کا وقت گزر گیا تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑوں کو میرے پاس لاؤ۔ یہ چودہ ۱۴ گھوڑے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے حکم دیا کہ ان کی ٹانگیں اور گردنیں کاٹ دی جائیں چنانچہ ان سب گھوڑوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ اس کی وجہ سے اللہ نے چودہ روز تک ان کی سلطنت کو سلب کر لیا تھا۔ کیونکہ اُنھوں نے گھوڑوں پر ظلم کیا۔ یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا کہ کعب جھوٹا ہے۔ واقعہ یوں تھا کہ ایک روز حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کے دیکھنے میں مشغول ہو گئے تھے کیونکہ دشمن سے جنگ کے لیے جانا تھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو انہوں نے حکمِ خدا کی بِنا پر فرشتوں سے کہا (وہ فرشتے جو سورج پر مقرر ہیں) کہ اُسے پلٹا دیں تو اُنہوں نے آفتاب کو پلٹا دیا پھر سلیمانؑ نے نمازِ عصر کو اُس کے وقت میں پڑھ لیا۔ خدا کے پیغمبر ظلم نہیں کیا کرتے اور نہ کسی کو ظلم کرنے کا حکم دیتے ہیں اور وہ معصوم اور مطہّر ہوتے ہیں۔

تفسیروں میں جو روایات لکھی جاتی ہیں وہاں مقصود صرف روایتوں کو جمع کر دینا ہوتا ہے۔ ان روایات کو ملا کر اور جمع کر کے صحیح و درست اور مناسب مطلب کو اخذ کرنا خود پڑھنے والے اور مطالعہ کرنے والے کی عقلِ سلیم اور فکرِ مستقیم پر منحصر ہے۔

العقد الفرید ج اول ص ۸۲ پر علاّمہ شہاب الدین احمد المعروف ابن عبدربہّ الاندلسی، مصنف کتاب لکھتے ہیں:-

(ترجمہ) جو عمدہ گھوڑے حضرت سلیمانؑ کے سامنے پیش کئے گئے تھے وہ تعداد میں ایک ہزار تھے جو اُنہیں حضرت داؤد کے ترکے سے ملے تھے۔ جب وہ گھوڑے سلیمانؑ کے سامنے پیش کئے گئے تو وہ اُن کے دیکھنے میں ایسا مشغول ہوئے کہ صلوٰۃِ عصر چلی گئی اور سورج غروب ہو گیا۔ اس کے بعد سلیمانؑ نے ان گھوڑوں کو قتل کر ڈالا اور صرف وہ گھوڑے بچ گئے جو اُن کے سامنے نہیں پیش کئے گئے تھے پھر قبیلہ ''اَزدْ'' کا ایک وفد آپ کے پاس حاضر ہوا اور وہ سب آپ کے رشتے دار تھے۔ انہوں نے عرض کی یا نبی اللہ! ہماری منزل بہت دور ہے۔ کچھ زادِ سفر ہمیں عطا ہوتا کہ ہم اپنی منزل تک پہنچ سکیں۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے ان ہی گھوڑوں میں سے جو بچ گئے تھے ایک گھوڑا عنایت کیا اور فرمایا کہ جب تم کسی منزل پر اُترنا تو اس پر کسی جوان کو سوار کر دینا اور تم آگ سلگانے لگنا تو تمہاری آگ روشن بھی نہ ہونے پائے گی کہ وہ جوان شکار لے آئے گا اور اس کو پکا کر سیر ہو کر کھاؤ گے کیونکہ اس گھوڑے کی رفتار کے مقابلے میں ہرن یا کسی چوپایے کی رفتار کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور یہ فوراً اسے پکڑ لے گا۔

پھر ایسا ہی ہوا کہ جب یہ لوگ کسی منزل پر اُترے تو فوراً انہوں نے کسی شخص کو اس گھوڑے پر سوار کر دیا اور خود آگ جلانے لگے اور اتنے میں وہ شکار لے آیا۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور وہ بڑے تیز رفتار گھوڑے تھے۔ اب ان گھوڑوں کی کچھ صفتیں بھی ملاحظہ کیجیے:-

نواب صدیق حسن خاں تفسیر فتح البیان ج ۸ ص ۱۰۹ پر لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ سو ۱۰۰ گھوڑے تھے اور بعض نے ان کی تعداد بیس ہزار بتائی ہے اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ وہ صرف بیس گھوڑے تھے مگر ابراہیم یہی کہتے ہیں کہ وہ بیس ہزار گھوڑے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ سمندر سے نکلے تھے اور ان کے پر بھی تھے۔

صاحبِ فتح البیان نے اس آیت کے متعلق امام رازی کے خیالات بھی نقل کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان کو جنگ میں جانا تھا اس لیے گھوڑوں کی ضرورت تھی۔ آپ بیٹھ کر گھوڑوں کی دوڑ کو ملاحظہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ میں تو ان سے محبت صرف خدا کے لئے کرتا ہوں (عن ذکر ربی) یعنی محض یادِ خدا کے لئے ان سے اُلفت رکھتا ہوں۔ دوسری کوئی غرض نہیں رکھتا۔ پھر اُن کو دوڑانے کا حکم دیا اور وہ اس قدر دور چلے گئے کہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر اُنہیں پلٹانے کا حکم دیا۔ جب وہ واپس آ گئے تو اُن کی ٹانگوں اور گردنوں کو چھونے لگے۔ اس عمل سے حضرت سلیمان کی یہ غرض تھی کہ ان گھوڑوں کی عزت بڑھائیں نیز یہ بتائیں کہ تدبیرِ اُمورِ سلطنت میں آپ خود بہ نفسِ نفیس حصہ لیتے ہیں اور یہ بات بھی طے شدہ تھی کہ حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کی اچھی اور بُری صفتوں کا علم اور معرفت بھی دوسرے لوگوں سے زیادہ رکھتے تھے۔

(تفسیر ابنِ کثیر بر حاشیہ تفسیرِ فتح البیان ج ۸ ص ۲۹۵)

آیۂ مذکورہ کے متعلق سفیان بن سعید کہتے ہیں کہ وہ صرف بیس ۲۰ پردار گھوڑے تھے اس کے بعد لکھتے ہیں:-

(ترجمہ) ابوداؤد نے اپنی اسناد سے بیان کیا ہے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ جناب رسالت مآبؐ غزوۂ تبوک یا غزوۂ خیبر سے جب واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہ کے گھر میں گئے۔ دیکھا کہ اُن کے گھر میں طاق پر ایک پردہ پڑا ہوا ہے ہوا جو چلی تو

اُس پردے کا ایک گوشہ ہٹ گیا۔

حضورِ اکرم کی نظر اُن گڑیوں پر پڑی جو اُس طاق میں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا اے عائشہ یہ کیا چیزیں ہیں؟ انہوں نے عرض کی۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آنحضرتؐ نے ان گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے دو پر کپڑے کے لگے ہوئے تھے (یا کاغذ کے ٹکڑوں کے) تو فرمایا کہ اے عائشہ یہ ان گڑیوں کے بیچ میں کیا چیز ہے۔ انہوں نے عرض کی یہ گھوڑا ہے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا اس گھوڑے کے اوپر کیا ہے۔ عرض کی اس کے دو پر ہیں۔ آپ نے تعجب سے فرمایا گھوڑے کے دو پَر! حضرت عائشہ بولیں۔ آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس جو گھوڑے تھے وہ پَر دار تھے۔ یہ سن کر حضورؐ اس قدر زور سے ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہوگئیں۔

حضرت ابنِ عباس کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ان گھوڑوں کی پیشانی وغیرہ کے مقامات اور اُن کے سر کے بالوں پر محبت اور پیار سے دستِ مبارک پھیرا تھا۔ امام ابنِ جریر طبری بھی اسی قول کو اختیار کرتے ہیں کہ بلا وجہ جانوروں کو ایذا پہنچانا اور تکلیف دینا ممنوع ہے (جب تک اِس کا کوئی شرعی جواز موجود نہ ہو) ان جانوروں کا کوئی قصور نہ تھا جو حضرت سلیمانؑ ان کو کٹوا دیتے (شہادتِ کُبریٰ ص ۱۸۵ تا ۱۹۲)

سورہ ''ص'' میں حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کا تذکرہ

ذکرِ تنزیہ سلیمان علیہ السلام

عمدۃ العلماء سیّد مرتضیٰ عِلم الہدیٰ علیہ الرحمہ

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ قولہ تعالیٰ وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ

حُبَّ الخَیرِ عَنْ ذِکرِ رَبِّیْ حَتیٰ تَوارَتْ بِالحِجابِ رُدُّوھا عَلَیَّ فَطفِقَ مَسحاً بِالسُّوقِ وَالاَعنَاقِ کے کیا معنی ہیں؟ کیا ان آیات کا ظاہر اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ سلیمانؑ کو گھوڑوں کے مشاہدے اور اس مشغلے نے ذکرِ الٰہی سے غافل کر دیا؟ یہاں تک کہ مروی ہے کہ حضرت کی نماز فوت ہوگئی تھی اور کہتے ہیں کہ وہ عصر کی نماز تھی۔ پھر حضرتؑ نے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور غیظ میں آ کر ان کی پنڈلیاں اور گردنیں اڑا دیں اور اس تمام فعل کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ سے فعلِ قبیح سرزد ہوا۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ اس آیت کا ظاہر ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ حضرت سلیمانؑ سے فعلِ قبیح سرزد ہوا اور جو روایت کہ مقتضائے دلائل کے مخالف ہو وہ قابلِ التفات نہیں ہوتی اگرچہ وہ ظاہر میں صحیح ہی کیوں نہ ہو اور جب روایت ضعیف اور پوچ ہو اس کا تو ذکر ہی کیا ہے اور جو بات مجملاً ہمارے بیان کی موید ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو حضرت سلیمانؑ کی مدح وثنا اور تعریف سے شروع کیا ہے اور فرمایا ہے۔ نِعمَ العَبدُ اِنَّہٗ اَوّاب یعنی وہ ہمارا بہت اچھا بندہ ہے اس لیے کہ وہ ہماری طرف بہت ہی رجوع کرنے والا ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ پہلے تو ان صفات سے ان کی مدح وثنا کی جائے پھر بلا فاصلہ فعلِ قبیح کو ان کی طرف نسبت دی جائے اور یہ بیان کیا جائے کہ گھوڑوں کے دیکھنے نے ان کو نماز کا فرض ادا کرنے سے غافل کر دیا اور ان آیات کا ظاہر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا گھوڑوں کو دوست رکھنا اور ان پر شیفتہ وفریفتہ ہونا اپنے پروردگار کے اذن اور حکم سے تھا۔ اور اُسی نے اس امر پر ان کو مامور کیا تھا اس لئے کہ اس نے ہم کو دشمنوں کے مقابلے کے لئے گھوڑوں کے باندھنے اور تیار رکھنے کا حکم دیا ہے۔ پس کوئی شخص اس امر کا انکار نہیں کرسکتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی ایسا ہی حکم دیا گیا تھا اس لئے حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اِنّیّ

اَحبَبتُ حُبَ الخیر عن ذِکر رَبیّ (کہ میں گھوڑوں کی دوستی کو ذکرِ پروردگار سے زیادہ دوست رکھتا ہوں) تا کہ حاضرین کو معلوم ہو جائے کہ حضرتؑ کا گھوڑوں میں مشغول ہونا اوران کا جائزہ لینا لہو ولعب کی راہ سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ خدا کی طرف سے اس پر ماموراور اطاعتِ الٰہی میں مصروف ہیں اور حضرت سلیمانؑ نے جو فرمایا۔ اِنّـیِ اَحبَبتُ حُبَ الخَیرِ عَنْ ذِکرِ رَبیّ۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) یہ کہ حضرت کی مراد یہ ہو۔ اِنِیّ اَحبَبتُ حُباً یعنی میں دوست رکھتا ہوں جو حقِ دوستی ہے۔ پھر حُب کو خیر کی طرف مضاف کر دیا۔ (یعنی دوست رکھتا ہوں۔ اچھا دوست رکھنا)۔

(۲) یہ کہ حضرت کی مراد یہ ہو۔ اَحبَبتُ اتّخاذَ الخیر۔ (میں گھوڑوں کے لینے کو دوست رکھتا ہوں) یہاں اتخاذ الخیر کے عوض حُبَّ الخیر آ گیا۔

اور قولہ تعالیٰ رُدُّوھا عَلَیَّ میں بقول جملہ مفسّرین ھا کی ضمیر خیل یعنی گھوڑوں کی طرف پھرتی ہے اور قولہ تعالیٰ حَتّیٰ تَوارت بالحِجاب میں ابو مسلم محمد بن بحر اصفہانی کا یہ قول ہے کہ اس میں ضمیر خیل کی طرف عاید ہے نہ کہ شمس کی طرف کیونکہ شمس کا ذکر اس قصے میں موجود نہیں ہے اور خیل کا ذکر اس قصے میں آ چکا ہے۔ پس اس کی طرف توارت کی ضمیر کا عائد کرنا اولےٰ اور انسب ہے جبکہ اس کے لئے احتمال بھی موجود ہے اور یہ تاویل حضرت سلیمان علیہ السلام کو معصیت سے بری کرتی ہے اور جو لوگ توارت کی ضمیر شمس کی طرف عائد کرتے ہیں ان کے قول موافق بھی ظاہر قرآن میں کوئی ایسی بات موجود نہیں ہے جو اس امر پر دال ہو۔ کہ غروبِ آفتاب نماز کے فوت ہونے کا باعث ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں حضرتؑ کے سامنے گھوڑوں کے پیش کرنے اور ان کے جائزہ لینے کے انتہائی وقت کا ذکر ہو۔

اور ابو علی جبائی اور دیگر مفسّرین کا قول یہ ہے کہ جب آفتاب پردے میں غائب ہوا

اورغروب ہوگیا تو اس سبب سے حضرت سلیمانؑ کی شام کی عبادت فوت ہوگئی اور یہ نمازِ نافلہ تھی جو آپ اس وقت پڑھا کرتے تھے۔ مگر چونکہ حضرتؑ گھوڑوں میں مشغول تھے اوران کے پھرانے سے متعجب ہورہے تھے اس لئے نمازِ نافلہ کا ادا کرنا فراموش ہوگیا۔ چونکہ طاعتِ الٰہی فوت ہوگئی تھی اس لئے مغموم ہوکر فرمایا۔ اِنّی اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیرِ عَنْ ذِکرِ رَبِّیْ حتیٰ تَوارَتْ بِالحِجابِ۔

اس صورت میں بھی امرِ قبیح کی نسبت حضرت کی طرف لازم نہیں آتی کیونکہ نافلہ کا ترک کرنا نہ قبیح ہے اور نہ معصیت۔

اور قولہ تعالیٰ فَطَفِقَ مَسحاً بِالسُّوقِ وَالْاَعنَاقِ کے معنی کئی طرح پر بیان کئے گئے ہیں۔

صورتِ اول یہ ہے کہ حضرتؑ نے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دیں اوران کی گردنوں اور پنڈلیوں کو تلوار سے قطع کردیا کیونکہ انہوں نے طاعتِ الٰہی سے باز رکھا اور حضرت کا یہ فعل عقاب کی رو سے نہ تھا بلکہ اس غرض سے ایسا کیا کہ آئندہ ان میں مشغول ہوکر طاعتِ الٰہی سے نہ رہ جاؤں اس لئے کہ انسان کو اختیار ہے کہ اپنے گھوڑے کو گوشت کھانے کے لئے ذبح کرلے اور جب کہ اس کے ساتھ ایک ایسی وجہ اور شامل ہوگئی جس نے اس کو حسین اور پسندیدہ بنایا تو کیونکر ذبح کرنا قبیح ہوگا اور بعض کا قول یہ ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گھوڑے چونکہ حضرتؑ کو اپنے تمام مال میں زیادہ ترعزیز تھے اس لئے آپ نے چاہا ہو کہ نافلہ میں جو تقصیر مجھ سے ہوئی ہے اس کے کفارے میں ان کو ذبح کروں اوران کے گوشت کو مساکین میں تصدق کردوں۔ پس جب حضرت نے گھوڑوں کا حسن اوران کی خوبصورتی دیکھی اوراس کو دیکھ کر متعجب ہوئے تو چاہا کہ جو چیز مجھ کو متعجب کرتی اور میری نظر میں بھلی لگتی ہے اس کے ذریعے قربِ خدا حاصل کروں اوراس قول کے صحیح ہونے پر آیۂ ذیل دلالت کرتی ہے۔ لَنْ تَنَالُو البِرَّ

حتّیٰ تُنفِقُوا فیما تُحِبُّونَ یعنی تم نیکی نہیں حاصل کر سکتے جب تک سب سے پیاری چیز کو راہِ خدا میں صرف نہ کرو۔ مگر ابو مسلم اصفہانی اس قول کو ضعیف سمجھتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ اس آیت میں سیف یعنی تلوار کا ذکر نہیں ہے جو مسح کو اس کی طرف منسوب کر سکیں اور اہلِ عرب تلوار کی ضرب اور کاٹ کو لفظ مسح سے نامزد نہیں کرتے اور اگر کوئی اس کے جواب میں شاعر کے اس شعر کو پیش کرے۔

مُذمین یجلو با ظَرافِ الذُّریٰ   دَنَسَ الاسُوقِ بالعقبِ الافَلِ

تو ہم کہیں گے کہ اس شاعر کی مراد یہ ہے کہ اس نے مہمانوں کے لئے اونٹوں کو پے کیا اور ان کے کوہانوں سے وہ میل صاف کیا جو اس کی تلوار میں ان کے پے کرنے سے لگ گیا تھا اور وہ خون تھا جو اس میں لگ گیا تھا اور اس آیت میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو اس امر کو واجب کرے اور یا اس کے قریب ہو۔ اور جس امر کا ابو مسلم نے انکار کیا ہے وہ قابلِ انکار نہیں ہے کیونکہ اکثر اہلِ تاویل نے کہ بعض ان میں مشہور اہلِ لغت بھی ہیں روایت کی ہے کہ مسح اس آیت میں قطع کے معنی میں ہے اور مشہور استعمال میں ہے۔ مسحہ بالسیف یعنی قطعہٗ وتبرہٗ (تلوار سے اس کو کاٹا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا) اور اہلِ عرب کہتے ہیں مسح علاوتہا یعنی ضربھا۔

صورتِ دوم: یہ کہ مسحا کے معنی یہ ہیں کہ حضرت نے جو گھوڑوں کا حسن و جمال دیکھا تو ان کی حفاظت اور ان کے حسن و جمال کے اکرام کے لئے اپنا ہاتھ ان کے اوپر پھیرا کیونکہ یہ دستور ہے کہ جس شخص کو گھوڑے دکھائے جائیں وہ اپنا ہاتھ ان کی ایالِ گردن اور ٹانگوں پر پھیرتا ہے۔

صورتِ سوم: کہ مسح کے معنی اس آیت میں غسل کے ہیں کیونکہ عرب غسل کو مسح بھی کہتے ہیں۔ گویا مراد یہ ہے کہ جب حضرتؑ نے گھوڑوں کا حسن ملاحظہ فرمایا تو ان کے اکرام اور حفاظت کی نظر سے ان کی ٹانگیں اور گردنیں دھوئیں اور یہ سب صورتیں واضح ہیں۔

حضرت سلیمانؑ کے متعلق گھوڑوں کی کوچیں کاٹنے کی روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی بلکہ تحقیقِ علما یہی ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اور ظاہر قرآن تو اس پر دال ہے ہی نہیں اور آیۂ مذکورہ میں تحقیق یہی ہے کہ توارت اور ردوھا کی ضمیریں خیل کی طرف پھرتی ہیں اور ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ خداوندِ عالم اپنے برگزیدہ پیغمبر حضرت داوٗدؑ کا حال یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے۔ "اور ہم نے داوٗدؑ کو سلیمانؑ جیسا بیٹا عطا کیا جو ہمارا بہت اچھا بندہ ہے اور وہ ہماری طرف بہت متوجہ ہونے والا اور رجوع کرنے والا ہے۔ جب کہ اُس پر شام کے وقت عمدہ و نجیب گھوڑے پیش کئے گئے تو کہا میں ان کو دوست رکھتا ہوں اچھا دوست رکھنا خدا کی یاد سے (یعنی یہ میرا دوست رکھنا خدا کی یاد اور اُس کے ذکر میں داخل ہے۔ یا یہ میرا دوست رکھنا ذکر و اذکارِ الٰہیہ سے بہتر ہے اور وہ جہادِ فی سبیل اللہ ہے یعنی میں ان کو راہِ خدا میں جہاد کرنے اور اساسِ دین کے محکم و استوار کرنے اور نماز کی بنیاد قائم کرنے کے واسطے محبوب و دوست رکھتا ہوں اور بلاشبہ اقامۂ دین ذکر و اذکارِ خدا سے بہتر ہے کیونکہ خیرِ کثیر بمقابلہ خیرِ قلیل افضل و اعلیٰ ہے)۔ یہاں تک کہ وہ گھوڑے نظروں سے پوشیدہ ہوگئے۔ (تو پھر آپ نے فرمایا) **ردوھا علیّ**۔ ان کو میرے پاس لوٹا لاؤ جب گھوڑے پھر آپ کے سامنے آئے تو آپ اُن کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اور روانہ کرتے جاتے تھے اور یہ اُس صورت میں ہے جب کہ آیت منزلہ اس صورت میں ہو اور کسی قسم کی تقدیم و تاخیر نہ مانی جائے۔ بہرحال آیت کا ظاہری ترجمہ یہی ہے اور اس میں حضرت سلیمانؑ پر کسی قسم کا الزام لازم نہیں آتا اور نہ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت پر عتاب کیا ہے یا کوئی تنبیہ کی ہے۔ بلکہ آیت حضرت کی تعریف و تمجید میں ہے اور خداوندِ عالم اس آیت میں حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کا جائزہ لینے اور اُن کی گردنوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرنے کو اُن کی صفاتِ حسنہ اور اُن کی اُن حسنات میں شمار کرتا ہے جن

سے حضرت سلیمانؑ کا خدا کی طرف متوجہ ہونا اور خدا ہی کے کام میں مشغول رہنا اور اُس کی طرف رجوع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعد **ذکر انّہ اوّاب** لفظ اذ اس پر دلالت کرتا ہے نیز حضرت سلیمانؑ کا گھوڑوں کی اس محبت کو حُبّ الخیر کہنا بھی اس پر دال ہے کہ آپ کا یہ فعل خدا کی بہت بڑی عبادت تھی اور اُس کے ذکر و یاد میں داخل اور یہی قول اس پر صریح دلالت کرتا ہے کہ ہرگز سلیمانؑ سے کوئی ایسی عبادتِ خدا گھوڑوں کے جائزہ لینے میں فوت نہ ہوئی تھی جو موجبِ عتاب ہو کیونکہ اگر گھوڑوں کی محبت میں اطاعتِ الٰہی فوت ہو جائے تو یہ محبت محبتِ خیر نہ ہوگی اور اُس کو کسی طرح حُبّ الخیر نہ کہہ سکیں گے۔ اگر ایسا ہو تو یہ محبت محبتِ شر ہوگی نہ خیر جیسا کہ ہم لوگوں سے اکثر ہوتا ہے کہ امورِ دنیویہ میں انہماک کی وجہ سے عبادتِ خدا ترک کر دیتے ہیں۔ انبیا کی یہ شان نہیں۔ **فانھم السابقون الی الخیرات**۔ انبیا اُسی کام کی طرف سبقت کرتے ہیں جو خیر ہوتا ہے لہٰذا بلاشبہ حضرت کا یہ فعل خیر اور عبادتِ خدا تھا اور مطابقِ منشائے خداوندی اسی واسطے خداوند عالم حضرت کی مدح فرماتا ہے اور **فطفق مسحا بالسوق والاعناق** کا صرف یہی مطلب ہے کہ آپ گھوڑوں کی گردنوں اور ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اور یہ فعل ممدوح ہے اور مستحبات میں داخل ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ آنحضرت صلعم علی الصّباح اصطبل میں تشریف لے جاتے تھے اور گھوڑوں کی پیشانی وغیرہ پر ہاتھ پھیر کر فرماتے تھے۔ **الخیل معقود بنو اصیھا الخیر الی یوم القیامۃ** یعنی گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک خیر وابستہ ہے اور بھی اس قسم کی روایات ہیں جو اسی امر پر دال ہیں کہ گھوڑوں پر ہاتھ پھیرنا وغیرہ افعالِ ممدوح ہیں اور وہ خیر جو گھوڑوں کی پیشانی سے وابستہ ہے وہ خیر جہاد ہے لہٰذا حضرت سلیمانؑ کا گھوڑوں کو جہاد کی خاطر دوست رکھنا اور اُن کو جہاد میں بھیجنا بلاشبہ خیر ہے اور معمولی اذکار و اوراد سے افضل ہے۔

اگر ردّوھا کی ضمیر آفتاب کی طرف راجع کی جائے تو تین خرابیاں لازم آتی ہیں۔اول یہ کہ آفتاب کا یہاں ذکر نہیں ہے۔دوم یہ کہ حضرت سلیمانؑ کا بلا واسطہ ملائکۂ قضاوقدر کو ردِّ آفتاب کا حکم دینا۔اس کی مثال اور کہیں نہیں پائی جاتی۔آنحضرت صلعم نے بھی جنابِ امیرؑ کے واسطے ردِّ شمس کی خدا سے دعا کی ہے۔حالانکہ آنحضرت صلعم بدرجۂ اولے ملائکۂ قضاوقدر کو حکم دینے کے مستحق ہیں۔گو یہ ممکن ہے لیکن ایسا ہوا نہیں سوم یہ کہ قول فطفق مسحاً بالسوق والاعناق۔اسی کو مقتضی ہے کہ ضمیر ردُّوھا بھی گھوڑوں ہی کی طرف راجع ہو اور یہی زیادہ مناسب ہے ورنہ کلام میں اضطراب پایا جائے گا۔بظاہر کوئی لفظ نہیں جو غروبِ آفتاب پر دال ہو البتہ لفظ عشی سے ضرور یہ احتمال ہوتا ہے کیونکہ عشی آخرِ روز متصل بشب ہے۔اور ابکار کے مقابل ہے اور ابکار اول صبح کو کہتے ہیں۔پس وقتِ عشی قریب بہ غروبِ آفتاب ہو۔اس واسطے غروبِ آفتاب یہاں سے محتمل ہوسکتا ہے لیکن یہی اس پر بھی دال ہے کہ حضرت سلیمانؑ سے نمازِ واجب ہرگز فوت نہیں ہوئی کیونکہ انبیاء سابقون کے الخیرات ہوتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ نماز کی تاخیر بلا عذرِ شرعی اچھی نہیں ہے۔جہاں تک ہوسکے اول ہی وقت میں ادا کرنا بہتر ہے۔پس حضرت سلیمانؑ جیسا پیغمبر کس طرح بلا عذرِ شرعی تاخیر کرسکتا ہے اور عذر ثابت نہیں ہوا۔اگر ثابت ہو تو پھر کوئی قباحت لازم نہیں معذور معفو عنہ ہے۔ہاں روایاتِ ردّ شمس ضرور موجود ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے لئے آفتاب لوٹایا گیا اور علامہ مجلسی اعلیٰ اللہ مقامہ بھی اس کی تائید کرتے ہیں اور اُن کا میلان اسی طرح ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ردِّ شمس ہوا۔بنا بریں کہا جاسکتا ہے کہ حضرتؑ سے کوئی ذکر مستحب و مندوب جو آخر روز میں بطور ورد و وظیفہ کیا کرتے تھے وہ فوت ہوگیا ہو اور حضرت پر اس کا فوت ہونا بھی گراں گزرا ہو۔گو وہ ایک بہتر و اعلیٰ عبادت میں مشغول تھے اور خدا نے اُن کی اتنی سی بھی دل شکنی گوارا نہ کی ہو اور آفتاب لوٹا دیا ہو۔بہر حال یہ محقق ہے کہ

حضرت سلیمانؑ سے ہرگز کوئی ایسا فعلِ قبیح سرزد نہیں ہوا جو موجبِ مذمت و عتاب ہو اور یہ آیت سراسر حضرت کی مدح پر مبنی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(تنزیہ الانبیاء صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۹)

﴿۶﴾ سورۂ حشر میں گھوڑے کا تذکرہ:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

ترجمہ: اور جو کچھ خدا اپنے رسولؐ کو ان یہود سے لوٹا دے تو وہ ایسی چیز ہے جس پر قبضہ کرنے کے لیے (تم نے کوئی زحمت نہیں اُٹھائی) نہ تم نے گھوڑا دوڑایا ہے، نہ کوئی اُونٹ۔ لیکن خدا اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلّط کر دیتا ہے اور خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

جو کچھ خدا ان آبادیوں والوں سے اپنے رسولؐ پر لوٹائے وہ خدا، رسولؐ، ذوی القربیٰ، یتیموں، مسکینوں اور ابن السبیل (راستہ میں عاجز ہو کر رہ جانے والوں) کے لیے ہے تاکہ (یہ عظیم مال) دست بدست تمہارے دولت مندوں کے درمیان گردش نہ کرے۔

جو کچھ خدا کا رسولؐ تمہارے لیے لایا ہے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اِس سے رُک جاؤ اور خدا کی مخالفت سے پرہیز کرو کیونکہ خدا شدید العقاب ہے۔

بنی نُضیر کے یہودیوں کے مدینہ سے چلے جانے کے بعد ان کے باغات، زمینیں، زراعتیں، گھر اور دوسرے مال کا کچھ حصہ مدینہ میں رہ گیا۔ مسلمانوں کے سرداروں کی ایک جماعت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور زمانۂ جاہلیت کے قانون کے مطابق جو بات ان کے دل میں تھی وہ انہوں نے عرض کی اور وہ یہ کہ اس مال غنیمت کا منتخب حصہ اور باقی کی ایک چوتھائی آپ لے لیجئے اور باقی ہمیں دے دیجئے تاکہ اسے ہم اپنے درمیان تقسیم کر لیں۔ اس پر مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں اور صراحت کے ساتھ کہا کہ چونکہ ان اموالِ غنیمت کے لیے جنگ نہیں ہوئی اور مسلمانوں نے کوئی زحمت و مشقت برداشت نہیں کی، لہٰذا یہ تمام مال واسباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہیں۔ جس طرح ان کی مصلحت ہوگی وہ تقسیم کریں گے اور جیسا کہ ہم بعد میں دیکھیں گے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اموال ان مہاجرین کے درمیان، جو مدینہ میں مال دنیا نہ رکھتے تھے، اور انصار کی وہ تھوڑی سی تعداد جنہیں مال کی شدید احتیاج تھی، ان کے درمیان تقسیم کر دیے۔

یہ آیتیں، بنو نُضیر کے اموال غنیمت کے بارے میں جو حکم ہے اسے پیش کرتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان تمام اموالِ غنیمت کے سلسلہ میں ایک قانونِ کلّی کو بھی واضح کرتی ہیں۔ جو مال بغیر کسی زحمت و مشقت کے اسلامی معاشرہ کو ملے اسے فقہ اسلامی میں ''فے'' کہتے ہیں۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے:

''جو کچھ خدا نے اپنے رسولؐ کی طرف ان سے پلٹایا وہ ایسی چیز ہے جس کے

حصول کے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ""افاء" "فیٔ" کے مادّہ سے اصل میں رجوع و بازگشت کے معنی میں ہے اور یہ جو اموالِ غنیمت پر اس کا اطلاق ہوا ہے شاید اسی بنا پر ہے کہ خدا نے اس جہان کی تمام نعمتیں اصل میں مومنین کے لیے اور سب سے پہلے اپنے پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پیدا کی ہیں جو اشرف کائنات وفخرِ موجودات ہیں اور غیر مومن و گنہگار افراد حقیقت میں ان اموال کے غاصب ہیں (اگر چہ وہ حسبِ قوانین شرعی و عرفی مالک شمار ہوں)۔ جس وقت یہ اموال حقیقی مالکوں کی طرف لوٹیں تو فیٔ ان کے لیے بہترین عنوان ہے۔ "اوجفتم" "ایجاف" کے مادّہ سے تیزی سے ہانکنے کے معنی میں ہے جس کا عام طور پر جنگوں میں اتفاق ہوتا ہے۔ خیل کے معنی گھوڑے ہیں۔ (یہ ایسی جمع ہے جس کا مفرد خود اس کی جنس میں سے نہیں ہے۔

فدک کی غم انگیز داستان:

فدک اطرافِ مدینہ میں تقریباً ایک سو چالیس کلومیٹر کے فاصلہ پر خیبر کے نزدیک ایک آباد قصبہ تھا۔ جب سات ہجری میں خیبر کے قلعے یکے بعد دیگرے افواجِ اسلامی نے فتح کر لیے اور یہودیوں کی مرکزی قوت ٹوٹ گئی تو فدک کے رہنے والے یہودی صلح کے خیال سے بارگاہ پیغمبرؐ میں سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے آئے اور انہوں نے اپنی آدھی زمینیں اور باغات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیے اور آدھے اپنے پاس رکھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ کی زمینوں کی کاشتکاری بھی اپنے ذمہ لی۔ اپنی کاشتکاری کی زحمت کی اُجرت وہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وصول کرتے تھے۔ اس سورہ کی آیت فیٔ کی طرف توجہ کرتے ہوئے یہ زمینیں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت خاص تھیں۔ اُن کی

آمدنی کو آپؐ اپنے مصرف میں لاتے تھے یا ان مدات میں خرچ کرتے تھے جن کی طرف اس سورہ کی آیت ۷ میں اشارہ ہوا ہے۔ لہٰذا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ساری زمینیں اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو عنایت فرمادیں۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے بہت سے شیعہ اور اہلِ سنت مفسرین نے تصریح کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ منجملہ دیگر مفسرین کے تفسیر درالمنثور میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس وقت آیت (فَاٰتِ ذا القربیٰ حقّه) (سورۂ روم۔ آیت ۳۸) نازل ہوئی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو فدک عنایت فرمایا۔

(اقطع رسول اللّٰہ فاطمة فدکا)

کتاب کنز العمال جو مسند احمد کے حاشیہ پر لکھی گئی ہے، میں صلہ رحم کے عنوان کے ماتحت ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ جس وقت مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کو طلب کیا اور فرمایا:

(یا فاطمة لك فدك)

اے فاطمہؑ فدک تیری ملکیت ہے۔

حاکم نیشاپوری نے بھی اپنی تاریخ میں اس حقیقت کو تحریر کیا ہے۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے بھی نہج البلاغہ کی شرح میں داستانِ فدک تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے اور اسی طرح بہت سے دیگر مورخین نے بھی لیکن وہ افراد جو اس اقتصادی قوت کو حضرت علی علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کے قبضہ میں رہنے دینا اپنی سیاسی قوت کے لیے مضر سمجھتے تھے، انہوں نے مصمّم ارادہ کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کے یاور وانصار کو ہر لحاظ سے کمزور اور گوشہ نشیں کردیں۔ حدیث مجہول (نحن معاشر الانبیاء ولا نورث) کے بہانے انہوں نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور

باوجودیکہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا قانونی طور پر اس پر متصرف تھیں اور کوئی شخص ''ذوالید'' (جس کے قبضہ میں مال ہو) سے گواہ کا مطالبہ نہیں کرتا، جناب سیدہؑ سے گواہ طلب کیے گئے۔ بی بی نے گواہ پیش کیے کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اُنہیں فدک عطا فرمایا ہے لیکن انہوں نے اِن تمام چیزوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ بعد میں آنے والے خلفاء میں سے جو کوئی اہلِ بیتؑ سے محبت کا اظہار کرتا تو وہ فدک انہیں لوٹا دیتا لیکن زیادہ دیر نہ گزرتی کہ دوسرا خلیفہ اس کو چھین لیتا اور دوبارہ اس پر قبضہ کر لیتا۔ خلفائے بنی اُمیہ اور خلفائے بنی عباس بارہا یہ اقدام کرتے رہے۔ واقعہ فدک اور اس سے تعلق رکھنے والے مختلف النوع حوادث جو صدرِ اسلام میں اور بعد کے ادوار میں پیش آئے، بہت زیادہ دردناک اور غم انگیز ہیں اور وہ تاریخِ اسلام کا ایک عبرت انگیز حصہ بھی ہیں جو محققانہ طور پر مستقل مطالعہ کا متقاضی ہے تاکہ تاریخِ اسلام کے مختلف حوادث نگاہوں کے سامنے آسکیں۔ (تفسیرِ نمونہ جلد ۲۳)

﴿۷﴾ سورۂ عادیات میں گھوڑے کا تذکرہ: (تفسیر فرات)

ابنِ عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگِ ذات سلاسل کے روز ابوبکر کو بلایا، اُنہیں جھنڈا دیا اس نے واپس کر دیا پھر عمر کو دیا، اُس نے واپس کر دیا، پھر خالد بن ولید کو دیا وہ بھی واپس آ گیا۔

امیر المومنینؑ علی بن ابی طالبؑ کو بلایا آپ کو جھنڈا عطا کیا اور سب حضرات کو حضرتِ امیر کی ماتحتی میں دے کر جنگ کے لیے روانہ کیا۔ حضرت منزلِ مقصود تک پہنچ گئے، دشمن اور اُن کے درمیان پہاڑ حائل تھا۔ حضرت نے حکم دیا کہ پہاڑ کے نشیبی حصے میں چلے جاؤ اور گھوڑوں پر سوار ہو رہو۔ خالد بن ولید نے ابوبکر اور عمر سے کہا کہ اس نوجوان نے ہمیں ایسی وادی میں لا کھڑا کیا ہے جس میں بہت سے سانپ، اُلّو اور

چیر نے پھاڑنے والے درندے موجود ہیں۔ ہمارا انتہائی بُرا حشر ہوگا، یا تو ہمیں اور ہمارے جانوروں کو درندے کھا جائیں گے یا سانپ ہمیں اور ہمارے جانوروں کو ڈسیں گے اور جب دشمن کو ہمارے نزدیک آنے کا علم ہوگا تو ہمیں قتل کردے گا

حضرت علیؑ نے فرمایا..... کیا تمہیں رسولؐ اللہ نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ فرمایا جہاں میں نے کہا ہے وہاں اُتر جاؤ۔

خالد بن ولید کے بھڑکانے پر پھر آپ کے پاس آئے آپ نے وہی جواب دیا۔

تیسری مرتبہ آئے تو آپ نے پہلا جواب دیا۔ فرمایا

''اُتر جاؤ، خدا تمہیں برکت دے گا۔ خوف کی کوئی بات نہیں ہے''۔

مقررہ جگہ پر اُتر تو گئے مگر ڈرے ہوئے تھے، حضرت علی علیہ السلام تمام رات نماز پڑھتے رہے، سحر کے وقت فرمایا سواریوں پر سوار ہو جاؤ۔ خدا تمہیں برکت دے گا، سوار ہو گئے، پہاڑ پر چڑھ گئے اور دشمن پر حملہ کرنے کے لیے نیچے اُترنے لگے اور سامنے اُن کو دیکھا__ حضرت نے حکم دیا کہ گھوڑوں کے چھلکے اتار دو تا کہ دشمن کی گھوڑیوں کی ہوا سونگھیں گھوڑے ہنہنانے لگے۔ جب دشمن کے گھوڑوں نے اُن کی آواز کو سنا تو بھاگ کھڑے ہوئے آپ نے اُن کو قتل کیا اور اُن کی اولاد کو قیدی کیا، جبرائیل حضرت محمدؐ پر نازل ہوئے اور کہا۔

وَالعَادِیٰاتِ ضبحاً

قسم ہے سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی جو فرّاٹے بھرتے جاتے ہیں۔

فَا لمُوریات قَدحاً

جو پتھر پر ٹاپ مار کر آگ نکالتے جاتے ہیں۔

فَا لمُغیْراتِ ضبحاً فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً فَوَسَطْنَ بِهٖ جمعاً

پھر صبح کے وقت چھاپہ مارتے ہیں تو اس سے گرد و غبار بلند کر دیتے ہیں۔ ابن

عباس نے کہا کہ پھر آنحضرتؐ کے پاس فتح کی خوش خبری آ گئی"۔

ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحابِ صفّہ کے درمیان قرعہ اندازی کی اُن میں سے اَسّی آدمی منتخب کیے اس کے علاوہ اور آدمی بھی منتخب کر کے بنو سلیم کی طرف بھیجے۔ انہوں نے پے در پے شکست دی۔

آنحضرتؐ نے بلال کو بلایا اور حکم دیا کہ میری بحرانی چادر اور قبائے خطیہ لے کر آؤ۔ اس نے دونوں چیزیں پیش کر دیں۔ حضرت علی علیہ السلام کو طلب کیا اور لشکر دے کر بنو سلیم کی طرف بھیجا اور فرمایا۔

"میں اس شخص کو بھیج رہا ہوں جو بار بار حملہ کرنے والا ہے اور بھاگنے والا نہیں ہے"۔

علیؑ لشکر لے کر روانہ ہو گئے۔ رسولؐ اللہ کچھ فاصلے تک ساتھ گئے، راوی نے کہا کہ میں رسولؐ اللہ کو مسجدِ احزاب کے پاس دیکھ رہا ہوں اور علیؑ اشقر گھوڑے پر سوار ہیں اور آنحضرتؐ آپ سے وصیت کر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے آپ کو رخصت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آ گئے، حضرت علیؑ لشکر کے ساتھ عراق کی طرف روانہ ہو گئے مگر سپاہیوں کا خیال تھا کہ حضرت علیؑ کہیں اور جا رہے ہیں۔ وادی میں پہنچ گئے، حضرت علیؑ رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے، آخر کار دشمن کے قریب پہنچ گئے، حضرت علیؑ نے اپنی فوج کو پہاڑ کے نشیبی علاقے میں اُترنے کو کہا اس بات پر بعض نے چہ میگوئیاں کیں، صبح کو حضرت علیؑ نے دشمن پر حملہ کر دیا، خدا نے آپ کو فتح دی۔ اللہ تعالیٰ نے نبیؐ پر وَالْعَادِيَاتِ نازل کیا:

رسولؐ اللہ فجر کی نماز کے لیے تشریف لائے فرمایا:

"خدا کی قسم سرپٹ دوڑ ہے"۔

"خدا کی قسم لشکر میں مڈبھیڑ ہو گئی ہے"۔

"رسولؐ اللہ نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی اور یہ سورہ پڑھا وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحاً دشمن کے ایک سو بیس آدمی مارے گئے اور اتنے ہی قیدی بنائے گئے ان کا رئیس حارث بن بشیر تھا۔"

سلمانِ فارسی سے روایت ہے کہ

ہم لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اتنے میں ایک اعرابی بدوی مہاجر اور انصار کی صفوں سے گزرتا ہوا رسولؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا۔

اعرابی ــــ السّلامُ علیک میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسولؐ اللہ۔

آنحضرتؐ ــــ وعلیک السّلام اے اعرابی تم کون ہو؟

اعرابی ــــ یا رسولؐ اللہ بنو لخیم سے ہوں۔

آنحضرتؐ ــــ کیا خبر ہے؟

اعرابی ــــ یا رسولؐ اللہ! میں بنو خثعم کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ وہ آپؐ کے خلاف تیاریوں میں مصروف ہیں، جھنڈے لہرا رہے ہیں اور آدمی جمع کر رہے ہیں۔ حارث بن مکیدہ خثعمی ان کا سپہ سالار ہے۔ پانچ سو خثعمی سپاہی ان کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے آپس میں قسم کھا رکھی ہے کہ وہ مدینے پر حملہ کریں گے وہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کریں گے۔

یہ سن کر رسولؐ اللہ اور تمام اصحاب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور رونے لگے۔

آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا "اعرابی کی بات سنی ہے؟ عرض کیا یا رسولؐ اللہ سُنی ہے، فرمایا تم میں سے کون اس قوم کا مقابلہ کرے گا اس سے پہلے کہ وہ تمہارے گھر برباد کریں اور تمہاری بے عزتی کریں، ممکن ہے خدا ایسے شخص کے ہاتھ پر فتح دے، میں ایسے شخص کے لئے جنت کا ضامن ہوں"۔

خدا کی قسم ہم میں سے کسی نے نہیں کہا کہ یارسولؐ اللہ میں جانے کے لیے تیار ہوں، رسولؐ اللہ کھڑے ہوگئے فرمایا، اعرابی کی بات سُنی ہے؟ کہا یارسولؐ اللہ سُنی ہے۔ فرمایا تم میں سے کون ان سے مقابلہ کرے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ ہمارے گھر اور عزت تباہ کردیں ممکن ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا کرے۔ میں خدا کی طرف ضمانت دلاتا ہوں کہ میں اس کو جنت میں محل دلاؤں گا____ رسولؐ اللہ ابھی کھڑے تھے کہ اسی دوران میں امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام تشریف لائے، رسولؐ اللہ کی طرف نگاہ کی دیکھا آنسوؤں کی نہ ٹوٹنے والی لڑی جاری ہے، علیؑ سے نہ رہا گیا اپنے آپ کو اونٹ سے گرادیا، دوڑ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اپنی چادر سے رسولؐ اللہ کے منہ سے آنسو پونچھتے تھے۔ عرض کرتے جاتے خدا کے حبیب آپ کو کس نے رُلایا، خدا آپؐ کو نہ رُلائے۔ کیا اُمت کے بارے میں آسمان سے کوئی چیز نازل ہوئی ہے، فرمایا یاعلیؑ اُمت کے حق میں خیر کی خبر آئی ہے، مگر اس اعرابی نے مجھے آگاہ کیا ہے کہ خثعم کی قوم نے لشکر جمع کر رکھا ہے اور جھنڈے لہرا رہے ہیں اور میری بات کو جھٹلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ میرے ربّ کو نہیں جانتے، حارث بن مکیدہ خثعمی پانچ سو خثعمی لشکر لے کر میری طرف بڑھ رہا ہے، لات ومنات کی قسمیں کھائی ہیں کہ وہ مدینے میں داخل ہو کر دم لیں گے، مجھے اور میرے ساتھیوں کو قتل کریں گے، میں نے اپنے اصحاب سے کہا ہے کہ تم پہلے جا کر اُن سے لڑو، کہیں یہ آکر تمہارے گھر اور عزت کو برباد نہ کردیں، میں ضمانت دیتا ہوں کہ قیامت کے روز بارہ محل جنت کے، خدا سے دلاؤں گا، علی علیہ السلام نے کہا، ____

”یارسُولؐ اللہ اُن بارہ محلات کا حدودِ اربعہ تو بتایئے؟“

رسُولؐ اللہ نے فرمایا، ان محلات کی اینٹیں، چاندی اور سونے کی ہیں جس کا گارا مشکِ اذفر اور عنبر ہے، اس میں سنگریزے موتی اور یاقوت ہیں۔ اس کی زمین زعفران

کی ہے جس کے ٹیلے کافور کے ہیں، ہر محل کے صحن میں چار نہریں ہیں، شہد، شراب طہور، دودھ اور ایک پانی کی نہر ہے جس کے چاروں طرف درخت ہیں، تمام انہار کے کناروں پر مرجان کے درخت ہیں، خدا نے ان کے اندر بغیر جوڑ کے ایک سفید موتی خلق کیا ہے جس کو کہا ہو جا، پس وہ ہو گیا، جس کا اندر باہر سے اور باہر اندر سے صاف دکھائی دیتا ہے، ہر خیمے میں ایک تخت موجود ہے جو سُرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے جس کے پائے سبز زبرجد کے ہیں، ہر تخت پر بڑی آنکھوں والی حوریں بیٹھی ہوئی ہیں، ہر حُور ستّر جوڑے سبز اور ستّر جوڑے زرد پہنے ہوئے ہے، ان کی پنڈلی کے اندر کا گُودا، ہڈی اور چمڑے سے باہر دکھائی دیتا ہے۔ ان کے جوڑے اور زیورات اس طرح چمکتے ہیں جس طرح صاف سرخی سفید شیشے کے اندر چمک رہی ہو جو موتیوں سے مرصّع ہو، ہر حُور کا ستّر لوبان دان ہوگا، ہر لوبان دان ایک غلام کے ہاتھ میں ہوگا، ہر غلام کے ہاتھ میں جلانے کا آلہ ہوگا جس سے لوبان دان کو جلایا جائے گا، جلانے والے آلے سے دھواں نکلے گا جس سے خوشبو پھیل جائے گی، آگ سے نہیں بلکہ قدرتِ خدا سے پھیلے گی، علی علیہ السلام نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ان لوگوں کی میں خبر لوں گا۔

حضورؐ نے فرمایا ___ اے علیؑ یہ سعادت آپ کو نصیب ہوگی، فوج لے کر تشریف لے جایئے۔''

آنحضرتؐ نے پانچ سو مہاجر اور انصار کی فوج تیار کی، ابنِ عباس نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ آپ ابنِ عم کو صرف پانچ صد سوار دے کر روانہ کر رہے ہیں پانچ صد عرب کی طرف جن میں حارث ابن مکیدہ بھی ہے جو اکیلا پانچ صد آدمیوں کے برابر شمار ہوتا ہے۔ فرمایا اے فرزندِ عباس قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا، اگر وہ لوگ ریگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں اور علیؑ صرف اکیلے ہوں تو خدا علیؑ کو فتح دے گا۔ علیؑ ان کو قیدی کر کے میرے پاس لائے گا۔ نبیؐ نے اُن کو لشکر تیار کر کے دیا اور

فرمایا ــــ

''میرے حبیب! جاؤ، خدا اُوپر، نیچے، دائیں اور بائیں تمہاری حفاظت کرے، خدا آپ کا نگران ہو''۔

علیؑ لشکر سمیت مدینے سے تین میل دور جا کر وادی میں جس کا نام ذی خشب تھا اُتر گئے۔ وادی میں رات کو وارد ہوئے، راستہ بھول گئے، آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے فرمایا

''اے گمراہ کو ہدایت دینے والے، اے ہر غرق ہونے والے کو نجات دینے والے، اے ہر مغموم کا غم دور کرنے والے، ظالم کو ہم پر قدرت نہ دے، ہمارے دشمن کو ہم پر فتح نہ دے ہمیں درست راستے کی ہدایت دے۔

اچانک گھوڑوں کے قدموں سے آگ کی چنگاریاں نکلنا شروع ہوئیں، درست راستہ پالیا۔ اس پر چل پڑے خدا نے اپنے نبیؐ پر یہ آیات نازل کیں۔

وَالعٰادیات ضبحاً

قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو سرپٹ دوڑے

فالموریات قدحًا

جن کے قدموں کی ٹاپوں سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔

وَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحاً

جو صبح کو غارت کر ڈالتے ہیں۔

طلوعِ فجر کے وقت علیؑ نے اُن پر حملہ کر دیا، مسلمانوں نے اذان دی، مشرکین نے سمجھا، پہاڑوں پر شاید چرواہے خدا کو یاد کر رہے ہیں۔ جب محمدؐ الرّسول اللہ کی آواز سُنی تو کہنے لگے، جادوگر اور جھوٹے آدمی کو ماننے والے معلوم ہوتے ہیں۔ علیؑ نے سورج نکلنے کے بعد حملہ کیا اور دن کے فرشتے نازل ہو چکے تھے، جب اچھی طرح دِن نکل آیا تو

علیؑ نے جھنڈے والے سے کہا، جھنڈا بلند کرو، اس نے جھنڈا بلند کیا، جھنڈا دیکھ کر مشرک پہچان گئے، مشرک ایک دوسرے کو کہنے لگے، تمہارا دشمن محمدؐ اور اُن کے اصحاب آ گئے ہیں، جن کو تم تلاش کرتے تھے۔

مشرکین میں سے ایک نوجوان جو بہادر و رعب داب والا اور پکّا کافر تھا، نکلا اور بلند آواز سے کہا ___ تم میں جادوگر اور کذاب محمدؐ کون ہے؟ آ کر میرا مقابلہ کرے۔

علی علیہ السلام مقابلے کے لیے تشریف لائے، وہ کہنے لگا، تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تو جادوگر جھوٹا محمدؐ ہے، حق لے کر حق کے پاس آیا ہے۔ تو کون ہے؟

آپ نے فرمایا ___ "میں علی بن ابی طالبؑ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی، ابنِ عم اور داماد ہوں" محمدؐ سے تمہیں یہی رتبہ ملا ہے، فرمایا ہاں کہا پھر تم اور محمدؐ ایک ہی مسلک کے پیرو ہو تمہارے ساتھ لڑنا محمدؐ کے ساتھ لڑنے کے مترادف ہے۔

دونوں میں مقابلہ ہوا۔ علیؑ کے ایک وار میں **فی النّار و السّقر** ہوا۔ علیؑ نے آواز دی کوئی ہے مقابلے کے لئے۔ حارث بن مکیدہ مقابلے میں آیا جو تنہا، پانچ صد آدمیوں کے برابر طاقت میں شمار ہوتا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں خداوندِ عالم نے یہ آیات نازل کی ہیں:

اِنَّ الاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُودٌ

انسان اپنے رب کے بارے میں بڑا کافر ناشکرا ہے۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيدٌ

وہ اس بات پر گواہ ہے، اپنے کفر پر گواہ ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ

علیؑ محمدؐ کی اتباع میں سخت ہیں"۔

حارث نے رجز پڑھا۔ لڑائی شروع ہو گئی، علیؑ کے ایک وار نے اسے جہنم واصل کیا،

علیؑ نے مقابلے کے لیے للکارا، اس کا ابنِ عم عمرو بن الفتاک رجز پڑھتا ہوا مقابلے میں آیا۔علیؑ نے رجز کا جواب دیا۔

جنگ شروع ہوگئی،علی علیہ السلام نے ایک وار میں اسے جہنم واصل کیا۔پھر علیؑ نے مقابلے کے لیے بلایا مگر کوئی مقابلے کے لیے نہ آیا۔آپ نے شدت کا حملہ کیا اور اُن کے وسط میں پہنچ گئے،اس آیت کا یہی مطلب ہے۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا

مقابلہ کرنے والوں کو حضرتؑ نے فی النّار کیا اور بقایا کو قید کیا، مال اور قیدیوں کو ساتھ لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے،آنحضرتؐ کو فتح کی اطلاع مل گئی تھی،خود اپنے اصحاب کے ساتھ مدینے سے تین میل دور علیؑ کے استقبال کے لیے تشریف لائے،آنحضرتؐ نے اپنی چادر سے علیؑ کے چہرے سے غبار صاف کیا،دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا،رونے لگے اور فرمایا۔

"خدا کا شکر ہے اے علیؑ! جس نے تیرے ذریعے میری کمر مضبوط کی اور میری پشت مضبوط کی اے علیؑ، میں نے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح سوال کیا جس طرح میرے بھائی موسیٰ بن عمران نے سوال کیا تھا کہ ہارون کو میرے کام میں شریک کر، میں نے خدا سے سوال کیا کہ وہ آپ کے ذریعے میرے بازو مضبوط کرے پھر اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا اے میرے اصحاب کے گروہ، میں علیؑ سے محبت کرتا ہوں، مجھے اس بارے میں ملامت نہ کیا کرو، میں خدا کے حکم سے علیؑ سے محبت کرتا ہوں۔ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں علیؑ سے محبت کروں اور اسے اپنے قریب کروں۔

اے علیؑ! جس نے تجھے دوست رکھا، اس نے مجھے دوست رکھا، جس نے مجھے دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھا، جس نے خدا کو دوست رکھا، خدا اس کو دوست رکھتا ہے۔خدا پر واجب ہے کہ اپنے دوستوں کو جنت میں ساکن کرے، اے علیؑ! جس

نے تم سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، جس نے مجھ سے بغض رکھا، اس نے خدا سے بغض رکھا۔ جس نے خدا سے بغض رکھا، خدا نے اس سے بغض رکھا اور اس پر لعنت کی خدا پر واجب ہے کہ قیامت کے روز اس شخص کو بغض رکھنے والے لوگوں کے ساتھ ٹھہرائے، اس کا مال، انصاف کوئی چیز اس سے مقبول نہ کرے''۔

صادق آل محمد علیہم السلام سے روایت ہے کہ آیت والعادیات ضبحاً وادی یابس کے رہنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لوگوں نے عرض کیا فرزند رسولؐ ان کا واقعہ اور قصہ کیا ہے؟

فرمایا: انہوں نے اس بات پر عہد کر لیا تھا کہ آپس میں اس قدر متحد رہیں گے کہ ان میں سے ایک آدمی بھی اختلاف نہیں کرے گا اور نہ جنگ سے بھاگے گا۔ مرتے مر جائیں گے مگر ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں گے، جب تک حضرت محمد صلعم اور علی علیہ السلام کو قتل نہ کر لیں، یہ معاہدہ کرنے والوں کی تعداد بارہ ہزار شہسواروں پر مشتمل تھی، جبرائیلؑ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات سے آگاہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے، خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

''اے گروہِ مہاجرین و انصار! مجھے جبرائیلؑ نے آگاہ کیا ہے کہ وادی یابس کے بارہ ہزار شہسواروں نے آپس میں عہد و پیمان کیا ہے کہ ان میں سے ایک فرد بھی بے وفائی نہیں کرے گا اور نہ ہی جنگ سے بھاگے گا۔ جب تک مجھے اور علیؑ کو قتل نہ کر لیں۔ میں چار ہزار کی فوج دے کر ابوبکر کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیج رہا ہوں۔ تم جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، سوموار کے روز خدا کا نام لے کر اس کی برکت کے سہارے دشمن کی طرف کوچ کر جاؤ، ابوبکر کو تمام نشیب و فراز سمجھائے، فرمایا۔ ان کے سامنے اسلام پیش کرنا، اگر قبول کر لیں تو بہتر ورنہ ان سے جنگ کرنا، لڑنے والوں کو قتل اور بقایا افراد اور بال بچوں کو قید کر لینا۔ ان کا مال لینا حلال اور ان کے گھروں کو برباد کرنا

درست ہے''۔

ابوبکر کے ساتھ مہاجر اور انصار اچھی حالت اور اچھی صورت میں روانہ ہوئے، آرام سے چلے آخر کار وادیِ یابس میں پہنچ گئے، ان لوگوں کو ان کے آنے کا علم ہوگیا۔ دوصد آدمی یابس وادی سے نکل آئے، انہوں نے پوچھا، کہاں سے آئے ہو، کیوں آئے ہو؟ اپنے سردار کو بھیجو ہم اُن سے بات کرتے ہیں، ابوبکر کچھ مسلمانوں کے ساتھ ان کے پاس گئے ابوبکر نے کہا میں رسولؐ کا صحابی ہوں، انہوں نے کہا، یہاں کیوں آئے ہو،؟ ابوبکر نے کہا ___

''مجھے رسولؐ اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے اسلام پیش کروں، اگر تم اسلام قبول کرلو تو بہتر ہے تمہارے ساتھ وہی سلوک ہوگا، جو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہوتا ہے، تمہارے مال ومتاع سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے ورنہ تمہارا اور ہمارا فیصلہ جنگ سے ہوگا''۔

انہوں نے ابوبکر سے کہا ___ لات اور عزّیٰ کی قسم اگر تمہارے اور ہمارے درمیان، رشتے داری اور قرابت قریب نہ ہوتی تو تمہارا وہ حشر کرتے کہ دنیا یاد رکھتی، اس میں بھلائی تصور کرو کہ اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر واپس چلے جاؤ، اسی میں تمہاری خیریت ہے، ہم صرف تمہارے صاحب (محمدؐ) اور اس کے بھائی علیؑ کو قتل کرنا چاہتے ہیں''۔

ابوبکر نے اپنے اصحاب سے کہا کہ یہ لوگ تعداد میں ہم سے کئی گنا زیادہ ہیں اور ہم وطن سے بھی دور ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم واپس وطن چلے چلیں اور تمام حالات سے رسولؐ اللہ کو آگاہ کریں ___ سب نے مل کر کہا اے ابوبکر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کر رہے ہو۔ خدا سے ڈرو، اُن لوگوں سے جنگ کرو، رسولؐ اللہ کے فرمان کی عدولی نہ کرو، ابوبکر نے کہا میں جو کچھ جانتا ہوں، تم اُس کو نہیں جانتے۔

موقعے پر موجود آدمی جس بات کا مشاہدہ کرتا ہے اُسے غائب آدمی نہیں دیکھ سکتا۔ابوبکر تمام لوگوں کے ساتھ واپس آ گیا۔آنحضرتؐ کو جبرائیلؑ نے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔

رسولِ اللہؐ نے ابوبکر سے فرمایا

''تم نے مخالفت کی، میرے حکم کی تعمیل نہیں کی، تم میرے نافرمان ہو'' رسولؐ اللہ کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

''اے گروہِ مسلمین! میں نے ابوبکر کو وادیِ یابس کی طرف روانہ کیا تھا اور اس کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو بہتر ورنہ ان سے جنگ کرنا، مگر ابوبکر نے ایسا نہیں کیا، ان کے دوصد سلاح پوش آدمیوں کو دیکھ کر ڈر گئے اور میرے قول پر عمل نہیں کیا، میرا حکم بجا نہیں لایا۔اب جبرائیل نے مجھے کہا ہے کہ خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ ابوبکر کی بجائے عمر کو چار ہزار آدمی دے کر بھیجو، عمر چار ہزار انصار و مہاجر لے کر گئے، وہی جن کو ابوبکر لے کر گئے تھے، آخر کار عمر ان کے قریب پہنچ گئے، فریقین نے ایک دوسرے کو ملاحظہ کیا۔وادی کے دوصد آدمی عمر کے پاس آئے اور وہی بات کی جو ابوبکر سے کی تھی۔ جب ان لوگوں کی طاقت اور اتفاق کو دیکھا حضرت عمر کے ہوش اُڑ گئے، قریب تھا کہ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے۔مع چار ہزار آدمیوں کے واپس تشریف لائے۔ جبرائیل نے رسولؐ اللہ کو آگاہ کیا اور عمر کی تمام کارروائی سے آگاہ کیا، رسول اللہ منبر پر تشریف لے گئے خدا کی حمد و ثنا کے بعد اصحاب کو عمر اور آپ کے اصحاب کی تمام کارروائی سے باخبر کیا، عمر کھڑے ہو کر اپنے صاحب (ابوبکر) کو حالات بتانے لگے، رسولؐ اللہ نے عمر سے فرمایا۔

''تم نے عرش کے تلے میری اور خدا کی نافرمانی کی، تم اپنی رائے کو وزن دینے لگے ہو، خدا تمہاری رائے کو تباہ کرے، مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں علیؑ کو اُن لوگوں کے پاس بھیجوں، آپ نے حضرت کو وہی وصیت کی جو ابوبکر، عمر اور ان کے ساتھیوں کو

کی تھی، رسولؐ اللہ نے علیؑ سے فرمایا خدا عنقریب تمہیں اور تمہارے اصحاب کو فتح دے گا"۔

حضرت علیؑ مہاجرین و انصار کی جماعت لے کر روانہ ہوگئے، آپ کا چلنا، ان دونوں حضرات کے چلنے سے مختلف تھا۔ آپ نے چلنے میں ذرا سختی برتی، لوگوں کو ڈر لاحق ہوا کہ تکان سے تھک کر نہ رہ جائیں اور ان کے گھوڑے چلنے سے معذور نہ ہو جائیں، فرمایا۔

"ہرگز نہ ڈر، مجھے رسولؐ اللہ نے جو حکم دیا ہے میں اُس کو بجالاؤں گا، مجھے آپ نے بتایا تھا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں فتح کی دولت سے مالا مال کرے گا۔ تمہیں بشارت ہو کہ تم خیر اور بھلائی لے کر واپس لوٹو گے"۔

یہ سن کر مہاجرین اور انصار کی روح اور دل خوش اور مفرّح ہوگئے، تمام شکوک اور شبہات دل سے نکل گئے، تمام لوگ چلتے رہے لیکن تھکن سے بُرا حال تھا آخر کار رات کو ان کے قریب پہنچ گئے، فریقین ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، حضرت نے اپنے اصحاب کو اُترنے کا حکم دیا، وادیِ یابس کے ساکنین کو علی ابنِ ابی طالبؑ کی آمد کا علم ہوگیا دوصد اسلح پوش آدمی حضرت کی خدمت میں آئے، حضرت نے جب اُن کو دیکھا تو اپنے اصحاب میں سے چند آدمی ان کے پاس گئے، انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کہاں کا ارادہ ہے؟

"امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا کہ میں، ابنِ عم رسولؐ اور آپ کا بھائی ہوں۔ قاصد بن کر آیا ہوں، تم کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کلمۂ شہادت پڑھنے کی دعوت دینے آیا ہوں۔ اگر اس بات کو قبول کرلو تو دکھ اور سکھ میں تم مسلمانوں کے زمرے میں شامل ہوگئے، انہوں نے کہا:۔

ہمیں زیر کرنا چاہتے ہو، ہمیں دھونس دیتے ہو، ہم نے تمہاری بات کو سُن لیا، ہم تمہاری کوئی بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں، تم خود اور تمہارے ساتھی ہلاک ہوں،

ہتھیار کس لے اور جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، ہم تمہارے اصحاب اور تم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں، ہماری اور تمہاری قسمت کا فیصلہ کل میدانِ جنگ میں ہوگا، حضرت علیؑ نے اُن سے فرمایا۔

''تمہارے لیے ہلاکت ہو، اپنی کثرت اور اتحاد کی بدولت مجھے دھمکی دیتے ہو۔ میں تمہارے خلاف خدا، فرشتوں اور مسلمانوں کی امداد طلب کرتا ہوں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ سُن کر وہ لوگ اپنے مرکز میں اور حضرت علیؑ اپنے مرکز اور اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے، جب رات ہوئی تو حضرت نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اپنے گھوڑوں سے مٹی جھاڑلو اور گھاس کھلا کر ان کو باندھ لو اور زینیں کس لو، صبح نمودار ہوئی، لوگوں کو با جماعت صبحِ صادق کی سیاہی میں نماز پڑھائی، اپنے اصحاب کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ گھوڑوں نے اُن کو کچل کے رکھ دیا، حضرت کا آخری صحابی ابھی نہیں پہنچا تھا کہ آپ نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا، ان کے بال بچوں کو قید کر لیا، ان کا مال و اسباب لوٹ لیا اور ان کے گھروں کو تباہ کر دیا، قیدی اور مال لے کر روانہ ہوئے۔

جبرائیلؑ نے حاضر ہو کر امیر المومنینؑ اور آپ کے اصحاب کی فتح مندی سے رسولؐ اللہ کو مطلع کیا، آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے، خدا کی حمد و ثنا کے بعد مسلمانوں کی فتح سے لوگوں کو آگاہ کیا، فرمایا کہ مسلمان فوج کا صرف ایک سپاہی کام آیا ہے، رسولؐ اللہ اور مدینے کے تمام مسلمانوں نے مدینے سے تین میل دور جا کر حضرت علیؑ کا استقبال کیا۔ علیؑ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھا تو گھوڑے سے اُتر پڑے، رسولؐ اللہ بھی اُتر پڑے، علیؑ کو گلے لگالیا، آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رسولؐ اللہ نے بوسہ دیا۔ جہاں رسولؐ اللہ اترے وہاں مسلمان بھی علیؑ کے استقبال کے لیے اُتر آئے، حضرت علیؑ قیدی اور مالِ غنیمت لے کر واپس تشریف لائے جو اللہ تعالیٰ

نے آپ کو وادیِ یابس کے لوگوں سے عطا کیا تھا۔

صادقِ آلِ محمدؑ فرماتے ہیں کہ اس قدر مالِ غنیمت خیبر کی جنگ کے سوا اور کہیں نہیں ملا تھا، خدا نے اس دن یہ آیت نازل فرمائی۔

وَالْعَادِيَاتِ ضَبحاً فالموريٰاتِ

عادیات، گھوڑے جو آدمیوں کو لے کر سرپٹ دوڑے، **فالموريات قدماً** جن کے قدموں کی ٹاپوں سے پتھر سے آگ نکلتی تھی۔ **فالمغيرات صبحاً**، ان پر صبح کو حملہ ہوا۔ **فاثرن به نقعاً** وادی میں غبار اُڑاتے تھے۔ **فوسطن به جمعاً** پھر دشمنوں کے دل میں گھس جاتے تھے **اِنَّ لْانسانِ لِرَبِهِ لكنُودٌ** انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

وانه عَلىٰ ذلك لشهيد

وہ خود اس بات پر گواہ ہے۔

وانه لحُبّ الخير لشديدٌ

وہ نیکی کو سخت چاہنے والا ہے ___ یعنی علیؑ

''تفسیرِ فرات'' (علّامہ فرات بن ابراہیم کوفی)

سورۂ عادیات میں گھوڑوں کی قسم کھانے کا راز:

علّامہ سیّد محمد رضی مجتہد لکھتے ہیں:۔

" **وَالْعٰدِيٰتِ ضَبحاً** " غازیوں کے سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جن کے نتھنوں سے دوڑنے کے وقت آواز پیدا ہوتی ہے۔ اُن گھوڑوں کی قسم جو پتھر پر ٹاپیں مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں۔ اُن کی قسم جو صبح کے وقت دشمن کے پڑاو پر غارت ڈالتے ہیں۔ وہ گھوڑے جو دوڑنے سے غبار اُڑاتے ہیں اور جو دشمن کی فوج کے دل میں گُھس جاتے ہیں۔

یہ ذکر جنگِ "ذاتُ السَّلَاسِل" کا ہے جسے ہم ''منتہی الآمال ج اوّل ص ۶۰'' سے نقل کررہے ہیں ___ ۸ ہجری میں مشرکین کے بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ سوار مدینے سے پانچ منزل پر وادیٔ یابس میں جمع ہوئے تھے اور سب نے آپس میں عہد کیا تھا کہ رسولِؐ اسلام اور حضرت علیؑ کو کسی نہ کسی صورت سے قتل کریں گے۔ جبرئیلِ امین نے یہ خبر سرورِؐ کائنات کو پہنچائی۔ آپ نے ان کے مقابلے کے لیے اپنے کچھ آدمیوں کو روانہ کیا مگر کوئی بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور سب واپس چلے آئے۔ آخر میں حضرت علیؑ کو یہ خدمت سونپی گئی۔ آپ حضرت رسالت مآبؐ کے حکم پر تیزی سے روانہ ہوگئے۔ جب ان کے علاقے میں پہنچے تو انہوں نے دوسو ۲۰۰ مسلّح سواروں کو آپ کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں علی بن ابی طالب برادرِ رسولؐ اللہ ہوں۔ یہ سن کر اُن لوگوں نے کہا کہ ہم تو تمہارا ہی انتظار کررہے تھے۔ اب لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ شب کو دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ میں انتظار کرتے رہے۔ صبح ہوتے ہی نماز کے بعد حضرت امیرالمومنینؑ نے حملہ کردیا جبکہ ابھی تک آپ کے لشکر کا پچھلا حصہ آنے بھی نہ پایا تھا کیونکہ آپ بہت تیز رفتاری کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ اس کے باوجود آپ کے اس حملے ہی کے نتیجے میں دشمن کو بھرپور شکست ہوگئی اور بہت سا مالِ غنیمت مِلا اور کثرت کے ساتھ قیدی ہاتھ آئے۔ روانگی کے وقت حضورِؐ انور نے حضرت علیؑ کو مسجدِ اُحزاب تک پہنچایا تھا اور جب فتح کے بعد واپسی ہوئی جب بھی حضورؐ نے دور جا کر استقبال کیا۔ جیسے ہی امیرالمومنینؑ کی نگاہ حضورِؐ انور پر پڑی فوراً گھوڑے سے نیچے اُترے اور خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوگئے۔ یہ دیکھ کر رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ اے علیؑ تم سوار کیوں نہیں ہوئے۔ خدا اور رسولِؐ خدا تم سے راضی ہیں۔

اسی موقعے پر رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا: **يَا عَلِيُّ اِنَّنِيْ اَشْفَقُ اَنْ تَقُوْلَ فِيْكَ طَوَائِفِ مِنْ اُمَّتِيْ مَاقَالَتِ النَّصَارىٰ فِي الْمَسِيْحِ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ لَقُلْتَ**

فِیْكَ الْیَوْمَ مَقَالًا لَا تَمُرُّ بِمَلَاءٍ مِنَ النَّاسِ اِلَّا اَخَذُو التُّرَابِ مِنْ تَحْتِ قَدَمِیْكَ۔ (بحارالانوار مجلسی جلد ۶ ص ۵۹۱)

یعنی اگر مجھ کو اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ میری اُمّت کے کچھ گروہ تمہارے حق میں بھی وہی کچھ کہنے لگیں گے جو مسیح عیسیٰ بن مریم کے حق میں نصاریٰ کہا کرتے ہیں تو یقیناً آج میں تمہاری مدح میں بھی کچھ کہتا جس کے بعد تم جس گروہ کی طرف سے بھی گزرتے تو وہ تمہارے قدموں کے نیچے سے تبرّک سمجھ کر خاک اُٹھاتا۔

وادیِ یابس فتح کرنے کے لیے اس سے قبل کئی بار اسلامی لشکر گیا تھا اور ظاہر ہے کہ آخری بار حضرت امیرالمومنینؑ کے ساتھ بھی وہی فوج اور وہی گھوڑے تھے مگر اِن گھوڑوں کی اللہ نے کسی دفعہ بھی قسم نہ کھائی مگر جب علی علیہ السلام گئے تو وحی کے انداز ہی بدلے ہوئے تھے۔ بات بات پر قسم، قدم قدم پر قسم۔ گھوڑوں نے اپنی ٹاپوں سے غبار اُڑایا تو قسم، اُن کے منہ سے آواز بلند ہوئی تو قسم، حملہ کیا تو قسم، شام ہوئی تو قسم، صبح ہوئی تو قسم کھائی، ٹھہرے تو قسم، دوڑے تو قسم، پتھروں پر پڑیں اور چنگاریاں اُڑیں تو قسم کھائی۔ گھوڑے اب بھی وہی تھے جو پہلے گئے تھے۔ پہلے بھی غبار اُڑایا، چنگاریاں اُڑتی رہیں۔ صبح و شام بھی، سب کچھ تھا مگر خدا گواہ ہے کہ اُن کی ایک ادا بھی قسم کھانے کے قابل نہ سمجھی گئی اور کسی ایک چیز کا ذکر بھی زبانِ قرآن پر نہ آیا مگر جب راکبِ دوشِ رسولؐ گیا تو اُدھر مدح کے لیے وحی اُتری اور ادھر ساتھ ہی کافروں کے چہرے اُترے۔ میدان میں خدا کا شیر نکلا تو رن کا نقشہ ہی بدل گیا تو معلوم ہوا کہ یہ قسم دوسرے گھوڑوں کی نہ تھی بلکہ یہ اُس کی تھی جواب میدان میں آیا ہے۔ اُس کی قسم تھی جو اسداللہ الغالب کو اپنی پشت پر لیے ہوئے تھا جس کی چال ہی نرالی تھی، جس کا انداز ہی انوکھا تھا۔ کبھی اللہ نے ''وَالنَّجْم'' کہہ کے کسی کے گھر کی طرف جھکتے ہوئے ستارے کی قسم کھائی تھی، کبھی "لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ" کہہ کے اپنے محبوب کے شہر کی قسم کھائی تھی،

کبھی ''والِدٍ'' کی قسم کبھی ''وَلَد'' کی قسم پھر یہ مقام کتنا بلند ہے۔

جہاں محبوب کی قسم نہیں کھاتا۔ حبیب کا ذکر نہیں چھیڑتا بلکہ اُس محبوب کی سواری کے گھوڑے کی قسمیں کھائی جارہی ہیں اور اُس کی ہر ہرادا کی قسم تاکہ دنیا سمجھ جائے کہ جب سواری قسم کھانے کے قابل ہے تو خودسوار کیسا ہوگا۔ جب راہوار قسم کھانے کے قابل ہے تو خود شہسوار کس شان کا ہوگا۔ فقط ایک ہی آیت نہیں بلکہ پورا ''سورۃ العادیات'' گھوڑوں کی مدح میں آگیا اور صرف مدح وثنا ہی نہیں بلکہ اس کی بلند ترین منزل۔ کیونکہ قسم صرف اس چیز کی کھائی جاتی ہے جو قسم کھانے والے کی نظر میں عزیز ترین ہو اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھوڑا نگاہِ قدرت میں کچھ اتنا ہی عزیز اور محبوب تھا کہ مدح سے آگے بڑھ کے زبانِ وحی پر قسم کے جملے آگئے تو اب مجھے نہیں معلوم کہ جب گھوڑے کے سُم قسم کھانے کے قابل اور لائق ہو گئے تو ''یدُ اللہ'' کی منزل کیا ہوگی، جب گھوڑے کی آواز قسم کے لائق ہوگئی تو ''لِسانُ اللہ'' کا مقام کیا ہوگا۔

گھوڑا تو ایک ہی تھا قسم کھانے کے لائق مگر جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا تاکہ گھوڑے کی منزلت اور بڑھ جائے۔ کبھی جب کسی چیز کا مرتبہ بڑھانا مقصود ہوتا ہے تو واحد کے بجائے جمع بنا کر پیش کرتے ہیں۔

''اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتاً لِلّٰهِ حَنِيْفاً ط وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

(النّحل آیت ۱۲۰)

یعنی ابراہیم فقط ایک شخص نہ تھے بلکہ وہ تو ایک فرماں بردار اُمّت تھے وہ باطل سے کترا کے چلنے والے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے'' اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ کبھی باعتبارِ عظمت و بزرگی ایک پر بھی جماعت کا اطلاق ہوتا ہے۔ ''مجلسِ اقوام'' میں ایک ملک کا ایک ہی نمائندہ ہوتا ہے مگر کہا یہی جاتا ہے کہ فلاں ملک نے شرکت کی حالانکہ شرکت

صرف ایک ہی فرد نے کی۔ بات یہ ہے کہ جب کبھی صرف ایک ہی فرد میں کسی جماعت کے مقصد کی نمائندگی منحصر ہوتی ہے تو پھر اس فرد کی حیثیت ایک گروہ اور ایک پوری جماعت کی ہو جاتی ہے۔ اس بِنا پر جب پوری قوم کی زندگی کا دارومدار ایک ہی فرد پر ہو اور پورے گروہ کی حیات ایک ہی ذات پر موقوف ہو تو پھر وہ ایک فرد نہیں بلکہ جماعت ہوتی ہے، وہ ایک شخص نہیں پوری قوم ہے، وہ قلیل نہیں کثیر ہے اور کبھی کلام میں حسن پیدا کرنے کے لیے بھی واحد کو جمع کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اگر نام لے لیا جائے تو پھر بات ہی کیا رہے۔ تو سہی کہ صفتیں خود آواز دیں کہ موصوف کون ہے اور الفاظ خود بول اُٹھیں کہ مُراد کون ہے۔ کوئی چھپاتا جائے اور لفظیں چہرۂ ممدوح سے نقاب اُلٹتی رہیں۔ پھر جب ممدوح معیّن ومقرر ہو تو وضاحت کی ضرورت ہی کیا ہے اسی بِنا پر اشارے کئے گئے۔ کبھی گھوڑے کی تعریف کی، کبھی اس کے اعضا و جوارح کی مدح کی، کبھی ستارے کی تعریف، کبھی انگوٹھی کا تذکرہ، کبھی روٹیوں کا ذکر، کبھی انسان کہہ کر پکارا، کبھی ولی کہہ کے اشارہ کیا، کبھی شاہد کہا، کبھی امام کہا، کبھی کتاب کہہ دیا۔ الفاظ بدل بدل کے مدح کی، عبارت الگ الگ کر کے اشارے کئے مگر جو جاننے والے تھے وہ پہلے ہی سمجھ گئے کہ یہ اشارے کس کی طرف ہیں۔ کبھی یوں بھی ارشاد ہوا: **اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ٥** (سورۃ المائدۃ آیت ۵۵)

تمہارا حاکم اللہ ہے اور اُس کا رسولؐ ہے اور وہ لوگ ہیں جو سچے دل سے ایمان لائے جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ رکوع میں زکوٰۃ (انگوٹھی) دینے والے صرف علیؑ تھے مگر نام نہیں لیا گیا اور مقامِ مدح میں جمع کا صیغہ لایا گیا۔ بس اسی طرح سورۂ "**اَلْعَادِيَاتْ**" میں بھی قابلِ قسم گھوڑا ایک ہی تھا مگر صیغۂ جمع لایا گیا۔

بہت ممکن ہے کہ یہ وہی گھوڑا ہو جو کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ تھا۔

اب ہم سورۂ "اَلْعَادِیَات" کو تفصیلاً لکھتے ہیں پھر جنگِ "ذاتُ السَّلاسِل" کو جس طرح مختلف سیرت نگاروں نے لکھا ہے نقل کریں گے تا کہ اس جنگ کی تفصیلات ناظرینِ کتاب کے سامنے رہ سکیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحاً ٥ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحاً ٥ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحاً٥ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً ٥ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعاً ٥ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ٥ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ٥ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ٥ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ٥ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ٥ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ" ٥ (سورۂ العادیات، پارہ عم رکوع ۳۵)

(ترجمہ) (غازیوں کے) سَر پٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو نتھنوں سے فرّاٹے بھرتے ہیں پھر پتھروں پر ٹاپیں مار کر چنگاریاں اُڑاتے ہیں۔ پھر صبح سویرے چھاپا مارتے ہیں تو دوڑ دھوپ سے غبار بلند کرتے ہیں۔ پھر اُس وقت دشمنوں کے دل میں گھس جاتے ہیں۔ (غرض قسم ہے) کہ بے شک انسان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے اور وہ یقیناً خود بھی اس سے واقف ہے اور بے شک وہ مال کا بہت لالچی ہے تو کیا وہ اس بات کو نہیں جانتا کہ جب مُردے قبروں سے نکالے جائیں گے اور دِلوں کے بھید ظاہر کر دیئے جائیں گے تو بیشک اُس دن اُن کا پروردگار اُن سے خوب واقف ہوگا۔

(بحار الانوار مجلسیؒ جلد ۶ ص ۵۸۸ از تفسیر مجمع البیان للطبرسیؒ)

"وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحاً (تا) فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعاً" علّامہ طبرسیؒ لکھتے ہیں۔

بنو کنانہ کے ایک ذیلی قبیلے کی طرف رسولؐ اللہ نے ایک چھوٹا لشکر روانہ کیا (یعنی

سَریہّ) اس لشکر پر مُنذر بن عمر وانصاری کو سردار مقرر کیا۔ ان لوگوں کے پلٹنے میں دیر جو ہوئی تو منافقوں نے خبر اُڑا دی کہ یہ سب قتل کر دیئے گئے۔ اس سلسلے میں یہ سورہ نازل ہوا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ سب زندہ ہیں۔

تفسیر آلِ محمدؐ علیہم السّلام کے مطابق یہ سورہ اُس وقت نازل ہوا جب رسولؐ اللہ نے جنگ ''ذاتُ السّلاسل'' کی طرف حضرت امیرالمومنینؑ کو روانہ کیا تھا (یہ قول حضرت امام جعفرِ صادقؑ کا ہے) اور آپ کی روانگی اس وقت عمل میں آئی جب دوسرے لوگ متعدد بار بھیجے گئے تھے اور وہ سب بے نیلِ مرام واپس آتے رہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اس سَرِیہّ کو "ذاتُ السَّلاسِل" اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں فتح کے بعد کثرت کے ساتھ دشمن کی فوج کے لوگ گرفتار ہوئے تھے۔

جب یہ سُورہ نازل ہوا تو حضرت علیؑ مع لشکر میدانِ جنگ کی طرف تھے اور خود رسُولؐ اللہ مدینے میں تشریف فرما تھے۔ اس کے نزول کے بعد آپ نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں اسی سورے کی تلاوت فرمائی۔ نماز سے فراغت کے بعد لوگوں نے عرض کی کہ یہ سورہ تو آج تک ہم نے نہیں سنا تھا تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں یہ اب نازل ہوا ہے اور علیؑ کو دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو چکا جس کی طرف اس میں اشارہ موجود ہے اور جبرئیلؑ نے مجھے اس کی خبر پہنچائی ہے۔ پھر کچھ روز کے بعد حضرت علیؑ مالِ غنیمت اور قیدیوں کے ساتھ مدینے میں واپس آگئے "اَلْعَادِیَاتِ ضَبْحاً" سے میدانِ کارزار کے گھوڑے مراد ہیں اور حضرت ابنِ عباس اور اکثر مفسّرین کے بقول یہ وہ فوجی گھوڑے تھے جن کے دوڑنے میں اُن کے پیٹ سے گونج کی سی آواز سنائی دیتی تھی اور بعض نے ان سے وہ فوجی اونٹ مراد لیے ہیں جو دوڑنے میں اپنی گردنیں لمبی کر دیتے ہیں۔

" فَالْمُوْرِیَاتِ قَدْحاً" گھوڑوں کی تعریف ہے کہ وہ اپنے سُموں کی مار سے

پتھروں سے چنگاریاں اُڑاتے ہیں۔ "فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحاً" وہ گھوڑے رات بھر کے سفر کے بعد صبح تڑکے دشمن کے پڑاو پر چھاپا مارتے ہیں۔ "فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً" ان کی دوڑ سے غبار کے بادل پھیلتے ہیں پوری وادی میں۔ "فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعاً" وہ گھوڑے دشمن کی صفوں میں گھس جاتے ہیں۔ حضرت امام جعفرِ صادقؑ نے فرمایا ہے کہ حضرت رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ کے ساتھ صرف تیس ۳۰ سوار روانہ کیے تھے۔

پھر تفسیرِ قُمی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ___ امام جعفرِ صادقؑ نے فرمایا: یہ سورہ وادیِ یابس والوں کے سلسلے میں نازل ہوا تھا۔ پھر آپ نے اُن کا واقعہ بیان کیا۔ بارہ ہزار عرب سوار وادیِ مذکور میں اکھٹے ہوئے اور آپس میں انتہائی مستحکم عہد کیا ___ کہ محمدؐ بن عبداللہ اور اُن کے چچا زاد بھائی علیؑ بن ابی طالبؑ کو قتل کر دیں گے۔ اس کی خبر حضرت جبرئیلؑ نے حضرتِ سرورِ کائناتؐ کو پہنچا دی تو آپ نے چار ہزار سواروں پر مشتمل ایک بہادر اور جرّار لشکر اُن کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ غرض جب یہ لوگ وہاں پہنچے اور دشمنوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُن کے دو سو ۲۰۰ سوار اِن کے پاس آئے جو پوری طرح مسلّح تھے۔ انہوں نے نام پوچھا اور ان کا مقصد دریافت کیا اور کہا کہ اپنے سردار کو بلاؤ تا کہ ہم اس سے گفتگو کریں۔ چنانچہ ان لوگوں نے پوری تفصیل بتائی کہ ہم وادیِ یابس والوں سے جنگ کرنے آئے ہیں۔ پھر سردارانِ لشکرِ اسلام نکلے اور اُن سے گفتگو ہونے لگی۔ بڑی بات چیت ہوئی پھر ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ لوگوں کے رشتے دار ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اسی وقت ہم آپ سب کو قتل کر دیتے۔ اب بہتر یہ ہے کہ آپ واپس چلے جائیں کیونکہ ہم تو صرف محمدؐ اور علیؑ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ سے ہمارا کوئی سروکار نہیں ہے یہ سن کر یہ سب لوگ فوراً وہاں سے واپس مدینے کی طرف بغیر جنگ کیے روانہ ہو گئے۔ حضورِ اکرمؐ نے اس تمام واقعے سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے دوسری بار ایک اور مسلّح فوج روانہ کی۔ اس کی بھی

تعداد چار ہزار تھی۔ ان کا حال بھی وہی ہوا جو پہلے ہوا تھا اور یہ سب صورتِ حال رسولؐ اللہ نے اپنے خطبے میں ظاہر کر دی اور مسلمانوں کو اس سے آگاہ کر دیا۔ تیسری بار آپ نے حضرت امیر المومنینؑ کی سرکردگی میں فوج روانہ کی۔ آپ کے ساتھ بھی چار ہزار سپاہی تھے۔ اس فوج میں بڑی تعداد کے ساتھ مہاجرین وانصار دونوں شامل تھے۔ حضرتِ امیرؑ بڑی تیز رفتاری سے فوج لے گئے۔ تیز چلنے سے سپاہی بے حد تھک گئے تھے اور قریب تھا کہ جانور بھی ہلاک ہو جائیں مگر آپ نے تسکین دی کہ فتح ہماری ہی ہوگی۔ پھر وادیِ یابس والوں کے نزدیک جا کر لشکر کا پڑاؤ ڈالا اور دم لیا۔ جب ان لوگوں کو علم ہوا کہ علیؑ بن ابی طالبؑ خود آ گئے ہیں تو مثلِ سابق دو سو۲۰۰ سوار اسلامی فوج کے سامنے آئے۔ نام اور مقصد پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نام ہے۔ محمدؐ رسولؐ اللہ کا بھائی ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ تمہارے سامنے اسلام کو پیش کروں اگر خوشی سے قبول کر لو تو اُس سے بہتر کیا ہے ورنہ پھر جنگ ہے اور تلوار کی باڑھ اور تمہاری گردنیں۔ انہوں نے سن کر جواب دیا کہ ہم تو تمہارے منتظر ہی تھے تو اب بہتر یہ ہے کہ کل دونوں لشکر اپنی تلواریں آزمائیں گے۔ یہ دھمکی دے کر وہ لوگ اپنے پڑاؤ کی طرف چلے گئے۔ شب کو امیر المومنینؑ نے جنگ کی زبردست تیاری کی اور صبح کی نماز کے بعد فضا میں تلواروں کی بجلیاں کوندنے لگیں اور ذرا سی دیر میں آپ نے وادیِ یابس کو دشمن کے خون سے رنگین کر دیا اور پھر کثیر مالِ غنیمت لے کر مع قیدیوں کے مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔ جبرئیلؑ امین نے رسولؐ اللہ کو پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ علیؑ کے ہاتھوں جنگ فتح ہو گئی اور عنقریب وہ شہر کی طرف آ رہے ہیں۔ آپ یہ سنتے ہی منبر پر تشریف لے گئے اور تمام مسلمانوں کو اس فتح سے آگاہ فرمایا۔ پھر آپ مدینہ سے باہر استقبال کی غرض سے تشریف لائے اور تقریباً تین میل کے فاصلہ پر اپنے داماد اور چچا زاد بھائی کا استقبال فرمایا حضرت علیؑ نے دور سے حضرت رسولؐ اللہ کو دیکھا تو سواری

سے اُتر پڑے۔ حضورؐ نے بھائی کو گلے سے لگالیا اور پیشانی کا بوسہ لیا۔ امام جعفرؑ صادق فرماتے ہیں اس چھوٹی سی لڑائی میں تقریباً اسی قدر مالِ غنیمت حاصل ہوا تھا جتنا غزوۂ خیبر میں مِلا تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ ''وادیٔ یابس'' کے راستہ میں عمرو بن العاص نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ علیؑ ابھی کم سن اور ناتجربہ کار ہیں یہ ہم سب کو غیر معروف راستہ سے لیے جا رہے ہیں مجھے اندیشہ اور خوف محسوس ہو رہا ہے کہ ہم سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اُنہیں راستہ معلوم نہیں ہے جس طرف یہ فوج کو لیے جا رہے ہیں اُدھر زبردست جنگلی درندے اور سانپ کثرت سے پائے جاتے ہیں جو ہم سب کو ختم کر دیں گے۔ لوگ یہ باتیں سن کر بہت ڈر گئے مگر جب امیر المومنینؑ نے سختی سے سمجھایا تو سب کے سب چپ ہو رہے۔

حضرت امیر المومنینؑ اسلامی سپاہ کے ساتھ رات کی تاریکی میں پہاڑی راستوں میں چلتے رہتے تھے اور دن کے وقت کھلے میدان میں چھپ جاتے تھے۔ جنگلی درندوں کی یہ حالت تھی کہ شیر خدا کے سامنے سے منہ چھپاتے پھرتے تھے یہ جگہ مدینے سے پانچ مرحلے پر تھی۔

ارشادِ شیخ مفیدؒ میں ہے کہ ''وادیِ یابس'' کے کافروں کے اجتماع کی خبر ایک بَدَوِی عرب نے دی تھی۔ وہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں آ کر دو زانو جھک گیا اور عرض کرنے لگا کہ میں آپ کو ایک خفیہ اطلاع دیتا ہوں کہ عربوں کی ایک جنگجو قوم ''وادی الرّمل'' اس کو ''وادیِ یابس'' بھی کہتے ہیں میں جمع ہوئی ہے اور اُس نے طے کر لیا ہے کہ مدینے پر شبِ خون ماریں گے اور ساتھ ہی اس معاہدے کی تمام تفصیلات سے آگاہ کیا۔ حضورؐ نے حکم دیا۔ ''اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃ'' کی آواز بلند کی جائے۔ لوگ یہ آواز سنتے ہی دوڑ کر آنے لگے۔ پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اس خبر سے سب کو آگاہ کیا یہ سن کر اہلِ صُفّہ میں سے کچھ لوگ تیار ہو گئے کہ ہم اُن کے مقابلے کے لیے جاتے ہیں۔

قرعہ ڈالا گیا تو اَسّی آدمیوں کے نام نکلے جن میں اہلِ صُفّہ اور دوسرے افراد شامل تھے۔ سرورِ کائناتؐ نے ایک مختصر مگر جرّار لشکر ترتیب دیا اور اُسے سفری اجازت عطا کی اور تمام ضروری ہدایات فرمادیں۔ راستہ انتہائی دشوار گزار تھا۔ پتھر کی چٹانیں اور خاردار جنگلی درختوں کے جُھنڈ قدم قدم پر سَدِّ راہ تھے۔ ''وادیِ الرّمل'' کے سرکش عربوں کا مسکن وادی کے نشیبی حصے میں تھا جہاں اُتر کر جانا بہت دشوار تھا۔ جب لشکرِ اسلام کے جانباز اور بہادر سپاہی وادی کے ڈھلوان حصے کی طرف اُترنے لگے تو وہاں سے دشمن کے مسلّح سپاہی فوراً نکل آئے اور مسلمانوں پر زبردست حملہ کر دیا۔ اس حملے میں بہت سے مسلمان ہلاک ہوگئے اور بالآخر یہ پوری جماعت پسپا ہو کر مدینے کی طرف پلٹ آئی اور اپنے کُشتوں کو وہیں چھوڑ دیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے دوسری فوج کو روانہ کیا۔ ''وادیِ یابس'' کے لوگ پہاڑوں اور درختوں کی آڑ میں روپوش ہوگئے۔ پھر جیسے ہی اسلامی فوج کا دستہ وادی کے نشیبی حصے کی طرف اُترنے کا ارادہ کرنے لگا وہ سب کے سب اُن پر ٹوٹ پڑے۔ کچھ مسلمان مارے گئے اور بقیہ مدینے کی طرف پلٹ گئے۔ ان دو شکستوں کے بعد پھر عمرو بن العاص نے خواہش کی کہ مجھے سردار بنایا جائے، میں جنگ کی ترکیبوں سے خوب واقف ہوں۔ مگر یہ بھی ''وادیِ یابس'' کے لوگوں کو شکست دینے میں ناکام رہا۔ آخر حضورِ انور نے حضرت علیؑ کو بلایا اور لشکر کی سرداری عطا فرمائی۔ اب حضورؐ خود بھی بہ نفسِ نفیس اس فوج کے ساتھ ''مسجد الاحزاب'' تک تشریف لے گئے۔ حضرت امیرالمومنینؑ کے دستِ مبارک میں یَمامَہ کا نیزۂ خطّی تھا اور سیاہی مائل سُرخ گھوڑے پر سوار تھے۔ رات کے وقت ناہموار راستوں پر چلتے رہتے تھے اور دن کو چھپے رہتے تھے۔ پھر جب اس قوم کے نزدیک پہنچے تو عمرو بن العاص کو یقین ہوگیا کہ علیؑ ضرور اس جگہ کو فتح کر لیں گے اور ہم سب کو شرمندگی اُٹھانا پڑے گی اس لیے اُس نے کوشش کی کہ کسی طرح علیؑ کو بھی ناکامی ہو جائے۔ یہ سوچ کر اُس نے اپنے

ساتھیوں سے کہا کہ اس راستے میں بے حد سانپ اور درندے ہیں جو اہلِ ''وادی الرّمل''، یعنی بنی سلیم سے زیادہ خطرناک ہیں اس لیے علیؑ کو سب مل کر سمجھائیں کہ وہ اس راستے پر نہ چلیں۔ چنانچہ سب لوگوں نے دھوکے میں آ کر امیر المومنینؑ کو سمجھانے کی کوشش کی مگر آپ تو اصل حقیقت سے واقف تھے، آپ نے واپسی سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ان لوگوں سے جنگ کے لیے اس راستے سے بہتر کوئی دوسرا راستہ مناسب نہیں ہے۔ آپ نے کسی کی ایک بات بھی نہ سنی اور اُسی دشوار راستے کی طرف چلتے رہے اور مجبوراً فوج کو بھی چلنا پڑا۔ رات گزرتی گئی یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور بعد نمازِ صبح آپ نے حملے کا حکم دے دیا۔ یہ حملہ اس قدر اچانک تھا کہ بنو سلیم گھبرا گئے اور اُنہیں زبردست شکست اُٹھانا پڑی۔ اس راستے میں آپ نے اس قدر احتیاط سے کام لیا تھا کہ فوج کے گھوڑوں کے منہ بندھوا دیئے تھے تاکہ وہ بول نہ سکیں اور دشمن اُن کی آواز نہ سن سکے۔ اس فتح کے بعد جب حضرت علیؑ مدینے کی طرف واپس ہوئے تو حضورِ انور نے اُن کا خود استقبال فرمایا۔ اسی موقعے پر یہ مشہور حدیث ارشاد کی **یا علِيُّ لولا انَّنِي اَشْفِقُ اَن تَقُوْلَ فِيكَ** جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس کے بعد علاّمہ مجلسیؒ کہتے ہیں کہ علاّمہ شیخ مفیدؒ نے اس لڑائی کو غزوۂ تبوک کے بعد تحریر کیا ہے اور اپنی بعض تصنیفات میں غزوۂ بنی قریظہ کے بعد بیان کیا ہے اور کچھ علما کی رائے ہے کہ جنگِ ''ذاتُ السّلاسل'' غزوۂ بنو مصطلق کے بعد واقع ہوئی تھی۔ بعض نے کہا کہ ہر مرتبہ مسلمانوں کی تعداد سات سَو سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ پھر لکھتے ہیں کہ جب علیؑ مدینے کی طرف واپس آ رہے تھے تو رسولؐ اللہ نے شہر سے باہر جا کر خود اُن کا استقبال فرمایا۔ جب علیؑ نے رسولؐ اللہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو فوراً گھوڑے پر سے کود پڑے اور تیزی سے قریب آ کر آنحضرتؐ کے قدم ہائے مبارک پر سر رکھ دیا اور اُنہیں چومنا شروع کر دیا۔ رسولؐ اللہ نے علیؑ کو اُٹھا کر اپنی آغوش میں لے لیا

اور فرمایا کہ اے علیؑ سواری سے کیوں اُتر آئے۔ سوار ہو جاؤ کیونکہ اللہ اور اُس کا رسولؐ تم سے راضی ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؑ فرطِ مسرت سے رونے لگے۔ بعض لوگوں نے اس جنگ میں خالد بن ولید کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اُنہوں نے بھی شکست کھائی تھی۔

جب حضرت علیؑ اس قوم کے مسکن کی طرف بڑھ رہے تھے اور قریب پہنچ چکے تھے تو اسلامی لشکر اور بنو سلیم کے لشکر کے درمیان ایک پہاڑ باقی رہ گیا تھا۔ اُس وقت آپ نے لشکر والوں کو حکم دیا کہ اُس پہاڑ کے نیچے اُترو تو خالد اور اُن کے ساتھیوں نے شدید مخالفت کی اور وہی عُذر کیا کہ یہاں درندے اور سانپ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ پھر جب آپ نے سختی سے حکم دیا تو سب لوگ راضی ہو گئے۔ رات کو چلتے رہے اور عبادت کرتے رہے اور جب صبح قریب ہونے لگی تو آپ نے حکم دیا کہ گھوڑوں کے منہ کس کر باندھ دیئے جائیں تا کہ وہ بول نہ سکیں اور دشمن اُن کی آوازیں نہ سن سکے مگر جب اسلامی لشکر بنو سلیم کے بالکل ہی قریب پہنچ گیا اور گھوڑیوں کی بُو گھوڑوں نے سونگھی تو ہنہنانا شروع کر دیا جسے سن کر بنو سلیم ہوشیار ہو گئے اور سمجھ گئے کہ کوئی لشکر آ رہا ہے۔ پھر اچانک جنگ شروع ہو گئی اور بنو سلیم اُس اچانک حملے کی تاب نہ لا کر فرار ہو گئے باقی لوگ قتل کر دیئے گئے یا گرفتار ہو گئے اور کثیر مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔

تفسیرِ فُرات کے مطابق حضرت ابو ذر غفاری سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے اصحابِ صُفّہ کے لیے قرعہ ڈالا تھا جس کے بعد اُن میں سے اور دوسرے لوگوں میں سے اِسی جنگ میں اسّی آدمی شامل کیے گئے تھے لیکن جب کسی طرح فتح نہ ہوئی تو یہ بات طبعِ مبارک پر گراں ہوئی اور بلال کو بلا کر حکم دیا کہ علیؑ کو بلاؤ۔ جب وہ آ گئے تو لشکر کی علمداری اُن کے سپرد فرمائی اور غزوۂ خیبر کی طرح اعلان کیا کہ اب میں اُس بہادر کو بھیجتا ہوں جو کرّار اور غیرِ فرّار ہے۔

پھر جب علیؑ روانہ ہوئے تو خود حضورؐ بھی اُنہیں رخصت کرنے کے لیے اُن کے

ساتھ ''مسجدِ احزاب'' تک تشریف لے گئے۔ مسجد کے نزدیک حضرت علیؑ ایک سرخ سیاہی مائل گھوڑے پر سوار ہوئے اور آنحضرتؐ اُنہیں ہدایات دے رہے تھے۔ اس کے بعد حضورؐ نے انہیں رخصت کیا اور خود مدینے کی طرف پلٹ آئے۔ اُدھر علیؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مہم پر روانہ ہوگئے جس کا رخ عراق کی طرف تھا اس لیے لوگ یہ سمجھے کہ ہمیں علیؑ کسی اور طرف لیے جا رہے ہیں یہاں تک کہ آپ ''وادیِ یابس'' کے دہانے پر پہنچ گئے۔ وہاں سے آپ کا طریقۂ سفر یہ تھا کہ رات بھر چلتے تھے اور دن میں کہیں مع لشکر چھپ جاتے تھے پھر جب بنو سلیم اہلِ ''وادی یابس'' کے نزدیک پہنچ گئے تو ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے گھوڑوں کے منہ سختی سے باندھ لو اور پورے لشکر کو ایک جگہ پر ٹھہرا دیا۔ اُس کے بعد خود بڑھ گئے غرض فجر طالع ہوگئی تو نماز کے فوراً بعد حملے کا حکم دے دیا۔ یہ حملہ اس قدر اچانک اور شدید تھا کہ بنو سلیم ٹھہر نہ سکے اور وہ میدان چھوڑ گئے۔ بہت سے قتل ہوگئے اور جو میدان میں باقی رہ گئے تھے اُنہیں گرفتار کر لیا گیا۔ اِسی فتح کی بابت سورۂ ''اَلعٰدِیٰت'' کا نزول ہوا تھا۔

اس حملے میں کفّار کے لشکر سے ایک سو بیس ۱۲۰ آدمی مارے گئے تھے۔ اُن لوگوں کا سردار حارث بن بشیر تھا۔ ایک سو بیس ۱۲۰ کنیزیں قید ہوئیں۔

تفسیر فُرات ہی میں لکھا ہے۔ حضرت سلمانِ فارسی بیان کرتے ہیں کہ ہم سب اصحاب رسولؐ اللہ حضور کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدوی عرب حاضر ہوا اور مہاجرین و انصار کی صفوں سے گزرتا ہوا آنحضرتؐ کی خدمت میں گُھٹنوں کے بل جھکا اور سلام کر کے عرض کرنے لگا یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہو جائیں۔ حضورؐ نے جوابِ سلام دیا اور دریافت کیا کہ اے اعرابی تم کون ہو اُس نے عرض کی کہ میں بنو خثعم سے ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو اور یہاں کیوں آئے ہو اس نے جواب دیا۔

یارسولؐ اللہ قبیلۂ بنوخثعم کو میں اس حالت میں چھوڑ آیا ہوں کہ انہوں نے اپنا لشکر پوری طرح تیار کر رکھا ہے، اُن کے فوجی جھنڈے بلند ہو چکے ہیں جو اُن کے سروں پر لہرا رہے ہیں اور اُن کی قیادت حارث بن مَکِیدَہ خثعمی کر رہا ہے۔ اس لشکر میں پانچ سو۵۰۰ جنگجو سوار ہیں جو سب قبیلہ خثعم کے ہیں اُن لوگوں نے لات وعزّیٰ کی قسم کھا کر آپس میں مستحکم عہد وقرار کیا ہے کہ مدینے پر شدید حملہ کریں گے اور حضورؐ اور اصحابِ کرام کو قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر رسولؐ اللہ کی آنکھوں میں آنسو جھلکنے لگے اور یہ دیکھتے ہی تمام صحابہ بھی رونے لگے۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم نے اس اعرابی کی گفتگو سن لی؟ سب نے عرض کی حضورؐ! ہم سب نے سن لی، آپؐ نے فرمایا کہ اس سے قبل کہ وہ لوگ مدینے کو تاراج کر ڈالیں تم میں سے کون ہے جو اُن کو اس حملے سے روک دے اور اُن سے جنگ کرے۔ حضورؐ نے خطبہ ارشاد کیا اور فرمایا کہ میں جنت کی اس شخص اور اُن لوگوں کے لیے ضمانت دیتا ہوں جو ان ڈاکوؤں کو اُن کی شرارت سے روک دیں۔ اتنے میں حضرت امیرالمومنینؑ ناقے پر سوار حاضرِ خدمت ہوئے۔ رسولؐ اللہ کی یہ حالت دیکھی۔ آنسوؤں کی لڑیاں موتیوں کی طرح رخسارِ انور پر چمک رہی تھیں۔ بس یہ دیکھتے ہی ناقے سے اپنے آپ کو گرا دیا اور اپنی رِدا سے حضورؐ کی آنکھوں سے آنسوؤں کو صاف کرنا شروع کر دیا۔ عرض کی میری جان آپؐ پر فدا ہو کس چیز نے آپ کو رلایا۔ خدا آپ کو کبھی نہ رُلائے۔ آنحضرتؐ نے پورا واقعہ بیان فرمایا۔

غرض حضورؐ نے ایک مختصر فوج تیار کی جس میں ایک سو پچاس سپاہی تھے اور اس کا سردار علیؑ کو بنایا۔ عبداللہ بن عباس نے یہ دیکھ کر عرض کی حضورؐ! دشمن کی تعداد پانچ سو (۵۰۰) ہے اور اُن کا سردار حارث بن مَکِیدَہ ہے جو خود اکیلا پانچ سو (۵۰۰) سواروں کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابنِ عباس! اگر علیؑ تنہا ہوں اور دشمن کی فوج خاک کے ذرّوں کے برابر کثرت میں ہو، جب بھی فتح علیؑ ہی کو ہوگی، پھر

رسولؐ اللہ نے دعا دی، بھائی کو اللہ کی حفاظت میں دیا۔

اس کے بعد امیر المومنینؑ روانہ ہو کر مدینے سے تین میل کے فاصلے پر وادیِ ذی خُشب پہنچے۔ پھر دشمن کے پڑاؤ کے قریب پہنچ کر صبح کی نماز کے لئے اذان دی جسے سن کر دشمن گھبرا گیا۔ اس کے بعد علمِ لشکر جنگ کے لیے بلند ہوا۔ جنگ شروع ہوگئی۔ پہلا حملہ خود امیر المومنینؑ نے تنہا کیا۔ پہلے انفرادی لڑائی ہو رہی تھی۔ اس جنگ میں حارث بن مَکِیدہ خود میدان میں نکلا۔ تلواریں چلنے لگیں۔ میدانِ کارزار میں بجلیاں چمک رہی تھیں۔ آخر علیؑ کی ضربت نے حارث کو مٹی کا ڈھیر بنا کر زمین پر گرا دیا۔ پھر فتح حاصل ہوئی۔ (اثنائے بیان میں غزوۂ بنو قُریظہ اور غزوۂ بنو مصطلق کا ذکر آیا ہے)

غزوۂ بنو قُریظہ ماہِ شوال ۵ ہجری میں واقع ہوا تھا ___ جبکہ غزوۂ خندق رمضان و شوال ۵ ہجری میں ہوا تھا اور غزوۂ بنو مُصطِلق ۲ ربیع الاوّل؟ ۵ ہجری میں۔

صاحبِ منتہی الآمال نے جلدِ اوّل میں اس کے وقوع کا سال ۸ ہجری لکھا ہے۔ سیرت کی دوسری کتب میں غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد ۹ ہجری میں اس جنگ کا ذکر کیا گیا ہے۔ (شہادتِ کبریٰ... ص ۱۹۶ تا ۲۰۹)

مُفسّر :- مرتضیٰ مُطہّری (ایران)

عادیات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۙ فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ۙ فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ۙ فَاَثَرۡنَ بِهٖ نَقۡعًا ۙ فَوَسَطۡنَ بِهٖ جَمۡعًا ۙ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوۡدٌ ۚ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيۡدٌ ۚ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الۡخَيۡرِ لَشَدِيۡدٌ ؕ اَفَلَا يَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِى الۡقُبُوۡرِ ۙ

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ٥ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَخَبِيْرٌ ٥"

سورۂ ''والعادیات'' کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ سورۃ مکّی ہے یا مدنی؟ قرآن کے اعتبار سے یہ اختلاف پیدا ہوا ہے کہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی تھی یا مدینہ میں۔ روایتوں کی رو سے بھی شبہ کے اسباب پیدا ہوئے۔ اس سورت کا آہنگ اور اس کا چھوٹے چھوٹے فقروں پر مشتمل ہونا اسے مکی سورتوں سے مشابہ بناتا ہے۔

مکّی سورتیں وہ ہیں جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائی دورِ بعثت میں نازل ہوئی تھیں۔ یہ مکّی سورتیں اور ان کی آیات یاددہانی کرانے والی، ڈرانے والی اور جھنجھوڑنے والی ہیں۔

مدنی سورتوں میں سے اکثر میں قوانین اور ضوابط بیان کیے گئے ہیں۔ اس لیے طویل اور مفصّل آیات ان سورتوں میں آئی ہیں۔

یہ سورت چند قَسموں سے شروع ہوتی ہے۔ عجیب قَسمیں! انھیں قَسموں کی بنا پر ایک گروہ اسے مکّی سورت قرار دیتا ہے۔ عام طور پر قرآنوں میں اس سورہ کو مکّی ہی لکھا جاتا ہے۔ میں بھی اس کے مکّی ہونے کا قائل ہوں۔

میری یہ رائے ہے بلکہ قطعیت کے ساتھ میں اسے مکّی ہی کہتا ہوں جبکہ بعض لوگ جیسے تفسیر المیزان کے مولف کہتے ہیں اس کے مضمون کے قرینے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔

قسمیں، عجیب قسمیں ہیں، ذرا توجہ سے سنیے، ارشاد ہوتا ہے:

"وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا"

دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم۔ اس حال میں کہ وہ پھنکاریں مار رہے ہیں، مجاہدوں اور سربازوں کے گھوڑوں کی قسم۔

ان گھوڑوں کی قسم جو سخت اور پتھریلی زمینوں پر دوڑتے ہیں۔ ہم جیسے دیہات کے

رہنے والے لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ گھوڑوں کے سموں میں اگر نعل لگے ہوئے ہوں اور وہ سخت پتھریلی زمین پر دوڑیں تو نعل اور پتھروں کی رگڑ سے چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے چھوٹی چھوٹی بجلیاں چمک رہی ہوں۔

ارشاد قرآنی ہے:

"فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحاً"

''وہ گھوڑے جو پتھریلی زمینوں پر دوڑتے ہوئے اپنی ٹاپوں سے چنگاریاں جھاڑتے ہیں''۔

"فَالْمُغِيْرٰاتِ صُبْحاً"

''وہ گھوڑے جو صبح سویرے دشمن پر چھاپہ مارتے ہیں''

یہاں گھوڑوں کی قسم کھائی گئی ہے، لیکن یہ خود گھوڑے سواروں کی تعریف ہے۔ جب سرباز کے گھوڑے کی قسم کھائی جاتی ہے تو خود سرباز کی بھی عزت افزائی ہوتی ہے۔ یہ سرباز و جاں نثار اپنے گھوڑوں کو لے کر اس برق رفتاری کے ساتھ چھاپہ مارتے ہیں کہ دشمن ابھی اپنی لشکرگاہ میں ہی ہوتا ہے کہ اس کے سر پر پہنچ جاتے ہیں۔

"فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً"

اس سے قبل یہ فرمایا تھا کہ گھوڑے اپنی ٹاپوں سے چنگاریاں جھاڑتے ہیں، ظاہر ہے کسی پتھریلی زمین پر ان کی دوڑ کا ذکر تھا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا تھا

"فَالْمُغِيْرٰاتِ صُبْحاً"

صبح سویرے دشمن پر چھاپہ مارتے ہیں۔

پھر اس موقع پر گرد و غبار اُڑاتے ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ دشمن سنگلاخ زمین پر پڑاؤ نہیں ڈالتا۔ وہ دشت میں کسی میدانی جگہ پر قیام کرتا ہے۔ اور یہ سرباز شبخون مارنے کے لیے کوئی کوہستانی راستہ اختیار کرتے ہیں تا کہ دشمن ان کی طرف متوجہ نہ

ہو سکے۔ پھر وہ اچانک میدانی علاقے میں داخل ہو کر اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ دشمن بھی فوراً مقابلہ کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اس قدر گرد وغبار آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے کہ کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

فردوسی کہتا ہے:-

زسم ستوزان درآن پہن دشت
زمیں شد شش و آسمان گشت ہشت

اس طرح گھوڑے دشمن کے ہجوم میں گھس جاتے ہیں اور اس کے لشکر کے عین درمیان پہنچ جاتے ہیں۔

قرآن اس آیت میں کیا کہنا چاہتا ہے۔؟

قرآن جملات کے ساتھ کیوں قسم کھاتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ چیزیں میرے نزدیک مقدّس ہیں۔ مجاہدین کے گھوڑے، ان گھوڑوں کی ٹاپیں وہ گرد وغبار جوان سے پیدا ہوتا ہے۔ راتوں رات کیے جانے والے حملے جو ایک بجلی کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں یا جو حملے دشمن پر اچانک کیے جاتے ہیں۔

ہماری روایات میں آیا ہے اس سورہ کی شان نزول کا تعلق ایک غزوہ سے ہے جسے ''ذات السّلاسل'' کہتے ہیں۔ غزوۂ ذات السلاسل کا تعلق اس زمانے سے ہے جبکہ دشمن نے دنیائے اسلام پر بڑا ہجوم کر رکھا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے چند بار مسلمانوں کو ان کے مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا۔

ایک بار حضرت ابوبکر کی سرکردگی میں اور دوسری بار حضرت عمر کی سرداری میں۔ عمرو بن العاص نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا:

''یارسول اللہ! اسے ہم حیلہ وتدبیر سے ختم کرتے ہیں''

وہ بھی گئے اور میدان کارزار کو بڑی مشکلات سے دوچار کر دیا۔ آخر یہ کام حضرت

علیؑ کے سپرد کیا گیا۔

علیؑ نے کوہستانی راستہ منتخب کیا۔ رات اس راستے پر سفر کرتے رہے اور صبح سویرے دشمن پر ٹوٹ پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

اس روز کہ اس جگہ سے مدینہ کا فاصلہ زیادہ تھا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی مسجد میں آئے۔ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور حمد کے بعد سورۂ عادیات پڑھی۔

یہ سورت بھی سورۂ زلزال کی طرح قیامت کی یاددہانی کراتی ہے اور خدا کی طرف لوٹنے کے احساس کو بیدار کرتی ہے۔ یہ سورہ انسان میں سپاہیانہ جذبے کو بیدار کرتی ہے۔ اس سپہ گری میں عربوں کا کردار بڑا حیرت انگیز ہے۔

مسلمانوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ حمد پڑھنے کے بعد ایک نئی سورت کی قرأت فرمائی کہ اس سے پہلے آپ نے یہ سورہ نہیں پڑھی تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحاً ٥ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحاً ٥ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحاً ٥ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً٥ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعاً٥

جب نماز ختم ہوگئی۔ لوگوں نے کہا:

''ہم نے یہ آیات اب تک آپ سے نہیں سُنی تھیں۔ ان آیات کو پہلی بار ہم آپ سے سُن رہے ہیں''۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''آج ہی مجھ پر جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اطلاع دی کہ علیؑ اس جگہ اس مقام پر گئے اور فتح حاصل کر کے واپس ہو گئے۔

(تمام مسلمان واقف تھے کہ ایک عرصے سے مشکل درپیش تھی)

قرآن جب کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو گویا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ وہ اس چیز کا احترام کرتا ہے۔ اسے مقدس سمجھتا ہے۔

اس کے بعد کیا ارشاد ہوتا ہے؟

"اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ"

''حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے''۔

بجائے اس کے کہ نعمت کی قدر جانے۔ سینہ زوری کا رویّہ اختیار کرتا ہے اس کا حال ایک ضدّی بچے کی طرح ہوتا ہے۔ ماں باپ اس کی بہبود اور شفا کے لیے کوئی دوا یا غذا تیار کرتے ہیں۔ لیکن وہ توڑ پھوڑ کر کے اسے پھینک دینا چاہتا ہے۔

مفسرین نے کہا ہے اور ٹھیک کہا ہے کہ قرآن نے "اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْد"۔ کہتے ہوئے ان ہی لوگوں کو اپنے پیش نظر رکھا ہے کہ ایک پیغمبرؐ ان کے درمیان مبعوث کیا گیا۔ بجائے اس کے کہ اس کی دعوت قبول کریں انھوں نے مدینہ پر حملہ کرنا چاہا۔ قرآن کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ نعمت عطا کی۔ کیا یہ نعمت کی قدردانی ہے کہ مدینہ پر حملہ کرنے کی فکر کرتے ہو؟!

(اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْد")

"کنود" یعنی کفور، یعنی کفرانِ نعمت، منحرف، حق ناشناس،

"وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ"

''اور وہ خود اس پر گواہ ہے''۔

اگر خود اسی سے پوچھا جائے تو اس کی فطرت تصدیق کرے گی کہ وہ ایک کافر نعمت اور حق ناشناس وجود ہے۔

"وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ "

اس آیت کے معنی دو طرح سے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ "لشديد لحب الخير،

یعنی وہ دولت سے بہت محبت کرتا ہے، دوسرے یہ کہ انسان بہت شدید ہے، گویا بہت بخیل ہے، کیوں؟

اس لیے کہ دولت سے بہت محبت کرتا ہے۔

یہاں قرآن نے دولت کو خیر سے تعبیر کیا ہے۔ یہ تعبیر قرآن میں بار بار آئی ہے۔ اس نے ثروت کو خیر کا نام دیا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا

خود دولت اپنی ذات میں شر نہیں ہے، انسان کی دولت سے محبت شر ہے۔ انسان کو اس سے رہائی حاصل کرنی چاہیئے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی سے وابستگی نہ رکھے۔ اصل چیز تعلق اور وابستگی ہے۔ جیسے گھوڑے کے منہ میں لگام دیتے ہیں اور پھر لگام کو کسی چیز سے باندھ دیتے ہیں۔ یعنی گھوڑے کو کسی درخت سے یا اس کے کٹھرے میں باندھ دیتے ہیں اس طرح خود کو کسی چیز سے نہیں باندھ لینا چاہیئے۔ غیر اللہ کے ساتھ بستگی عین خدا سے آزادی حاصل کرنا ہے۔

انسان ایک ایسا موجود ہے جو لامتناہی ہے، انسان جس قدر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا، اس کے سامنے راستہ کھلا رہے گا۔ وہ جس قدر آگے بڑھتا جائے گا اسے راستہ کھلا ملے گا۔ اگر وہ ابد تک چلتا رہے تب بھی راستہ ختم نہیں ہوگا۔

دولت، آج کی اصطلاح میں انسان کو استحکام دیتی ہے۔ اسے مضبوط بناتی ہے اس کی حفاظت کرتی، اسے ترقی و تکمیل کی راہ پر بڑھاتی ہے اسی لیے دولت کو قرآن میں خیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

دولت بذات خود بُری چیز نہیں ہے۔ یہ سوال کیا جاسکتا ہے؟

''اگر دولت بری چیز ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نے کیوں انسان کے اختیار میں دیا''؟

اس کا جواب یہ ہے:۔

''دولت بُری چیز نہیں ہے البتہ اس کے ساتھ تیرا تعلق، تیرا حب الخیر، (حُب یعنی تعلق اور محبت) بُرا ہے۔ تجھے یہ نہیں چاہیئے کہ خود کو اور اپنی گردن کو دولت کے ساتھ باندھ دے اور کھڑا ہو جائے''

دوسری بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے خیر کی محبت کو انسان کی فطرت میں مطلق طور پر رکھا ہے اور خیرِ مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ خیر مطلق کو تو تو نے چھوڑ دیا اور ایک محدود اور جزئی چیز کے پیچھے پڑ گیا جسے صرف ایک ذریعہ اور وسیلے کی حیثیت حاصل ہے۔ تو نے ذریعے کو ہدف بنا لیا۔ اور اصل ہدف کو بالکل بھلا دیا۔

"اَفَلَا يَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِى الۡقُبُوۡرِ۔ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوۡرِ

''تو کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا، جب قبروں میں جو کچھ ہے اسے نکال لیا جائے گا اور سینوں میں جو کچھ (چھپا ہوا) ہے اسے برآمد کر کے اس کی جانچ پڑتال کی جائے گی''۔

یعنی جو کچھ انسان کے باطن میں ہے اسے ظاہر کر دیا جائے گا۔ کیا انسان نہیں جانتا کہ اس وقت کیا ہوگا؟ کیا اُسے نہیں معلوم کہ یہ وقت آنے والا ہے؟

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

"اِنَّ رَبَّهُمۡ بِهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّخَبِيۡرٌ"۔

اگر وہ نہیں جانتا تو اب جان لے کہ اس کا پروردگار خبیر و آگاہ ہے۔ وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ (درسِ قرآن از مرتضیٰ مُطّہری، ص ۲۹۵ تا ۳۰۳)

قرآن میں گھوڑے کے متعدد نام آئے ہیں:

جیاد: تیز رو گھوڑے خاصے کے گھوڑے (جمع۔ واحد: جواد) (سورۂ ص، ع ۳)

قرآن مجید میں یہ لفظ صرف ایک جگہ آیا ہے اور وہ حضرت سلیمانؑ کے سلسلے میں۔

ارشاد یہ ہوا ہے کہ ''وہ ذات قابل ذکر ہے جب اُن کے سامنے اصیل تیز رو گھوڑے

پیش کیئے گئے"

گھوڑا دنیا کے مفید ترین و مشہور ترین جانوروں میں ہے اور عرب کے لوگ تو اونٹ کے بعد اسی سے سب سے زیادہ مانوس تھے۔ عرب کے گھوڑے آج تک مشہور چلے آتے ہیں۔ فلسطین و شام میں بھی کثرت سے پایا جاتا تھا۔ حضرت سلیمانؑ کے پاس سواری کے گھوڑے ۱۲ ہزار تھے۔ عہدِ عتیق میں ہے۔

"اور سلیمان کی گاڑیوں کے گھوڑوں کے لئے چالیس ہزار تھان تھے اور بارہ ہزار سوار تھے"۔ (ا۔سلاطین۔۴:۲۶)

غزاوت جہاد وغیرہ خالص دینی اغراض کے لئے گھوڑے اگر اس سے زیادہ تعداد میں بھی ہوتے، جب بھی کچھ تعجب نہ تھا اور سیر و تفریح وغیرہ جائز دنیوی اغراض کے لئے بھی گھوڑے کی سواری میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔ ماہرین کا بیان ہے کہ حیوانات میں شریف ترین جانور اور انسان کا بہترین رفیق گھوڑا ہی ہے۔

خیل: گھوڑے۔سوار (اسم جمع)

خیل: (تیرے) گھوڑے۔مجازاً تیرے سوار۔

سورۂ آلِ عمران، ع ۲۔ سورۃ الانفال، ع ۶۔ سورۃ النحل، ع ۱
سورۂ بنی اسرائیل، ع ۷۔ سورۃ الحشر، ع ۱۔

قرآن مجید میں پانچ جگہ یہ لفظ آیا ہے۔ پہلی جگہ نفسِ بشری کے مرغوبات و محبوبات کے سلسلے میں کہ انسان کو محبوب یہ چیزیں ہوتی ہیں، بیویاں، بیٹے، سونے چاندی کے ڈھیر، نشان پڑے ہوئے گھوڑے، چوپائے اور کھیت پات۔ دوسری جگہ مسلمانوں کو یہ حکم ملا ہے کہ دشمنان دین سے مقابلے کے لئے اور ان پر اپنی ہیبت طاری رکھنے کے لئے سامان تیار رکھو اپنی قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے۔ تیسرے موقع پر یہ

پر سواری کرو اور وہ تمہارے لئے زینت کا بھی کام دیں۔ چوتھی جگہ ذکر ابلیس کے مکالمے کا ہے، جب وہ جنت سے نکالا گیا ہے۔ اُس وقت اُس سے ارشاد ہوا، کہ تو ہمارے بندوں پر اپنے سواروں اور پیادوں سمیت چڑھ دوڑنا۔ پانچویں جگہ غزوہ بنی نضیر کے سلسلے میں مسلمانوں سے خطاب ہے کہ اُس میں تو تمہیں اتنی دولت خود بخود ہاتھ لگ جائے گی، بغیر اس کے کہ تم گھوڑے دوڑاؤ یا اونٹ۔

قرآن مجید کے یہ پانچوں مقامات کسی قدر تفسیر طلب ہیں۔

(۱) **الخیل المسومة:** (آلِ عمران) گھوڑے یوں بھی انسان کے لئے ایک قابلِ قدر جائداد ہیں اور پھر جو گھوڑے میدان جیت سکیں، جنگ میں سوار فوج کی خدمت انجام دے سکیں، ان کی قدر و قیمت اور اہمیت کا کیا کہنا۔ انسان کو ایسی دولت ہمیشہ عزیز رہی ہے اور آئندہ بھی عزیز رہے گی۔ اشارہ اسی طرف ہے۔

(۲) **رباط الخیل:** (الانفال) ایسے گھوڑے جو سرحد پر چوکی پہرے کے کام آئیں دشمنوں سے مقابلے کے لئے ضرورت تو بہت سے سامان کی پڑتی ہے، اس عموم میں مرتبہ خصوصی و امتیاز فوجی ٹریننگ پائے ہوئے، سدھے ہوئے گھوڑوں کو حاصل ہے مشینی دور سے پہلے تو عسکری قوت و تنظیم کا مدار بہت بڑی حد تک سواروں ہی کی قوت و تنظیم پر تھا، لیکن اب بھی فوج میں (Cavalry) گھوڑ چڑھے دستوں کو جو اہمیت حاصل ہے اُس کا حال کوئی فوج ہی کے سرداروں سے پوچھے۔ جنگ جرمنی ۱۹۱۴ء، ۱۹۱۸ء بلکہ جنگِ عمومی ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء تک میں بار بار اس کے تجربے ہو چکے۔

(۳) **الخیل و البغال:** (النحل) سواری اور اس سلسلے کے سارے متعلقات میں انسان کے کام آنے والے جانوروں میں سب سے بڑھ کر گھوڑا اور خچر اور گدھا ہی ہیں اور ان تینوں میں بھی نمبر اول پر گھوڑا ہے۔ قدرۃً اسی لئے قرآن مجید

نے بھی محلِ انعام پر اسی کو سب سے اول رکھا ہے۔ سواری و بار برداری کے سلسلے میں بھی اور تجمل و آرائش کے سلسلے میں بھی (وَزِینَۃً)

(۴) **بخیلك ورجلك:** (بنی اسرائیل)۔ ابلیس جب اپنی صریح نافرمانی کی پاداش میں مردود ہوا ہے تو اُسے اپنی قوتِ اغوا کا بڑا زعم تھا۔ اس وقت اس سے ارشاد ہوا کہ اچھا تو ہمارے بندوں پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھالا، یہ بھی کر کے دیکھ لے۔ یہاں خَیْل ، گھوڑے کے معنی میں نہیں، بلکہ رَجِل (پیادے) کے مقابل سوار کے معنی میں ہے اور لغت میں خَیل کے معنی گھوڑے اور سوار دونوں کے ہیں (الخیل فی الاصل اسم للافراس والفرسان (راغب) اور پورا فقرہ اپنے لفظی معنی میں نہیں بلکہ محض مجازاً استعمال ہوا ہے۔ محاورے میں اس سے مراد مطلق لشکر ہوتا ہے۔ امام رازیؒ کے الفاظ میں المرادمنه ضرب المثل كما تقول للرجل المجد فی الاصر جئتنا بخيلك ورجلك وهٰذا الرجه اقرب (کبیر) اور اہلِ لغت نے بھی یہی معنی قبول کر لئے ہیں۔ تاج العروس میں ہے وقد جاء فی التفسير ان خيله كل خيل سطى فی معصية اللّٰهِ ورجلهٖ كل ماش فی معصية اللّٰهِ۔ جیسے اُردو میں کہا جائے کہ تو ان پر اپنا حملہ پوری طرح کر دیکھ۔ اور اگر کوئی یہی معنی لے کر شیطان سوار ہو کر آتا ہے تو اس کے بھی امتناع پر کوئی دلیل نہیں۔

تابعین بلکہ بعض صحابیوں سے ایک تفسیر یہ بھی منقول ہے کہ دنیا میں جو بھی سوار اور جو بھی پیادے معصیت کی راہ میں چلتے ہیں، یہ سب شیطان ہی کے سوار اور پیادے ہیں۔

عن ابن عباس و مجاهد وقتادة كل راجل اوماش الی معصية اللّٰه من الانس والجن فهو من رجل الشيطان وخيله (جصاص) فعلیٰ هٰذا التقدير خيله ورجله كل من شاركه فی

الدعاء الی المعصیة (کبیر)

(۵) مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ (الحشر)۔ سیاق غزوۂ بنی نضیر کا ہے اور اس سلسلے میں مسلمانوں سے ارشاد ہوا ہے کہ تمہیں تو یہ فتح مفت ہاتھ لگ گئی اور اتنا مال حاصل ہوگیا ورنہ تمہیں تو نہ گھوڑے دوڑانے پڑے تھے نہ اونٹ۔ یعنی کوئی خاص مشقت اُٹھائے بغیر اتنی کامیابی حاصل ہوگئی۔ (یہ آیت فدک کے لیے ہے)

گھوڑا دنیا کا ایک معروف ترین جانور ہے۔ خوبصورت، خوشنما، جسم کا سڈول، انسانی ضرورتوں کے لئے نہایت درجہ کارآمد، اور حیوانی دنیا میں انسان کا بہترین رفیق۔ صحرائی یا جنگلی قسم کا گھوڑا اب صرف منگولیا کے دشت و ریگ زار میں پایا جاتا ہے۔ باقی دنیا کے ہر حصے میں اہلی یا پالتو ہی گھوڑے کے انواع و اقسام ملتے ہیں۔ جہاں تک سواری کا تعلق ہے، گھوڑا انسان کی ران سواری کا بھی کام دیتا ہے اور اُس کی طرح طرح کی گاڑیاں بھی گھسیٹتا ہے، بار برداری کے بھی کام آتا ہے اور بعض ملکوں میں بیل اور اونٹ کے بجائے زراعت کے کاموں میں لگا رہتا ہے۔ مثلاً ہل چلاتا ہے، پانی کے پُر کھینچتا ہے وغیرہ اور بجز خالص برفانی علاقوں کے انسان کا وجود اس دنیا کے جس جس حصے میں ہے وہاں گھوڑا بھی پایا جاتا ہے۔

گھوڑے جسامت کے لحاظ سے مختلف قسم کے ہوتے ہیں، بعض بڑے قد آور اور قوی ہیکل، چھ چھ بلکہ سات سات فٹ کے اور بعض بہت چھوٹے قد کے، جو ٹانگن اور ٹٹو کہلاتے ہیں، تین تین فٹ کے بلکہ اس سے بھی کم کے اور قد و قامت ہی کی طرح اس کے رنگ میں بھی نہایت درجہ تنوّع پایا جاتا ہے۔ سیاہ، تیلیا، سفید، ابلق، سُرخ بادامی سب ہی رنگ کے پائے گئے ہیں۔ اصطلاحی نام سبزہ، مشکی، نقرہ وغیرہ ہیں۔ ادنیٰ قسم کے گھوڑے لدّو کہلاتے ہیں۔ گھوڑے کا خاص وصف اُس کی تیز رفتاری ہے۔ ماہرین کا بیان ہے کہ اس کے جسم کی ساخت ہی ایسی رکھی گئی ہے جو اُسے دوڑنے میں

بہت تیز رکھ سکے اور جب تک ریل اور مشینی سواریاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں انسان کے لئے تیز ترین سواری یہی تھی۔

گھوڑے کی اوسط عمر ۱۸۔۲۰ سال ہے اور اس کی عمر کا اندازہ اس کے دانتوں سے کیا جاتا ہے۔ گھوڑا انسان کا بہترین رفیق شاید تاریخ کے ہر دور اور دنیا کے ہر ملک میں رہا ہے۔ اس عموم میں عرب کو ایک خصوص حاصل ہے۔ عربوں کا بہترین رفیق اونٹ کے بعد اگر کوئی جانور ہے تو یہی گھوڑا ہے اور عربی گھوڑے کا نام آج تک مشہور چلا آرہا ہے۔ اس کے دانت شمار میں ۳۶ سے چالیس تک ہوتے ہیں اور اس کی اصل غذا اچھی اور تازہ گھاس ہے، جسے وہ بڑی مقدار میں کھاتا رہتا ہے۔ گھاس کے علاوہ غلّہ بھی کھاتا ہے۔ ہندوستان میں عام رواج چنے کا دانہ دینے کا ہے۔ فرنگی ملکوں میں دوسرے غلّے دیئے جاتے ہیں۔

فرعون نے جب موسیٰ علیہ السلام اور اسرائیلیوں کا تعاقب کیا ہے تو وہ گھوڑے پر سوار تھا اور اسی حال میں ڈوبا ہے۔ توریت میں اس کا ذکر دو مرتبہ آیا ہے، حمدِ باری کے سلسلہ میں کہ۔

''اُس نے گھوڑے کو اس کے سوار سمیت دریا میں ڈال دیا'' (خروج ۱۵:۲،۲۱) اسی طرح کوئی دس جگہ اور گھوڑے کا ذکر توریت اور عہدِ عتیق کے دوسرے صحیفوں میں آیا ہے۔

متعدد قوموں میں گھوڑا مقدس سمجھا گیا ہے۔ خصوصاً یونان، ایران و ہندوستان میں۔ اس کی قربانی بہت اہم سمجھی گئی ہے۔ ہندوستان میں اس کی قربانی کا بڑا جشن منایا جاتا تھا اور سفید گھوڑا ایران وغیرہ میں صرف بادشاہ کی سواری کے لئے مخصوص رہا ہے۔ قرآن مجید میں قومِ نوح یا جس دیوتا یعوق کا ذکر آیا ہے اُس کی مورتی بھی ایک تیز رفتار گھوڑے کے شکل میں تھی۔

صافنات: (اصیل گھوڑے (جمع، واحد: صافنۃ) سورہ ص ع ۲

یہ لفظ قرآن مجید میں صرف ایک جگہ آیا ہے۔ حضرت سلیمان کے سلسلے میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے جب ان کے سامنے اصیل تیز رو گھوڑے پیش کیے گئے تھے۔

حضرت سلیمان (۱۰۳۳ تا ۹۸۰ ق م) جن کے حدودِ سلطنت ساحل فرات سے لے کر سرحدِ مصر تک وسیع تھے، ان کے دوسرے سامانِ جاہ و حشم کی طرح ان کے گھوڑے بھی مشہور ہیں۔

گھوڑا یوں بھی ایک بڑا کارآمد اور شریف جانور ہے، چہ جائیکہ ایسے گھوڑے جو شریف نسل کے ہوں اور جن کی دیکھ بھال اور کھلائی پلائی بھی خوب ہوتی رہے، جیسی کہ سلیمانی اصطبل میں لازمی تھی اور ہر شاہی اصطبل میں ہوتی رہتی ہے۔

ضبحاً:- گھوڑے دوڑنے میں ہانپتے ہوئے، سرپٹ دوڑتے ہوئے

(سورۃ العادیات)

قرآن مجید مجاہدین کے گھوڑوں کو ان کی مختلف حالتوں کو موضعِ بشارت میں پیش کر کے ان کی قسم کھاتا ہے اور سب سے پہلے اسی سرپٹ دوڑنے والی حالت کا ذکر کرتا ہے کہ قسم ہے گھوڑوں کی جب وہ دوڑ سے ہانپ رہے ہوں۔

گھوڑے میں دوڑنے کی قوت بہت ہوتی ہے اور وہ دم بھی بہت رکھتا ہے تاہم ہر جانور کی طرح بہت تیز دوڑ کے بعد اس کی بھی سانس پھولنے لگتی ہے، قرآن مجید اس کی اسی حالت سے استبداد کرتا ہے، گھوڑے کی کئی قسمیں ہیں، دُلکی، پوئی وغیرہ، سب سے زیادہ تیز دوڑ کا نام بکٹٹ ہے۔

بغال۔ خچر (جمع۔ واحد۔ بغل) سورۃ النحل۔ ع ۱

خچر ہندوستان و پاکستان میں ایک معروف جانور ہے۔ گھوڑی اور گدھے یا گدھی

اور گھوڑے کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے لیکن خود اس کی نسل یعنی خچر اور خچری کے ملاپ سے نہیں چلتی۔

قرآن مجید میں اس کا ذکر ایک ہی جگہ آیا ہے، الخیل (گھوڑے) اور الحمیر (گدھے) کے درمیان دونوں کے عطف کے ساتھ سواریوں کے ذیل میں اس کا نام انعامِ الٰہی کے سیاق میں آیا ہے۔

''اور اُس نے گھوڑے اور خچرّ اور گدھے (پیدا کئے) کہ تم ان پر سوار ہو اور وہ زینت و تجمل کا بھی کام دیں''۔

گویا قرآن مجید نے اس کے دو کاموں کی طرف اشارہ کر دیا۔ ایک یہ کہ وہ سواری کے کام آتا ہے، دوسرے یہ کہ وہ ایک ذریعۂ اظہارِ شان و تجمل ہے۔ چنانچہ دنیا میں آج تک اس سے یہ دونوں ہی کام لئے جا رہے ہیں ___ ایک طرف تو وہ مضبوط اور محنتی اتنا ہے کہ مشرق ہی نہیں، فرنگی ملکوں کے فوجی حلقوں میں اس سے گاڑی کھینچنے کا کام کثرت سے لیا جاتا ہے۔ چنانچہ جنگ جرمنی میں، فرانس و برطانیہ وغیرہ نے اس سے توپخانہ کی گاڑیاں گھسیٹنے کا خوب کام لیا۔ دوسری طرف عراق، عرب، شام و مصر وغیرہ میں گھوڑے ہی کی طرح اس کی سواری بھی عزت و راحت کی ایک سواری ہے بلکہ بیروت و دمشق وغیرہ میں تو بڑے بڑے حکّام و امراء خچرّ کی سواری کو گھوڑے کی سواری سے زیادہ معزز سمجھتے ہیں اور بائبل میں تو یہاں تک ہے کہ حضرت داؤدؑ نے جب حضرت سلیمانؑ کو اپنے سامنے بادشاہ بنوایا ہے تو اس موقعے پر سواری بجائے گھوڑے کے شاہی خچرّ ہی کی کرائی ہے اور حکم دیا ہے کہ:

''میرے بیٹے سلیمان کو میرے ہی خچر پر سوار کرو'' (۱۔ سلاطین۔ ۱:۲۳)

خچرّ اپنی رفتار اور قد و قامت اور گردن کی ساخت کے لحاظ سے گھوڑے سے مشابہت رکھتا ہے اور سر، پیر، کان اور ہاتھ کی ساخت میں گدھے کے مشابہ ہوتا ہے۔

اس کی آواز گھوڑے کے ہنہنانے اور گدھے کے رینکنے دونوں سے الگ ایک کمزور قسم کی ہوتی ہے۔

عہدِ عتیق میں اس کا تذکرہ کئی جگہ آیا ہے۔ مثلاً

جس نے بیابان میں جب وہ اپنے باپ کے گدھوں کا چراتا تھا، خچرّوں کو پایا"

(پیدائش۔۳۶:۲۴) شاید ہم کو کہیں گھاس مل جائے جس سے ہم گھوڑوں اور خچروں کی جان بچائیں۔

عادیات: سرپٹ دوڑنے والے گھوڑے (جمع، واحد: عادیۃٌ)

(سورۃ العادیات)

قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورت کا افتتاح اسی لفظ کو محلِ قسم میں لانے سے ہوا ہے کہ قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑنے میں ہانپتے ہوں۔

مراد ہیں لڑائی کے گھوڑے، اونٹ کی طرح گھوڑوں کے لئے بھی عربی میں بہت سے لفظ ہیں، اکثر اسماء ان کی کسی نہ کسی صفت کو ظاہر کرنے والے، اہلِ عرب گھوڑوں کی ان صفات سے خوب واقف تھے اور غازیوں اور مجاہدوں کے گھوڑوں کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔

جنگ میں گھوڑ چڑھی فوج یا سواروں کی اہمیتِ خصوصی شروع سے چلی آئی ہے اور کہا جاتا ہے کہ سواروں کے دستے سے سب سے پہلے کام اسکندر نے اپنی فوج میں لیا اور اس کے بعد سواروں کی اہمیت تاریخِ حرب کے ہر دور میں رہی ہے یہاں تک کہ اب جب مسلح موٹروں، موٹر سائیکلوں وغیرہ نے میدانِ جنگ پر قبضہ جمالیا ہے اب بھی گھوڑ چڑھی فوج ہی کارِ نمایاں انجام دے رہی ہے اور مسلمانوں کی تاریخ کا تو کوئی دور بھی سوار دستوں کی اہمیت سے خالی نہیں رہا ہے۔

تاریخِ اسرائیل میں گھوڑے کی حیثیت سب سے زیادہ نمایاں رہی ہے وہ بجائے

عام سواری اور بار برداری کے جانور کے فوجی سواری ہے اور حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے سلسلے میں تھانوں کی تعداد ۴۰ ہزار اور سواروں کی ۱۲ ہزار عہدِ عتیق میں درج ہے۔

قدحاً: آگ نکال لینے والے (گھوڑے) سورۂ العادیات

اہلِ غزا د جہاد کے گھوڑوں کے سلسلے میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ ایسے گھوڑے ٹاپ مارنے والے ہیں کہ پتھر پر ان کی نعلوں کی زد سے آگ پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کنایہ ان کی کمالِ گرم روی اور تیز رفتاری سے ہے۔

مسوّمۃ: نشان زدہ گھوڑے۔ سورۂ آلِ عمران ع ۲۰

انسان کے طبعی مرغوبات کی فہرست میں ازواج و اولاد، چاندی سونے وغیرہ کے ذکر کے ساتھ نام نشان پڑے گھوڑوں کے بارے میں بھی ارشاد ہوا ہے،

جو گھوڑے گھوڑ دوڑ وغیرہ میں کوئی امتیاز یا نام وری حاصل کئے ہوئے ہیں ان پر نمبر ڈال دیئے جاتے ہیں اور یہ نشان زدہ گھوڑے قدر دانوں کے ہاں خاص قدر کے مستحق سمجھے جاتے ہیں۔

مغیرات: تاخت کرنے والے گھوڑے (سورۂ العادیات)

اہلِ غزا و جہاد کے گھوڑوں کے سلسلے میں ایک وصف ان کا یہ بھی بیان ہوا ہے کہ وہ صبح سویرے دشمن پر تاخت کرنے والے ہوتے ہیں۔ گھوڑوں کے ذریعے تاخت کرنا فوجی اعتبار سے ایک بلند مرتبہ چیز ہے۔

موریٰت: ٹاپ مار کر آگ نکال لینے والے گھوڑے (سورۂ العادیات)

اہلِ جہاد و غزا کے گھوڑوں کو موقعِ شہادت میں پیش کر کے ان کی قسم کے ساتھ فرمایا ہے کہ پتھر پر ٹاپ مار کر آگ نکال لینے والے ___ کنایہ اُن کی کمالِ گرم روی اور تیز رفتاری سے ہے۔ (حیواناتِ قرآنی از مولانا عبدالماجد دریا آبادی)

دوسرا باب

احادیثِ نبویؐ میں گھوڑوں کی عظمتیں

دوسرا باب

۱۔ صحیح بخاری میں گھوڑوں کا تذکرہ
۲۔ صحیح مسلم میں گھوڑوں کا تذکرہ
۳۔ سننِ ابی داؤد میں گھوڑوں کا تذکرہ
۴۔ ترمذی میں گھوڑوں کا تذکرہ
۵۔ سنن نسائی میں گھوڑوں کا تذکرہ
۶۔ ابنِ ماجہ میں گھوڑوں کا تذکرہ
۷۔ مؤطا امام مالک میں گھوڑوں کا تذکرہ
۸۔ علّامہ جلال الدین سیوطی
۹۔ پیر محمد اکرم شاہ (لاہور)
۱۰۔ مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع
۱۱۔ ''تاریخِ مسعودی'' میں گھوڑوں کا تذکرہ (مروج الذہب)
۱۲۔ ''حیات الحیوان'' میں گھوڑے کا تذکرہ (علّامہ کمال الدین الدمیریؒ)

احادیثِ نبویؐ میں گھوڑوں کی عظمتیں

صحیح بخاری میں گھوڑوں کا تذکرہ

مسلمانوں پر اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے:

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں رسولؐ اللہ نے فرمایا مسلمان پر اُس کے گھوڑے میں اور اس کے غلام میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(بخاری۔ک الزکوٰۃ۔حدیث ۱۳۷۱، مطبع حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل لاہور)

نہروں سے لوگوں اور چوپائیوں کا پانی پینا:

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں رسولؐ اللہ نے فرمایا گھوڑا کسی کے لئے ثواب، کسی کے لئے حفاظت اور کسی کے لیے گناہ کا باعث ہے۔ اُس کے لیے ثواب کا باعث ہے جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑا رکھا اور اس کی رسّی باغ یا چراگاہ میں دراز کر لے۔ جس قدر وہ باغ یا چراگاہ سے چرے گا اسی قدر اُس کو ثواب ملے گا اور اگر اس کی رسّی ٹوٹ جائے اور وہ ایک بلندی یا دو بلندیوں تک دوڑے تو اس کے ہر قدم اور بُعد پر ثواب ملے گا اور اگر وہ نہر کے قریب سے گزرے اور اس سے پانی پی لے اگر چہ اُس کا ارادہ پانی پلانے کا نہ تھا تو بھی اس پر نیکی ملے گی بنا برین یہ اس لیے اجر کا سبب ہے اور اگر کوئی شخص جو

مال داری اور سوال سے بچنے کے لیے باندھے اور اس کی گردن اور اس کی پیٹھ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو حقوق مقرر کیے ہیں انہیں نہ بھولے تو اُس کے لیے بچاوے کا باعث ہے اور جو (گھوڑے کو) فخر و غرور کی وجہ سے یا مسلمانوں سے عداوت کی غرض سے باندھے تو یہ اُس کے لیے باعثِ گناہ ہوگا۔ آپؐ سے گدھوں کی بابت پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا "اس ضمن میں مجھ پر کوئی (خاص) آیت نازل نہیں ہوئی"۔

(بخاری۔ک المساقات، باب ۱۴۷۸ حدیث ۲۲۰۷ جلد دوم، مطبع حامد اینڈ کمپنی، مدینہ منزل لاہور)

جب کوئی سواری کے لیے گھوڑا دے تو وہ عمرے اور صدقے کی طرح ہے:

زید بن اسلم نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر نے راہِ خدا میں کسی کو سواری کے لیے گھوڑا دیا۔ پس میں نے دیکھا کہ وہ فروخت ہو رہا ہے۔ پس میں نے رسولؐ اللہ سے پوچھا تو فرمایا کہ اسے نہ خریدو اور اپنے صدقے کو واپس نہ لوٹاؤ۔

(بخاری جلد دوم۔ک الھبہ، باب ۱۶۴۳ حدیث ۲۴۴۸، مطبع حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل لاہور)

گھوڑے وقف کرنا:

"نافع، عبداللہ ابنِ عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنی سواری کا گھوڑا راہِ خدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نذر کر دیا تھا تاکہ اس پر کوئی آدمی (بوقت جہاد) سوار ہو سکے۔ حضرت عمر کو اطلاع ملی کہ جس گھوڑے کو انہوں نے وقف کیا تھا وہ بازار میں فروخت ہو رہا ہے۔ انہوں نے رسولؐ اللہ سے دریافت کیا کہ میں اسے خرید سکتا ہوں؟ ارشاد فرمایا، نہ خریدو اور اپنے صدقے کو واپس نہ لوٹاؤ"۔

(بخاری۔ک ۵۶ ب ۴۵ و ۴۸، ک ۶۱ ب ۲۸، ک ۹۶ ب ۳۴۔ نسائی۔ک ۲۴ ب ۱۴، ابن ماجہ۔ک ۲۱ ح ۳۔ مسند احمد بن حنبل، رابع ص ۱۷۹؛ سادس ص ۴۰۰ و ۴۰۸)

گھوڑوں کی پیشانیوں پر قیامت تک کے لیے بھلائی لکھی گئی:

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں کے

ساتھ قیامت تک خیر و برکت وابستہ رہے گی۔

عروہ بن الجعد، نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت کے لیے برکت وابستہ ہو کر رہ گئی۔ اسے سلیمان بھی حضرت عروہ بن الجعد سے روایت کرتے ہیں دوسری سند کے ساتھ بھی حضرت عروہ بن الجعد سے اس کی روایت کی گئی ہے۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں ہے۔

(بخاری۔ک ۵۶ ب ۴۳و۴۴، ک ۵۷ ب ۸، ک ۶۱ ب ۲۸۔ مسلم۔ک ۱۲ ح ۲۵، ک ۳۳ ج ۹۷۔ ۱۵ اب ۴۱۔ ترمذی۔ک ۲۰ ب ۱۰، ک ۲۱ ب ۱۹، نسائی۔ک ۲۸ ب ۱ و ۶ و ۸۔ ماجہ۔ک ۱۳ ب ۶۹، ک ۲۴ ب ۱۴۔ ص۔ک ۱۶ ب ۳۴۔ ابن ماجہ۔ک ۲۱ ح ۴۴۔ مسند احمد بن حنبل۔ ثان ص ۱۳ و ۲۸ و ۴۸ و ۵۷ و ۱۰۱ و ۱۰۲ و ۱۱۲ و ۱۱۲ و ۲۶۱ و ثالث ص ۳۹ و ۱۱۴ و ۱۲۷ و ۱۷۱ و ۳۵۲، رابع ص ۱۰۴ و ۱۸۳ و ۳۶۱ و ۳۷۵ و ۳۷۶؛ خامس ص ۱۸۱، سادس ص ۴۰۰)۔

گھوڑے کی رکاب تھامنا:

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا؛ کسی آدمی کو سوار ہونے میں مدد دینا یا اُس کا سامان سواری پر رکھوا دینا بھی صدقہ ہے۔

بعض گھوڑے منحوس ہوتے ہیں:

سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا؛ نحوست گھوڑے، عورت اور گھر تین چیزوں میں ہوتی ہے۔

سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہے تو وہ عورت، گھوڑا اور رہنے کی جگہ (گھر) ہے۔

گھوڑا رکھنے کے مقاصد تین ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور گھوڑے اور خچرّ اور گدھے کہ اِن پر سوار ہو اور زینت

کے لیے۔(سورۂ النحل۔۸)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ایک وہ جن میں آدمی کے لیے اجر ہے۔دوسرے وہ، جن میں آدمی کی پردہ پوشی ہے۔ تیسرے وہ جو آدمی پر بوجھ ہیں۔وہ گھوڑا آدمی کے لیے باعثِ اجر ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے پالا ہو، پھر کسی چراگاہ یا باغ میں چرنے کے لیے لمبی سی رسّی سے باندھ دیا ہو۔پس اس چراگاہ یا باغ میں جہاں تک وہ رسّی پہنچے گی اس کے مطابق مالک کو نیکیاں ملیں گی۔اگر وہ اپنی رسّی توڑ کر ایک دو ٹیلے پرے چلا جائے، تو اس کی لید اور قدموں کے حساب سے گھوڑے والے کو نیکیاں ملیں گی۔اگر وہ کسی نہر یا دریا کے پاس سے گزرے اور اس کا پانی پی لے، اگرچہ مالک کا ارادہ پانی پلانے کا نہ ہو، تب بھی یہ اُس کی نیکیوں میں شمار ہوگا۔جو آدمی غرور یا ریاکاری کے باعث گھوڑا پالے یا مسلمانوں کی عداوت میں تو ایسا گھوڑا اپنے مالک پر بوجھ ہوگا۔

(بخاری۔ک ۵۶ ب ۴۷، ک ۶۷ ب ۴۳ و ۵۴۔مسلم ک ۳۹ ح ۱۱۰۔۱۱۹ ق ۱۲۰ سنن ابی داؤد۔ک ۲۷ ب ۲۴ قا۔ترمذی۔ک ۴۱ ب ۶۸۔النسائی۔ک ۲۸ ب ۵۔ ابنِ ماجہ۔ک ۹ ب ۵۵۔موطا مالک۔ک ۵۴ ح ۲۱ و ۲۲۔احمد بن حنبل۔اول ص ۱۸۰، ثان ص ۸ و ۳۶ و ۸۰ و ۱۱۰ و ۱۲۶ و ۱۳۶ و ۱۵۲ و ۲۸۹، ثالث ص ۳۳۳؛ خامس ص ۳۳۵ و ۳۳۸، سادس ص ۱۵۰ و ۲۴۰ قا۔مسند طالسی۔حدیث ۲۱۰ و ۱۵۳۷ و ۱۸۲۱۔

نر گھوڑے پر سواری کرنا:

راشد بن سعد کہتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نر جانور پر سواری کرنا زیادہ پسند کرتے تھے کیونکہ وہ زیادہ جری اور دلیر ہوتا ہے۔(بخاری ک جہاد والسیر باب ۹۵)

مالِ غنیمت میں گھوڑے کا حصہ:

عبد اللہ ابنِ عمر سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے مالِ غنیمت میں گھوڑے کے دو حصے اور اُس کے سوار کے لیے ایک حصہ مقرر فرمایا۔

امام مالک نے فرمایا کہ غنیمت میں گھوڑوں کو حصہ ملے گا خواہ عربی گھوڑے ہوں یا ترکی اور ایک سے زیادہ گھوڑوں کا حصہ نہیں ملے گا۔

بخاری۔ک ۵۶ باب ۵۱، ک ۶۴ ب ۳۸۔ مسلم۔ک ۳۲ حدیث ۵۷۔ سنن ابی داؤد۔ک ۱۰ ب ۱۴۳ ترمذی۔ک ۱۹ ب ۶۔ النسائی۔ک ۲۸ ب ۱۷۔ ابنِ ماجہ۔ک ۲۴ ب ۳۶۔ دارمی۔ک ۱۷ ب ۳۲۔ موطا مالک۔ک ۲۱ حدیث ۲۱۔ طبقات ابنِ سعد۔ جز ۲ قسم ۱ صفحہ ۸۳ و ۱۳۷؛ جز ۳ قسم ۱ ص ۲۳، جز ۴ قسم ۲ ص ۷۳؛ جز و ۸ ص ۸۳۔ مسند زید بن علی حدیث ۸۵۷۔ احمد بن حنبل۔ اوّل ص ۱۶۶، ثانی ص ۲ و ۴۱ و ۶۲ و ۷۲ و ۱۴۳ و ۱۵۲؛ ثالث ص ۴۲۰، رابع ص ۱۳۸۔

میدانِ جنگ سے دوسرے کے جانور کو لے جانا:

براؓ ابن عازب سے پوچھا گیا کہ جنگِ حنین میں کیا آپ حضرات رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ جواب دیا، لیکن رسولؐ اللہ تو نہیں بھاگے تھے۔ قبیلہ ہوازن کے لوگ اگرچہ بڑے تیر انداز تھے لیکن جب ہم اِن سے معرکہ آرا ہوئے تو وہ بھاگ نکلے۔ اب مسلمان مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو انہوں نے پتھروں سے ہمارے سینوں کو چھلنی کرنا شروع کر دیا لیکن رسولؐ اللہ نہیں دوڑے اور بے شک میں نے انہیں دیکھا کہ اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور بے شک ابوسفیان ابنِ حارث نے اُس کی لگام پکڑ رکھی تھی۔ (بخاری۔ک۔الجہاد والسیر۔باب ۹۷)

گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سواری کرنا:

انس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اس حالت میں ملے کہ آپ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے، جس پر زین بھی نہ تھی اور تلوار آپ کی گردن میں لٹک رہی تھی۔ (بخاری۔ک الجہاد والسیر۔باب ۹۹)

سست رفتار گھوڑا:

انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دفعہ مدینۂ منورہ والوں کو خطرہ محسوس ہوا۔ نبی کریمؐ ابوطلحہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو سست رفتار تھا یا اس میں سستی تھی۔ جب

آپ واپس تشریف لائے تو فرمایا۔ ہم نے تمہارے گھوڑے کو دریا کی طرح تیز رفتار پایا ہے۔ پس اُس کے بعد اس گھوڑے سے کوئی سبقت نہ لے جا سکا۔
(بخاری۔ ک الجہاد والسیر حدیث ۱۳۱۔ باب ۱۰۰)

گھوڑوں کی دوڑ کرانا:

ابنِ عمر سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے سدھائے ہوئے گھوڑوں کی دوڑ تو خفیاء سے ثنیۃ الوداع تک کروائی اور غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کی دوڑ ثنیۂ زریق تک۔

ابنِ عمر فرماتے ہیں کہ گھوڑے دوڑانے والوں میں سے ایک میں ہوں۔
(بخاری۔ ک ۸ باب ۴۱، ک ۵۶ ب ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ مسلم۔ ک ۳۳ حدیث ۹۰ و ۹۶۔ ابی داؤد۔ ک ۱۰ اب ۶۰ و ۶۲ و ۶۳۔ ترمذی۔ ک ۲۱ ب ۲۲۔ نسائی۔ ک ۲۸ ب ۱۲۔ ۱۴۔ ابنِ ماجہ ک ۲۴ ب ۴۴۔ دارمی۔ ک ۱۶ اب ۳۵ و ۳۶۔ موطا مالک۔ ک ۲۱ حدیث ۴۵۔ احمد بن حنبل۔ ثانی ص ۵ و ۱۱ و ۵۵ و ۶۷ و ۸۶ و ۹۱ و ۱۰۷، ثالث ص ۱۶۰ و ۲۵۶)

دوڑ جیتنے کے لیے گھوڑا تیار کرنا:

عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کی دوڑ ثنیہ سے بنی زریق کی مسجد تک کروائی اور حضرت عبداللہ بن عمر نے بھی اس گھڑ دوڑ میں حصہ لیا تھا۔ (بخاری۔ ک الجہاد والسیر ۔ حدیث ۱۳۳۔ باب ۱۰۲)

گھڑ دوڑ کی حد مقرر کرنا:

نافع، عبداللہ ابنِ عمر فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے تربیت یافتہ گھوڑوں کی دوڑ کروائی اور اس کی حد مقرر فرمائی۔ (بخاری۔ ک الجہاد والسیر ۔ حدیث ۱۳۴۔ باب۔ ۱۰۳)

جو گھوڑے پر جم کر سواری نہ کر سکے:

جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جب سے میں دائرۂ اسلام میں آیا ہوں اس وقت سے نبی کریمؐ نے مجھ سے کسی قسم کا کوئی حجاب نہیں رکھا اور مجھے یہ شکایت تھی کہ میں جم کر

گھوڑے پر سواری نہیں کرسکتا تھا تو آپؐ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر مارا اور دعا فرمائی۔ اے اللہ! اسے جما دے اور اسے ایسا بنا دے کہ یہ ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ ہو۔ (بخاری۔ ک الجہاد والسیر۔ حدیث ۲۸۴۔ باب ۲۰۵)

صحیح مسلم میں گھوڑوں کا تذکرہ

گھڑ دوڑ کا بیان اور گھوڑوں کو تیار کرنا شرط کے لیے:

عبداللہ ابنِ عمر سے روایت ہے رسولؐ اللہ نے دوڑ کرائی ان گھوڑوں کی جو تیار کئے گئے تھے حفیا سے ثنیۃ الوداع تک (ان دونوں مقاموں میں پانچ یا چھ میل کا فاصلہ ہے) اور جو تیار نہیں کئے گئے تھے اُن کی دوڑ ثنیۃ سے بنی زریق کی مسجد تک مقرر کی اور ابنِ عمر ان لوگوں میں تھے جنہوں نے دوڑ کی۔ عبداللہ نے کہا میں آ گیا تو گھوڑا مجھے لے کر مسجد پر چڑھ گیا۔

گھوڑوں کی فضیلت:

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، رسولؐ اللہ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانی میں برکت ہے اور خوبی قیامت تک۔

جریر بن عبداللہ سے روایت ہے میں نے رسولؐ اللہ کو دیکھا، آپؐ ایک گھوڑے کی پیشانی کے بال انگلی سے مل رہے تھے اور فرماتے تھے، گھوڑوں کی پیشانیوں سے برکت بندھی ہوئی ہے۔ قیامت تک یعنی ثواب اور غنیمت (ہم دنیا و ہم آخرت)

عروہ بارقی سے روایت ہے رسولؐ اللہ نے فرمایا برکت بندھی ہوئی ہے گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک یعنی ثواب اور غنیمت۔

عروہ بارقی سے روایت ہے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا برکت بندھی ہوئی ہے گھوڑوں کی پیشانیوں سے لوگوں نے عرض کیا ''کیوں یا رسولؐ اللہ؟'' آپؐ نے فرمایا ثواب

ہے اور غنیمت قیامت تک (کیونکہ جہاد قائم رہے گا قیامت تک)

انس سے روایت ہے، رسولؐ اللہ نے فرمایا برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں ہے۔

(بخاری۔ک ۵۶ باب ۴۳ و ۴۴، ک ۵۷ باب ۸، ک ۶۱ باب ۶۸۔
مسلم۔ک ۱۲ حدیث ۲۵؛ ک ۳۳ حدیث ۹۶۔۱۰۰۔ سنن ابی داؤد ۱۵ باب ۴۱۔ ترمذی۔ک ۲۰ باب
۱۰، ک ۲۱ ب ۱۹۔ النسائی۔ک ۲۸ باب ۱ و ۶ و ۷۔ ابن ماجہ۔ک ۱۲ باب ۶۹، ک ۲۴ باب ۱۴۔ دارمی۔
ک ۱۶ باب ۳۴۔ موطا مالک۔ک ۲۱ حدیث ۴۴۔ احمد بن حنبل۔ثانی ص ۱۳ و ۲۸ و ۴۸ و ۵۷ و ۱۰۱ و ۱۰۲
و ۱۱۲ و ۲۶۱، ثالث صفحہ ۳۹ و ۱۱۴ و ۱۲۷ و ۱۷۱ و ۳۵۲، رابع صفحہ ۱۰۴ و ۱۸۳ و ۳۶۱ و ۳۷۵ و ۳۷۶؛ خامس
صفحہ ۱۸۱ سادس صفحہ ۴۵۵) مسند الطالسی۔ حدیث ۱۰۵۶، ۱۰۵۸، ۱۲۴۵، ۲۴۳۷، ۲۴۴۰)

گھوڑے کی کون سی قسمیں بُری ہیں:

ابوہریرہ سے روایت ہے رسولؐ اللہ برا جانتے تھے اشکل گھوڑے کو۔ اشکل وہ گھوڑا ہے جس کا داہنا پاؤں اور بایاں ہاتھ سفید ہو یا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں سفید ہو۔

سُنن ابوداؤد میں گھوڑوں کا تذکرہ

گھوڑے کی پیشانی اور دُم کے بال نہ کترنا چاہیئے:

ابوتوبہ، الہیثم بن حمید، (دوسری سند) حشیش بن اصرم، ابوعاصم، ثور بن یزید، نظر الکنانی، ایک شخص، (ابوتوبہ نے کہا) ثور بن یزید، شیخ من بنی سلیم، عتبہ بن عبدالسلمی سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے سنا آپؐ فرماتے تھے گھوڑوں کی پیشانی کے بال نہ کترو اور نہ ان کی ایالیں اور دمیں کترو اس لئے کہ ان کی دُمیں ان کی چونریاں ہیں ان سے مکھیاں اڑاتے ہیں اور ایالیں ان کی سبب گرم ہونے ان کے ہیں اور ان کی پیشانیوں کے بالوں میں بندھی ہے بھلائی۔

یعنی برکت ہے اس کے رہنے میں اور بہتری ہے اور زینت بھی ہے۔

گھوڑوں کے کون کون سے رنگ پسندیدہ ہیں:

ہارون بن عبداللہ، ہشام بن سعید الطالقانی محمد بن المہاجر الانصاری، عقیل بن السیب، ابی وہب الجشمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لازم ہے تم کو گھوڑا کمیت سفید پیشانی کا اور سفید ہاتھ پاؤں کا یا اشقر سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کا یا سیاہ سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کا۔

اشقر کہتے ہیں سرخ رنگ کے گھوڑے کو اور کمیت اور اشقر میں فرق یہ ہے کہ کمیت کی دُم اور ایال سیاہ ہوتے ہیں اور اشقر کی سرخ۔

محمد بن عوف الطائی، ابوالمغیرہ، محمد بن المہاجر، عقیل، ابن وہب سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لازم پکڑو تم اپنے اوپر ہر ایک اشقر سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کو یا کمیت سفید پیشانی اور پاؤں کو محمد بن مہاجر نے کہا میں نے عقیل سے پوچھا اشقر کو کیوں فضیلت ہوئی انہوں نے کہا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تو سب سے پہلے جو سوار فتح کی خبر لے کر آیا وہ اشقر پر سوار تھا۔

بہتر قسمیں گھوڑوں کے لئے ہیں کمیت پنجکلیان مشکی پنجکلیان، اشقر پنجکلیان انہیں کی فضیلت آپ نے بیان فرمائی۔

یحیٰی بن معین، حسین بن محمد، شیبان، عیسیٰ بن علی، علی، اس کے دادا، عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا برکت گھوڑوں کی سرخ رنگ کے گھوڑوں میں ہے۔ یعنی ان میں توالد تناسل زیادہ ہوتا ہے۔

موسیٰ بن مروان الرقی، مروان بن معاویہ، ابی حیان التیمی، ابوزرعہ، ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مادیان کو بھی گھوڑا شمار کرتے تھے۔

کون سے گھوڑے اچھے نہیں:

محمد بن کثیر، سفیان، سلم، ابی زرعہ، ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے میں شکال کو مکروہ رکھتے تھے اور شکال یہ ہے، جو ایسا گھوڑا ہو جس کے داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ میں سفیدی ہو یا اس کے داہنے ہاتھ اور بائیں پاؤں میں سفیدی ہو۔

راوی نے تو تفسیر شکال کی اس طرح کی اور شکال نزدیک صاحبِ قاموس اور تمام اہلِ لغت کے گھوڑوں میں یہ ہے کہ تین پاؤں گھوڑے کے سفید ہوں اور ایک ہم رنگ تمام بدن کے یا بالعکس یعنی ایک پاؤں سفید ہو اور باقی ہم رنگ بدن کے اور شکل اصل میں اسی رسی کو کہتے ہیں کہ جس سے چار پائے کو باندھتے ہیں، پس اس طرح گھوڑے کو تشبیہ دی ساتھ اس کے اور اس طرح گھوڑے کو مکروہ رکھا ازراہِ تغاول کے کہ وہ بصورت مشکول کے ہیں اور ممکن ہے کہ تجربے سے معلوم ہوا ہو کہ اس جنس کا گھوڑا اصیل نہ ہوتا ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر باوجود اس کے سفیدی پیشانی پر ہو تو دور ہو جاتی ہے کراہت۔ گھوڑے والوں کے نزدیک بھی ارجل اور اشکل گھوڑا منحوس ہے، ایک شاعر کہتا ہے ؎

ارجل و اشکل و ستارہ پیشانی   گر بہ مقتت و ہندنستانی

جانوروں کی خدمت اور خبر گیری اچھی طرح کرنا چاہیئے:

عبداللہ بن محمد النفیلی، مسکین بن بکیر، محمد بن المہاجر، ربیعہ بن یزید، ابی کبشہ السلولی، سہل بن حنظلیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اونٹ دیکھا جس کا پیٹ پیٹھ سے لگ گیا تھا، آپ نے فرمایا خدا سے ڈرو ان بے زبان جانوروں کے باب میں ان پر سواری کرو اچھی طرح اور ان کو کھلاؤ اچھی طرح۔

بوجہ بھوک اور تکلیف کے یعنی خوب خدمت اور خبر گیری کرو۔

موسیٰ بن اسماعیل، مہدی، ابنِ ابی یعقوب الحسن بن سعد، حسن بن علی کے آزاد کردہ غلام، عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ سوار کیا ایک دن اور آہستہ سے مجھے ایک بات کہی اور کہا کسی سے نہ کہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاجتِ ضروری کے واسطے چھپنے کی جگہوں میں دو جگہیں بہت پسند تھیں یا تو کوئی اونچا مقام ہو یا درختوں کا جھنڈ ہو۔ ایک بار کسی انصاری کے باغ میں آپؐ تشریف لے گئے اُدھر سے ایک اونٹ آیا اس نے آپ کو دیکھ کر رونا شروع کیا (یعنی آواز رونی سی نکالی) اور آنکھوں سے آنسو بہانا شروع کئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس گئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا وہ چپ ہو رہا بعد اس کے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے، ایک جوان انصار میں سے آیا اور کہنے لگا میرا ہے یا رسولؐ اللہ، آپؐ نے فرمایا تو خدا سے نہیں ڈرتا اس جانور میں جس کا اللہ نے تجھے مالک کیا اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی تیری کہ تو اس کو بھوکا مارتا ہے اور تھکاتا ہے۔

سبحان اللہ آپ رحمۃ اللعالمین تھے اونٹ بھی آپ کو دیکھ کر اپنی فریاد سامنے لایا اور آپ کے ہاتھ پھیرنے سے چپ ہو گیا۔

عبداللہ بن مسلمہ القعنبی، مالک، سمی مولیٰ ابی بکر، ابی صالح السمان، ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے فرمایا ایک شخص راہ میں جا رہا تھا اس کو بہت پیاس معلوم ہوئی ایک کنواں دیکھا اس میں اتر کر پانی پیا، جب کنوئیں سے نکلا تو دیکھا ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کے مارے کیچڑ چاٹ رہا ہے اس نے دل میں کہا اس کتے کا بھی پیاس کے مارے وہی حال ہوگا جو میرا حال تھا پھر کنویں میں اتر کر اپنے موزے میں پانی بھرا اور منہ میں اس کو داب کر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا اللہ جلّ جلالہٗ اس سے خوش ہو گیا اور اس کو بخش دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ہم کو

جانوروں کے پانی پلانے میں بھی ثواب ہے آپ نے فرمایا کیوں نہیں ہر جاندار جگر میں ثواب ہے۔

کیوں کہ کنواں ایسا ہوگا جس میں چڑھنا دشوار ہوگا اس وجہ سے موزہ ہاتھ میں نہ لا سکا منہ میں داب لیا۔ مسلمان ہو یا کافر، آدمی ہو یا جانور راحت رسانی اور رحم اور مہربانی ایسی چیز ہے جو اللہ جلّ جلالہٗ کو نہایت پسند ہیں وہ کبھی بے کار نہ جائے گی مگر ان میں وہ جانور مستثنٰی ہیں جو موذی ہیں یا واجب القتل ہوں جیسے سوّر وغیرہ۔

منزل پر اُترنا:

محمد بن المثنی، محمد بن جعفر، شعبہ، حمزہ الضبی، انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب ہم منزل میں اترتے تو نماز نہ پڑھتے جب تک کجاوؤں کو اونٹوں پر سے اتار نہ لیتے (تا کہ اونٹوں کو تکلیف نہ ہو)۔

جانوروں کے گلے میں تانت کے گنڈے ڈالنا:

عبداللہ بن مسلمہ القعنبی، مالک، عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، عباد بن تمیم، ابوبشیر انصاری سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے بعض سفروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو بھیجا اور لوگ سو رہے تھے اس نے کہا نہ باقی رہے اونٹ کی گردن میں تانت کا گنڈا یا کوئی گنڈا مگر کاٹ ڈالا جائے، کہا مالک نے یہ گنڈا نظر نہ لگنے کے واسطے باندھتے تھے آپ نے اس سے منع کیا کہ گنڈا کچھ موثر نہیں ہو سکتا سب آفتوں سے اللہ جلّ جلالہٗ بچانے والا ہے۔

گھوڑوں کی دیکھ بھال اچھی طرح کرنا:

ہارون بن عبداللہ، ہشام بن سعید الطالقانی، محمد بن المہاجر، عقیل بن شبیب، ابی وہب الجشمی سے روایت ہے اور وہ صحابی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا گھوڑوں کو باندھ رکھو اور ان کے پٹھوں اور پیشانیوں پر ہاتھ پھیرا کرو یا بدلے اعجاز ہا کے، کفالہا فرمایا معنی دونوں کے ایک ہیں اور ان کی گردنوں میں گنڈے باندھو اور ان کی گردنوں میں کمان کے چلّے نہ باندھو۔

گھوڑے باندھ رکھنے سے کنایہ ہے کہ ان کو جہاد کے لئے فربہ کرو اور ہاتھ پھیرنے سے مقصود گرد وغبار سے ان کو صاف کرنا ہے اور ان کی فربہی کا حال معلوم کرنا ہے اور اس سے انس وراحت بھی حاصل ہوتی ہے اور جاہلیت کی عادت تھی کہ کمان کے چلّے گھوڑے کی گردنوں میں باندھتے تھے تاکہ نظر نہ لگے آپ نے تنبیہہ کے لئے اس سے منع فرمایا کہ گھوڑے کا گلا نہ گھٹے اور نہ یہ تقدیر کو رد کرسکتا ہے۔

جانوروں کے گلے میں گھنٹی لٹکانے کا بیان:

مسدد یحییٰ، عبیداللہ، نافع سالم، ابی الجراح مولیٰ اُمِّ حبیبہ، اُمِّ حبیبہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وآلہ وسلم نے فرمایا ساتھ نہیں دیتے رحمت کے فرشتے ان لوگوں کا جن میں گھنٹہ ہوتا ہے۔

احمد بن یونس، زہیر، سہیل بن ابی صالح، ابی صالح ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رحمت کے فرشتے ساتھ نہیں دیتے ان لوگوں کا جن میں کتا اور گھنٹہ ہو۔

محمد بن رافع، ابوبکر بن ابی اویس، سلیمان بن بلال، العلاء بن عبدالرحمٰن، عبدالرحمٰن، ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گھنٹے میں شیطان کا باجا ہے۔

گھنٹہ اونٹ وغیرہ کی گردن میں اس واسطے منع ہوا کہ دشمن آواز سے خبردار ہو جاتا ہے، وہ اپنا بچاؤ کرلیتا ہے تو مسلمان اس پر غالب نہیں ہوسکتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پسند تھا کہ دشمن کو بالکل اپنی خبر نہ ہو ایکا ایکی ان پر پہنچ جائیں۔

آدمی اپنے جانور کا نام رکھے:

ہناد بن السری، ابی الاخواص، ابی اسحاق، عمرو بن میمون، معاذ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوار تھا ایک گدھے پر جس کو عفیر کہتے تھے۔

(امام ابوداؤد)

ترمذی میں گھوڑوں کا تذکرہ

باب گھوڑوں کی فضیلت میں:

روایت ہے عروہ بارقی سے کہا فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر بندھی ہوئی ہے گھوڑوں کی پیشانی سے قیامت کے دن تک یعنی اجر اور غنیمت۔

اس باب میں عبداللہ ابنِ عمر اور ابی سعید اور جریر اور ابی ہریرہ اور سما بنتِ یزید اور مغیرہ بن شعبہ اور جابر سے بھی روایت ہے یہ حدیث حسن ہے، صحیح ہے اور عروہ بیٹے ہیں ابی الجعد بارقی کے اور ان کو عروہ بن الجعد کہتے ہیں کہا احمد بن حنبل نے مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جہاد ہر ایک کے ساتھ قیامت تک باقی ہے یعنی گھوڑوں سے بڑی تائید ہے مجاہدوں کو اللہ تعالیٰ والعادیات میں ان کی قسم کھاتا ہے اور ثواب، جہاد اور مالِ غنیمت گویا ان کے موئے پیشانی میں معلق ہے۔

باب بہتر گھوڑوں کے بیان میں:

روایت ہے عبداللہ ابنِ عباس سے کہا فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برکت گھوڑوں کی سرخ رنگ گھوڑوں میں ہے۔

یہ حدیث حسن ہے، غریب ہے نہیں پہچانتے ہم اس کو مگر شیبان کی روایت سے یعنی اشقر وہ گھوڑا ہے کہ جس میں سرخی صاف ہو اور اس کے ایال اور دُم بھی سرخ ہوں اور

اگر ایال اور دُم سیاہ ہوئے تو وہ کمیت ہے۔

روایت ہے ابی قتادہ سے، وہ روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے بہتر گھوڑوں میں سیاہ رنگ ہیں جن کی پیشانی اور اوپر کا ہونٹ سفید ہو پھر پنج کلیان یعنی جن کے چاروں پیر اور پیشانی سفید ہو پھر اگر سیاہ رنگ نہ ہوں تو کمیت اسی صورت کا یعنی سیاہی سرخی ملی ہوں یا دُم اور ایال اس کے سیاہ ہوں اور باقی سرخ ہوں۔

روایت کی ہم سے محمد بن بشار نے انہوں نے وہب سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے یحییٰ بن ایوب سے انہوں نے یزید بن حبیب سے مانند اسی روایت کے معنوں میں یہ حدیث حسن ہے، غریب ہے، صحیح ہے۔

باب بُری قسم کے گھوڑوں میں!

روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکروہ کہتے تھے شکال کو گھوڑوں میں۔ یہ حدیث حسن ہے، صحیح ہے اور روایت کی یہ شعبہ نے عبداللہ سے انہوں نے ابی زرعہ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے مانند اس کے اور ابو زرعہ بیٹے ہیں عمرو بن جریر کے نام ان کا ہرم ہے روایت کی ہم سے محمد بن حمید رازی نے انہوں نے جریر سے انہوں نے عمارہ بن قعقاع سے انہوں نے کہا، کہا مجھ سے ابراہیم نخعی نے جب بیان کرے تو مجھ سے حدیث تو بیان کر ابو زرعہ سے اس لیے کہ انہوں نے بیان کی مجھ سے ایک حدیث پھر پوچھی میں نے ان سے کئی برس بعد وہی حدیث تو نہ چھوڑا انہوں نے ایک حرف یعنی ایسے قوی الحافظہ تھے۔

باب گھوڑوں کی شرط کے بیان میں:

روایت ہے عبداللہ ابنِ عمر سے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضمر گھوڑے

دوڑائے حفیہ سے ثنیۃ الوداع تک اور دونوں میں چھ میل کا فاصلہ ہے اور جو غیر مضمر گھوڑے تھے ان کو دوڑایا ثنیۃ الوداع سے بنی زریق کی مسجد تک اور دونوں میں ایک میل کا فاصلہ تھا اور ابنِ عمر کہتے ہیں میں بھی ان میں تھا جنہوں نے گھوڑے دوڑائے تھے سو کود گیا میرا گھوڑا ایک دیوار مجھے لے کر۔

اس باب میں ابو ہریرہ اور جابر اور انس اور عائشہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن ہے، غریب ہے، ثوری کی روایت سے۔

روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سبق نہیں ہے مگر تیر میں یا اونٹ گھوڑے میں۔

یعنی مضمر وہ گھوڑے ہیں جن کو ضماریہ سے تیار کیا ہو اور ضمار یہ ہے کہ پہلے گھوڑے کو خوب دانہ چارہ دے کر فربہ کرنا پھر بتدریج دانہ چارہ کم کرنا کہ لاغر ہو جائے اور قوتِ غذائی سابق باقی رہے اور وہ نہایت تیز رو ہوتا ہے اور سبق وہ مال ہے کہ سابق کو یعنی وہ سوار کو شرط میں آگے بڑھ جائے اس کو ملے اور شرط مال کی انہیں تین میں درست ہے۔

باب گھوڑوں میں گھنٹے لٹکانے کے بیان میں:

روایت ہے ابی ہریرہ سے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ساتھ نہیں ہوتے فرشتے ان رفیقوں کے جن میں کتا ہو اور گھنٹی ہو۔

اس باب میں عمر اور عائشہ اور اُمِّ حبیبہ اور اُمِّ سلمہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے بعض اوقات منظور ہوتا ہے کہ لشکرِ دشمن پر اچانک جا پڑے اور ان کو خبر نہ ہو اس وقت گھنٹی یا گھنگرو مخلِ مقصود ہوتے ہیں یہ بھی ایک وجہ کراہت کی ہے اور سوا اس کے اور بھی کچھ حکمت ہوگی واللہ اعلم۔

باب جانوروں کے لڑانے اور منہ پر داغ دینے کے بیان میں:

روایت ہے عبداللہ ابنِ عباس سے کہا، منع فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

جانوروں کے لڑانے سے۔ (ابوعیسیٰ محمد امام ترمذی)

سُنن نسائی میں گھوڑوں کا تذکرہ

گھوڑوں کے بیان میں کتاب:

سلمہ بن نفیل کندی سے مروی ہے کہ ایک دن میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس وقت ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لوگوں نے گھوڑوں کو ذلیل کر دیا ہے اور ہتھیار رکھ دیے اور کہتے ہیں کہ اب جہاد نہیں رہا اور لڑائی ختم ہوگئی ہے۔ آپ نے یہ سن کر اس کی طرف رخِ انور پھیرا اور ارشاد فرمایا یہ جھوٹ بولتے ہیں ابھی ابھی جہاد کا حکم آیا ہے اور میری امت کے لوگ دین کی خاطر ہمیشہ لڑتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو ان کے لیے پھیر دے گا اور اللہ تعالیٰ ان کو ان سے قیامت تک رزق دے گا اور اللہ نے خیر کو گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک معلق فرمادیا ہے اور مجھے یہ بات وحی کے ذریعے بتائی گئی ہے اور میرا وصال شریف جلد ہوگا اور تم لوگ متفرق جماعتیں ہو جاؤ گے اور آپس میں کٹ مرو گے اور ایمان والوں کا گھر شام میں مقرر ہوگا۔

نوٹ: گھوڑوں کی پیشانی میں اجر و ثواب جو جہاد کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسری وہ غنیمت جو جہاد کرنے سے ملتی ہے۔

ابوہریرہ راوی ہیں کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر اور بھلائی لکھی ہے اور گھوڑوں کی تین اقسام ہیں ایک تو وہ جن کے باعث آدمی کو اجر و ثواب ہوتا ہے اور ایک مفلسی اور تکلیف میں ڈھال اور بچاؤ ہوتے ہیں اور ایک وبال و مصیبت ہوتے ہیں۔ ثواب گھوڑے تو وہ ہیں جن کو اللہ کی راہ میں روکا جائے اور انہیں جہاد کے لیے تیار کیا جائے

اور وہ جو کچھ کھائیں وہ ان کے لیے ثواب ہے اور اگر وہ چراگاہ میں چھوڑے جائیں تا کہ وہ چریں۔ بعدازاں حدیثِ پاک کو آخر تک بیان فرمایا۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بعض آدمیوں کے لیے گھوڑے باعثِ اجر و ثواب ہیں، بعض کے لیے انتہائی قبیح اور بعض افراد کے لیے وبال و گناہ۔ گھوڑوں سے ایسے شخص کو اجر و ثواب ہوتا ہے جو انہیں اللہ رب العزّت کی راہ میں باندھے اور وہ ان کی رسّی چراگاہ یا باغ میں بھی باندھے اور جس قدر وہ گھوڑا ادور دور تک چرے گا اس کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اگر وہ رسّی توڑ کر ایک یا دو اونچان اوپر چڑھیں تو اُن کے ہر قدم اور لید پر نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اگر وہ کسی نہر پر جا نکلے اور پانی پیئے حالانکہ مالک کا ارادہ پانی پلانے کا نہ تھا تب بھی مالک کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی تو ایسے گھوڑے باندھنا باعثِ اجر و ثواب ہے اور اس شخص کے لیے تو افضل ترین ہے جو گھوڑوں کو تجارت کے لیے باندھے اور ان کی زکوٰۃ ادا کرے اور اس شخص کے لیے گناہ ہے جو گھوڑوں کو فخر، ریا اور مسلمانوں کی دشمنی کے لیے باندھے اور کسی شخص نے حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گدھوں کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا اس کے متعلق ابھی تک کچھ بھی نازل نہیں ہوا۔ مگر یہ آیت جو اکیلی تمام نیکیوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

ترجمہ: جو شخص ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے پائے گا اور جو شخص ذرّہ برابر بُرائی کرے گا وہ اسے دیکھے گا۔

نوٹ: اس آیتِ شریفہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تھوڑی سی نیکی بھی رائیگاں نہیں جاتی تو خدا کی راہ میں گدھوں کا باندھنا اور ان سے کام لینا بیکار نہیں ہوسکتا۔

گھوڑوں کے شوق اور محبت میں بیان:

انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضورِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورت کے

بعد گھوڑے سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ پیاری نہ تھی۔

کون سے رنگ کا گھوڑا بہتر ہے:

ابو وہب جنہیں حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرفِ صحبت حاصل تھا روایت فرماتے ہیں کہ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم انبیائے کرام کے مطابق نام رکھو اور اللہ جلّ جلالہٗ کے نزدیک محبوب ترین اور پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔ گھوڑے باندھو اور ان کے ماتھے اور پیٹھ پر ہاتھ ملو اور ان کے گلے میں کلاوہ ڈالو اور ان کے گلے میں تافت نہ پہناؤ اور اس بات کا اہتمام رکھو کہ کمیت گھوڑا رکھو جس کی پیشانی اور اگلے پچھلے پاؤں سفید ہوں یا وہ سرخ رنگ کا گھوڑا ہو جس کی پیشانی سفید ہو اور اگلے پاؤں بھی سفید ہوں۔

شکال گھوڑے پالنا:

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضورِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شکال گھوڑے کو ناپسند فرماتے تھے۔

نوٹ: شکال ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے تین پاؤں سفید ہوں اور چوتھا پاؤں کسی دوسرے رنگ کا ہو۔

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شکال گھوڑے کو ناپسند فرماتے اور حضرت ابو عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ شکال اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے تین پاؤں سفید ہوں اور چوتھا پاؤں کسی دوسرے رنگ کا ہو۔

نوٹ: ایسے گھوڑے کو ارجل بھی کہا جاتا ہے بشرطیکہ اس کی پیشانی پر سفیدی نہ ہو۔ اس قسم کا گھوڑا منحوس اور مکروہ ہوتا ہے یا اس میں کوئی عیب ہوتا ہے جس سے ضرر اور نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور شکال ہمیشہ پاؤں میں ہوتا ہے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔

گھوڑوں کے شوم اور منحوس ہونے کا بیان:

عاصم اپنے والدِ گرامی عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہٗ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تین اشیا کی وجہ سے شومی اور نحوست ہوتی ہے۔ عورت، گھوڑے اور گھر میں۔

نوٹ: گھوڑے کی شومی اور نحوست یہ ہے کہ وہ عیب دار ہو۔ اور نقصان دہ ہو یعنی کاٹے یا لات مارے اور عورت کی شومی اور نقص یہ ہے کہ وہ زبان دراز اور بد خلق ہو اور گھر کی بدقسمتی اور شومی یہ ہے کہ وہ اچھے پڑوس میں نہ ہو یا وہ سخت دھوپ اور سخت سردی و برسات وغیرہ میں ہو اور اس میں آرام و سکون نہ ہو۔

عاصم اپنے والدِ گرامی عبداللہ ابنِ عمر سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تین اشیا کی وجہ سے شومی اور نحوست ہوتی ہے۔ عورت، گھوڑے اور گھر میں۔

حضرت جابر بن عبداللہ راوی ہیں کہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر کسی چیز میں نحوست ہو تو وہ مکان، عورت اور گھوڑے میں ہوگی اور اگر نہ ہو تو کسی چیز میں نہ ہوگی۔

باب گھوڑے کی برکت کے بیان میں:

انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا گھوڑوں کی پیشانی میں برکت ہے۔

گھوڑوں کی پیشانیاں گوندھنے کا بیان:

جریر راوی ہیں کہ میں نے حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ گھوڑے

کی پیشانی کو اپنی انگلیوں سے بل دیتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ گھوڑوں کے ماتھوں پر قیامت تک خیر اور بھلائی باندھی گئی ہے اور وہ خیرِ اجر اور غنیمت ہے۔

اس بات کا بیان کہ آدمی اپنے گھوڑے کو ادب سکھائے:

خالد بن یزید جہنی راوی ہیں کہ عقبہ بن عامر میرے نزدیک سے گزرتے اور ارشاد فرماتے اے خالد ہمارے ساتھ چلیں ہم تیر اندازی کریں گے۔ ایک دن میں نے دیر کی تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے خالد آؤ میں آپ کو وہ بات سناؤں جو مجھ کو حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی۔ اللہ رب العزت ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ تیر بنانے والا بشرطیکہ اس نے اس تیر کو بنانے کے لیے نیکی کی نیت کی ہو، اس تیر کو پھینکنے والا! اور بھال لگانے والے کو اور ارشاد فرمایا کہ تیر اندازی اور سواری کرو اور سواری کرنے کی نسبت تیر اندازی مجھے زیادہ پسند ہے اور تین کھیلوں کے سوا کوئی کھیل نہیں کھیلنا چاہئے۔ پہلا یہ کہ انسان اپنے گھوڑے کو سکھائے۔ دوسرا اپنی بیوی سے کھیلے اور تیسرا کھیل تیر اور کمان کا ہے اور جس شخص نے ایک دفعہ سیکھنے کے بعد تیر اندازی چھوڑ دی اس نے ایک نعمت کی ناشکری کی یا آپ نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ اس نے اس کی ناشکری کی۔

گھوڑا کیا دعا کرتا ہے:

زرعہ راوی ہیں کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو گھوڑا عربی ہے یا کسی اور نسل کا عمدہ نسل کا اور جہاد کی نیت سے رکھا جائے اس کو ہر صبح دو دعائیں کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ یا اللہ! تو آدمیوں میں سے جس شخص کو میرے سپرد کرے اور اس کی ملک میں دے تو تُو مجھے اس کے گھر والوں اور مال کے نزدیک کر دے کہ وہ سب سے زیادہ محبت مجھ سے کرے۔

گھوڑوں کے گھاس اور دانے کی خوبی اور اجر کا بیان:

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضورِ پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے وعدوں کو سچا جانتے ہوئے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا تو اس گھوڑے کا پانی پینا، پیشاب اور لید کرنا اس کی نیکیوں کے ترازو میں شامل کیا جائے گا۔

نوٹ: یعنی قیامت کے دن جب لوگوں کے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا تو اس وقت ان چیزوں کے برابر اس شخص کی نیکیاں دی جائیں گی اور جس کی نیکیاں زیادہ ہوئیں وہی بڑا آدمی ہے۔

جس گھوڑے کا اضمار نہیں کیا گیا اس کی رفتار کی انتہا کا بیان:

عمر سے مروی ہے کہ حضورِ پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفیا نامی ایک جگہ سے گھوڑوں کو چھوڑا اور دوڑ کی انتہا ثنیۃ الوداع نامی پہاڑ تھا جو مدینۂ منورہ کے قریب ہے اور ثنیہ سے بنی زریق کی مسجد تک گھڑ دوڑ کرائی۔ ایسے گھوڑے جو اضمار نہیں کیے گئے تھے۔

نوٹ: حفیا سے ثنیہ تک پانچ یا چھ میل کا فاصلہ ہے اور ثنیہ سے بنی زریق کی مسجد ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

گھوڑوں کو اضمار کرانے کی عادت ڈالنا:

ابنِ عمر سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان گھڑ دوڑ کرائی جنہیں اضمار نہیں کیا گیا تھا اور یہ حد حفیا سے ثنیۃ الوداع تک تھی جہاں سے گھوڑے دوڑتے تھے اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان گھوڑوں کے لیے جنہیں اضمار نہیں کیا گیا تھا۔ ثنیۃ سے بنی زریق تک دوڑ کرائی اور حضرت

عبداللہ اس گھڑ دوڑ میں شامل تھے۔(اضمار کے معنی ہیں چھریرا بدن کرنا)

یہ باب گھڑ دوڑ کے بیان میں ہے:

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط تیر، اونٹ یا گھوڑے میں ہی شرط کی۔

نوٹ: نصل بھال کو کہتے ہیں۔ یہاں سے مراد تیراندازی ہے خف اونٹ کا پاؤں لیکن یہاں مراد اونٹ ہے اور حافر کہتے ہیں گھوڑے کے سُم کو یہاں سے مراد گھوڑا ہے۔غرضیکہ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ گھوڑا دوڑانا اور اس میں شرط لگانا بطور جواز کے جائز ہے۔اور شرط بطور جواز حقیقت میں شرط نہیں بلکہ اس سے مراد انعام ہوتا ہے جیسے کہ خلیفہ حکم دے کہ تم سے جس شخص کا گھوڑا بڑھ جائے گا اسے اتنا انعام ملے گا یا کوئی اور شخص کہے۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ شرط کرنا فقط اونٹ اور گھوڑے میں ہی جائز ہے۔شرط یہ ہے کہ سوار خود ہو۔

انس بن مالک راوی ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عضباء نامی ایک اونٹنی تھی اور وہ شرط میں کبھی بھی ہار نہ کھاتی تھی اتفاقاً عرب کا ایک دیہاتی آدمی آیا اور اس کی سواری کے نیچے ایک نوجوان غریب اونٹ تھا اور وہ اونٹ اس اونٹنی سے بڑھ گیا۔یہ امر مسلمانوں پر شاق گزرا۔جب حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے چہرے پر دیکھا کہ وہ رنجیدہ ہیں تو لوگوں نے عرض کیا کہ عضباء پیچھے رہ گئی ہے تو انہوں نے کہا۔اللہ رب العزت جب کسی شے کو بڑھاتا ہے تو اسے کم بھی فرماتا ہے۔

جلب کا بیان:

عمران بن حصین سے مروی ہے کہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اسلام میں جلب، جنب اور شغار جائز نہیں اور جس شخص نے لُوٹ مار کی وہ ہم میں سے نہیں۔

نوٹ: جلب کا مطلب ہے کہ اپنے گھوڑے کے پیچھے گھڑ دوڑ میں کسی ڈانٹنے والے آدمی کو کہنا کہ وہ جلدی دوڑے۔ جنب کا مطلب ہے کہ اپنے پہلو میں جب سواری کا گھوڑا تھک جائے تو دوسرا رکھنا اور شغار کا تذکرہ نکاح میں کرنا۔

عمران بن حصین سے مروی ہے کہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسلام میں جلب، جنب اور شغار جائز نہیں۔

حدیثِ ہٰذا کا ترجمہ بھی اوپر گزر چکا ہے تاہم اس میں اونٹنی کا تذکرہ نہیں۔ ہاں اتنا زیادہ ہے کہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک گنوار سے شرط کی وہ جیت گیا اور صحابۂ کرام نے اس امر کو محسوس فرمایا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں اس کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو کوئی بڑھ جائے خداوندِ قدوس اسے ضرور گھٹاتا بھی ہے۔

گھوڑوں کے دوہرے حصے کا بیان:

عباد بن عبداللہ بن زبیر اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں آپ کے دادا بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے مالِ غنیمت کو تقسیم فرمایا تو آپ نے زبیر بن عوام کو چار حصے دیے ایک حصہ ان کا اپنا اور ایک ان کے رشتے داروں کا، ان کی والدہ حضرت صفیہ کے لیے اور باقی دو حصے ان کے گھوڑوں کے لیے۔

ابنِ ماجہ میں گھوڑوں کا تذکرہ

اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے گھوڑے رکھنا ثواب ہے:

عروۂ بارقی سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں ہمیشہ برکت اور خوبی بندھی رہے گی قیامت تک۔

عبداللہ بن عمر سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت اور خوبی ہے یا یوں فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت بندھی ہوئی ہے قیامت تک، سہیل نے کہا (جو راوی ہے اس حدیث کا) یہ شک مجھ کو ہوا اور فرمایا آنحضرتؐ نے کہ گھوڑے تین طرح ہیں ایک کے واسطے ثواب ہیں اور دوسرے کے واسطے معاف ہیں اور تیسرے کے واسطے عذاب ہیں لیکن جس کے واسطے ثواب ہیں وہ وہ شخص ہے کہ جوان کو رکھے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے اور تیار کرے ان کو اسی کے لئے، جو کھانا ان کے پیٹ میں جاوے گا اس شخص کے لئے ثواب لکھا جاوے گا اور اگر وہ شخص ان کو چراوے ایک گھاس والی زمین تو جتنا وہ کھاویں گے اس کے لئے ثواب لکھا جاوے گا اور اگر وہ شخص پانی پلاوے ان کو ایک جاری نہر سے تو ہر قطرے کے بدل جو ان کے پیٹ میں جاوے گا اس کے لئے ایک اجر لکھا جاوے گا یہاں تک کہ بیان کیا اجر کا ان کے پیشاب اور لید کرنے میں بھی اور اگر وہ گھوڑے دوڑیں ایک میل یا دو میل تک تو ہر قدم کے بدل جو وہ اٹھاویں گے اس کے لئے اجر لکھا جاوے گا اور جس کے واسطے معاف ہیں (یعنی نہ ثواب ہے نہ عذاب بلکہ مباح) وہ وہ شخص ہے جو عزت اور زینت کے لئے گھوڑے رکھے لیکن ان کی سواری اور پیٹ کا حق فراموش نہ کرے سختی اور آسانی دونوں حالت میں اور جس کے واسطے عذاب ہیں وہ وہ شخص ہے جو گھوڑوں کو رکھے غرور اور تکبرؓ اور فخر اور لوگوں کو دکھلانے اور نمائش کے لئے (فخر کے واسطے) ایسے شخص کے لئے گھوڑے عذاب ہیں۔

ابو قتادہ انصاری سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہتر گھوڑا وہ ہے جو مشکی ہو سفید پیشانی سفید ہاتھ پاؤں، جس کی ناک کے اور اوپر کا لب سفید ہو اور داہنا ہاتھ سارے بدن کی طرح ہو (یعنی اس میں سفیدی نہ ہو اس کو عرب

طلق الید الیمنی کہتے ہیں یہ بہت مبارک ہوتا ہے) اگر مشکی نہ ہو تو کمیت سہی انہی صفات اور انہی داغوں کا۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے آپ گھوڑوں میں شکال کو بُرا جانتے تھے۔

تمیم داری سے روایت ہے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس نے ایک گھوڑا رکھا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے پھر اس کو دانہ چارہ آپ کھلایا تو ہر دانے کے بدل اس کو ایک نیکی ملے گی۔

مؤطا امام مالک میں گھوڑوں کا تذکرہ

روایت مالک نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا گھوڑے کے دِو۲ حصے ہیں اور مرد کا ایک حصہ ہے۔

کہا مالک نے میں ہمیشہ ایسا ہی سنتا ہوا آیا۔

سوال: ہوا مالک سے کہ ایک شخص اپنے ساتھ بہت سے گھوڑے لے کر آیا تو کیا سب گھوڑوں کو حصہ ملے گا؟

جواب دیا کہ نہیں صرف اس گھوڑے کو ملے گا جس پر سوار ہو کر لڑتا ہے۔

کہا مالک نے میرے نزدیک تُرکی اور مُجَنّس بھی گھوڑوں میں داخل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، پیدا کیا ہم نے گھوڑوں اور خچروں کو اور گدھوں کو تمہارے سوار ہونے کے لیے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیار کرو واسطے کافروں کے جہاں تک کر سکو سامان لڑائی کا اور بندھے ہوئے گھوڑے ڈراتے رہو اُن سے اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو تو میرے نزدیک تُرکی اور مُجَنّس گھوڑوں میں شمار کیے جائیں گے جب حاکم ان کو قبول کر لے۔ سعید بن المسیّبؓ سے کسی نے پوچھا کہ ترکیوں میں زکوٰۃ ہے؟ بولے کہیں گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ ہوتی ہے۔ (مؤطا:- ترجمہ علامہ وحید الزماں، کتاب الجہاد صفحہ ۳۴۹)

علّامہ جلال الدین سیوطی:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۝ فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ۝ فَالۡمُغِیۡرٰتِ
صُبۡحًا ۝ فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ۝ فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا ۝ اِنَّ
الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوۡدٌ ۝ وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیۡدٌ ۝ وَاِنَّہٗ
لِحُبِّ الۡخَیۡرِ لَشَدِیۡدٌ اَفَلَا یَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِی الۡقُبُوۡرِ ۝
وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوۡرِ ۝ اِنَّ رَبَّہُمۡ بِہِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّخَبِیۡرٌ ۝

ترجمہ: قسم ہے اُن گھوڑوں کی (جو جہاد میں دوڑتے اور پھنکارے مارتے ہیں) ہانپتے ہوئے (گھوڑا دوڑانے کے وقت جو آواز اس کے اندر سے نکلتی ہے) پھر ٹاپوں سے (وہ گھوڑے آگ کی) چنگاریاں جھاڑتے ہیں (اپنے کھروں سے رات کے وقت پتھریلی زمین پر چلتے ہوئے) پھر صبح کے وقت تاخت تاراج کرتے ہیں (گھوڑے اپنے سواروں کے ساتھ شب خوں مارتے ہوئے) پھر اڑاتے ہیں وہاں (اس جگہ یا اس وقت) گردوغبار (گھوڑ دوڑ سے دھول) پھر اسی (گردوغبار کی حالت میں کسی مجمع کے اندر جا گھستے ہیں۔ دشمن کے یعنی اُن کے بیچ میں گھستے چلے جاتے ہیں اور فعل کا اسم پر عطف ہو رہا ہے کیونکہ وہ اسم فعل کی تاویل نہیں ہے عبارت اس طرح ہو جائے گی۔ واللاوتی عدون فاورین فاغرن) حقیقت یہ ہے کہ انسان (کافر) اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے (اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتا ہے) اور اس کو خود اس (ناشکری) کی خبر ہے (اپنے کرتوت سے اپنے اوپر گواہ ہے) اور وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے (مال سے انتہائی محبت رکھتا ہے اس لیے بُخل کرتا ہے) کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب نکال لیا جائے گا۔ (اُکھاڑ۔ برآمد کرلیا جائے گا) قبروں

میں جو کچھ ہے، (یعنی مُردے ان کو زندہ کر کے اٹھا دیا جائے گا) اور آشکارا (ظاہر اور واضح) ہو جائے گا جو کچھ دلوں میں ہے (کفر وایمان) یقیناً ان کا رب اس روز ان سے باخبر ہوگا۔ (لہٰذا ان کے کفر کی سزا دے گا۔ جمع کی ضمیریں انسان کی طرف بلحاظ معنی کے ہیں۔ یہ جملہ یعلم کے مفعول پر دلالت کررہا ہے۔ **ای انّا نجازیه وقت ماذکر** اور خبیر کا تعلق یومئذ کے ساتھ ہے کیونکہ وہ بدلے کا دن ہے اگرچہ اللہ کا خبیر ہونا دائمی ہے۔

مکیۃ ابنِ مسعود وغیرہ کے نزدیک یہ سورت مکّی ہے اور ابنِ عباس وغیرہ کے نزدیک مدنی ہے۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ آنحضرتؐ نے کہیں گھوڑے روانہ کیے لیکن ایک مہینہ گزر گیا کہ ان کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ تب یہ سورت نازل ہوئی جس میں اُن کے حال کی طرف اشارہ ہے۔ **والعٰدیٰت** عادیہ کی جمع ہے۔ تیز گام یہاں اللہ نے تین قسمیں کھا کر مقسم بہ کی تعظیم اور مقسم علیہ کی تشنیع ظاہر کی ہے۔ **ضبحاً** مفسّر نے فعلِ محذوف ناصب کی طرف اشارہ کیا ہے اور عادیات کے ذریعے بھی یہ منصوب ہوسکتا ہے کیونکہ دلالتِ التزامی کے ساتھ اس کے معنی ضابحات ہی کے ہیں یا اس کو حال کی وجہ سے منصوب مانا جائے۔ **ضابحة والموریٰتِ ایراء** کے معنیٰ چنگاری جھاڑنے کے ہیں اور قدح کے معنی مارنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے **قدح الزندِ فاوری** گھوڑوں کی ٹاپ سے شرارے اٹھنا مراد ہے اس کے اعراب میں بھی پہلی صورت جاری ہوگی۔ **ای یقدح قدحاً** اگرچہ بظاہر **قدحاً موریات** سے بھی منصوب ہوسکتا ہے کیونکہ ایراء قدح پر دلالت کرتا ہے اور تمیز کی وجہ سے بھی نصب ہوسکتا ہے **فالمغیرات** اغارہ کے معنی غارت گری لوٹ مار کرنا **فاثرن** بمعنیٰ برانگیختہ کرنا۔ بہ کی ضمیر ضحا کی طرف راجع ہے باظرفیہ ہے لیکن اگر اغارۃ کی طرف ضمیر راجع کی جائے تو باسبیت یا ملابست کے لیے ہوگی اور چونکہ عادیات، موریٰت، مغیرات باوجود اسماء ہونے کے تاویل میں فعل کے ہیں جیسا کہ مفسّر علاّم نے اشارہ فرمایا ہے اس

لیے وسطن اور اثرن افعال کا عطف باعثِ اشکال نہیں رہا۔ ان اسما پر الف، لام موصولہ ہے۔ ان قسموں کے متعلق یہ بھی ممکن ہے کہ نفس کی تین حالتوں کی قسمیں کھائی گئی ہوں۔ قاضی بیضاوی کی عبارت یہ ہے ویحتمل ان یکون القسم بالنفوس العادیة اثر کمالهن الموریات بافکارهن انوار المعارف والمغیرات علی الهویٰ والعادات اذا ظهر لهن مبدأ انوار القدس فاثرن به ثرقاً فوسطن بهٖ جمعا من جموع العٰلمین لکنود بمعنی کفور کند النعمة کنوداً سے ماخوذ ہے اور لغت کندہ میں اس کے معنی نافرمان کے اور بنی مالک کے لغت میں بخیل کے معنی ہیں۔ یہ جملہ جوابِ قسم ہے۔ حدیث میں آتا ہے الکنود الذی یاکل وحدهٗ ویمنع رندہ ویضرب عبدهٗ۔ ذوالنون مصری فرماتے ہیں۔ الهلوع والکنود هو الذی اذا مس الشر جزوع واذا مسه الخیر هنوع۔

وانہ، ضمیر کا مرجع انسان ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بھی راجع ہوسکتی ہے۔ اس صورت میں وعید ہوگی۔ لحب الخیر مال اگرچہ خبیث ہوتا ہے مگر طاعت و عبادت میں معین ہونے کی وجہ سے اس کو خیر کہا گیا اذا بعثو ایک قرأت بحثو اور بحث بھی ہے حصّل بقول امام راغب تحصیل کے معنی چھلکے سے مغز کو اور بھوسے سے دانے کو اور سونے کو کان سے نکالنا لیتے ہیں۔

فی الصدور قلبیہ کی تخصیص اصل ہونے کی وجہ سے ہے۔ یومئذٍ لخبیر حق تعالیٰ ہمہ وقت ہر چیز سے اگرچہ واقف ہے لیکن قیامت کی تخصیص اعمال کے بدلے کی وجہ سے ہے۔

منجملہ سورۂ والضحیٰ کی مہمات کے بُرے کاموں سے بچنا بھی ہے سورۂ العٰدیٰت میں برائیوں کی برائی اور ان کی سزا کا ذکر ہے اس کا مکی مدنی ہونا مختلف فیہ ہے۔ ابنِ مسعود،

جابر، حسن بصری، عکرمہ عطا تو مکی کہتے ہیں انس مالک اور قتادہ مدنی مانتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباس سے دونوں قول ہیں مگر مضمونِ سورت سے مکی ہونا راجح معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ ابتدائی دور سے متعلق ہوگی۔ وجہِ تسمیہ بالکل واضح ہے۔

والعٰدیٰت دوڑنے والوں سے کیا مراد ہے؟ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ دوڑنے والے گھوڑے مراد ہیں اور بعض حضرات دوڑنے والے اونٹ مراد لیتے ہیں۔ اگلے الفاظ سے یہی نکلتا ہے کہ دوڑنے والے گھوڑے مراد ہیں اور یوں بھی عرب جنگ پسند ہونے کی وجہ سے تیز رو گھوڑوں کو عزیز رکھتے تھے۔ **فالموریٰت** رات کے وقت گھوڑوں کی ٹاپوں سے شب خوں مارنے کے وقت شرارے اور چنگاریاں جھڑتی تھیں۔ شب خوں صبح کے جھرمٹ اندھیرے میں ہوتا تھا۔ **فوسطن بہٖ جمعاً** وہ گھوڑے اتنے جری اور دلیر ہیں کہ بے خوف وخطر دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔ ان آیات میں جہاں گھوڑوں کی قسموں کا احتمال ہے وہیں یہ ممکن ہے کہ مجاہدین اور فوجی رسالوں کی قسمیں کھائی گئی ہوں۔

شریف گھوڑے کو ایک چابک اور شریف انسان کو ایک بات کافی ہے

لکنود : یہ ہے وہ بات جس پر گھوڑوں یا مجاہدین کی قسمیں کھائی گئی ہیں یعنی جہاد میں مجاہدین کی سرفروشی اور جاں بازی بتلاتی ہے کہ شکر گزار و وفادار ایسے ہوا کرتے ہیں لیکن جو آدمی اللہ کی دی ہوئی قوتوں اور مال ودولت کو خرچ نہیں کرتا وہ پرلے درجے کا ناشکرا اور نالائق ہے بلکہ غور کرو تو خود گھوڑا ازبانِ حال سے شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ مالکِ حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے اور ان کی بے شمار نعمتوں سے دن رات فائدے اٹھاتے ہیں پھر اس کی فرمانبرداری نہیں کرتے وہ جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل وحقیر ہیں۔ ایک شریف گھوڑے کو مالک گھاس اور کچھ دانہ دنکا کھلا دیتا ہے تو وہ اتنی سی بات پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے۔ جدھر سوار اشارہ کرتا ہے

ادھر ہی دوڑ جاتا ہے اور ہانپتا ہوا ٹاپیں بھرتا ہوا، غبار اڑاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے۔ تیروں کی بارش میں اور سنگینوں اور تلواروں کے سامنے پڑ کر سینہ نہیں پھیرتا بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا اسوار کو بچانے کے لئے اپنی جان خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ کیا انسان نے ان گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا کہ اس کا پالنے والا بھی مالک ہے جس کی وفاداری میں اسے جان و مال سے تیار رہنا چاہئے۔ یہ انسان کی کتنی ناشکری ہے کہ ایک گھوڑے بلکہ کتے سے بھی وفاداری میں گیا گزرا ہے۔

وانه علیٰ ذلك لشهيد انسان کا ضمیر خود اس کی اپنی ناشکری پر زبانِ حال سے گواہ ہے۔ ذرا بھی کسی کے ضمیر میں احساس اور دل زندہ ہو تو اسے اندرونی آواز سے اپنا ناسپاس ہونا واضح ہو جائے گا اور انہٗ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ انسان کی احسان ناشناسی اور کفرانِ نعمت کو دیکھتا ہے اور بعض نے یہ مفہوم لیا ہے کہ گھوڑوں کی جاں نثاری اور وفاداری سب انسان کے سامنے ہے۔ لحب الخیر لشدید مال میں خیر و شر کے دو پہلوؤں میں سے یہاں خیر کے پہلو کو ترجیح دی ہے یعنی لالچ اور مال کی محبت نے انسان کو اتنا اندھا کر دیا ہے اور وہ مال و زر کی محبت میں اتنا گرفتار ہے کہ سچے اور حقیقی مالک کو بھی بھلا بیٹھا ہے اور نہیں سمجھتا کہ آگے اس کا انجام کیا ہوگا؟

افلا یعلم وہ بھی آنے والا ہے جب مُردہ جسم قبروں سے نکال کر زندہ کئے جائیں گے اور دلوں میں جو باتیں چھپی ہوئی ہیں سب کھول کر رکھ دی جائیں گی۔ اس وقت پتہ چلے گا کہ یہ مال کتنا کام آتا ہے؟ اور ناشکرے لوگ کہاں چھوٹ کر جائیں گے۔ اگر یہ بے حیا اس بات کو بھی سمجھ لیتے تو ہرگز مال کی محبت میں غرق ہو کر اس طرح کی حرکتیں نہ کرتے۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کا علم بندے کے ظاہر و باطن کو ہر وقت اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے لیکن قیامت کے دن ہر شخص پر کھل جائے گا اور کسی کو مجالِ انکار نہ رہے گی اور اس وقت یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ فیصلہ صرف ظاہر کو دیکھ کر نہیں کیا جا رہا ہے

بلکہ دل کے چھپے ہوئے رازوں کو بھی نکال کر یہ دیکھا جائے گا۔ دنیا کی کسی عدالت میں ایسے ذرائع نہیں ہیں کہ جن کی مدد سے نیت کی صحیح تحقیق ہو سکے یہ صرف خدا ہی کی عدالتِ عالیہ ہو گی جہاں انسان کے ہر ظاہری عمل کے پیچھے جو باقی محرکات رہے ہیں ان کی بھی پوری جانچ کی جائے گی اور جچا تُلا فیصلہ کیا جائے گا۔

اس سورت کا ماحصل انسان کو یہ سمجھانا ہے کہ وہ آخرت کا انکار کر کے اور اس سے غافل ہو کر کیسی اخلاقی پستی میں گھر جاتا ہے اور مال کی محبت کا متوالا بن کر اپنے سچے مالک کی وفاداری اور شکر گزاری سے منہ موڑ لیتا ہے۔ گھوڑا مالک کی احسان شناسی میں اپنی جان کھپا دیتا ہے اور سوار کی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے مگر انسان اس سے بھی گیا گزرا ہے اور اس پر بھی انسان کو خبردار کیا گیا ہے کہ آخرت میں صرف ظاہری پر فیصلہ نہیں ہو گا بلکہ اندر کے اترے پتڑے کھول کر رکھ دیئے جائیں گے۔ آخر انسان ہے کس ہوا میں؟ اللہ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

("شرح جلالین" از: علّامہ جلال الدین سیوطی)

پیر محمد اکرم شاہ (لاہور)

سورۃ العٰدیٰت

اس سورۂ مبارکہ کا نام "**العٰدیٰت**" ہے جو اس کا پہلا لفظ ہے۔ یہ ایک رکوع گیارہ آیتوں، چالیس کلمات اور ایک سو تریسٹھ حروف پر مشتمل ہے۔

اس کے بارے میں دو قول ہیں بعض علما کے نزدیک یہ مکّی ہے۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے اور بعض علما اسے مدنی کہتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یوں ہی مروی ہے۔

متعدد قسمیں کھا کر چند حقائق کی نقاب کشائی کی جا رہی ہے۔ پہلے تو یہ بتایا کہ

انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ بستار رہتا اُس کی زمین پر ہے، سانس اُس کی ہوا میں لیتا ہے، اُس کے دسترخوانِ نعمت کا ریزہ چیں ہے اس کے باوجود نہ اس کا شکر ادا کرتا ہے اور نہ اُس کی عبادت و اطاعت کو اپنا وظیفۂ حیات بناتا ہے۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے جس پر اُس کے اپنے اعمال و اطوار بطور گواہ پیش کیے جاسکتے ہیں۔ نہ کسی دوسرے گواہ کی ضرورت ہے اور نہ کوئی مزید ثبوت درکار ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دولت کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ وہ اس کو حاصل کرنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی ہوس میں دیوانوں کی طرح شب و روز سرگرداں رہتا ہے۔ اُس کی عقل وفہم پر جتنا افسوس کیا جائے اتنا کم ہے۔ اُسے اتنی بھی خبر نہیں کہ اُس کا خالق اُس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ اُس کے سینے کے راز بھی اُس پر عیاں ہیں، قیامت کے دن اُسے اس ربِّ کائنات کے سامنے پیش ہونا ہے جو اُس کے جملہ حالات سے پوری طرح باخبر ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالۡعٰدِيٰتِ ضَبۡحًا ۝ فَالۡمُوۡرِيٰتِ قَدۡحًا ۝ فَالۡمُغِيۡرٰتِ صُبۡحًا ۝ فَاَثَرۡنَ بِهٖ نَقۡعًا ۝ فَوَسَطۡنَ بِهٖ جَمۡعًا ۝ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

"قسم ہے تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی جب وہ سینے سے آواز نکالتے ہیں۔ پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سُم مار کر۔ پھر اچانک حملہ کرتے ہیں صبح کے وقت۔ پھر اس سے گرد و غبار اڑاتے ہیں۔ پھر اسی وقت (دشمن کے) لشکر میں گھس جاتے ہیں بے شک انسان اپنے رب کا بڑا"

آیات میں جو مشکل الفاظ ہیں پہلے ان کی وضاحت کی جائے گی اور اس کے بعد ان کا مفہوم سمجھنے میں دِقّت نہ ہوگی۔

العادیات: الجاریات بسرعة ۔بڑی تیزی سے دوڑنے والیاں۔

الضبح: تصویة جهیر عندالعدو الشدید لیس بصهیل ولا رغاء ولا نبـــــاح ۔وہ آواز جو تیز دوڑتے وقت گھوڑے کے سینے سے نکلتی ہے۔یہ آواز ہنہنانے وغیرہ سے بالکل جدا ہوتی ہے۔علامہ آلوسی لکھتے ہیں **الجهود علٰی انه قسمٌ لخیل الغزاة فی سبیل اللّٰه تعالیٰ التی تعدوا** ۔کہ جمہور علما کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے غازیوں کے گھوڑوں کی قسم کھائی جارہی ہے جو تیزی سے دوڑتے ہیں۔

مُوریات: الایراء اخراج النار والقدح: هوالضرب والصك یقال قدح فاوریٰ اذا اخرج ناراً ۔ پتھر سے آگ نکالنے کو ایراء کہتے ہیں۔قدح: دو سخت چیزوں کا آپس میں ٹکرانا جس سے چنگاریاں جھڑتی ہیں۔ یہاں مجاہدین کے گھوڑوں کی دوسری صفت بیان کی جارہی ہے کہ اپنے سُم جب زور سے پتھر پر مارتے ہیں تو اس سے چنگاریاں جھڑنے لگتی ہیں۔ان چنگاریوں کو اہلِ عرب نارالحباحب کہتے ہیں۔حباحب ایک بخیل آدمی کا نام تھا۔وہ کھانا پکانے کے لیے اس وقت آگ جلاتا جب سب لوگ کھانا پکا کر اور کھا کر سو جاتے اور کسی مہمان کے آنے کا وقت بھی گزر جاتا۔اس وقت بھی وہ آگ کو زیادہ روشن نہ کرتا بلکہ بڑی مدھم لُو پر کھانا پکاتا اور کسی کے پاؤں کی آہٹ سنتا تو اس کو بجھا دیتا۔ایسی آگ جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جائے اسے نارالحباحب کہتے ہیں۔گھوڑوں کے سُموں سے جو آگ نکلتی ہے اسی وجہ سے اس کو بھی اس لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔

المغیرات: أغار علی العدو: هجم علیه بغتة بخیا ۔کسی پر اچانک

حملہ کر دینا۔ حملہ آور اکثر صبح کے وقت دشمن پر ناگہانی ہلّہ بولتے تھے تاکہ دشمن کو بے خبری میں جالیں۔ وہ وقت آرام وسکون کا ہوتا ہے اور دشمن کی غفلت سے فائدہ اٹھانے کا بہترین موقع ہوتا ہے نیز صبح کے اُجالے میں خوب دیکھ کر نشانہ باندھا جاسکتا ہے۔

النقع: غبار کو کہتے ہیں۔ اشرن: غبار اُڑانا، گرد کو پھیلانا۔ جمع: جتھ، انبوہ، لشکر۔ حملہ آور جب حملہ کرتے ہیں تو وہ دشمن کی فوجوں میں داخل ہو کر ان پر اپنے وار کرتے ہیں۔

مشکل الفاظ سمجھ لینے کے بعد اب آیات کے مفہوم پر مزید غور فرمایئے۔

لَكَنُوْدٌ ٥ وَاِنَّـهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ٥ وَاِنَّـهٗ لِـحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ٥

ناشکر گزار ہے اور وہ اس پر (خود) گواہ ہے اور بلاشبہ وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔

اس سورت کا آغاز بھی قسم کھا کر کیا جارہا ہے اور قسم مجاہدین کے ان گھوڑوں کی کھائی جارہی ہے جو اِن خوبیوں سے متصف ہوتے ہیں۔ تیز رفتاری سے جب دوڑتے ہیں تو ان کے سینوں سے ایک خاص قسم کی آواز نکلتی ہے جو دشمن کو مرعوب کرنے میں بڑی موثر ہوتی ہے۔ وہ اپنے بھاری بھرکم سُم جب پتھروں پر زور سے مارتے ہیں تو آگ کی چنگاریاں نکلنے لگتی ہیں، وہ صبح سویرے دشمن پر یلغار کرتے ہیں اور ان کی وجہ سے ساری فضا گرد وغبار سے اَٹ جاتی ہے۔ وہ بے خطر دشمن کی صفوں میں گھس جاتے ہیں اور ان کو تہہ وبالا کر کے رکھ دیتے ہیں۔

حافظ ابو بکر ابن العربی احکام القرآن میں لکھتے ہیں اقسم بمحمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه واٰلهٖ وسلم وقال یٰس والقراٰن الحکیم واقسم بحیاته وقال لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون واقسم بخیله وصهیلها وغبارها وقدح حوافرها النار من الحجر۔ (احکام القرآن)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور کی ذات کی بھی قسم اٹھائی جیسے یٰسین والقرآن الحکیم میں ہے حضور کی حیاتِ طیبہ کی بھی قسم اٹھائی جس طرح **لعمرك الاية** ۔اور حضور کے گھوڑوں کی، ان کے ہنہنانے کی، ان کے اُڑائے ہوئے غبار کی اور ان کے سُموں سے جو آگ نکلتی ہے اس کی بھی قسم اٹھائی۔

ان آیات میں اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہاں فقط صفات بیان کی گئی ہیں۔ عادیات، موریات وغیرہ لیکن ان کا موصوف بیان نہیں کیا گیا۔اس سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر زمانے کے غازیوں کے سامانِ حرب کی اللہ تعالیٰ قسم اٹھاتا ہے جن میں یہ صفات پائی جائیں۔اس زمانے میں مجاہد گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کیا کرتے تھے اور ان گھوڑوں میں یہ صفات پائی جاتی تھیں۔آج گھوڑوں کی جگہ ٹینکوں نے لے لی ہے اور یہ تمام صفات بدرجۂ اتم ان میں بھی پائی جاتی ہیں۔وہ جب تیزی سے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ان سے ایک خاص قسم کی گڑگڑاہٹ نکلتی ہے وہ آگ بھی اُگلتے ہیں، جہاں سے گزرتے ہیں گرد و غبار بھی اُڑاتے ہیں، دشمنوں کے مورچوں میں بھی گھس جاتے ہیں۔اگر یہ کہا جائے کہ ان ٹینکوں کی قسم ہے تو بھی بعید نہ ہوگا اور مستقبل قریب میں کوئی اور اسلحہ تیار ہو جائے جو ٹینکوں کی جگہ لے لے اور اس میں یہ خوبیاں پائی جائیں تو ان کا اطلاق اس جدید اسلحہ پر بھی ہو سکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصّواب۔

یہ جوابِ قسم ہے کہ انسان اپنے رب کے احسانات اور نوازشات پر سخت ناشکری کا اظہار کرنے والا ہے، اس کے لبوں پر ہمیشہ شکوہ رہتا ہے، ہزاروں نعمتوں کے باوجود اگر اس کی کوئی ایک تمنا پوری نہ ہو تو شکایات کا دفتر کھول دیتا ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔

حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں **لکنود: جحود لنعم الله تعالىٰ**۔ کنود کا معنی کفور ہے۔یعنی ناشکرا۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا۔حسن بصری کہتے ہیں **یذکر المصائب وینسی النعم** کہ مصیبتوں کا ذکر کرتا ہے اور نعمتوں کو

بھول جاتا ہے۔

الکنود: الذی ینفق نعم اللّٰہ تعالیٰ فی معاصی اللّٰہ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں خرچ کرے اس کو کنود کہتے ہیں۔ اس لیے اس زمین کو بھی کنود کہتے ہیں جو بنجر اور کاشت کے قابل نہ ہو۔ ومنہ الارض الکنود التی لاتنبت شیئاً

اَفَلَا یَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِی الۡقُبُوۡرِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوۡرِ ۝

کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب نکال لیا جائے گا جو کچھ قبروں میں ہے اور ظاہر کر دیا جائے گا جو سینوں میں (پوشیدہ) ہے۔

اس چیز کو ثابت کرنے کے لیے کہ انسان ناشکر گزار ہے کسی غیر معمولی غور و خوض کی ضرورت نہیں۔ انسان کے اپنے اطوار و اعمال اس بات کی شہادت دینے کے لیے کافی ہیں۔ (ضیاء القرآن جلد۔۵)

مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع:

سورۃ العٰدیٰت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۝ فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ۝ فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ۝ فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ۝ فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا ۝ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوۡدٌ ۝ وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیۡدٌ ۝ وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الۡخَیۡرِ لَشَدِیۡدٌ ۝ اَفَلَا یَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَافِی الۡقُبُوۡرِ ۝

وَحُصِلَ مَافِي الصُدُوْرِ o اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ o -

''قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپ کر پھر آگ سلگانے والے جھاڑ کر پھر غارت ڈالنے والے صبح کو پھر اُٹھانے والے اُس میں گرد پھر گھس جانے والے اُس وقت فوج میں بیشک آدمی اپنے رب کا ناشکر ہے اور وہ آدمی اس کام کو سامنے دیکھتا ہے اور آدمی محبت پر مال کی بہت پکّا ہے کیا نہیں جانتا وہ وقت کہ کُریدا جائے جو کچھ قبروں میں ہے اور تحقیق ہووے جو کچھ کہ جیوں میں ہے بیشک اُن کے رب کو اُن کی اُس دن سب خبر ہے''۔

قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر (پتّھر پر) ٹاپ مارکر آگ جھاڑتے ہیں پھر صبح کے وقت تاخت تاراج کرتے ہیں پھر اُس وقت غبار اُڑاتے ہیں پھر اُس وقت (دشمنوں کی) جماعت میں جا گھستے ہیں (مراد اس سے لڑائی کے گھوڑے ہیں۔ جہاد ہو یا غیر جہاد، عرب چونکہ حرب و ضرب اور جنگ کے عادی تھے جس کے لئے گھوڑے پالتے تھے اُن کی مناسبت سے ان جنگی گھوڑوں کی قسم کھائی گئی آگے جواب قسم ہے کہ) بیشک (کافر) آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اور اُس کو خود بھی اس کی خبر ہے (کبھی ابتداءً ہی اور کبھی کچھ غور کے بعد اپنی ناشکری کا احساس کرلیتا ہے) اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے (یہی اس کی ناشکری کا سبب ہے، آگے حُبِ مال اور ناشکری پر وعید ہے یعنی) کیا اُس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کئے جاویں گے جتنے مردے قبروں میں ہیں اور ظاہر ہو جائے گا جو کچھ دلوں میں ہے بیشک اُن کا پروردگار اُن کے حال سے اُس روز پورا آگاہ ہے (اور مناسب جزا دے گا۔ حاصل یہ ہے کہ انسان کو اگر اُس وقت کی پوری خبر ہوتی اور آخرت کا حال متحضر ہوتا تو اپنی ناشکری اور حُبِّ مال سے باز آجاتا)۔

سورۂ عادیات حضرت ابنِ مسعود اور جابر اور حسن بصری، عکرمہ، عطاء رحمہم اللہ کے نزدیک مکّی اور ابنِ عباس، انس، امام مالک، قتادہ کے نزدیک مدنی سورت ہے۔ (قرطبی)

اس سورت میں حق تعالیٰ نے جنگی گھوڑوں کے کچھ خاص حالات وصفات کا ذکر فرمایا اور ان کی قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ یہ بات تو قرآن میں بار بار معلوم ہو چکی ہے کہ حق تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے مختلف چیزوں کی قسم کھا کر خاص واقعات اور احکام بیان فرماتے ہیں یہ حق تعالیٰ کی خصوصیت ہے۔ انسان کے لئے کسی مخلوق کی قسم کھانا جائز نہیں ہے اور قسم کھانے کا مقصد عام قسموں کی طرح اپنی بات کو محقّق اور یقینی بتلانا ہے اور یہ بات بھی پہلے آ چکی ہے کہ قرآن کریم جس چیز کی قسم کھا کر کوئی مضمون بیان فرماتا ہے تو اس چیز کو اُس مضمون کے ثبوت میں دخل ہوتا ہے اور یہ چیز گویا اُس مضمون کی شہادت دیتی ہے۔ یہاں جنگی گھوڑوں کی سخت خدمات کا ذکر گویا اس کی شہادت میں لایا گیا ہے کہ انسان بڑا ناشکر ہے۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ گھوڑوں کے اور خصوصاً جنگی گھوڑوں کے حالات پر نظر ڈالیے کہ وہ میدانِ جنگ میں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر کیسی کیسی سخت خدمات انسان کے حکم و اشارے کے تابع انجام دیتے ہیں حالانکہ انسان نے ان گھوڑوں کو پیدا نہیں کیا، ان کو جو گھاس دانہ انسان دیتا ہے وہ بھی اس کا پیدا کیا ہوا نہیں، اس کا کام صرف اتنا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پیدا کئے رزق کو اُن تک پہنچانے کا ایک واسطہ بنتا ہے۔ اب گھوڑے کو دیکھئے کہ وہ انسان کے اتنے سے احسان کو کیسا پہچانتا اور مانتا ہے کہ اُس کے ادنیٰ اشارے پر اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیتا ہے اور سخت سے سخت مشقت برداشت کرتا ہے۔ اس کے بالمقابل انسان کو دیکھو جس کو ایک حقیر قطرے سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اس کو مختلف کاموں کی قوت بخشی، عقل وشعور دیا، اُس کے کھانے پینے کی ہر

چیز پیدا فرمائی اور اُس کی تمام ضروریات کو کس قدر آسان کر کے اس تک پہنچا دیا کہ عقل حیران رہ جاتی ہے مگر وہ ان تمام اکمل و اعلیٰ احسانات کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔

اب الفاظِ آیت کی تشریح دیکھئے۔ **عادیات**، عدد سے مشتق ہے جس کے معنی دوڑنے کے ہیں۔ **ضبحاً**، ضبح وہ خاص آواز ہے جو گھوڑے کے دوڑنے کے وقت اس کے سینے سے نکلتی ہے جس کا ترجمہ ہانپنا کیا گیا ہے۔ **موریات**، ایراء سے مشتق ہے جس کے معنی آگ نکالنے کے ہیں جیسے چمقماق کو مار کر یا دیا سلائی کو رگڑ کر نکالی جاتی ہے۔ **قدحاً**، قدح کے معنی ٹاپ مارنے کے ہیں پتھریلی زمین پر جب گھوڑا تیزی سے دوڑے خصوصاً جب کہ اُس کے پاؤں میں آہنی نعل بھی ہو تو ٹکراؤ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔ **مغیرات**، اغارہ سے مشتق ہے جس کے معنی حملہ کرنے اور چھاپہ مارنے کے ہیں۔ **صبحاً** صبح کے وقت کی تخصیص بیان عادت کے طور پر ہے کیونکہ عرب لوگ اظہارِ شجاعت کے لئے رات کے اندھیرے میں چھاپہ مارنا معیوب سمجھتے تھے۔ حملہ صبح ہونے کے بعد کیا کرتے تھے **اَثَرْنَ**، اِثارت سے مشتق ہے غبار اُڑانے کے معنی میں اور نقع غبار کو کہا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ گھوڑے میدان میں اس تیزی سے دوڑتے ہیں کہ اُن کے سُموں سے غبار اُڑ کر چھا جاتا ہے خصوصاً صبح کے وقت میں غبار اُڑانا زیادہ سرعت اور تیزی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ وقت عادۃً غبار اُڑنے کا نہیں، کسی سخت دوڑ ہی سے اس وقت غبار اُٹھ سکتا ہے۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعاً، یعنی یہ دشمن کی صفوں میں بے خوف و خطر گُھس جاتے ہیں۔

کَنُوْد کے معنی میں حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ وہ شخص جو مصائب کو یاد رکھے اور نعمتوں کو بھول جائے اُس کو کنود کہا جاتا ہے۔

ابو بکر واسطی نے فرمایا جو اللہ کی نعمتوں کو اُس کی معصیتوں میں صرف کرے وہ کنود ہے اور ترمذی نے فرمایا کہ جو شخص نعمت کو دیکھے اور منعم یعنی نعمت دینے والے کو نہ دیکھے

وہ کنود ہے۔ ان سب اقوال کا حاصل نعمت کی ناشکری کرنا ہے اس لئے کنود کا ترجمہ ناشکرا کیا گیا ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ، خیرؔ کے لفظی معنی ہر بھلائی کے ہیں۔ عرب میں مال کو بھی لفظ خیر سے تعبیر کرتے تھے، گویا مال بھلائی ہی بھلائی اور فائدہ ہی فائدہ ہے حالانکہ درحقیقت بعض مال انسان کو ہزاروں مصیبتوں میں بھی مبتلا کر دیتے ہیں۔ آخرت میں تو ہر مالِ حرام کا یہی انجام ہے کبھی کبھی دنیا میں بھی مال انسان کے لئے وبال بن جاتا ہے مگر عرب کے محاورے کے مطابق اس آیت میں مال کو لفظ خیر سے تعبیر کر دیا ہے جیسا ایک دوسری آیت میں فرمایا اِنْ تَرَكَ خَيْراً، یہاں بھی خیر سے مراد مال ہے۔

آیتِ مذکورہ میں گھوڑوں کی قسم کھا کر انسان کے متعلق دوؔ باتیں کہی گئیں، ایک یہ کہ وہ ناشکرا ہے۔ مصیبتوں اور تکلیفوں کو یاد رکھتا ہے نعمتوں اور احسانات کو بھول جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ مال کی محبت میں شدید ہے۔ یہ دونوں باتیں شرعاً و عقلاً مذموم ہیں ان میں انسان کو ان مذموم خصلتوں پر متنبہ کرنا مقصود ہے۔ ناشکری کا مذموم ہونا تو بالکل ظاہر ہے۔ مال کی محبت کو جو مذموم قرار دیا حالانکہ وہ انسانی ضروریات کا مدار ہے اور اُس کے کسب و اکتساب کو شریعت نے صرف حلال ہی نہیں بلکہ بقدرِ ضرورت فرض قرار دیا ہے تو مال کی محبت کا مذموم ہونا یا تو وصفِ شدّت کے اعتبار سے ہے کہ مال کی محبت میں ایسا مغلوب ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے بھی غافل ہو جائے اور حلال و حرام کی پروانہ رہے اور یا اس لیے کہ مال کا کسب و اکتساب اور بقدرِ ضرورت جمع کرنا تو مذموم نہیں بلکہ فرض ہے مگر محبت اُس کی بھی مذموم ہے کیونکہ محبت کا تعلق دل سے ہے اس کا حاصل یہ ہوگا کہ مال کو بقدرِ ضرورت حاصل کرنا اور اُس سے کام لینا تو ایک فریضہ اور محمود ہے لیکن دل میں اُس کی محبت ہونا پھر بھی مذموم ہی ہے۔ جیسا انسان

پیشاب پاخانے کی ضرورت کو پورا بھی کرتا ہے، اُس کا اہتمام بھی کرتا ہے مگر اس کے دل میں محبت نہیں ہوتی۔ بیماری میں دوا بھی پیتا ہے، آپریشن بھی کراتا ہے مگر دل میں ان چیزوں کی محبت نہیں ہوتی بلکہ بدرجہ مجبوری کرتا ہے اسی طرح اللہ کے نزدیک مومن کو ایسا ہونا چاہیئے کہ بقدرِ ضرورت مال کو حاصل بھی کرے، اُس کی حفاظت بھی کرے اور مواقعِ ضرورت میں اُس سے کام بھی لے مگر دل اس کے ساتھ مشغول نہ ہو جیسا کہ مولانا رومی نے بڑے بلیغ انداز میں فرمایا ہے :-

یعنی پانی جب تک کشتی کے نیچے رہے تو کشتی کا مددگار ہے مگر یہی پانی جب کشتی کے اندر آ جائے تو کشتی کو لے ڈوبتا ہے۔ اسی طرح مال جب تک دل کی کشتی کے اردگرد رہے تو مفید ہے جب دل کے اندر گھس گیا تو ہلاکت ہے۔ آخر سورت میں انسان کی ان دونوں مذموم خصلتوں پر آخرت کی وعید سنائی گئی۔

اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَافِی الْقُبُوْرِ (کیا اس غافل انسان کو اس کی خبر نہیں کہ قیامت کے روز جبکہ مُردے قبروں سے زندہ کر کے اُٹھا لئے جاویں گے اور دِلوں میں چھپی ہوئی باتیں بھی سب کھل کر سامنے آ جاویں گی اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ ربُّ العالمین ان سب کے سب حالات سے باخبر ہیں تو اس کے مطابق جزا و سزا دیں گے اس لیے عقل مند کا کام یہ ہے کہ ناشکری سے باز آئے اور مال کی محبت میں ایسا مغلوب نہ ہو کہ اچھے بُرے کی تمیز نہ رہے۔

اس آیت میں یہ دو مذموم خصلتیں مطلق انسان کی بیان کی گئی ہیں حالانکہ انسان میں انبیا و اولیا اور بہت سے صلحا اور عباد ایسے ہیں جو ان مذموم خصلتوں سے پاک اور شکر گزار بندے ہوتے ہیں۔ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالنے کے لئے تیار رہتے ہیں، حرام مال سے بچتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مطلق انسان کی طرف ان مذموم خصلتوں کی نسبت اس لئے کر دی گئی کہ اکثر انسان ایسے ہی ہیں اس سے سب کا ایسا ہونا لازم نہیں

آتا اسی لئے بعض حضرات نے اس آیت میں انسان سے مراد انسان کافر لیا ہے جیسا کہ اوپر خلاصہ تفسیر میں ایسا ہی ہے اس کا حاصل یہ ہوگا کہ یہ دونوں مذموم خصلتیں دراصل کافر کی ہیں کسی مسلمان میں بھی خدانخواستہ پائی جائیں تو اُسے فکر کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم۔ (معارف القرآن، جلد ۸ از: مولانا مفتی محمد شفیع)

''تاریخِ مسعودی'' میں گھوڑوں کا تذکرہ (مروج الذہب)

ابن عباس سے روایت ہے کہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''جب اللہ تعالیٰ نے سواری کے جانوروں کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو جنوبی ہوا سے ارشاد ہوا: ''میں نے تجھ سے ساری مخلوق پیدا کی ہے۔ اب تو ہر طرف سے ایک جگہ جمع ہو جا''۔ چنانچہ ہوا ایک جگہ اکھٹی ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ سے ارشاد فرمایا کہ ''اس پر قبضہ کریں تو جبریل نے اس پر قبضہ کرلیا۔'' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''تب اللہ تعالیٰ نے گھوڑا پیدا کیا اس سے ارشاد فرمایا: ''ہم نے تجھے عربی گھوڑا بنایا ہے جہاں جہاں سواری کے جانور پیدا کیے ہیں اور ان کے لیے رزق اُتارا ہے ان سب جانوروں پر تجھے فضیلت بخشی ہے۔ تجھے ہم نے برکت بخشی ہے۔ تیری پیٹھ پر مالِ غنیمت آیا کرے گا، تیری پیشانی پر چمک دار نشان ہوگا اور تیری آواز ایسی ہوگی کہ اسے سُن کر مشرکین پر رُعب بیٹھے گا۔ ان کے کان پھٹنے اور ان کے قدم ڈگمگانے لگیں گے۔'' پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اس گھوڑے کی نسل کا نام ''عزّہ'' اور ''تحجیل'' رکھا۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: ''پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ان سے پوچھا: ''اے آدمؑ! تو گھوڑا پسند کرتا ہے یا بُراق؟ بُراق خچر کی شکل کا ہے لیکن نر یا مادّہ دونوں میں سے کوئی نہیں ہے'' آدمؑ نے عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ تو نے مجھے ان دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کرنے کا اختیار دیا ہے، لہٰذا میں گھوڑے کو پسند کر کے وہی لیتا

ہوں۔'' چنانچہ آدمؑ نے گھوڑا لے لیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے ارشاد فرمایا: ''تیرا پسند کردہ یہ گھوڑا تیرے لیے اور تیری اولاد کے لیے قیامت تک عزت کا نشان بنا رہے گا''۔ عبداللہ ابنِ عباس کہتے ہیں اب یہ اصلی نسل کے وہی عربی گھوڑے ''عزّہ'' اور ''تجیل'' کے نام سے ہمیشہ دنیا میں مشہور رہیں گے۔

عیسٰی بن لہیعہ مصری نے اپنی کتاب ''الحلائب والجلائب'' میں اسلام کے دور اور قبل اسلام کے دور یعنی زمانہ جاہلیت کے زمانے کے گھوڑوں کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جب بنی ازد میں سے ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت سلیمان بن داؤدؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس گھوڑے کا نام ''زاد الراکب'' رکھا۔ اس واقعے کا ذکر ابن درید نے بھی اپنی کتاب ''الخیل'' میں کیا ہے۔ کاش یہ مصنف اپنی تصنیف میں گھوڑوں کی نسلوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مذکورہ بالا نسل کے عربی گھوڑوں کا ذکر بھی شامل کر لیتا تو لوگ اس کے بیان کو یقیناً علیٰ وجوہ قبول کر لیتے۔

''حیات الحیوان'' میں گھوڑے کا تذکرہ

علّامہ کمال الدین الدمیری

الخیل:

(گھوڑے) الخیل۔ (جماعۃ الافراس) یہ من غیر لفظ جمع ہے۔ یعنی لفظی طور پر اس کا کوئی واحد نہیں ہے۔ جیسے لفظ قوم اور رہط کا کوئی لفظی واحد نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا مفرد خائل ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یہ مونث ہے اور اس کی جمع خیول آتی ہے۔ سجستانی نے کہا ہے کہ اس کی تصغیر خییل آتی ہے۔ اور خیل کے معنی اکڑ کر چلنے کے

ہیں اور چونکہ گھوڑے کی چال میں بھی اکڑ نا پایا جاتا ہے۔اسی وجہ سے گھوڑے کو خیل نام دیا گیا ہے اور سیبویہ کے نزدیک خَیل اسم جمع ہے اور ابوالحسن کے نزدیک یہ جمع ہے۔

گھوڑوں کا شرف:

گھوڑوں کے شرف کے لیے صرف یہی دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس کی قسم کھائی ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں: **والعٰادِیات ضَبحاً** (قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو ہانپ کر دوڑتے ہیں) ان گھوڑوں سے مراد غازی یعنی جہاد کے گھوڑے ہیں جو دوڑتے دوڑتے ہانپنے لگتے ہیں۔

حدیث میں گھوڑے کا تذکرہ:

صحیح بخاری میں جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی انگلیاں اپنے گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک خیر کو گھوڑوں کی پیشانی میں گرہ دے کر باندھ دیا ہے یعنی لازم کر دیا ہے''۔

اس حدیث میں ناصیۃ (پیشانی) سے مراد وہ بال ہیں جو پیشانی پر لٹکے رہتے ہیں۔خطابی نے کہا ہے کہ ناصیۃ (پیشانی) سے مراد گھوڑے کی پوری ذات ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔"**فُلَانٌ مُبَارَکٌ النَّاصِیَۃ و مَیمُوْن الغُرّہ**" کہ فلاں آدمی مبارک پیشانی والا ہے۔یعنی مبارک ذات والا ہے۔

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑوں کے اندر شکال کو ناپسند فرماتے تھے''

شکال کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کے داہنے پچھلے پیر میں اور اگلے پیروں کے بائیں پیر میں سفیدی ہو یا داہنے اگلے پیر میں اور بائیں پچھلے پیر میں سفیدی ہو۔شکال کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔جمہور اہلِ لغت کا قول یہ ہے کہ شکال کا مطلب یہ ہے

کہ گھوڑے کے تین پیر سفید ہوں اور چوتھا پیر سفید نہ ہو اور ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ کبھی شکال ایسے ہوتا ہے کہ گھوڑے کہ تین پاؤں مطلق ہوں اور ایک پاؤں سفید ہو اور ابن درید نے کہا ہے کہ شکال ایک ہی شق میں ہوتا ہے۔ یعنی ایک ہاتھ اور ایک پیر میں اور اگر اس کے خلاف ہو تو اس کو شکال مخالف کہا جاتا ہے۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ شکال دونوں ہاتھوں (اگلے پیروں) کی سفیدی کا نام ہے جبکہ بعض نے کہا ہے کہ شکال دونوں پیروں کی سفیدی کا نام ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اگر ہاتھ پاؤں کی سفیدی کے ساتھ پیشانی پر بھی سفیدی ہو تو کراہت جاتی رہتی ہے۔

نسائی میں سلمہ بن نفیل اسکونی کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''ازلۃ الخیل'' سے منع فرمایا۔ ازلۃ الخیل کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑوں کو ذلیل کیا جائے یعنی ان کو بار برداری کے لیے استعمال کیا جائے چنانچہ ابوعمر بن عبدالبر نے عبداللہ ابن عباس کی تمہید میں یہ اشعار کہے ہیں۔

احبوا الخیل واصطبروا علیها　　فان العز فیها والجمالا

ترجمہ: تم گھوڑوں سے محبت رکھو اور اس محبت پر قائم بھی رہو۔ کیونکہ ان کے پالنے میں عزت اور زینت ہے''۔

اذا ما الخیل ضیعها اناس　　ربطناها فاشرکت العیالا

ترجمہ: ''جب لوگوں نے ان کو (بار برداری میں استعمال کر کے) ضائع کر دیا تو ہم نے ان کو باندھ کر کھڑا کر دیا اور ان کی اس طرح خبر گیری کی جیسا کہ اپنے بال بچوں کی''۔

نقاسمها المعیشة کل یوم　　ونکسوها البراق والجلالا

ترجمہ: ہم ان کو روزانہ گھاس و دانہ دیتے ہیں اور اُن کو برقع یعنی منہ کی جالی اور جھولیں پہناتے ہیں۔

گھوڑے کی تخلیق:

علّامہ دمیری فرماتے ہیں کہ میں نے حاکم ابوعبداللہ کی تاریخ نیشاپور میں ابوجعفر حسن بن محمد بن جعفر کے حالات میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے:-

''علی ابن ابی طالبؑ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو بادِ جنوبی سے کہا کہ میں تجھ سے ایسی مخلوق پیدا کرنے والا ہوں جو میرے دوستوں کے لیے عزت اور دشمنوں کے لیے ذلّت کا ذریعہ بنے اور جو میرے فرمانبردار بندے ہیں اُن کے لیے زیب وزینت ثابت ہو، تو ہوا نے جواب دیا کہ اے میرے رب! آپ شوق سے ایسا جانور پیدا کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہوا میں سے ایک مٹھی لی اور اس سے گھوڑا پیدا کردیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے سے فرمایا کہ میں نے تجھ کو عربی النسل پیدا کیا اور خیر کو تیری پیشانی کے بالوں میں گرہ دے کر باندھ دیا۔ تیری پُشت پر اموالِ غنیمت لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائیں گے تیری فراخیٔ رزق کا خود میں کفیل رہوں گا اور زمین پر چلنے والے دوسرے جانوروں کے مقابلہ میں تیری مدد کروں گا۔ تیرے مالک کو تجھ پر مہربان بنادوں گا اور تجھ کو اس قدر تیز رفتاری دی کہ تُو بے پَر کے اُڑا کرے گا۔ لوگوں کو تیری ضرورت اپنی حاجت روائی اور دُشمنوں سے لڑائی کے لیے ہوا کرے گی اور میں عنقریب تیری پُشت پر ایسے لوگوں کو سوار کراؤں گا جو میری تسبیح وتہلیل اور تکبیر وتحمید کیا کریں گے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی تہلیل، تکبیر اور تحمید کرتا ہے تو فرشتہ اس کو سُن کر انہی الفاظ میں اس کا جواب دیتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی

فرمایا کہ جب فرشتوں کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑا پیدا کیا ہے تو انہوں نے باری تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! ہم تیرے فرشتے تیری حمد وثناء کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے لیے بھی آپ کا کچھ انعام ہے۔ فرشتوں کو یہ عرضداشت سُن کر اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے ایسے گھوڑے پیدا کر دیئے جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی گردنوں کے مشابہ تھیں۔ اُن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں میں سے جس کی چاہے گا مدد کرے گا۔ آپؑ نے فرمایا کہ جب گھوڑے کے قدم زمین پر جم گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ میں تیری ہنہناہٹ سے مشرکوں کو ذلیل کروں گا اور اُن کے کانوں کو اس سے بھر دوں گا اور اس سے ان کے دلوں کو مرعوب کر کے ان کی گردنوں کو پست کر دوں گا۔ آپؑ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق بہیمہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے روبرو پیش کرنے کا حکم فرمایا تو اُن سے کہا کہ میری اس مخلوق میں جس کو چاہو پسند کرلو۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے گھوڑے کو پسند کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدمؑ! تو نے اپنے اور اپنی اولاد کے لیے ابدالآباد تک عزت کو اختیار کیا۔ جب تک وہ رہیں گے عزت بھی رہے گی۔ ہمیشہ، ہمیشہ رہے گی"۔

یہ حدیث شفاء الصدور میں عبداللہ ابن عباس سے دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے اور وہ یہ ہے:-

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے گھوڑا پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنوب کی ہوا کو وحی بھیجی کہ میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں اس کے لیے تو جمع ہو جا، تو وہ اس کے لیے جمع ہوگئی۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام آئے اور اس میں سے ایک مٹھی بھر لی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ یہ میری مٹھی ہے۔ اس کے بعد اس سے ایک کمیت گھوڑا پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تجھ کو فرس پیدا کیا اور عربی بنایا اور تجھے تمام چوپایوں پر کشادگی رزق میں فضیلت

دی۔ مالِ غنیمت تیری پشت پر لے جایا جائے گا اور خیر تیری پیشانی سے وابستہ ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو بھیجا تو وہ ہنہنایا۔ اس پر حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے کمیت تیری ہنہناہٹ سے مشرکین کو ڈراؤں گا اور اُن کے کانوں کو بھر دوں گا اور اُن کے قدموں کو لڑکھڑا دوں گا۔ پھر اس کی پیشانی کو سفیدی سے داغا اور پاؤں کو سفید کیا۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو فرمایا کہ اے آدمؑ ان دو چوپاؤں میں سے جو تم کو پسند ہے اُسے اختیار کر لے یعنی گھوڑے اور براق میں سے، براق خچر کی صورت پر ہے اور نہ مذکر ہے نہ مونث تو آدمؑ نے کہا کہ اے جبرائیل! میں نے ان دونوں میں سے خوب صورت چہرے والے کو اپنے لیے پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ اے آدمؑ! تو نے اپنی عزت اور اپنی اولاد کی عزت کو اختیار کیا اور وہ ان میں باقی رہے گی جب تک کہ وہ باقی رہیں گے''۔

شفاء الصدور میں حضرت علیؑ سے یہ روایت بھی مذکور ہے کہ:-

اور ان گھوڑوں کے لگام یاقوت و مروارید کے ہوں گے نہ وہ لید کریں گے نہ پیشاب ان کے بازو ہوں گے اور ان کے قدم حدِ نگاہ پر پڑیں گے۔ جنتی اُن پر سوار ہو کر جہاں چاہیں گے اُڑتے پھریں گے، ان کو اُڑتا دیکھ کر ان کے نیچے۔ کے طبقہ کے لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تیرے ان بندوں کو یہ انعام و اکرام کس وجہ سے حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ لوگ شب بیداری کرتے تھے اور تم لوگ سوتے رہتے تھے۔ یہ لوگ دن میں روزے سے ہوتے اور تم کھانا کھایا کرتے تھے۔ یہ خرچ کرتے تھے اور تم بخل کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ (جہاد میں) قتال کرتے اور تم بزدلی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان غبطہ کرنے والوں کے دلوں میں رضامندی ڈال دیں گے۔ چنانچہ وہ اپنی قسمت پر راضی ہو جائیں گے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی''۔

نسائی نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ :-

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ازواج (طاہرات) کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کسی سے محبت نہیں ہے (علامہ دمیری کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد جید ہیں) ثعلبی نے اپنی اسناد سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ کوئی گھوڑا ایسا نہیں ہے کہ جس کو ہر صبح اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دعا مانگنے کی اجازت نہ دی جاتی ہو کہ اے اللہ بنی آدم سے جس کو تُو نے میرا مالک بنایا ہے اور مجھ کو اس کا مملوک بنایا ہے تو مجھ کو اس کے نزدیک اس کے اہلِ و مال سے زیادہ محبوب بنا دے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (باعتبار انتفاع) گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ (۱) وہ گھوڑا جو رحمٰن کے لیے ہو (۲) وہ جو انسان کے لیے ہو (۳) اور وہ جو شیطان کے لیے ہو، رحمٰن کے لیے وہ گھوڑا ہے جو فی سبیل اللہ اس کے دشمنوں سے قتال کرنے کے غرض سے پالا جائے۔ انسان کے لیے وہ گھوڑا ہے جس پر مسافت طے کی جائے اور شیطان کے لیے وہ گھوڑا ہے جس پر کہ بازی (شرط) لگائی جائے''۔

طبقات ابن سعد میں قریب الملیکی سے ایک روایت منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پاک کی اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا کہ جو لوگ اس میں مذکور ہیں وہ کون ہیں؟۔ **اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○**

''وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں دن رات میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں۔ پس اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس ان کا اجر ہے نہ اُن پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔ اس کے جواب میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ اصحاب خیل یعنی گھوڑے والے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ گھوڑے پر خرچ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے کہ جس کے ہاتھ صدقہ بانٹنے کے لیے ہر وقت کھلے رہیں اور کسی بھی وقت بند

نہ ہوں، قیامت کے دن ان گھوڑوں کی لید اور پیشاب سے مشک جیسی خوشبو آئے گی۔

اور ترمذی نے اہلِ جنت کی صفت میں یہ روایت نقل کی ہے:۔

''حضرت ابوایوب انصاری سے منقول ہے کہ ایک اعرابی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ مجھ کو گھوڑوں سے محبت ہے تو کیا جنت میں بھی گھوڑے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تُو جنت میں داخل ہوا تو تجھ کو وہاں پر دار یاقوت کے گھوڑے ملیں گے تو ان پر سوار ہو کر جنت میں جہاں چاہے گا اُڑتا پھرے گا''۔

حضرت رسولؐ اکرم کے گھوڑے دنیا کے تمام گھوڑوں سے افضل ہیں:۔

ابن السنی اور ابوالقاسم طبرانی نے ابان بن ابی عیاش سے اور مستغفری نے انس بن مالک خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے عامل عراق حجاج بن یوسف کو لکھا کہ انس بن مالک کی دیکھ بھال کرو اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ اور اُن کی مجلس میں حاضر ہوا کرو اور ان کو انعام و اکرام سے نوازو۔ چنانچہ انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں خود ایک دن حجاج کے پاس گیا تو حجاج نے مجھ سے کہا کہ اے ابا حمزہ مَیں آپ کو اپنا گھوڑا دکھلانا چاہتا ہوں۔ آپ اس کو دیکھ کر مجھے بتلائیں کہ میرا گھوڑا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے سے کتنا ملتا جلتا ہے۔ چنانچہ اُس نے وہ گھوڑا میرے سامنے لاکر کھڑا کر دیا۔ مَیں نے اس گھوڑے کو دیکھ کر کہا ''چہ نسبت خاک را بعالم پاک'' یعنی اس گھوڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپؐ کے گھوڑے کا چارہ، لید اور پیشاب تک حصولِ ثواب کا ذریعہ تھا اور یہ تمہارا گھوڑا محض نمائشی اور نام آوری کے لیے پالا گیا ہے۔

گھوڑا حضرت آدمؑ سے پہلے خلق ہوا:۔

مسئلہ :- شیخ الاسلام تقی الدین السبکی فرماتے ہیں کہ خیل (گھوڑوں) کے بارے میں چند سوالات پیدا ہو سکتے ہیں اور وہ یہ ہیں :-

(۱) اللہ تعالٰی نے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا یا گھوڑے کو؟

(۲) پہلے گھوڑے کو پیدا کیا یا اس کی مادہ (گھوڑی) کو؟

(۳) پہلے عربیات یعنی عربی گھوڑے پیدا کئے یا براذین یعنی غیر عربی گھوڑے۔

ان تینوں سوالات کے بارے میں کسی حدیث یا اثر کی نص موجود ہے یا محض سیر اور اخبار سے استدلال کیا گیا ہے۔

جواب :- (۱) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً دو دن پہلے اللہ تعالٰی نے گھوڑے کو پیدا کیا۔

(۲) نر کو مادہ سے پہلے پیدا کیا۔

(۳) عربی گھوڑوں کو غیر عربی گھوڑوں سے پہلے پیدا کیا۔

اس بارے میں کہ گھوڑا حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کیا گیا۔ ہم اس پر آیاتِ قرآنی اور احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ نیز اس کے علاوہ عقلی دلیل بھی ہے۔

عام طور پر دستور یہ ہے کہ جب کوئی معزز شخص کسی کے یہاں آنے کا قصد کرتا ہے یا اس کو مدعو کیا جاتا ہے تو اُس کے آنے سے پہلے اس کی ضرورت اور آسائش کی چیزیں فراہم کی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی دُنیا میں تشریف آوری کے سلسلہ میں یہی اہتمام کیا گیا کہ اللہ تعالٰی نے حضرت آدمؑ اور بنی آدم کی ضرورت کے جملہ اشیاء پہلے ہی سے مہیا کر دی تھیں۔ جیسا کہ کلام پاک کی اس آیت شریفہ سے مترشح ہوتا ہے۔ "**وخلق لکم مافی الارض جمعیاً**" یعنی زمین میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب تمہارے لیے مہیا کر دی گئیں۔

اس آیت کریمہ کا مطلب یہی تو ہوسکتا ہے کہ خود زمین کو اور زمین میں جو کچھ چیزیں ہیں ان کو حضرت آدمؑ، اور بنی آدمؑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اکراماً پیدا کر رکھی تھی اور کمال اکرام اسی وقت مستحسن ہوسکتا ہے جبکہ مکرم کی جملہ ضروریات پہلے سے موجود ہوں۔

گھوڑے کو ''فرس'' کیوں کہتے ہیں:۔

اَلطِّرفُ (شریف النسل گھوڑا)

اَلْفَرسُ: (گھوڑا) یہ اسم جنس ہے گھوڑے اور گھوڑی دونوں کو فرس کہتے ہیں۔ اگر چہ ابن جنی اور فراء گھوڑی کے لیے فرستہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن جوہری نے اس کی تردید کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ گھوڑی کے لیے ''فرستہ'' کا استعمال صحیح نہیں اس کو بھی فرس ہی کہا جائے گا۔ لفظ فرس ''افتراس'' سے بنایا گیا ہے کیونکہ افتراس کے معنی پھاڑنے کے آتے ہیں اور گھوڑا بھی اپنی تیز رفتاری کے ذریعہ زمین پھاڑتا ہے اس لیے اس کو فرس کہتے ہیں اور گھوڑا سوار کو ''فارس'' کہتے ہیں۔ جیسے دودھ والے کو ''لابن'' اور کھجور والے کو ''تامر'' کہتے ہیں اس کی جمع فوارس آتی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے کہ گھوڑی کو بھی فرس کہا جائے گا فرستہ نہیں، اس کی تائید ابو ہریرہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو ابوداؤد اور حاکم نے نقل کیا ہے۔ "اَنَّ النَّبِی صلی اللّٰه علیه وسلم کان سیفی الانثیٰ مِنَ الْخَیْلِ فَرَساً" (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑی کو بھی فرس کہا کرتے تھے) ابن السکیت کہتے ہیں کہ ہر سُم والے جانور خواہ وہ گدھا ہو، گھوڑا یا خچر ہو اس کے سوار کو فارس کہتے ہیں۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:۔

وَاِنّی اَمر و للخَیْل عِندی مُزِیَّة" عَلٰی فارِسِ البِرْ ذُوْنِ اوفارس البَغْلِ

ترجمہ: اور میں ایسا شخص ہوں کہ میرے نزدیک دوست کی قدر ہے خواہ گھوڑے پر سوار ہو یا خچر پر سوار ہو''۔

اس کے برخلاف عمارہ بن عقیل کہتے ہیں کہ خچر والے کو فارس نہیں بلکہ بغّال اور

گدھے والے کو حمّار کہتا ہوں۔ گھوڑے کی کنیت ابوالشجاع، ابومدرک، ابوالمنجی آتی ہے۔

سب سے پہلے گھوڑے کو کس نے تابع کیا:

اہلِ عرب کہتے ہیں کہ گھوڑا ایک وحشی جانور تھا اس کو سب سے پہلے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے سواری کے لیے استعمال فرمایا۔ اپنے خصائل کی بناء پر گھوڑا تمام جانوروں کے مقابلہ میں انسان سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے اس لیے کہ اس میں کرم، شرافت نفسی اور بلند ہمتی جیسے انسانی فضائل موجود ہیں۔ گھوڑے مختلف اوصاف کے ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض وہ ہیں جو سواری کے دوران پیشاب اور لید نہیں کرتے اور بعض وہ ہوتے ہیں جن کو اپنے مالک کی پہچان ہوتی ہے وہ کسی دوسری کو سواری نہیں کرنے دیتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پروں والے گھوڑے تھے۔

گھوڑے کو "عتیق" بھی کہتے ہیں:

گھوڑے کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عتیق (۲) ھجین جس کو برذون بھی کہتے ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ فرس کے مقابلہ میں برذون کی ہڈیاں بڑی ہوتی ہیں۔ فرس کی ہڈیاں اگرچہ چھوٹی ہوتی ہیں لیکن مضبوط ہوتی ہیں۔ برذون میں بوجھ اُٹھانے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے لیکن فرس برذوں سے زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے۔ عتیق اور برذون میں بھی وہی فرق ہے جو ہرن اور بکری کے درمیان فرق ہے۔ عتیق اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی ماں اور باپ دونوں عربی النسل ہوں۔ کیونکہ یہ تمام عیوب ونقائص سے خالی ہوتا ہے اس لیے اس کو عتیق کہتے ہیں۔

ابنِ عبدالبر نے تمہید میں لکھا ہے کہ عتیق اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو چُست ہو اور صاحب عین نے لکھا ہے کہ عتیق وہ گھوڑا ہے جو رفتار میں سب سے آگے نکل جائے۔ خانہ کعبہ کو بھی اسی وجہ سے بیت العتیق کہتے ہیں کیونکہ یہ عیب سے مامون

ہے۔اور ملوک جبابرہ میں سے کوئی بھی اس پر قابض نہیں ہوسکا۔

عربی گھوڑے کے فضائل:

علّامہ زمخشری نے سورۂ انفال کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے ''اِنَّ الشَّیۡطٰنِ لَا یقرب صاحب فرس عتیقٍ وَلَا دَارٍ فِیۡهَا فَرَسٌ عتیق'' (شیطان عربی گھوڑے کے مالک یا جس گھر میں عربی گھوڑا ہو اس کے پاس نہیں آتا) حافظ شرف الدین دمیاطی نے بھی اس سلسلہ میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس گھر میں عربی گھوڑا ہو شیطان اس گھر میں کسی کو مخبوط نہیں کرسکتا۔

گھوڑے بھی دعا کرتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عربی گھوڑا ایسا نہیں جس کو روزانہ دومرتبہ یہ دعا مانگنے کی اجازت نہ دی جاتی ہو کہ ''اے اللہ! تو نے جس شخص کو میرا مالک بنایا ہے اس کی نگاہوں میں مجھ کو اس کا سب سے زیادہ محبوب مال بنادے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں حضرت خزیمہ کی شہادت:

ابوداؤد، نسائی اور حاکم میں مذکور ہے کہ سواد بن حرث اعرابی سے حضورؐ نے ایک گھوڑا خریدلیا۔اس گھوڑے کا نام ''مرتجز'' تھا۔وہ اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قیمت وصول کرنے کے لیے چل دیا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیز رفتاری سے تشریف لے جارہے تھے اور یہ اعرابی آہستہ چل رہا تھا۔راستہ میں کچھ لوگوں نے (جن کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ گھوڑا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرید لیا ہے) اس گھوڑے کا سودا کرنا شروع کردیا۔اس اعرابی کو لالچ آگیا اور اس نے آواز لگائی کہ حضورؐ اگر آپ خریدنا چاہیں تو سودا کرلیں ورنہ مَیں دوسرے کو فروخت کردوں گا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑا تم مجھ کو فروخت کرچکے ہو۔اس اعرابی نے کہا کہ خدا کی

قسم میں نے تو ابھی آپؐ کو گھوڑا فروخت نہیں کیا۔ اگر آپ خریدنے کا دعویٰ کر رہے ہیں تو گواہ لائیے۔ حضرت خزیمہ فوراً بولے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کس وجہ سے گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہ نے کہا کہ آپؐ کی تصدیق کی وجہ سے۔ اس واقعہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کر دیا۔

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ کیسے گواہی دے رہے ہو؟ کیا تم معاملہ کے وقت ہمارے پاس موجود تھے؟ انہوں نے کہا کہ حضورؐ میں حاضر تو نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا پھر تم کیسے گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہ نے کہا کہ حضورؐ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، میں آسمانی خبروں کے بارے میں تصدیق کرتا ہوں، مستقبل کی خبروں کے بارے میں تصدیق کرتا ہوں کیا اس گھوڑے کی خریداری میں آپؐ کی تصدیق نہیں کروں گا۔ یہ سُن کر حضور نے ارشاد فرمایا کہ اے خزیمہ آج تم دو گواہوں کے قائم مقام ہو۔ اور ایک روایت میں حضورؐ کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ:

''جس کے حق میں یا جس کے خلاف خزیمہ گواہی دے دیں ان کی تنہا گواہی ہی اس کے لیے کافی ہے''۔

راہِ خدا میں جہاد کرنے والا اللہ کا محبوب ہے:

کتب غریب میں یہ روایت منقول ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ربُّ العزت والجلال اس طاقتور شخص کو پسند کرتے ہیں جو گھوڑے پر سوار ہو کر آتا جاتا ہے''۔ یعنی جو ایک بار غزوہ میں گیا اور پھر جہاد کر کے واپس آ گیا۔ پھر دوسرے جہاد میں گیا۔ اس طرح بار بار راہِ خدا میں جانے والا شخص مبدی ومعید کہلائے گا۔ اسی طرح وہ گھوڑا جس پر سوار ہو کر اس

کے مالک نے بار بار غزوات میں شرکت کی ہو مبدی اور معید کہلائے گا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مبدی اور معید اس شخص کو کہتے ہیں جس کو سدھایا جائے اور وہ اپنے مالک کے تابع ہو جائے۔

گھوڑے کی پرورش بھی عبادت ہے:

مسند امام احمد میں روح بن زنباع کے حوالہ سے تمیم داری کی یہ روایت منقول ہے:-

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جَو صاف کرلے اور پھر لا کر اپنے گھوڑے کو کھلا دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے ہر جَو کے بدلہ میں ایک نیکی لکھتے ہیں''۔

ابنِ ماجہ نے بھی اسی حدیث کے ہم معنی ایک روایت نقل کی ہے۔

گھوڑے کی عادات:

گھوڑے کی طبیعت میں غرور اور تکبّر ہے۔ یہ اپنی ذات میں مگن رہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے مالک سے پیار و محبت کرتا ہے۔ اس کے خلاف اس کے شریف اور مکرّم ہونے پر دلیل ہے۔ یہ کسی دوسرے جانور کا باقی ماندہ چارہ یا خوراک نہیں کھاتا۔

النکل:

(مضبوط قسم کا گھوڑا) نِکَل: اس سدھائے ہوئے گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا بدن بھی چھریرا اور مضبوط ہو۔ نیز مضبوط و طاقت ور آدمی کو بھی ''نکل'' کہتے ہیں:

حدیث میں ہے کہ:-

''دو مضبوط سدھائے ہوئے گھوڑے پر بہادر، ماہر شخص اللہ کو پسند ہے''۔

اسی قسم کی دوسری حدیث میں ہے:-

''مضبوط گھوڑا جو حملہ کرتا ہو پھر مڑتا ہو اور پھر حملہ کرتا ہو، اس گھوڑے پر اس قسم کا حملہ کرنے والا، پھر مُڑ کر حملہ کرنے والا بہادر شخص اللہ کو محبوب اور پسند ہے''۔

خواب میں گھوڑے کو دیکھے تو اُس کی تعبیر کیا ہوگی؟:

خواب میں گھوڑا، قوت، عزت اور زینت کی شکل میں آتا ہے۔ کیونکہ یہ سواریوں میں سب سے عمدہ سواری ہے اس لیے جس نے اسے جس قدر خواب میں دیکھا اسی کے بقدر اس کو عزت وقوت حاصل ہوگی اور اکثر گھوڑے کی تعبیر مال کی زیادتی، وسعتِ رزق اور دشمن پر فتح حاصل ہونا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ والبنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مَنَ الذهَبِ وَالفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ

اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

"وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّاللّٰهِ وَعَدُوُّكُمْ"

اور اگر کسی نے گھوڑے کو ہوا میں اُڑتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر فتنہ ہے اور گھوڑے کی سواری غیر محل میں دیکھنا جیسا کہ چھت یا دیوار پر اپنے گھوڑے پر سوار دیکھا تو اس کی تعبیر میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں اپنے آپ کو ڈاک کے گھوڑے پر سوار دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عنقریب اس کی موت واقع ہو جائے گی۔

مجربات:

گھوڑے اور دیگر جانوروں کے دردِ شکم کے لیے اِن کے چاروں کُھروں پر یہ لکھیں۔

"بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيم فَاَصَابها اعصارٌ فيه نار فاحترقت عجفون عجفون عجفون شاشيك شاشيك شاشيكُ"

انشاءاللہ درد جاتا رہے گا۔

(حیاتِ الحیوان....ص۸٦)

تیسرا باب

تاریخِ انبیاء میں گھوڑوں کا تذکرہ

تیسرا باب

۱۔ حضرت اسماعیلؑ کے گھوڑے

۲۔ ذوالجناح اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

۳۔ حضرت داؤدؑ کا گھوڑا اور معجزہ

۴۔ انجیل میں انبیاء کے گھوڑوں کا تذکرہ

۵۔ حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا سُم

۶۔ حضرت علیؑ کی زبان پر ذکرِ ذوالجناح (کعب الاحبار کی روایت)

تاریخِ انبیاء میں گھوڑوں کا تذکرہ

حضرت اسماعیلؑ کے گھوڑے:

مورّخ ابن واضح کا بیان ہے اسماعیلؑ دنیا میں وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے عربی میں لب کشائی کی یعنی عربی بولنا شروع کیا اور گھوڑوں پر سواری شروع کی۔ اُن سے پہلے گھوڑوں کا شمار وحشی جانوروں میں تھا۔ وہ کسی کے قابو میں نہ آتے تھے اور نہ لوگ یہ جانتے تھے کہ گھوڑوں پر سواری کی جاسکتی ہے۔ خداوندِ عالم نے ان کے لیے سمندر سے گھوڑے ظاہر کیے جن کی تعداد سوؔ تھی۔ یہ گھوڑے مکّے میں آزاد چرا کرتے تھے۔ جب صبح ہوتی تھی تو وہ کل کے کُل حضرت اسماعیلؑ کے دروازے پر ہوا کرتے تھے۔ اُن کے سامنے ہر قسم کا گھوڑا ارام رہا کرتا تھا۔ مورّخ ابنِ واضح لکھتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے تیراندازی کی ابتدا کی اور تیر بنانے کی صنعت جاری کی نیز کعبۂ معظّمہ کی مرمت کرائی "دنفی اھل المعاصی عن الحرام" اور گناہ گاروں اور بدکرداروں کو خانۂ کعبہ سے دور رکھا یا نکال دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ شکار کے بڑے ماہر تھے۔ اُن کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ دریا سے گھوڑے آپ کی دُعا سے برآمد ہوئے تھے اور سب سے پہلے جن گھوڑوں سے آپ نے سواری شروع کی وہ دریائی گھوڑے تھے۔ آپ کے خصوصیات میں سے مکّۂ معظّمہ کا آباد کرنا، آپ کے پیروں کی رگڑ سے چاہِ زمزم کا برآمد ہونا، تعمیرِ

کعبہ،عبادتِ حج کا قیام اور ۱۰ ذی الحجہ کو قربانی کی رسم خاص اہمیت رکھتی ہے۔
(حیات القلوب)

علاّمہ کمال الدین الدمیری ''حیات الحیوان'' میں لکھتے ہیں:

''جو شخص سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہوئے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔اسی وجہ سے گھوڑے کو عراب کہتے ہیں۔اس سے پہلے وہ دوسرے جانوروں کی طرح وحشی تھا۔چنانچہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی بنیادیں اُٹھانے کا حکم فرمایا تو یہ بھی فرمایا کہ میں تم کو ایک ایسا خانہ دوں گا جو میں نے خاص تمہارے لیے ہی رکھ چھوڑا ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم بھیجا کہ باہر جاؤ اور اس خزانہ کے حصول کے لیے دعا مانگو۔چنانچہ آپ اجیاد (مکۃ المکرّمہ کا ایک پہاڑ) پر تشریف لے گئے حالانکہ آپ دعا کے الفاظ سے بھی ناواقف تھے اور اس خزانے سے بھی ناواقف تھے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔چنانچہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دُعا کا الہام ہوا۔جب آپ دعا مانگ چکے تو سرزمینِ عرب کے جتنے وحشی گھوڑے تھے وہ سب کے سب حضرت اسماعیلؑ کے پاس آ کر جمع ہو گئے اور سب نے گردنِ اطاعت آپ کے سامنے جھکا دی۔اسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا تھا کہ تم لوگ گھوڑے پر سوار ہوا کرو کیونکہ یہ تمہارے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی میراث ہے''۔(حیات الحیوان صفحہ ۷۶)

ذوالجناح اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

ذوالجناح جو ہماری عزاداری کا رکنِ اعظم اور خاموش اور پُرامن یادگار ہے صرف آج عظمت کا مستحق نہیں ہے کوہِ طور کی بلندی پر اس کی وفا کا چرچا تھا۔جنابِ موسیٰؑ مناجات کے لئے جا رہے تھے ایک اسرائیلی گنہگار نے کہا۔اے خدا کے نبی میں بہت

بڑا عاصی ہوں خدا سے میری سفارش کیجئے کہ خطا میری عفو ہو جائے۔ کلیم اللہ نے اس کی وکالت کی اور جواب ملا کہ موسیٰ تم جو مانگو گے وہ میں دوں گا اور جس کی طلب مغفرت کرو گے بخش دوں گا مگر قاتلِ حسینؑ کی بخشش نہیں ہے۔ عرض کیا حسینؑ کون ہے۔ خطابِ الٰہی ہوا وہی جس کا ذکر کوہِ طور پر ہو چکا ہے کہا ان کو کون قتل کرے گا۔ فرمایا ان کے نانا کی سرکش اور بغاوت پسند امت زمینِ کربلا پر (ان کی قتل گاہ) **وتنفر فرسه و تحمحم و تصهل وتقول فی صهیلها الظلیمة من امت قتلت ابن بنتِ نبیها** ۔ اسپ او رمیر دو ہمہمہ ئی نماید و صہیل بر می آورد و بزبان صہیل می گوید **الظّلیمه الظّلیمه** سر کرائے شد ظلم آشکار شد ستم از امتی کہ پسر دخترِ پیغمبر خود را می کشند

(ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۹۵ طبع بمبئی)

گھوڑا ان کا صیحہ کرتا ہوا (درِ خیمہ پر) آئے گا اور بزبانِ بے زبانی اعلانِ ظلم کرے گا اور امت کے ہاتھ سے ان کے پیغمبر کی دختر کے لال پر جو ستم ہوئے (وہ پوشیدہ نہ رہیں گے)۔ آسمانی صحیفے کی بھی وہ حدیث ہے حسینؑ کی شہادتِ عظمیٰ سے سیکڑوں برس پہلے اولوالعزم پیغمبر موسیٰ کے سامنے فرمایا ہے کہ جو اُن پر روئے یا رُلائے یا رونے والے کی صورت بنائے اس کے جسم کو میں آگ پر حرام کر دوں گا۔

مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی ''قصص القرآن'' میں لکھتے ہیں:-

ہارون علیہ السلام کی یہ معقول دلیل سُن کر حضرتِ موسیٰؑ کا غصہ اُن کی جانب سے فرو ہو گیا، اور اب سامری کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا:-

سامری! تو نے یہ کیا سوانگ بنایا ہے؟ سامری نے جواب دیا کہ میں نے ایسی بات دیکھی جو اِن اسرائیلیوں میں سے کسی نے نہیں دیکھی تھی یعنی غرقِ فرعون کے وقت جبرئیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار اسرائیلیوں اور فرعونیوں کے درمیان حائل تھے، میں نے دیکھا کہ اُن کے گھوڑے کے سُم کی خاک میں اثرِ حیات پیدا ہو جاتا ہے، اور خشک

زمین پر سبزہ اُگ آتا ہے تو میں نے جبرئیلؑ کے گھوڑے کے قدموں کی خاک سے ایک مٹھی بھر لی اور اس خاک کو اس بچھڑے میں ڈال دیا اور اس میں زندگی کے آثار پیدا ہوگئے اور یہ ''بھاں بھاں'' کرنے لگا۔

جبریلِ امیں جس گھوڑے پر سوار تھے اُس کے سُموں کی خاک میں اتنا اثر تھا کہ بے جان شے میں آواز پیدا کر دیتی تھی۔

غور کیجیے جبریل امیں نے حضرت امام حسینؑ کے بچپن میں انھیں جھولا جھلایا تھا۔ امام حسینؑ فخرِ ملک تھے۔ ظاہر ہے امام حسینؑ کے گھوڑے ذوالجناح کے سُموں کی خاک جبریل کے گھوڑے کے سُموں کی خاک سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع ہوگی۔

میر انیسؔ کہتے ہیں وقتِ شہادتِ حسینؑ مقتل میں حضرت زینبؑ کی یہ آواز آ رہی تھی:-

اے ذوالجناحِ سبطِ نبیؐ میں ترے نثار ۔۔۔ بچپن سے میرے بھائی نے تجھ کو کیا ہے پیار
قاتل ترے سوار کی چھاتی پہ ہے سوار ۔۔۔ تیرے سوا نہیں کوئی اس وقت غم گُسار
میں بنتِ فاطمہؑ ہوں جو بھائی کو پاؤں گی
تیرے سُموں کو آنکھوں سے اپنے لگاؤں گی

میر انیسؔ کہتے ہیں ذوالجناح کے سُموں سے ستارے چمکتے تھے:-

ہر نعل سے خم تھا مہِ نو شرم کے مارے ۔۔۔ اٹھتے تھے قدم جب تو چمکتے تھے ستارے
ہو رشک نہ کیوں کر فلکِ ماہِ جبیں کو ۔۔۔ نقشِ سُمِ توسن سے لگے چاند زمیں کو

دیکھی ہے سُموں میں کسی گھوڑے کے یہ ضوبھی
اک جا ہیں ستارے بھی قمر بھی مہِ نو بھی

میرے نوتصنیف مرثیے کے چار مصرعے ذوالجناح کے سُموں کی تعریف میں مندرجہ ذیل ہیں:-

سرشارِ مئے عشق، سُبک گام، سُبک رو ہر سُم پہ تصدق ہوا جاتا تھا مہ نو
منھ تاروں کے بھی تابشِ اقدام سے فق تھے یہ سُم کے نشاں تھے کہ چراغِ رہِ حق تھے

حضرت داوٴدؑ کا گھوڑا اور معجزہ:

مولانا محمد حفظ الرحمان سیوہاروی "قصص القرآن" میں لکھتے ہیں:-

بخاری کتاب الانبیاء میں ایک روایت منقول ہے کہ حضرت داوٴدؑ پوری زبور کو اتنے مختصر وقت میں تلاوت کرلیا کرتے کہ جب وہ گھوڑے پر زین کسنا شروع کرتے تو تلاوت بھی شروع کرتے اور جب کس کر فارغ ہوتے تو پوری زبور ختم کر چکے ہوتے۔

تلاوتِ زبور: گزشتہ سطور میں ذکر آچکا ہے کہ حضرت داوٴدؑ جب گھوڑے پر زین کسنا شروع کرتے تو اس سے فارغ ہونے تک مکمل زبور کی تلاوت کرلیا کرتے تھے تو حضرت داوٴدؑ کا یہ معجزہ "حرکتِ زبان" سے تعلق رکھتا ہے گویا خدائے تعالیٰ حضرت داوٴد علیہ السلام کے لیے زمانہ کو اس مدت میں ایسا سمیٹ دیتا تھا کہ عام حالت میں وہ گھنٹوں کی مقدار بن سکتا ہے یا حضرت داوٴدؑ کو سرعتِ ادا الفاظ کی اس درجہ قوت عطا کردی گئی تھی کہ دوسرا شخص جس کلام کو گھنٹوں میں ادا کرے، داوٴد علیہ السلام اس کو بخاری کی نقل کردہ روایت کے مطابق مختصر وقت میں ادا کرنے پر قدرت رکھتے تھے اور یہ تو آج بھی مسلّم ہے کہ سرعتِ حرکت کے لیے کوئی حد معین نہیں کی جاسکتی۔

انجیل میں انبیاء کے گھوڑوں کا تذکرہ:

پرانے عہد نامہ میں گھوڑوں کے متعلق ایک سو پچاس حوالے ہیں، ان میں کئی مجازی ہیں، زیادہ حوالے انبیاء کے صحیفوں اور منظومات میں ہیں۔ پُرانے اور نئے عہد ناموں میں گھوڑے کا تعلق جنگ اور طاقت سے ہے۔ کم از کم چار ہزار سال پہلے مشرقِ وسطیٰ میں جنگلی گھوڑوں کو سدھایا گیا تھا۔ عراق کے دارالحکومت بابل کے لوگوں

نے ۱۷۰۰ قبلِ مسیح میں گھوڑے جنگی گاڑیاں کھینچنے کے لیے استعمال کیئے تھے۔ ایران میں ایک ہزار قبلِ مسیح گھوڑوں کو ڈاک کے نظام میں استعمال کیا جاتا تھا۔

بائبل میں گھوڑوں کا سب سے پہلا حوالہ "پیدائش ۴۷:۱۷" میں ہے، یہاں پر ذکر ہے کہ جب مصر اور کنعان میں قحط پڑا اور لوگ حضرت یوسف سے اناج لینے آئے اور جب اُن کی نقدی ختم ہوگئی تو حضرت یوسف نے گھوڑوں کے بدلے میں اناج دیا۔ اس "سورۂ پیدائش ۵۰:۹" پر آیت ہے کہ حضرت یعقوب کی وفات پر حضرت یوسف گھوڑوں پر سوار فوج اور رتھ کا ایک بڑا جلوس لے کر اپنے والد کی میّت کو کنعان دفنانے کے لیے لے گئے"۔

حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں مصر میں دس وباؤں میں سے ایک وبا گھوڑوں میں بیماری کا پھیلنا بھی تھا (خروج ۹:۳)

بعد میں جب مصری فوج نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا تو گھوڑے استعمال کیئے۔ (خروج ۱۴:۹)

حضرت داؤد کے پاس ہزاروں گھوڑے تھے (سموئیل ۸:۴)

حضرت سلیمان نے گھوڑوں کی نسلوں کو بہت بڑھایا (سلاطین ۴:۲۶)

عموماً گھوڑے جنگ میں استعمال کیئے جاتے تھے لیکن یسعیاہ نبی کے عہد میں گھوڑے کھیتی باڑی میں بھی کام آتے تھے۔ (یسعیاہ ۲۸:۲۴)

گھوڑوں کو رسومات میں بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ (سلاطین ۲۳:۱۱)

(قاموس الکتاب....ص ۳۵۰)

بائبل میں انبیاء کی سواری کے گدھوں کا بھی ذکر ہے، حضور ختمی مرتبتؐ کے عہد میں گھوڑا بہت زیادہ مقبول ہوا اور سرکارِ دو عالمؐ کی پسندیدہ سواری قرار پایا۔ اب یہودیوں کو اب تک گدھے پسند ہیں لیکن مسلمانوں میں گھوڑوں کو زیادہ مقبولیت حاصل ہے۔

ایک شیعہ خطیب ایک دن اپنی تقریر میں فرمانے لگے کہ شیعوں نے گھوڑے کا تذکرہ زیادہ کرنا شروع کردیا ہے۔ حالانکہ گدھا انبیاء کی پسندیدہ سواری ہے اور حضرت رسولؐ خدا کے پاس بھی کئی گدھے تھے جن پر آپ سواری فرماتے تھے۔

موصوف کو شاید معلوم نہیں کہ یہودیوں میں گدھا بہت مقبول ہے، اس کے علاوہ امریکہ کا قومی جانور بھی گدھا ہے، امریکہ کی ایک سیاسی پارٹی کا نشان بھی گدھا ہے۔

''اعلیٰ طبقے کے عرب آج بھی گدھے پر سواری نہیں کرتے اور اس کا نام بھی زبان پر لاتے وقت کلمۂ معذرت (حشاکم، اَعزکُم اللّٰہ وغیرہ) بولتے ہیں''۔

بہرحال عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کو احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا سُم:

سیّد و ابن نما علیہما الرحمہ نے محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ راس الجالوت سردار علمائے یہود نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا واللہ میرا نسب ستّر واسطوں سے حضرت داؤد علیہ السلام تک پہنچتا ہے اس کے باوجود جب یہود مجھے دیکھتے ہیں میری بڑی تعظیم و توقیر کرتے ہیں، اور تمہارا حال یہ ہے کہ جس شخص کو تمہارے پیغمبرؐ سے صرف ایک پشت کا فاصلہ تھا اُسے قتل کردیا۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے فرمایا جس دن میرے پدرِ بزرگوار کا سرِ اقدس یزید کے پاس لے گئے اُس ملعون نے ہر روز مجلس مقرر کی اور سرِ مبارک کو روبرو رکھوا تا تھا اور شراب پیتا تھا۔ ایک دن بادشاہِ روم کا ایلچی جو اپنی قوم کا سردار و نجیب و شریف تھا دربارِ یزید میں حاضر تھا۔ اُس نے یزید سے پوچھا اے بادشاہِ عرب یہ سر کس شخص کا ہے؟ یزید نے کہا تجھ کو اس سے کیا کام، اس نے کہا ہمارا بادشاہ میرے واپس جانے پر یہاں کے متعلق استفسار کرے گا لہٰذا چاہتا ہوں کہ اس شخص سے بھی مطلع رہوں تا کہ وہ بھی اس خوشی میں تمہارے ساتھ شریک ہو۔ یزید نے کہا یہ

سر حسینؑ ابن علیؑ کا ہے، رومی نے کہا مادرِ حسینؑ کون ہے؟ کہا فاطمہؑ بنتِ رسولؐ۔ یہ سن کر نصرانی نے کہا اے یزید! وائے تجھ پر اور تیرے دین پر، میرا دین تیرے دین سے بہتر ہے۔ میرا باپ داؤد پیغمبر علیہ السلام کی اولاد واحفاد سے ہے، میرے اور ان حضرات کے درمیان کئی پشتیں گذری ہیں لیکن نصاریٰ میری تعظیم وتوقیر کرتے ہیں اور میرے پاؤں کی خاک کو تبرک سمجھ کر لے جاتے ہیں اور تمہارا یہ حال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نواسے کو قتل کیا ہے حالانکہ وہ تمہارے پیغمبرؐ سے صرف ایک ماں کا فاصلہ رکھتا ہے۔ تمہارا یہ مذہب کیا ہے؟ پھر اس نے کہا اے یزید تو نے کلیسائے حافر کا حال سنا ہے؟ اس نے کہا بیان کر..... نصرانی نے بیان کیا کہ مابین عمان وچین ایک سمندر ہے جس کی مسافت سال بھر کی ہے، وہاں سوائے ایک شہر کے کوئی آبادی وشہر نہیں ہے، یہ شہر وسطِ بحر میں واقع ہے، اس کا طول ہشتاد در ہشتاد فرسخ ہے، ربع مسکون میں کوئی شہر اس سے بڑا نہیں ہے وہاں کافور اور یاقوت پیدا ہوتا ہے اور درخت عود وعنبر کے اُگتے ہیں۔ یہ شہر نصاریٰ کے قبضہ میں ہے، سوا اِن کے کسی کو وہاں دخل نہیں ہے، اس شہر میں بہت سے کلیسا ہیں لیکن سب سے بڑا کلیسائے حافر ہے۔ اس کی محراب میں ایک سونے کی قندیل آویزاں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا سُم رکھا ہوا ہے، اس بنا پر وہاں تمام سال تمام نصاریٰ کا اژدھام رہتا ہے، خاص وعام اس کی زیارت کے لیے آتے اور اُس کو چومتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ یہ حال ہے اُن کے گدھے کے سُم کے متعلق جس کے متعلق ان کا گمان یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس پر سوار ہوتے تھے، اور تم نے اپنے پیغمبرؐ کے نواسے کو قتل کر دیا، خدا تم میں اور تمہارے دین میں برکت نہ دے۔ یزید نے کہا اس نصرانی کو قتل کر دو تاکہ یہ مجھے اپنے ملک میں رسوا نہ کرے، نصرانی نے جب یزید کا یہ ارادہ معلوم کیا تو کہا مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ یزید نے کہا ہاں! کہا اے یزید سن لے کہ آج شب کو میں نے تیرے پیغمبرؐ کو

خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، اے نصرانی! تم اہلِ جنت سے ہو، پس میں اِس کلام سے متعجب ہوا اور اس کا بھید مجھ پر نہ کھلا، اب میں گواہی دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور محمدؐ پیغمبر برحق ہیں، بعدہٗ دوڑ کے سرِ امام حسین علیہ السلام کو سینہ سے لگا لیا اور بوسے لیتا تھا اور روتا تھا یہاں تک کہ مارا گیا۔ (بحار الانوار جلد ۲ ...ص ۴۴)

حضرت علیؑ کی زبان پر ذکرِ ذوالجناح اور صحفِ انبیاء:

کعب الاحبار کی روایت

روایتِ امالی جس کی سند سالم بن جعدہ پر ختم ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کعب الاحبار سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہماری کتاب میں ہے محمدؐ کے گھرانے سے ایک مرد قتل ہوگا۔ **لایحف عرق دوا اصحابه حسنی بدخلو الجنة** ۔اس کے اصحاب کے جنگی گھوڑوں کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے وہ بہشت میں پہنچ جائیں گے اور حوروں سے ہم آغوش ہوں گے (ناسخ ص ۱۷۱ جلاؤ العیون بحار الانوار) اس گفتگو پر حُسنِ اتفاق سے امام حسنؑ گزرے اور حاضرین نے کہا کہ وہ یہ ہیں۔ کہا نہیں۔ پھر امام حسینؑ کا گزر ہوا اور لوگوں نے کہا۔ وہ یہ ہیں۔ کہا ہاں۔

صحفِ انبیا کی اس بحث کا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تصور تھا۔ لوط بن یحییٰ نے عبداللہ ابن قیس سے روایت کی ہے کہ میں صفین میں لشکرِ حضرت علیؑ کے ساتھ تھا جب ابوایوب اعور نے پانی روک دیا اور سپاہِ ایمان میں تشنگی کا شکوہ شروع ہوا۔ کچھ سوار پانی لانے کے لئے فرات پر بھیجے گئے جو دشمن کی طاقت کا مقابلہ نہ کر سکنے پر خالی ہاتھ واپس ہوئے حضرت دل تنگ ہوئے اس وقت حضرت امام حسینؑ نے عرض کیا اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور پانی پر قبضہ کروں۔ حکم ملا اور آپ روانہ ہوئے فوجوں کو دریا سے ہٹایا، کنارۂ دریا پر خیمہ نصب کیا اور کامیاب واپس

ہوئے۔ حضرت علیؑ اس فتح پر رو دیئے۔ حاضرین نے عرض کیا یہ پہلی فتح ہے جو شاہزادے کے ہاتھ پر ہوئی ہے کیا یہ گریہ کا وقت ہے فرمایا میرا یہ فرزند کربلا میں پیاسا قتل ہوگا۔ وينفس فرسه ويحمم ويقول حمحمته الظّليمة الظّليمة من امة قتدت ابن بنت نبيها وهم يقرؤن القرآن الذی جاء اليهم (ناسخ التواریخ صفحہ ۳۰۸و۱۳۵ طبع بمبئی) گھوڑا اس کا درِ خیمہ پر ہمہمہ کرتا ہوا الظّليمة الظّليمة کہتا ہوا آئے گا۔ امت نے اپنے نبی کے پسر کو قتل کیا حالانکہ وہ تلاوتِ قرآن کرتے ہوں گے"۔

چوتھا باب

تاریخِ اسلام میں گھوڑوں کی اہمیت

چوتھا باب

﴿۱﴾ حضرت پیغمبرِ اسلام کی سواری کے گھوڑے

☆ ذوالجناح	☆ عقاب	☆ میمون
☆ سکب	☆ مرتجز	☆ لزاز
☆ لحیف	☆ ورد	☆ ضریس
☆ طَرِب وظَرِب	☆ ملاوح	☆ سبحہ
☆ بحر	☆ فرس	☆ یعسوب
☆ دُلدُل	☆ یعفور	☆ عُفیر

﴿۲﴾ حضرت علیؑ مرتضٰی کی سواری کے گھوڑے

﴿۳﴾ حضرت امام حسنؑ کی سواری کا گھوڑا (طاویہ)

﴿۴﴾ حضرت امام حسینؑ کی سواری کے گھوڑے

﴿۵﴾ واقعہ کربلا میں رسولؐ عربی کی سواری کے گھوڑے

☆ ذوالجناح (امام حسینؑ کا اسپِ وفادار)

☆ مرتجز (حضرت عباسؑ علمدار کا وفادار گھوڑا)

☆ عقاب (حضرت علی اکبرؑ کا وفادار گھوڑا)

☆ میمون (حضرت قاسمؑ کا وفادار گھوڑا)

﴿۶﴾ حضرت عونؑ ومحمدؑ کے گھوڑے

تاریخِ اسلام میں گھوڑوں کی اہمیت

حضرت پیغمبرِ اسلام کی سواری کے گھوڑے:

رسولؐ پاک کی سواری کے بہت جانور تھے جن میں اونٹ اور گھوڑے تھے جو جاندار سب سے مشہور ہوا اور تاریخی اہمیت حاصل کر گیا وہ گھوڑا ذوالجناح تھا۔ ذوالجناح کے معانی کا ذکر الگ عنوان میں درج ہے یہاں ذوالجناح کی آمد کا ذکر مناسب ہے، کہا جاتا ہے کہ ذوالجناح کو جناب رسولؐ اللہ کی خدمت میں تحفے کی صورت پیش کیا گیا تھا۔ واقعہ کے مطابق مصر کے علاقے سکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے رسولؐ پاک کی خدمت میں ایک خاتون جناب ماریہ قبطیہ اور ایک بے مثال گھوڑا روانہ کیا تھا۔ جناب رسولؐ اللہ نے جناب ماریہؑ قبطیہ کو عقد کے ذریعے داخل حرم کیا اور گھوڑے کو حضرتؐ نے پرورش کے لیے حضرت علیؑ کے حوالے کیا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایک بادشاہ اپنے وقت کی سب سے زیادہ بااثر شخصیت کو جو تحفے پیش کر رہا ہے تو لازمی ان میں کوئی خاص بات ہوگی کہ اس نے ان تحفوں کو منتخب کیا۔ کہا جاتا ہے کہ سکندریہ کے علاقے میں جو کہ مصر کے شمال اور بحیرہ روم کے جنوبی کناروں پر واقع ہے ایک گھوڑا آزادانہ پھرتا دیکھا جاتا تھا۔ یہ گھوڑا اپنے خدوخال اور ساخت میں نہ صرف منفرد تھا بلکہ افسانوی کردار کا مالک تھا بہت سے بہادروں اور مہم جوؤں نے اس گھوڑے کو گرفت میں کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے اس طرح اس گھوڑے کا قصہ زبان زد عام ہوگیا۔ ایک طرح سے اس گھوڑے کا ذکر مافوق الفطرت داستان کے طور پر ہونے

لگا۔ جب اس علاقے کے بادشاہ مقوقس نے ارادہ کیا کہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں کوئی بے مثال تحفہ روانہ کرے تو اس نے اپنے اہم کارندوں کو گھوڑے کو پکڑنے کے لیے روانہ کیا۔ یہ کارندے گھوڑے کو پکڑے میں کامیاب ہو گئے تو انہوں نے اس پر سواری کا ارادہ کیا مگر کوئی بھی اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور اِسی طرح اس گھوڑے کو مدینہ کی جانب روانہ کر دیا گیا۔ جناب رسولؐ اکرم سے پہلے کوئی بھی اس رہوار کی پشت پر سوار نہ ہو سکا تھا۔ اسکندریہ سے مدینہ تک کی تمام راہ میں کئی درجن تنومند سپاہی اس گھوڑے کو قابو میں رکھتے رہے جب مدینہ منورہ میں بادشاہ سکندریہ مقوقس کی طرف سے ارسال شدہ تحائف کو اس کی سفارت نے جناب رسولؐ اللہ کی خدمت میں پیش کیا تو حضورؐ پاک نے جناب ماریہؑ قبطیہ کو عقد کر کے حرم میں داخل کیا اور اس گھوڑے کو حضرت علیؑ کے سپرد کر دیا تا کہ اس کی پرورش و تربیت کریں۔ کہا جاتا ہے کہ جب اس منہ زور گھوڑے کو دربار رسالتؐ میں پیش کیا گیا تو رسولؐ پاک نے اس جانور کو انتہائی پسند فرمایا۔ جب جناب رسالتؐ نے اس کے قریب جا کر اس کی گردن پر ہاتھ رکھا تو اس جاندار نے دلی خوشی کا اظہار کیا اس کے ساتھ ہی اس کی منہ زوری اطاعت میں تبدیل ہوگئی۔ رسولؐ پاک۔۔نے اس کی رسّی کو حضرت علیؑ کے دست مبارک میں پکڑایا تو یہ اس طرح ان کے ساتھ چل پڑا جیسے صدیوں سے منزل کی تلاش میں بھٹکنے والی روح کو منزل پالینے پر قرار آ گیا ہو۔ کہا جاتا ہے رسولؐ پاک نے اس وقت اس جاندار کو ذوالجناح کا نام دیا۔ اس کے علاوہ بھی اس کو بعض روایات کے مطابق مرتجز کے نام سے بھی پکارا گیا ہے مگر غالب تحقیق کے مطابق مرتجز، ذوالجناح کے علاوہ کسی دوسرے گھوڑے کا نام تھا جو کہ رسولؐ اللہ کی ذاتی سواریوں میں شامل تھا۔ مرتجز بھی رسولؐ پاک کی حیات کے بعد جناب امیرؑ کے تصرف میں رہا اس کے علاوہ بھی ایک گھوڑا تھا جس کا نام دُلدُل بیان کیا جاتا ہے اکثر لوگ دلدل اور ذوالجناح کو ایک خیال کرتے ہیں مگر

دلدل ایک خاص قسم کا گھوڑا تھا جس کا قد ذوالجناح سے کم تھا اور اس کا تعلق گھوڑوں کی ایک خاص نسل سے تھا جو کہ اب ناپید ہو چکی ہے اس نسل کے گھوڑے عام گھوڑوں کی نسبت پست قامت مگر بہت ہی مضبوط بدن کے ہوتے تھے۔ ان گھوڑوں میں خچر کی طرح جفاکشی کے اوصاف پائے جاتے تھے۔ اب اس نسل کے گھوڑے کرہ ارض پر ناپید ہو چکے ہیں ان گھوڑوں کے وجود کی آخری گواہیاں سترھویں صدی کے ان مسافروں کے بیان کردہ سفری تذکروں سے ہوتی ہیں جو کہ وسط ایشیائی گھاس کے میدانوں میں سفر کرتے رہے ہیں۔ جناب رسولؐ پاک نے دُلدُل کو خاص طور پر حضرت علیؑ کو عطا کیا تھا کیونکہ حضرت علیؑ میدان جنگ میں گھوڑے کی بجائے خچر کی سواری کو ترجیح دیتے تھے ایک دفعہ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ ''ابوالحسنؑ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟'' تو جناب امیرؑ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ اگر فتح یاب ہوں تو جوش میں بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کر کے ظلم کا مرتکب نہ ہو جاؤں اور اگر پسپائی اختیار کرنی پڑے تو گھوڑے کی رفتار کے باعث میرا شمار میدان کے فراروں میں نہ ہو جائے۔ نیز خچر ایسا جانور ہے جو کہ نہ صرف رفتار میں میانہ رو ہے بلکہ دیگر جانوروں سے زیادہ جفاکش بھی ہے۔ میانہ روی ایسا فعل ہے جو خالق کو پسند ہے۔

کہا گیا ہے کہ ذوالجناح کا رنگ بے داغ موتی کی طرح سفید تھا۔ مرتجز کا رنگ روایاتی اعلیٰ عربی النسل گھوڑوں کی طرح سرمئی سفیدی مائل تھا۔ دُلدُل کا رنگ سرخ تھا۔ رسول پاکؐ نے اپنی زندگی میں ان تینوں جانداروں پر سواری فرمائی۔ ان کے بعد حضرت علیؑ نے ان پر سواری فرمائی۔ آپ کی زندگی میں ہی امام حسنؑ نے مرتجز پر اور امام حسینؑ ذوالجناح پر سواری فرمایا کرتے تھے۔ جنگ جمل، نہروان اور صفّین میں دونوں شہزادے ان گھوڑوں پر سواری فرماتے رہے۔ جناب امیرؑ کے بعد دُلدُل حضرت عباسؑ علمبردار کے زیر تصرف آیا۔ ۶۱ ہجری میں یوم عاشور کو امام حسینؑ نے

ذوالجناح کی، حضرت عباس علمدارؑ نے دُلدُل کی اور شہزادہ علی اکبرؑ نے مرتجز کی سواری فرمائی۔ ایک جگہ پر یہ بیان بھی درج ہے کہ جب دوران سفر کربلا حضرت مسلم بن عقیلؑ کی شہادت کی اطلاع باعجاز امامت حضرت امام حسینؑ کو موصول ہوئی تو آپ ذوالجناح سے اُتر کر قافلے سے الگ ایک نشیب میں تشریف لے گئے تو اس وقت غازی عباسؑ علمدار بھی دُلدُل سے اُتر کر امام عالی مقامؑ کے پاس تشریف لائے۔ اس طرح ہی ایک بہت مقبول قدیمی نوحہ ہے جس میں حضرت عباسؑ باوفا کو شاہ دلدل سوار کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔

یہاں عام قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ جناب رسولؐ پاک کو اتنے زیادہ گھوڑے رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سلسلے میں یہ کہنا کافی ہے کہ آج کل کے صاحب حیثیت افراد کئی کئی گاڑیاں اپنے زیرِ تصرف صرف اس لیے رکھتے ہیں کہ اس سے ان کے مرتبے کا اظہار ہوتا ہے حکمرانوں کی تو بات ہی الگ ہے۔ جو دو جہانوں کی سب سے عظیم ہستی ہیں ان کو دنیاوی شان وشوکت کی نمائش مطلوب نہ تھی مگر حکم رب کی اطاعت کی تکمیل تھی کہ اتنے جاندار سواری کے لیے رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے تمہارے لیے تمہاری سواریوں میں زینت کا سامان رکھا ہے تمہاری سواری سے تمہارے دشمن اور منافق ہیبت زدہ ہوجائیں گے اس میں قدرت کا راز بھی تھا کہ جناب رسولؐ خدا سے ذوالجناح منسوب ہوتا کہ آئندہ دور میں جب ذکر ذوالجناح ہو تو یہ فقط راہوار حسینی ہونے کی وجہ سے نہ پہچانا جائے بلکہ اس کا ذکر ہو تو یادِ رسولؐ بھی تازہ ہوجائے۔ (رسالہ ذوالجناح اے ذوالجناح)

علّامہ مجلسی لکھتے ہیں:۔

شاذان بن جبرئیل قمی وابن بابویہ وشیخ طبرسی وغیرہم نے روایت کی ہے جن میں بہت معمولی اختلاف ہے اور زیادہ موافقت۔ شاذان کی روایت سے ہے کہ حضرت

عبدالمطلبؑ کے زمانے میں یمن میں ایک بادشاہ تھا جس کو سیف بنِ ذی یزن کہتے تھے۔ وہ مکۂ معظّمہ پر قابض ہوگیا تھا اور اپنے لڑکے کو وہاں کا حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ جنابِ عبدالمطلبؑ نے اور روٴسائے بنی ہاشم کو ساتھ لیا اور یمن کی جانب متوجہ ہوئے تاکہ اس سے ملاقات کریں اور اس کو اہلِ مکّہ پر لطف ومہربانی کی ترغیب دیں۔ جب یمن میں پہنچے معلوم ہوا کہ بادشاہ قصرِ دردی میں قیام پذیر ہے۔ یہ اُس کی عادت ہے کہ جب بہار کا زمانہ ہوتا ہے وہ قصرِ عمدان میں رہتا ہے اور چالیس روز سے زیادہ عیش و عشرت میں مشغول رہتا ہے۔ اس اثنا میں کسی کو وہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی۔ وہ باغ جو قصرِ عمدان میں واقع تھا اس کا ایک دروازہ صحرا کی جانب بھی تھا اور ہر دروازے پر دربان تعینات تھے۔ ایک روز جنابِ عبدالمطلب اُسی دروازے پر پہنچے جو صحرا کی جانب تھا آپ نے دربان سے اندر جانے کی اجازت چاہی۔ دربان نے کہا بادشاہ ان ایّام میں اپنے مصاحبین اور عورتوں کے ساتھ خلوت میں رہتا ہے اور کسی اور کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر وہ آپ کو دیکھے گا تو آپ کے ساتھ مجھے بھی قتل کردے گا۔

عبدالمطلبؑ نے اشرفیوں کی ایک تھیلی اُس کو دے کر فرمایا تم مجھے جانے سے مت روکو اور میرے قتل کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو اور تمہارے متعلق میں بادشاہ سے عذر کرلوں گا کہ تم کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے۔ دربان کی نگاہیں زرِ سرخ پر پڑیں تو اپنے سیاہ خون اور پریشان حالی کو بھول گیا اور حضرت کو جانے سے منع نہ کرسکا۔ جب عبدالمطلبؑ اس بوستان میں داخل ہوئے دیکھا کہ قصرِ عمدان باغ کے وسط میں واقع ہے اور طرح طرح کے پھول اُس قصر کے چاروں طرف لگے ہوئے ہیں اور ایک صاف نہر اُس قصر کے گرد بہہ رہی ہے اور سیف شمشیرِ برّان کے مانند اُس قصر کے ایوان میں تکیہ لگائے پھولوں کی کیاریوں کی جانب دیکھ رہا ہے۔ جب اُس نے عبدالمطلب کو دیکھا غضب

میں آ کر اپنے غلاموں سے بولا کہ کون مرد ہے جو میری اجازت کے بغیر اس باغ میں آیا ہے۔ جلد میرے پاس اس کو حاضر کرو۔ غلام تیزی کے ساتھ گئے اور اُن حضرت کو بادشاہ کے پاس لائے۔ حضرت عبدالمطلّب قصر میں داخل ہوئے تو دیکھا وہ قصر سونے چاندی اور طرح طرح کے جواہرات سے آراستہ ہے اور ہر طرف نہایت حسین وجمیل کنیزیں صف باندھے کھڑی ہیں۔ بادشاہ کے نزدیک ایک ستون عقیقِ سُرخ کا نصب ہے اس پر ایک جام یاقوت کا ہے جس میں شراب کی مشک بھری ہوئی ہے اس کے بائیں جانب طلائے سُرخ کا ایک پیالہ رکھا ہوا ہے۔ بادشاہ اپنی تلوار نیام سے کھینچے ہوئے اپنے زانو پر رکھے ہوئے تھا۔ اُس نے عبدالمطلّب سے پوچھا تم کون ہو؟ فرمایا میں عبدالمطلّب بن ہاشم بن عبدِ مناف ہوں اور جنابِ آدمؑ تک اپنے نسب کو بیان فرمایا۔ بادشاہ نے کہا اے عبدالمطلّب تم ہماری بہن کے فرزند ہو؟ فرمایا ہاں اس لیے کہ سیف آلِ قحطان سے تھا اور آلِ قحطان بھائی کی اولاد اور آلِ اسمٰعیلؑ بہن کی اولاد تھی۔ پھر تو سیف نے عبدالمطلب کی بہت تعظیم وتکریم کی اور کہا خوش آمدید اور مجھ کو عزت بخشی اور حضرت سے مصافحہ کیا اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور پوچھا کس کام سے آپ آئے ہیں؟ حضرت نے فرمایا ہم جوارِ خانۂ خدا کے رہنے والے اور اس کی خدمت کرنے والے ہیں۔ آپ کے پاس آپ کو دشمنوں پر فتح وظفر حاصل ہونے کی مبارک باد دینے آئے ہیں اور بادشاہ کو دعائیں دیں۔ بادشاہ حضرت کے کلام سے بہت خوش ہوا اور آپ کو تمام ہمراہیوں کے ساتھ دار الضّیافت میں ٹھہرایا اور اپنا مہمان کیا اور آپ کی عزت وتعظیم میں بہت مبالغہ کیا۔ ہر روز درہم ضیافت میں خرچ کے لیے مقرر کیا۔ ایک رات عبدالمطلّب کو خلوت میں طلب کیا، اپنے خواص کو علیحدہ کر دیا تا کہ کوئی ان کی باتوں سے مطلّع نہ ہو سکے اور کہا اے عبدالمطلّب میں چاہتا ہوں اپنے رازوں میں سے ایک راز تم سے کہوں جس کو اب تک کسی سے نہیں بیان کیا ہے کیونکہ تم کو اس کا اہل سمجھتا

ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس کو پوشیدہ رکھنا جب تک کہ اس کے ظاہر ہونے کا وقت نہ آئے۔ پھر سیف نے کہا تمہارے شہر میں ایک طفل ہے خوبصورت، جس کے اعضا موزوں ومناسب ہیں، وہ حسن و جمال اور قد و قامت میں یگانۂ روزگار ہے، اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے، وہ زمینِ تہامہ میں مبعوث ہوگا، خدا اس کے سر پر تاجِ پیغمبری رکھے گا، ابر اس کے سر پر سایہ فگن ہوگا، وہی قیامت کے روز شفیعِ اُمم ہوگا، اس کے دونوں شانوں کے درمیان پیغمبری کی دو مہریں ہیں جن میں دو سطروں میں لکھا ہوا ہے۔ ایک پر " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ " دوسری سطر پر محمد رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خدا نے اس کے ماں باپ دونوں کو اپنے جوارِ رحمت میں بلا لیا ہے۔ اس کے دادا اور چچا اس کی تربیت کر رہے ہیں۔ بنی اسرائیل کی کتابوں میں اس کے اوصاف ماہِ شبِ چہاردہ سے زیادہ روشن وظاہر ہیں۔ خداوندِ عالم ہم اہلِ یمن سے ایک گروہ کو اُس کا ناصر و مددگار فرمائے گا، اس کے دوستوں کو غالب اور دشمنوں کو ذلیل وخوار کرے گا۔ وہ بتوں کو توڑے گا، آتش کدوں کو خاموش کرے گا، اس کی باتیں حکمت سے بھری ہوں گی، اس کے افعال عدل وانصاف سے مملو ہوں گے، وہ نیکی کا حکم کرے گا اور خود بھی نیکیوں پر عامل ہوگا، برائیوں سے روکے گا اور اُن کو مٹائے گا۔ اگر میں اس کے زمانۂ بعثت تک زندہ رہا تو بیشک اپنے لشکر کو لے کر مدینے میں جاؤں گا جو اس کا پایۂ تخت ہوگا تا کہ اُس کی مدد کروں۔ اگر مجھے خوف نہ ہوتا کہ دشمن اُس کو ضائع کردیں گے تو بے شک اُس کا حال شائع کرتا اور اُسی وقت عرب کے گروہوں کو اس کی طرف دعوت دیتا اور مجھے گمان ہے کہ آپ اُس کے دادا ہیں۔ عبدالمطّلب نے فرمایا آپ کا گمان صحیح ہے۔ اُس نے کہا آپ خوب آئے اور اپنے قدم سے ہم کو عزت بخشی اور سرفراز فرمایا۔ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اس پیغمبرؐ پر ایمان لایا ہوں اور جو کچھ وہ اپنے پروردگار کی جانب سے لایا ہے حق ہے پھر تین مرتبہ نہایت

درد سے آہ کی اور کہا کاش میں اُن کے زمانے میں ہوتا اور اُس کی نصرت میں اپنی جان اُس پر فدا کرتا۔ اے عبدالمطلب اُس کی حفاظت میں کوشش کیجئے کیونکہ اُس کے دشمن بہت ہیں خاص کر یہودی جنگی عداوت سب سے بڑھ کر ہے اور اپنی قوم سے بھی خبردار رہیئے کیونکہ وہ اُس سے حسد کریں گے اور بہت آزار پہنچائیں گے۔ عبدالمطلب نے سیف کی داڑھی میں بہت سے سفید بال دیکھے۔ پھر اُس نے حضرت کو رخصت کیا اور کہا کل مع اپنے ہمراہیوں کے دربارِ عام میں تشریف لایئے گا تاکہ اکرامِ خاص سے مخصوص کروں۔

دوسرے روز حضرت عبدالمطلب نے پاکیزہ کپڑے پہنے، خوشبو لگائی اور اس کے دربار میں تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے نہایت تعظیم وتکریم کی اور اپنے پاس بٹھایا۔ عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ کل میں نے آپ کی داڑھی میں سفید بال دیکھے تھے لیکن آج نظر نہیں آتے۔ بادشاہ نے کہا میں خضاب کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے خضاب کیا۔ پھر سیف نے اُن تمام لوگوں کو حمام میں بھیجا اور ان کے لیے خضاب بھیجا تو اُن لوگوں نے اپنی اپنی داڑھیوں میں خضاب لگائے پھر ہر ایک کے لیے ایک ایک تھیلی اشرفیوں کی، ایک ایک غلام، ایک ایک کنیز اور ایک ایک خلعت عطا کیے اور جس قدر ان سب کو دیئے تھے تنہا عبدالمطلب کے لیے بھیجے اور دوسری روایت کے مطابق ہر ایک کو دس غلام، دس کنیزیں اور دو بُردِ یمنی، سو اونٹ اور دس رطل چاندی مشک وعنبر بھری ہوئی عطا کیں اور عبدالمطلبؑ کو اُن سب کے دس حصے کے برابر عطا کیے اس کے بعد عقاب، گھوڑا اور اشہب، خچر اور ناقہ طلب کیا اور عبدالمطلب کے سپرد کر کے کہا جب آپ کا پسر بڑا ہو تو اس کو دے دیجئے گا۔ یہ چیزیں آپ کے پاس امانت ہیں۔ میں اس گھوڑے پر سوار ہو کر جب کبھی کسی دشمن کے تعاقب میں یا شکار کے لیے گیا تو ضرور فتح پائی اور اگر کسی دشمن کے سامنے سے واپس ہوا تو کوئی مجھے پکڑ نہ

سکا اور اس خچر پر سوار ہو کر پہاڑوں اور بیابانوں کا سفر طے کیا ہے اور اس کی سواری سے کبھی دل نہیں چاہا کہ نیچے اُتروں۔ ان ہدیوں کو اُس کے سپرد کر دیجئے گا اور میرا بہت بہت سلام کہیئے گا۔ عبدالمطلب نے کہا جان و دل سے میں نے قبول کیا۔ پھر عبدالمطلبؑ سیف سے رخصت ہو کر مکّے کی طرف واپس ہوئے۔ فرماتے تھے کہ میں ان ہدیوں اور سامانوں سے اتنا خوش نہیں ہوا کیونکہ یہ سب فانی ہیں لیکن اس امر سے خوش ہوں جس کا شرف میرے اور میرے فرزند کے لیے باقی و دائم ہے اور بہت جلد تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا۔ جب جنابِ عبدالمطلبؑ کے واپس آنے کی اطلاع اہلِ مکّہ کو ہوئی وہاں کے بڑے بڑے لوگ استقبال کے لیے بعجلتِ تمام آپ کے پاس پہنچے اور حضرت سرورِؐ کائنات بھی اپنے جدِّ بزرگوار کے استقبال کے لیے نہایت سکینہ و وقار کے ساتھ تھوڑی دور آئے اور اثنائے راہ میں ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ جب عبدالمطلبؑ کے اصحاب اور اعزّا ان کے پاس آئے تو عبدالمطلبؑ نے پوچھا میرا سردار و آقا محمدؐ کہاں ہے۔ انہوں نے کہا راستے میں ایک جگہ آپ کے انتظار میں ٹھہرے ہیں۔ جب عبدالمطلبؑ ان کے نزدیک پہنچے سواری سے اُتر پڑے اور آنحضرتؐ کو گود میں لیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا اے نورِ چشم یہ گھوڑا، ناقہ اور خچر سیف بن ذی یزن نے تمہارے واسطے ہدیہ بھیجا ہے اور تم کو سلام کہا ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کے لیے دعائیں کیں اور گھوڑے پر سوار ہوئے۔ وہ خوشی و مسرت سے اُچھلنے کودنے لگا۔ بیان کرتے ہیں کہ اُس گھوڑے کا نسب یہ تھا: عقاب اس کا باپ نیزوب اس کا قابل، اس کا بطال، اُس کا زاد الراکب، اس کا الکفاح اس کا الجناح اس کا موج اس کا باپ میمون تھا اور میمون ریح سے اور ریح بحکمِ خدا بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تھا۔ (حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۹۲ تا صفحہ ۹۵)

اس کے بعد اب علّامہ ابنِ شہر آشوبؒ کی تحقیق مناقب ج اوّل ص ۱۱۶ پر دیکھئے

حضرت رسالت مآبؐ کے گھوڑے یہ تھے (۱) ''الورد'' یہ تمیم داری کا ہدیہ تھا۔ (۲) ''ظرِب'' اس کا یہ نام اس کی آواز کے حسن کی وجہ سے تھا اس کو ''ظرِب'' بھی کہا جاتا تھا (۳) ''لِزاز'' مقوقس نے بطور ہدیہ دیا تھا (۴) ''لحیف'' ربیعہ بن ابی البراء کا ہدیہ۔ اس کی گردن کے بال یعنی ایال بہت گھنے اور زیادہ تھے۔ درست قول یہ ہے کہ یہ گھوڑا وہی تھا جس کا نام ''الورد'' تھا۔ رسولؐ اللہ نے اسی کا نام ''لحیف'' رکھ دیا تھا (۵) ''مُرتجز'' یہ گھوڑا حضورؐ نے ایک اعرابی سے خریدا تھا اور خزیمہ ذوالشہادتین نے اس بیع و شراء کی گواہی دی تھی جب اُس اعرابی نے بعد میں اُس سے انکار کردیا تھا۔ (۶) ''سَکب'' یہ پہلا گھوڑا تھا جس پر سوار ہوکر رسولؐ اللہ نے جنگ میں قیادت فرمائی اور وہ جنگ جس میں پہلی مرتبہ اس پر سواری کی ''اُحد'' تھی۔ بنو فزارہ کے ایک آدمی سے آپ نے اسے خریدا تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ اُس شخص کا نام '' بُریدۃ الملاح'' تھا۔ (۷) '' یَعسوب'' (۸) ''سُبحہ'' (۹) ''ذوالعقاب'' (۱۰) ''ملاوِح'' اور بعض کے نزدیک مُراوِح۔ ایک گھوڑا ''جناح'' نام کا بھی تھا جسے ''مجمع البحرین'' میں لکھا گیا ہے۔ مُرتجز کا ذکر مجمع البحرین کے صفحہ نمبر ۷۹۷ پر ہے۔

علّامہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں:-

ابی بن عباس بن سہل نے اپنے والد سے اور انھوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تین گھوڑے تھے، لزاز، ظرب، اور لحیف، لزاز تو مقوقس نے بہ طور ہدیہ دیا تھا لحیف ربیعہ بن ابی البراء نے بہ طور ہدیہ دیا تھا، آپ نے اس کے عوض میں بنی کلاب کے مواشی کی زکوۃ وصول کرنے کی خدمت ان کو دے دی تھی، اور ظرب فروہ بن عمرو الجذامی (والی عمان) نے بطور ہدیہ دیا تھا، ایک گھوڑا تمیم الداری نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بطور ہدیہ دیا تھا جس کا نام ورد تھا۔

ابی عبداللہ واقد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُٹھ کر اپنے ایک گھوڑے کے پاس گئے، آستین سے اس کا منہ پوچھا تو لوگوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ کیا آپؐ اپنے کرتے سے اس کا منہ پوچھتے ہیں فرمایا گھوڑوں کے معاملے میں جبریلؑ نے مجھ پر عتاب کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت رسولؐ خدا کو "کُمیت" گھوڑا بہت پسند تھا:

علّامہ یعقوب کُلینی نے بسندِ معتبر حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت بیان کی ہے کہ جب امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام یمن سے واپس ہوئے جناب رسولؐ خدا کے لیے چار گھوڑے ہدیہ کے طور پر لائے۔ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ گھوڑوں کی صفتیں یا علیؑ! بیان کرو، حضرت علیؑ نے عرض کی ان کے رنگ مختلف ہیں، پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ان میں کوئی گھوڑا ایسا بھی ہے جس کے رنگ میں سفیدی ہو؟ حضرت علیؑ نے عرض کی ہاں ایک سُرخ رنگ کا گھوڑا ہے جس کے جسم پر سفیدی بھی ہے تو حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا اُس کو میرے واسطے رہنے دو، حضرت علیؑ نے عرض کی دو گھوڑے کھرے سُرخ (کُمیت) ہیں اور سفیدی بھی رکھتے ہیں، حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا وہ دونوں حسنؑ اور حسینؑ کو دے دو، پھر حضرت علیؑ نے کہا ایک گھوڑا یک رنگ سیاہ (کالا) ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اُس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو کیونکہ گھوڑوں کی سعادت اُن کی پیشانی اور اُن کے چاروں ہاتھ پیروں کی سفیدی میں ہے۔ مبارک گھوڑے سے آپؐ کی مراد (کُمیت) پچکلیان سے ہے۔

(حیات القلوب ص ۷۹۱)

اب ہم چند دوسرے مشہور گھوڑوں کا ذکر کرتے ہیں:-

☆ ذوالجناح

اہلِ سنّت مورخین کہتے ہیں کہ "سکب" جو حضور کا گھوڑا مشہور ہے اِسی کو ذوالجناح

کہتے ہیں۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ ''ذوالجناح'' کا اصل نام مرتجز تھا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ ''میمون'' اور ''ذوالجناح'' ایک ہی گھوڑا ہے، چند مورخین کہتے ہیں ''عقاب'' اور ''ذوالجناح'' ایک ہی گھوڑے کے دو نام ہیں، ایک خیال یہ ہے کہ حضورؐ کے پاس ''جناح'' نام کا ایک گھوڑا تھا، اُسی کو بعد میں ''ذوالجناح'' کہنے لگے، میرا نظریہ اور تحقیق یہ ہے کہ ذوالجناح، عقاب، مرتجز، میمون، دُلدُل یہ سب الگ الگ مختلف گھوڑوں کے نام ہیں:۔

☆ عقاب

سیف بن ذی یزن بادشاہِ یمن نے حضرت عبدالمطلبؑ کو اُن کے سفرِ یمن کی واپسی پر جو تحفے دیئے تھے اُن میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کا نام عقاب تھا اور ایک خچّر تھا جس کا نام شہباء تھا اِن کے ساتھ ایک اونٹنی بھی تھی جس کا نام غُضباء تھا اور سیف بن ذی یزن نے وصیت کی تھی کہ ان چیزوں کو عبدالمطلّب اپنے پوتے محمدؐ کے پاس پہنچا دیں اور جہاں اُس نے اور باتیں کہیں تھیں گھوڑے کے متعلق کہا تھا کہ یہ ایسا گھوڑا ہے جس پر بیٹھ کر جس چیز کے حاصل کرنے کے لیے میں نکلا وہ لازمی طور پر مجھے مل گئی۔ سیف بن ذی یزن کی ولادت ایک سو دس سال قبلِ ہجرت ہوئی تھی اور وفات پچاس برس قبلِ ہجرت۔ سیف بن ذی یزن نے حضرت عبدالمطلّبؑ سے کہا کہ ابھی سے میں محمدؐ پر ایمان لا چکا ہوں حالانکہ اُن کے ظہور کو تھوڑا ہی زمانہ ہوا ہے اور اُن کی عمر چند سال کی ہے۔ کاش میں اُس وقت ہوتا جب اُن کی بعثت ہوگی۔ سیف توراۃ وانجیل اور آسمانی صحیفوں کا علم رکھتا تھا۔

☆ میمون

ابواسحاق اسفرائنی نے اپنے مشہور مقتل میں لکھا ہے کہ ''میمون'' نامی گھوڑا مدینے میں حضورِ اکرمؐ کی سواری میں تھا۔ اِسی گھوڑے کا دوسرا نام ''ذوالجناح'' ہے۔

☆ سَکِب :

علامہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں :-

محمد بن یحییٰ بن سہل بن ابی حثمہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ سب سے پہلا گھوڑا جس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک ہوئے وہ تھا جسے آپؐ نے مدینے میں بنی فرازہ کے ایک شخص سے دس اوقیہ چاندی میں خریدا تھا، اُس کا نام اُس اعرابی کے یہاں ضَرِس تھا۔ نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکب رکھا، یہ سب سے پہلا گھوڑا تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُحد کی جنگ کی، اُس روز سوائے اس گھوڑے کے اور ابو بردہ بن نیار کے ایک گھوڑے کے جس کا نام مُلا دِح تھا مسلمانوں کے ہمراہ اور کوئی گھوڑا نہ تھا۔

ابن ابی حبیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام سکب تھا۔

علقمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے کا نام سکب تھا، اس کی پیشانی سفید تھی اس کے ہاتھ پاؤں میں سفیدی نہ تھی، (طبقات ابن سعد)

سہیلیؒ ''التعریف والاعلام'' میں لکھتے ہیں :-

سکب : یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا تھا کہ وہ (گھوڑا) پانی کی رَو کی طرح تیز چلتا تھا اور ''سکب'' کے معنی شقائق النعمان (گل لالہ) کے بھی آتے ہیں۔

رسولؐ اللہ کے پاس بہت سے گھوڑے تھے (۱) ''سکب'' اس کو آپ نے بنوفرازہ کے ایک شخص سے خریدا تھا۔ یہ مشکی رنگ کا تھا۔ اس کا اصلی نام ''ضَرِس'' تھا۔ دوسرا نام ''سَکب'' آنحضرتؐ کا رکھا ہوا ہے۔ (مجمع البحرین صفحہ ۳۰۹)

محمد ابن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مصری لکھتے ہیں :-

''سکب'' پہلا گھوڑا تھا جو آپ کی ملکیت میں آیا ثعلبی کا کہنا ہے کہ نہایت تیز رفتار

گھوڑے کو سکب کہا جاتا ہے۔ دس اوقیہ کے عوض خرید فرمایا ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اس کے ماتھے پر درہم سے زیادہ سفید ٹیکا تھا تقریباً نصف پنڈلیوں تک چاروں پاؤں سفید تھے کمیت رنگ کا تھا ابن اثیر نے اس کا رنگ سیاہ بیان کیا ہے۔

(زرقانی، المواہب)

''مدارج النبوۃ'' میں علّامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس گھوڑے بتائے گئے ہیں ان کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں اول سکب وسکیب دراصل اس کے معنی پانی بہانے کے ہیں ''سکب الماء سکبا صبہ فانصب ماہ ساکب ومسکوب'' بولتے ہیں۔ اور ساکب نسب لفظی ہے مثل تامر اور لابن کے۔ اور ''ماء سکب'' بھی بولتے ہیں۔ یہ ہر طریق وصف مصدر، مبالغہ کے لیے ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کا نام سکب بھی اسی بنا پر تھا کہ وہ اپنی رفتار میں پانی کے بہاؤ کی مانند رواں دواں تھا۔ سکب ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جو رفتار میں عمدہ تیز اور سریع السیر ہو۔ اور پانی کی مانند رواں ہو۔ قاموس میں ہے سکب اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو تیز رفتار اور ثابت قدم ہو۔ اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑے کا نام ہے۔ اور یہ پہلا گھوڑا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں آیا اور اسے دس اوقیہ میں خرید فرمایا تھا اس پر جہاد فرماتے تھے اور اس گھوڑے کا نام اس کے پہلے مالک کے پاس ضرمین تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بدل کر سکب رکھا۔ اسی گھوڑے پر دوڑ فرماتے اور آگے رہتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت خوش ومسرور ہوتے تھے۔

یہ گھوڑا کمیت اغر محجل طلق الیمین تھا۔ کمیت ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا رنگ سیاہی وسرخی کے مابین ہو اور ان دونوں میں سے کوئی خالص رنگ نہ ہو اور اغر اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی پیشانی پر ایک درم سے زیادہ سفیدی ہو۔ غرہ بضم غین اس

سفیدی کو کہتے ہیں۔فرس اغر اور رجل اغر بھی بمعنی شریف بولتے ہیں۔کذافی الصراح اور قاموس میں مطلقاً سفیدی کو کہا گیا ہے۔محجل وہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ پاؤں سفید ہوں۔تحجل ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو کہتے ہیں۔اور طلق الیمین بضم طاولام اور مطلق الیمنی بھی بولا جاتا ہے یہ وہ گھوڑا ہے جس کے دونوں پاؤں اور ایک ہاتھ سفید ہوں اور ایک ہاتھ میں سفیدی نہ ہو۔صراح میں کہا گیا ہے کہ ایک ہاتھ پاؤں یا دونوں ہاتھوں میں سفیدی نہ ہو۔ابن الاثیر نے کہا کہ وہ گھوڑا جس کا نام سکب تھا وہ ادہم تھا یعنی سیاہ رنگ کا گھوڑا تھا۔جس طرح کہا جاتا ہے کہ فرس ادہم،بعیر ادہم اور ناقہ دہمائی۔حدیث مبارک میں آیا ہے کہ "**خَیرُ الخَیل اَدْهَمُ**" برکت والا گھوڑا سیاہ ہے۔اور یہ بھی مروی ہے کہ: "**علیکم بکل کمیت اغرو محجل ادا شقر اعز محجل۔ اشقر و کمیت**" کے درمیان فرق یہ بتاتے ہیں کمیت میں ایال اور دُم سیاہ ہوتی ہے اور اشقر میں سرخ۔صراح میں کہا گیا ہے کہ شقرہ سرخ وسفیدی کو کہتے ہیں۔اور اشقر اسی کی لغت ہے۔اور یہ وہ گھوڑا ہے جس کے ایال اور دُم سرخ ہوں۔ اور جس کے ایال اور دم سیاہ ہو اور باقی سارا جسم سرخ ہو اسے کمیت کہتے ہیں۔

علاّمہ سیّد مجتبیٰ حسن کامونپوری لکھتے ہیں:-

سکب۔کہا جاتا ہے یہ پہلا گھوڑا ہے جس پر حضرت سوار ہوئے تھے۔جنگ احد میں اس کو استعمال فرمایا تھا۔حضرت نے اسے ''بریدہ ملاح'' سے خریدا تھا۔

(مناقب ابن شہر آشوب،سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳ء،ص ۱۱)

☆ مرتجز

علاّمہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں:-

''ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گھوڑے کا نام المرتجز تھا۔محمد بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے محمد بن یحییٰ بن سہیل بن ابی حثمہ سے

مرتجز کو دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ وہ گھوڑا تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس اعرابی سے خریدا تھا جس کے بارے میں خزیمہ بن ثابت نے آپؐ کے موافق شہادت دی تھی اور یہ اعرابی بنی مرہ کا تھا"۔

"مُرتجز" کو جس اعرابی سے آنحضرتؐ نے خریدا تھا اُس کا نام سواد بن الحرث بن ظالم تھا (قاموس جلد۲ ص۱۸۲)

سفینۃ البحار ج اوّل ص ۵۱۱ میں ہے "مُرتجز" اس گھوڑے کا نام ہے جس کو رسولؐ اللہ نے ایک بدوی عرب سے خریدا تھا جو بنو مُرّۃ میں سے تھا۔ پھر اس نے اس بیع سے انکار کر دیا تو خُزیمہ بن ثابت نے گواہی دی کہ یہ جھوٹا ہے۔ فروخت کا معاملہ مکمل ہو چکا ہے۔ یہ سفید رنگ کا گھوڑا تھا۔ یہ رسولؐ اللہ کی سواری کا گھوڑا تھا اور صفین کی لڑائی میں حضرت امیر المومنینؑ کی سواری میں رہا۔ علّامہ ابن طاؤس نے "اللّھوف" میں تحریر کیا ہے کہ کربلا میں امام حسین علیہ السلام نے اپنے گھوڑے سے مُرتجز کو طلب فرمایا اور اس پر سوار ہو کر تعبیہ لشکر کیا۔

محمد ابن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مصری لکھتے ہیں:۔

مرتجز: (مُ ر تَ جِ ز) رجز سے مشتق ہے جو شاعری کی ایک قسم ہے خوبصورت ہنہنانے کے باعث یہ نام پڑ گیا مرتجز کا رنگ سفید تھا (زرقانی) ایک اعرابی سے خرید فرمایا اس سودے میں حضرت خزیمہ بن ثابت گواہ تھے نبیؐ پاک نے آپ کی گواہی دو مردوں کے برابر قرار دے دی۔ کیونکہ آپ مختار ہیں جس کے لئے جو چاہیں تخصیص فرما دیں (شرح مواہب، زرقانی)

سہیلیؒ "التعریف والاعلام" میں لکھتے ہیں:۔

مرتجز: آپؐ کے ایک گھوڑے کا نام مرتجز تھا اور یہ نام اُس کے خوش آواز ہونے کی بناء پر تھا۔

مُرتجز“ یہ نام اس کا اس وجہ سے تھا کہ اس کی آواز بہت حسین و جمیل تھی۔
(مجمع البحرین صفحہ ۳۰۹)

”مدارج النبوۃ“ میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا گھوڑا مرتجز (بضم میم وسکون راء و فتح تا و کسر جیم و زا در آخر) تھا۔ مرتجز، رجز سے ماخوذ ہے۔ جو کہ ایک قسم کا وزن شعری ہے۔ اور اس کا وزن تین بار مستفعلن ہے۔ خلیل جو فن شعر کا استاد اور اس کا موجد ہے اس کو شعر نہیں جانتا بلکہ نصف بیت یا ثُلثِ بیت قرار دیتا ہے۔ اور وہ جو بعض حدیثوں میں ایسے اشعار آئے ہیں اسی قبیل سے ہیں۔ اس گھوڑے کا یہ نام رکھنا اس وجہ سے تھا کہ اس کی ہنہناہٹ اچھی تھی یہ وہ گھوڑا ہے جسے ایک اعرابی سواد بن الحارث بن ظالم سے خریدا تھا اور یہ بنی مرہ یا بنی تمیم سے تھا۔ وہ اعرابی فروخت کرنے کے بعد منکر ہوگیا تھا۔ اور حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے گواہی دی تھی اور ان کی شہادت کو بمنزلہ دو شہادت قرار دیا گیا تھا اور ان کا ذوالشہادتین نام ہوگیا تھا۔

علّامہ سیّد مجتبیٰ حسن کامونپوری لکھتے ہیں:-

مرتجز۔ اسے حضرت نے ایک عرب سے خریدا تھا اور خزیمہ نے اس کی گواہی دی تھی۔ (مناقب ابن شہر آشوب، سرفراز محرم نمبر، ص ۱۰)

☆ لزاز:

سہیلیؒ ”التعریف والاعلام“ میں لکھتے ہیں:-

لزاز: امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گھوڑے کا نام لزاز ذکر کیا ہے۔

”لزاز“ سُہیلی نے کہا ہے کہ اِس گھوڑے کو ”لزاز“ اس لیے کہتے تھے کہ اس سے دوڑ میں کوئی دوسرا گھوڑا آگے نہیں نکل سکتا تھا۔ قاموس ج ۲ ص ۱۹۷ پر ہے کہ ”لزاز“ کو

مُقوقِس نے ماریہ قبطیّہ کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔
(مجمع البحرین صفحہ ۳۰۹)

"مدارج النبوۃ" میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تیسرا گھوڑا الزاز ہے جسے مقوقس شاہ اسکندریہ نے ہدیہ میں بھیجا تھا۔ اہلِ سیر کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گھوڑے کو بہت پسند فرماتے تھے اور اکثر اسی پر سفر کرتے تھے۔ قاموس میں ہے کہ لزاز بمعنی شدت والصاق اور الزام کے ہے اور لزاز بروزن کتاب ہے۔ یہ اس گھوڑے کا نام ہے جسے مقوقس نے حضرت ماریہ قبطیہ کے ساتھ ہدیہ میں بھیجا تھا۔ لزیز کے معنی پر گوشت کے ہیں۔

مواہب میں ہے کہ اس گھوڑے کا نام بوجہ اپنی شدت تلزز اور اجتماع خلقت کے موسوم ہوا ہے۔ "ولز بالشی اے فرق بہ" گویا یہ اپنے مطلوب کے ساتھ مل گیا۔ یہ نام اس کی رفتار کی تیزی کی بنا پر ہے۔

روضۃ الاحباب کے حاشیہ میں مرقوم ہے کہ لزاز کے معنی سیدھا باندھنے کے ہیں۔ "رَجُلٌ اَلزَّایُ شَدِیْدُ الْخُصُوْمَةِ" سخت دشمن شخص کو مرد الز کہتے ہیں اور اس گھوڑے کو لزاز اس بناء پر کہتے ہیں کہ وہ گھوڑا محکم اور تیز رفتار تھا۔ (انتہیٰ) جتنا کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا لزاز نام رکھنا از قبیل وصف مصدر ہے۔

محمد ابن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مصری لکھتے ہیں:۔

لزاز ... (لِ۔زَاز): الشی بمعنی لزز بہ یعنی چمٹ جانا کیونکہ یہ مطلب کو نہایت سرعت سے آلیتا گویا اس سے چمٹا ہوا ہے اس لئے لزاز کہلایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر خوش ہوتے غزوہ بدر میں آپ اسی پر سوار تھے (زرقانی) مقوقس ابوالبراء نے ہدیۃً پیش کیا تھا۔ (شرح مواہب زرقانی)

☆ لحیف :

''مدارج النبوۃ'' میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چوتھا گھوڑا الحیف (بحاء مہملہ) تھا۔ اسے ربیعہ بن ابی البراء نے ہدیہ کیا تھا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند اونٹ اس کے عوض عطا فرمائے تھے۔ لحف کے معنی لحاف میں چھپ جانا اور التحاف کے معنی جسم پر کپڑا لپیٹنا۔ اور لحاف (بکسر) وہ چیز ہے جو لپیٹی جائے اس گھوڑے کا لحیف نام رکھنا اس کے مٹاپے اور اس کے بڑے ہونے کی وجہ سے ہے۔ گویا وہ زمین کو لپیٹ لیتا تھا اور اس کی دم کی لمبائی کی وجہ سے زمین پر بچھ جاتی تھی۔ فعیل بمعنی فاعل کے ہے:

''یُقَالُ اَلْحَفَ الرَّجُلَ بِاللِّحَافِ اِے طَرَحَهٗ عَلَيْهِ''

بعض نسخوں میں لحیف (بضم لام وفتح حاء) ہے مگر صحیح اور راجح بفتح لام اور کسر حا ہے۔ کذافی حاشیۃ روضۃ الاحباب، اور یہ لفظ جیم اور خاء کے ساتھ بھی مروی ہے۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں کہ اسے نجادی نے روایت کیا ہے۔ مگر ہم نے اس کی تحقیق کی ہے۔ مشہور و معروف حاء کے ساتھ ہی ہے۔ جیسا کہ مواہب میں ہے۔ قاموس میں اسے حاء مہملہ اور خاء معجمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور دونوں جگہ کہا ہے کہ امیر وزبیر کے وزن پر ہے۔

سہیلیؒ ''التعریف والاعلام'' میں لکھتے ہیں:۔

لحیف : آپؐ کے ایک دوسرے گھوڑے کا نام لحیف تھا۔ لحیف کے معنی لپیٹنے اور ڈھانکنے کے آتے ہیں۔ چنانچہ یہ گھوڑا اپنی تیزی کے سبب راستہ کو لپیٹتا جاتا تھا۔ بعض حضرات نے اس کو لحیف کے بجائے خائے معجمہ کے ساتھ لخیف بھی لکھا ہے۔

''لَحِیف یا لُخَیف'' گویا وہ دوڑنے کی حالت میں زمین پر لحاف کی طرح چھا جاتا تھا۔ یہ گھوڑا ربیعہ بن ابی براء نے حضورؐ کو ہدیۃً دیا تھا۔ (مجمع البحرین صفحہ ۳۰۹)

بعض نے اس کا نام لحیف (لام کے ساتھ) بیان کیا ہے اس کے درج ذیل نام

منقول ہیں۔

لحیف بصیغہ تصغیر یا بروزنِ زعیف۔لحیف خاء کے ساتھ۔بصیغہ تصغیر یا بروزن رغیف۔خلیف۔نحیف۔(زرقانی)

مواہب زرقانی میں درج بالا گھوڑوں کے علاوہ مزید گھوڑوں کے نام بھی درج ہیں۔تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

علاّمہ سیّد مجتبیٰ حسن کامونپوری لکھتے ہیں:۔

لحیف۔اسے ربیعہ بن ابی برّا نے حضرت کو ہدیہ کیا تھا (یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ظرف و ورد ایک ہی گھوڑے کے نام تھے) (سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳، صفحہ ۱۰)

☆ ورد:

''مدارج النبوۃ'' میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پانچواں گھوڑا ورد بمعنی گلاب ہے۔اور یہ اسی گھوڑے کو کہتے ہیں جو کمیت اور اشقر کے درمیان ہو۔چونکہ اونٹ کا بھی یہ رنگ ہوتا ہے اس لیے اس پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔اس گھوڑے کو تمیم داری ہدیہ کے طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تھے۔

سہیلیؒ ''التعریف والاعلام'' میں لکھتے ہیں:۔

ورد: آپؐ کے ایک گھوڑے کا نام وَرد تھا۔اور یہ وہ گھوڑا تھا جو بہت سستے داموں بکتا ہوا ملا تھا۔(حیات الحیوان صفحہ ۷۸۔۷۹)

''اَلْوَرد'' اسے حضورؐ کی خدمت میں تمیم الدّاری نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ان سات گھوڑوں کو تمام محدثین نے لکھا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ کے پاس اور بھی گھوڑے تھے جن کے نام یہ تھے۔اَبلق، ذوالعِقال، ذوالِلّمِۃّ، مُرتجل، سِرحان، یَعْسوب، بحر، اَدھَم وغیرہ۔(مجمع البحرین صفحہ ۳۰۹)

ورد کا معنی زردی مائل سرخ گھوڑا۔(منجد) حضرت تمیم داری نے ہدیۃً پیش کیا۔
(زرقانی)

علامہ سیّد مجتبیٰ حسن کامونپوری لکھتے ہیں:-

ایک گھوڑے کا نام ورد تھا تمیم داری نے اسے حضرت کی خدمت میں پیش کیا تھا۔
(سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳ء، ص ۱۰)

☆ ضریس

''مدارج النبوۃ'' میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھٹا گھوڑا ضریس بضاد معجمہ ہے۔ ضریس اس کنویں کو کہتے ہیں جسے پتھر کے ساتھ چوڑا کیا گیا ہو۔ اس گھوڑے کو ضریس اس کی مضبوطی کی بنا پر کہتے ہیں۔ جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے۔ قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرس اس پتھر کو کہتے ہیں جس سے کنویں کی چوڑائی کی گئی ہو۔ یہ اس گھوڑے کا نام ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فزاری سے خرید فرمایا تھا۔ اور اس کا نام بدل کر سکب رکھا تھا۔ مخفی نہ رہے کہ اگر یہ بات ایسی ہے تو اس کا ذکر سکب کے ساتھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

☆ طَرِب اور ظَرِب:

طَرِب اور ظَرِب: قاموس المحیط نے دونوں نام الگ لکھے ہیں اور بعض نے ''طرز'' لکھا ہے۔(مجمع البحرین صفحہ ۳۰۹)

ربیعہ بن براء نے ہدیۃً پیش کیا۔ طبری میں ہے کہ یہ گھوڑا فروہ ابن عمر جذامی نے ہدیۃً پیش کیا۔(زرقانی)

''مدارج النبوۃ'' میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتواں گھوڑا ظرب بفتح ظاء معجمہ وکسر راء ہے۔

اسے فروہ بن عمرو جذامی نے ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا۔ قاموس میں ہے ظرف ککتف، الخیل المفیط او الصغیر وفرس النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روضۃ الاحباب کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: "ظَـرِبَـت" حَـوَا فِرالْـذَّابَّۃُ اَمیِ اِشْدَتْ وَصَلِّبَتْ" اور اس گھوڑے کو صلابتی وشدت کی وجہ سے ظرب کہتے تھے۔

علّامہ سیّد مجتبیٰ حسن کانپوری لکھتے ہیں:-

ایک گھوڑے کا نام طرب تھا۔ غالباً اس کی آواز بہت اچھی تھی۔ (بعض لوگوں نے اس کا نام ظرف ولزاز بتایا ہے) مقوقس نے اسے حضور کو ہدیہ کیا تھا۔

(مناقب ابن شہر آشوب، سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳ء۔ص ۱۰)

علامہ مجلسی لکھتے ہیں:-

ہجرت کے دسویں سال فروہ جزامی جو بادشاہِ روم کا عامل تھا مسلمان ہوا، اُس نے حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں عریضہ لکھا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ اور اپنی قوم کے ایک شخص کو آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا جس کا نام مسعود بن سعد تھا، اُس کے ساتھ ایک سفید خچر اور ایک گھوڑا (طِرب یا ظَرِب) اور ایک ٹٹو اور ریشمی چند لباس جو سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تھے ہدیہ کے طور پر بھیجا۔ آنحضرتؐ نے اُس کے خط کا جواب لکھا اور بلال کو حکم دیا کہ چاندی یا سونا ساڑھے بارہ اوقیہ اُس کے قاصد کو دے دو، جب فروہ جزامی کے اسلام لانے کی اطلاع بادشاہِ رُوم کو ہوئی اُس کو بلایا اور ہر چند اس سے کہا اور سمجھایا کہ وہ دینِ اسلام سے پلٹ جائے لیکن اس نے منظور نہ کیا تو اُس کو قتل کر کے دار پر کھینچا۔ (حیات القلوب.....ص ۸۳۲)

☆ ملاوح:

سہیلیؒ "التعریف والاعلام" میں لکھتے ہیں:-

ملاوح: آپؐ کے ایک گھوڑے کا نام ملاوح تھا۔

"مدارج النبوۃ" میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آٹھواں گھوڑا ملاوح بضم میم وکسر واؤ ہے۔ یہ گھوڑا پہلے ابو بردہ کی ملکیت میں تھا۔ روضۃ الاحباب کے حاشیہ میں ہے کہ ملواح اور ملاوح اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی کمر پتلی ہو اور فربہ نہ ہو۔

☆ سبحہ:

"سبحہ" نام کا گھوڑا آنحضرتؐ کے پاس بھی تھا اور حضرت جعفر بن ابی طالبؑ کے پاس بھی تھا (القاموس المحیط ج اوّل ص ۲۳۴)

علامہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں:۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک گھوڑے کی جس کا نام سبحہ تھا دوڑ کرائی، وہ اوّل آیا، آپؐ خوش ہوئے اور اُسے پسند فرمایا۔

(طبقات ابن سعد)

"مدارج النبوۃ" میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواں گھوڑا سبحہ ہے جو سباحت بمعنی پیرنے سے ماخوذ ہے۔ "اَلسَّوَابِحُ اَلْخَیْلُ یُسَبِحُهَا یُرِیدُهَا فِیْ سَیْرِهَا" مواہب میں ہے: "فَرَسٌ سَابِحٌ اِذَا کَانَ حُسْنَ احد الْیَدَیْنِ فِی الْجَرْیِ" ابن المتین نے کہا کہ یہ گھوڑا اشقر ہے جسے ایک اعرابی سے دس اونٹ کے عوض میں خرید فرمایا تھا۔

☆ بحر:

"مدارج النبوۃ" میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دسواں گھوڑا بحر ہے۔ "یُقَالُ فَرَسٌ بَحْرٌ اَیْ وَاسِعُ الْبَحْرِیِ" قاموس میں ہے۔ "البحر الجواد" اس گھوڑے کو ان تاجروں سے

خریدا تھا جو یمن سے آئے ہوئے تھے۔ اس گھوڑے پر تین مرتبہ مسابقت فرمائی اور تینوں مرتبہ یہ سابق یعنی آگے رہا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کی پیشانی پر پھیر کر فرمایا۔ "**مَا اَنْتَ اِلَّا بَحر" فَسَمَّيْتُ بَحُراوَكَانَتْ بَيْضَآءَ**"۔ رواہ البخاری۔ تو دریا ہے میں نے تیرا نام بحر رکھا وہ گھوڑا اسفید تھا ابنِ اثیر نے کہا وہ کمیت تھا۔

☆ فرس:

سہیلیؒ "التعریف والاعلام" میں لکھتے ہیں:-

فرس: اور اسی طرح ایک گھوڑے کا نام فرس تھا۔

☆ یعسوب:

بعض علماء نے گھوڑوں میں یہ نام بھی ذکر فرمایا ہے۔ (زرقانی)

علاّمہ سیّد مجتبیٰ حسن کامونپوری لکھتے ہیں:-

ایک گھوڑے کا نام یعسوب (سبحہ۔ ذوالعقاب، ملاوح یا مراوح تھا)

☆ دُلدُل:

غیر منقوط لفظ ہے جو صرف دو مکرّر مگر مضموم اور ساکن حروف سے بنائی گئی ہے، عرب میں خار پشت (ساہی) کو قُنفُذ کے علاوہ دُلدُل بھی کہتے ہیں جس کا قد و قامت معمولی خاردار جانور سے بڑا ہو۔ یہ ایک خوبصورت گھوڑا تھا جو سفید رنگ سیاہی مائل تھا اور حاکمِ اسکندریہ مقوقس نے خدمتِ نبویؐ میں تحفۃً بھیجا تھا اور سرکارِ دو عالمؐ نے حضرت علیؑ کو سواری کے لئے عطا فرمایا تھا۔ نظم و نثر میں اس کے بکثرت ثبوت ہیں ۔ سعدی۔

اگر دانی بگوئی جز علی نیست — کہ دُلدُل زیرِ رانش بود خوشتر

رواں آگے دُلدُل کے یعسوب دیں — قدم با قدم پیچھے سب مومنین

مولانا آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:-

حنین میں آقائے دوجہاں نے جب دُلدُل سے خطاب کیا کہ "بزمین نزدیک شوہ زمین سے مل تو جا تو وہ اتنا جھکا کہ حضرت نے دستِ مبارک سے زمین سے سنگ ریزے اُٹھائے (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۰۲ طبع نول کشور) یعنی سنگ ریزے دشمن کی شکست کا پیام تھے یہ وہی دُلدُل ہے جو عباس بن عبدالمطلبؓ کے دعوائے وراثت پر ان کی سواری میں نہ آسکا اور اس کے ٹھاٹھ دیکھ کر عباس بن عبدالمطلبؓ غش کر گئے (مناقب آلِ ابی طالب ج ۲ صفحہ ۲۶ طبع بمبئی) مگر حسنؑ و حسینؑ کم سنی کے باوجود سوار ہوئے اور دُلدُل کو عذر نہ ہوا۔ جنگِ جمل میں حضرت علی مرتضیٰؑ اس مرکب پر سوار تھے (الخصائص فاضل وطواط صفحہ ۲۰۶ طبع مصر ۱۳۱۸ھ و اعثم کوفی) بلاذری نے زمانۂ معاویہ تک دُلدُل کی زندگی تسلیم کی ہے اور سیرتُ الحلبیہ میں ایک ناتمام بیان ہے جس سے اس راہوار کا انجام کار واضح ہوتا ہے۔ **وما ھا رجل بسھم فقلتھا** (سیرت الحلبیہ ج ۲ ص ۴۵۲ مکتبہ حاجی داؤد ناصر کراچی) ایک شخص نے تیر مارا اور راہوار شہید ہو گیا"۔ نہ رزم گاہ کا نام ہے نہ قاتل کا پتہ ہے۔ واقعۂ کربلا کے سوا کوئی ایسی دشمنانِ اسلام فوج نہ تھی جو اپنے رسولؐ کی سواری کو نشانۂ تیر بنائے۔ یہ ہے وہ ردّیہ جو دشمن اہلِ قلم نے حسینیت کے خلاف ہمیشہ اختیار کیا۔ (مختصر رسالہ ذوالجناح)

محمد ابن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مصری لکھتے ہیں:-

آنحضرتؐ کا ایک خچر تھا۔ جس کا نام "دُلدُل" تھا اُس کی سُرخ رنگت کے باعث اُسے "شہبا" بھی کہتے تھے۔ شہبا کے معنی ہیں وہ جس کی سفیدی سُرخی پر غالب ہو۔ حبش کے بادشاہ مقوقس نے ہدیہ میں اس کو بھیجا تھا۔ حضورؐ پاک اُس پر سواری فرماتے تھے۔ حضرت علیؑ جنگ خیبر میں "دُلدُل" پر سوار تھے، اس لیے آپ کو "دُلدُل سوار" بھی کہتے ہیں۔ جنگِ نہروان میں بھی حضرت علیؑ نے دُلدُل پر سوار ہو کر خوارج سے جنگ

کی تھی۔(شرح مواہب زرقانی)

غالب نے ''دُلدُل'' سے عقیدت مندی کا اظہار کیا ہے:۔

طبع کو الفتِ دُلدُل میں یہ سرگرمیِ شوق

کہ جہاں تک چلے اُس سے قدم اور مجھ سے جبیں

''مدارج النبوۃ'' میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر متعدد تھے ایک کا نام دُلدُل تھا یہ خچر شہبا رنگ کا تھا۔شہبا سفیدی وسیاہی ممزوج کو کہتے ہیں جیسا کہ قاموس میں ہے اسے مقوقس نے حضرت ماریہ اُمِّ ابراہیم کے ساتھ ہدیہ میں بھیجا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام اس پر سواری کرتے رہے ان کے بعد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو ملا جیسا کہ پہلے سلاطین وامراء کے نام خطوط بھیجنے کے ضمن میں گزر چکا ہے۔عبداللہ ابن عباس بن عبدالمطلبؑ فرماتے ہیں جب دُلدُل بارگاہ نبوت میں لایا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حضرت اُمِّ سلمہ کے پاس بھیجا کہ کچھ مقدار میں اون اور چھلڑ لاؤں۔حضور اکرمؐ نے اس اون سے اس کی رسّی بٹی اور باگ ڈور تیار کی۔پھر کاشانہ اقدس میں تشریف لے جا کر ایک کملی لائے اور اس کی چار تہہ کر کے اس خچر کی پشت پر ڈال دیا۔پھر بسم اللہ کہہ کر سوار ہوئے اور مجھے اپنا ردیف بنایا۔یہ پہلا خچر تھا جو عہد اسلام میں سواری کے کام میں لائے۔صاحب حیوۃ الحیوان فرماتے ہیں کہ محدثین کا اجماع ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خچر نہ نر تھا نہ مادہ (واللہ اعلم)

طبرانی نے معجم اوسط میں بروایت حضرت انس نقل کیا ہے کہ جب مسلمان حنین کے دن منہزم ومتزلزل ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بغلہ شہباء پر جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُلدُل فرماتے تھے سوار تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اس سے فرمایا اے دُلدُل زمین کے قریب ہو تو دُلدُل نے سینہ زمین پر لگا دیا یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی خاک زمین سے لی اور دشمنوں کے چہروں پر چھڑکی۔اور فرمایا "ھُمْ لَایُنْصَرُوْنَ" وہ مغلوب ہوں گے۔اسی دم وہ ہزیمت کھا گئے جیسا کہ گزرا۔

علامہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں:۔

ابنِ عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو ایک سفید مادہ خچر بہ طور ہدیہ دی گئی یہ سب سے پہلی سفید مادہ خچر اسلام میں تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی زوجہ اُمّ سلمہ کے پاس بھیجا، میں (اُمِّ سلمہ سے) اون اور کھجور کی چھال آپؐ کے پاس لایا، میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے لیے رسّی اور راس بٹی، آپؐ گھر میں تشریف لے گئے۔ایک اچھی نئی عبا لائے اور اُسے تہ کیا، اس کی پُشت پر اُس (عباء) کا چار جامہ بنایا، آپؐ سوار ہو گئے اپنے پیچھے مجھے بھی بٹھالیا۔

موسیٰ بن ابراہیم نے اپنے والد سے روایت کی کہ دُلدل نبی علیہ السلام کی مادہ خچر تھی، یہ سب سے پہلی مادہ خچر تھی جو اسلام میں دیکھی گئی، اور یہ آپؐ کو مقوقس نے بطور ہدیہ دی تھی، اس کے ہمراہ اُس نے ایک گدھا بھی جس کا نام عُفیر تھا آپؐ کو بطور ہدیہ دیا تھا، مادہ خچر معاویہ کے زمانہ تک زندہ رہی۔

زہری سے مروی ہے کہ دُلدل کو فروہ بن عمرو الجذ امی نے بطور ہدیہ بھیجا تھا (مگر یہ سہو ہے)۔اسے مقوقس نے بھیجا تھا۔

علقمہ سے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادہ خچر کا نام دُلدُل تھا۔وہ سفید تھی، اور ینبُع میں رہی یہاں تک کہ وہیں مرگئی۔واللہ اعلم۔

(طبقات ابن سعد)

علّامہ سیّد مجتبیٰ حسن کاموپنوری لکھتے ہیں:۔

ایک خچر کا نام دُلدُل تھا۔اسے مقوقس نے حضرت کو پیش کیا تھا۔حضورؐ نے

امیر المومنینؑ کو دے دیا تھا۔ یہ امام حسنؑ پھر امام حسینؑ کو ملا۔

ایک کا نام یعفور تھا۔ ایک کا فضہ۔ (سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳ء ص ۱۱)

میر انیسؔ کے کلام میں دُلدُل کی تعریف

حیدرؑ سے پھر رسولؐ خدا نے کیا خطاب　　روشن قدم سے اپنے کرو زین کی رکاب
دُلدُل کو لے کے آیا جو قنبر بصد شتاب　　اِک جست میں سوار ہوا ابنِ بوتراب
گھوڑے پہ جب سوار کیا اس جناب کو
محبوبِ ذوالجلال نے تھاما رکاب کو

دُلدُل کی جست و خیز کا اب کیا کہوں میں رنگ　　وہ جانتا تھا عرصۂ کون و مکاں کو تنگ
گر اس کا کھینچتا کوئی نقشہ بروئے سنگ　　اُڑتا ہوا پہ سنگ بھی جوں کاغذِ پتنگ
گھوڑا نہ تھا وہ قدرتِ پروردگار تھا
اُس پر سوارِ مُہرِ نبوت سوار تھا

(مراثیٔ انیسؔ جلد سوم صفحہ ۳۶۴)

☆ **یعفور:**

محمد ابن عبد الباقی بن یوسف زرقانی مصری لکھتے ہیں:-

سرکارِ دو عالمؐ کے دراز گوش کا نام "یعفور" (ی، ع، ف، و، ر) تھا۔ یعفور ہرن کے بچے کو کہا جاتا ہے۔ اپنی تیز رفتاری کے باعث دراز گوش یعفور کہلایا۔ کسی شخص نے بارگاہِ نبوی میں ہدیہ کیا تھا۔ وصالِ سرکارِ رسالتؐ کے صدمے سے مر گیا۔

(شرح مواہب زرقانی)

علامہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعدؔ میں لکھتے ہیں:-

علقمہ سے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گدھے کا نام یعفور تھا، واللہ اعلم۔ (طبقات ابن سعد)

جعفر نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادہ خچر کا نام شہباء اور گدھے کا نام یعفور تھا۔ (طبقات ابن سعد)

ابنِ بابویہ، راوندی اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب سرورِ کائنات نے خیبر فتح کیا ایک خچر کو جو سرمئی یا نیلا تھا غنیمت میں لے لیا وہ آنحضرتؐ سے بولا کہ میرے دادا کی نسل سے ساٹھ خچر پیدا ہوے اور اُن پر پیغمبروں کے علاوہ کوئی سوار نہیں ہوا، اور اب میرے سوا کوئی اُس نسل سے باقی نہیں اور آپؐ کے علاوہ کوئی اور پیغمبر بھی نہیں، میں ہمیشہ سے آپؐ کا انتظار کر رہا ہوں، آپؐ سے پہلے میں بادشاہانِ یہود کی ملکیت میں رہا ہوں لیکن کبھی میں نے اُن کی اطاعت نہیں کی بلکہ جان بوجھ کر اُن کو اپنی پشت سے زمین پر پٹک دیا کرتا تھا۔ وہ میرے پیٹ اور پیٹھ پر ضرب لگاتے تھے، میرے باپ دادا نے مجھے بتایا ہے کہ میرے جدِ اعلیٰ حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں تھے حضرت نوحؑ اُن کی پشت پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے تھے کہ اس خچر کی نسل سے ایک خچر پیدا ہوگا جس پر سیّد الانبیاء خاتم المرسلینؐ سوار ہوں گے، حضرت زکریاؑ نے بھی یہی خوش خبری دی تھی الحمدللہ کہ خدا نے مجھے یہ شرف عطا فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے تیرا نام "یعفور" رکھا (بعض کا قول ہے عفیر نام رکھا) اور آنحضرتؐ نے اس خچر سے فرمایا کہ اگر تجھے مادہ کی خواہش ہو تو بیان کر، اُس نے کہا نہیں، جب یعفور سے کہا جاتا کہ تجھ کو حضرت رسولؐ خدا بلاتے ہیں تو وہ فوراً حاضر ہو جاتا، جب اُسے کسی کو بلانے بھیجا جاتا تو وہ اُس کے دروازے پر جاتا اور دروازہ کھٹکھٹاتا تو صاحبِ خانہ باہر آجاتا اور یعفور اشارہ کرتا کہ چلو آنحضرتؐ تم کو بلاتے ہیں، آنحضرتؐ کی وفات کے بعد وہ بیقراری سے دوڑتا پھرتا تھا، یہاں تک کہ ایک کنویں میں اپنے تئیں گرا دیا۔ وہی کنواں اس کی قبر بن گیا"۔ (حیات القلوب۔ ص ۳۶۰)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:-

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک خچر تھا جس کا نام یعفور تھا، آنحضرتؐ جب اُس پر سوار ہوتے تھے تو وہ اس خوشی سے کہ آنحضرتؐ مجھ پر سوار ہوئے ہیں چلنے میں اس قدر کُلیلیں کرتا تھا کہ آنحضرتؐ کے دوشہائے مبارک ہلنے لگتے تھے اور آپ آگے سے زین تھام لیا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے

اَللّٰھُمَّ لَیسَ مِنِّی وَلٰکِن ذَامِن عَفِیرِ

یا اللہ یہ میری طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ اکڑ کر چلنا یعفور کی طرف سے ہے"۔

(تہذیب الاسلام...ص ۵۰۸)

☆ عُفیر

علامہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں:-

ابی عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود نے اپنے والد سے روایت کی کہ انبیاء کمبل پہنا کرتے، بکریاں دوہتے اور گدھوں پر سوار ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ایک گدھا تھا جس کا نام عُفیر تھا۔ (طبقات ابن سعد)

"مدارج النبوۃ" میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس گھوڑے ہیں جو کہ اکثر کتبِ سیر میں مسطور ہیں۔ بعض نے اور نام بھی بیان کئے ہیں جیسے ابلق، ذوالعقال، ذواللمہ، مرتجل، ترادح، سرحان، یعسوب، نحیب ادہم، سجاء، سجل، طرف اور مندوب وغیرہ۔

مخفی نہ رہنا چاہیئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑوں کو اہلِ سیر نے بکثرت بیان کیا ہے لیکن یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ کس جنس کے تھے۔ اس لیے کہ گھوڑوں کی بیشمار جنسیں ہیں مثلاً عراقی گھوڑے، ترکی گھوڑے وغیرہ۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ عربی گھوڑے ہوں گے جیسا کہ ان شہروں میں متعارف ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے نزدیک ازواج مطہرات کے بعد گھوڑا سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اور یہی وہ تیسری بات ہے جو حدیث مبارک "حُبِّبَ اِلَیَّ مِن دُنْیَاکُم ثَلٰث" میں ہے اور وہ تیسری بات متروک ہوگئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نزدیک گھوڑوں میں اشقر ارثم اقرح محجل مطلق الیمین بہت محبوب تھا۔ اشقر محجل اور مطلق الیمین کے معنی تو معلوم ہوگئے ارثم ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی ناک اور نچلے ہونٹ سفید ہوں اور اقرح وہ گھوڑا جس کی پیشانی غرہ سے کمتر سفید ہو۔ گھوڑے کی فضیلت میں اخبار و احادیث بکثرت وارد ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے کی پیشانی کے بال کو بل دیتے اور فرماتے:

"اَلخَیْلُ مَعقُود" فِی نَوَاصِیهَا الْخَیرُ اِلٰی یوم القِیَامَةِ اَلاَجرُو الغَنِیْمَةُ۔"

گھوڑا اپنی پیشانی میں قیامت تک خیر کے ساتھ بندھا ہوا ہے اور اجر غنیمت کے ساتھ وابستہ ہے، ناصیہ سے پیشانی پر لٹکتے ہوئے بال مراد ہیں۔ خاص طور پر ناصیہ کا ذکر فرمانا اس زیب و زینت کی بناء پر ہے جو اس میں ہے یا گھوڑے کے پورے جسم کی جانب اشارہ ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں پیشانی مبارک ہے اور وہ برکت والی ذات ہے۔ گھوڑے کی فضیلت و شرف میں حق تعالیٰ کا قسم کے ساتھ یاد فرمانا کافی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔ ''وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحاً o۔ اِلیٰ آخر السورۃ'' اس سے مراد خیل غزاۃ ہے۔ اور حدیث میں گھوڑے کو ذلیل و خوار کرنے اور اس پر بوجھ لادنے اور اسے اس کام میں استعمال کرنے کی ممانعت واقع ہوئی ہے۔ حیات الحیوان میں حاکم نیشاپوری نے جو کہ عظماء محدثین سے ہیں حضرت امیر المومنین سیّدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہا کہ۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب حق تبارک وتعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا فرمانا چاہا تو جنوبی ہوا سے فرمایا میں تجھ سے ایسی مخلوق پیدا کروں گا جس سے اپنے دوستوں کی عزت، اعدائے دین کی ذلت اور اپنے اہلِ

اطاعت کی عزت وعظمت بناؤں گا اس پر باد جنوبی نے عرض کیا یارب! ہم میں سے ایسی مخلوق پیدا فرما۔ تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے اس سے ایک مٹھی لی اور اس سے گھوڑا پیدا فرمایا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ کمیت گھوڑے کو پیدا فرمایا۔ اور اس سے خطاب فرمایا کہ میں نے تجھے پیدا کیا اور تیری پیشانی میں خیر رکھی۔ جو تیری پشت پر سوار ہو کر غنائم حاصل کریں گے۔ اور میں نے تجھے ایسا پیدا کیا ہے کہ بغیر پروں کے تو طرارے بھرے: "**فَاَنْتَ الْمُطَّلَبُ وَاَنْتَ الْمُهَيَّرُتْ**" اور میں نے تیری پشت کو ان جواں مردوں کے لیے بنایا ہے جو تسبیح وتحمید اور تہلیل وتکبیر کہیں گے۔

جب فرشتوں نے سنا کہ گھوڑے کو پیدا فرمایا ہے تو انہوں نے مناجات کی اے رب! ہم بھی تیرے بندے ہیں اور تیری تسبیح وتحمید اور تہلیل وتکبیر کرتے ہیں ہمارے لیے تو نے کیا پیدا کیا ہے؟ اس پر حق تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کے لیے ایسے گھوڑے پیدا فرمائے جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند ہیں تا کہ حق تعالیٰ کے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی جس کو خدا چاہے مدد کریں۔

جب گھوڑوں کے پاؤں اور اعضاء درست ہوئے تو خطاب ہوا کہ اپنی ہنہناہٹ سے مشرکوں کے دلوں کو ڈرا اور ان سب کے کانوں میں اپنی آواز پہنچا کر ان کی گردنوں کو ذلیل وخوار کر۔ جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کے سامنے تمام مخلوق لائی گئی حق تعالیٰ نے فرمایا میری مخلوق میں سے جس کو چاہے اور جو اچھا معلوم ہو اپنے لیے پسند کر لو۔ تو انہوں نے گھوڑے کو پسند کیا۔ اس پر فرمایا گیا تم نے اپنی عزت اور اپنے اولاد کی عزت کو ابدالاباد تک اختیار کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا جنوبی ہوا سے ایک مٹھی لو۔ تو انہوں نے ایک مٹھی لی اس کے بعد اس سے کمیت گھوڑا پیدا فرمایا۔ (آخر حدیث تک) جبریل علیہ السلام کو باد جنوبی سے ایک مٹھی لینے کے لیے خاص

کرنے اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق عزرائیل علیہ السلام کو مشت خاک لانے کے لیے خاص کرنے میں گویا حکمت یہ ہے کہ تخلیق آدم کے لیے مشت خاک لانے کے لیے عزرائیل علیہ السلام کو حکم اس لیے دیا کہ خاک کی خاصیت بخل ہے لہٰذا عزرائیل جن کی سرشت میں قہر و جبر ہے وہ اس سے لیں اور ہوا میں بہ نسبت اس کے سخاوت ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں مروی ہے کہ "كَانَ فِي رَمَضَانَ كَالرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ" رمضان المبارک میں آپ کی خوبو بادِ نسیم کی مانند ہو جاتی تھی۔ اس لیے اس جگہ جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا تا کہ رفق نرمی سے لیں۔ جبریل علیہ السلام کو گھوڑے کے ساتھ ایک نسبت و تعلق ہے کیونکہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جہاد کیے ہیں اور جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام حیزوم ہے۔ (واللہ اعلم) نیز صاحب حیوۃ الحیوان فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جو گھوڑے پر سوار ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اور اسی سبب سے اس کا نام اعراب رکھا گیا۔ اس سے پہلے وہ بھی تمام جانوروں کی مانند وحشی جانور تھا۔ جب حق تبارک و تعالیٰ کا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو بنیاد کعبہ بلند کرنے کا حکم ہوا۔ تو حق تعالیٰ نے فرمایا میں تم کو ایک خزانہ دوں گا جو میں نے تمہارے لیے محفوظ کر رکھا ہے اس کے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ باہر نکلو اور اس خزانہ کو تلاش کرو۔

پھر حق تعالیٰ نے ان کو دعا الہام فرمائی تو اراضی عرب کی سرزمین میں کوئی ایسا نہ تھا جو ان کی پکار پر حاضر نہ ہوتا۔ پھر حق تعالیٰ نے گھوڑوں کی پیشانیوں پر قادر بنایا اور ان کو ان کے لیے مسخر و گرویدہ کر دیا۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اِرْكَبُوا الْخَيْلَ فَاِنَّهَا مِيرَاثُ اَبِيكُمْ اِسْمٰعِيلَ" (رواہ النسائی) یعنی گھوڑوں کی سواری کرو کیونکہ یہ تمہارے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی میراث ہے (مدارج النبوۃ)

حضرت رسولؐ خدا اور سواری کا شوق:

''سیرت النبیؐ''میں شبلی نعمانی لکھتے ہیں:-

گھوڑے کی سواری رسولؐ اللہ کو نہایت مرغوب تھی (آپؐ فرمایا کرتے **الخیل معقود فی نواصیها الخیر** گھوڑوں کے علاوہ گدھے، خچر، اونٹ پر آپؐ نے سواری فرمائی ہے۔ آپؐ کے خاص سواری کے گھوڑے کا نام لحیف تھا، گدھے کا نام عفیر اور خچر کا نام دُلدل اور تیہ اور اونٹیوں کا نام قصواء اور غضباء تھا)

اسپ دوانی: مدینہ سے باہر ایک میدان تھا جس کی سرحد حصباء سے ثنیۃ الوداع تک ۶ میل تھی یہاں گھوڑ دوڑ کی مشق کرائی جاتی تھی۔ گھوڑے جو مشق کے لیے تیار کرائے جاتے تھے ان کی تیاری کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے اُن کو خوب دانا گھاس کھلاتے تھے، جب وہ موٹے تازے ہو جاتے تو اُن کی غذا کم کرنی شروع کرتے اور گھر میں باندھ کر چار جامہ کستے، پسینہ آتا اور خشک ہوتا۔ روزانہ یہ عمل جاری رہتا۔ رفتہ رفتہ جس قدر گوشت چڑھ گیا تھا خشک ہو کر ہلکا پھلکا، چھریرا بدن نکل آتا، یہ مشق چالیس دن میں ختم ہوتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام سبحہ تھا۔ ایک دفعہ اس کو آپؐ نے بازی میں دوڑایا، اس نے بازی جیتی تو آپؐ کو خاص مسرت ہوئی۔

گھوڑ دوڑ کا اہتمام حضرت علیؑ کے سپرد تھا۔ انہوں نے اپنی طرف سے سراقہ بن مالک کو یہ خدمت سپرد کی اور اس کے چند قاعدے مقرر کیے، جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ گھوڑوں کی صفیں قائم کی جائیں اور تین دفعہ پکار دیا جائے کہ جس کو لگام درست کرنی یا بچہ کو ساتھ رکھنا یا زین الگ کر دینی ہو الگ کر لے۔

۲۔ جب کوئی آواز نہ دے تو تین دفعہ تکبیریں کہی جائیں۔ تیسری تکبیر پر گھوڑے میدان میں ڈال دیے جائیں۔

۳۔ گھوڑے کے کان آگے نکل جائیں تو سمجھ لیا جائے گا کہ وہ آگے نکل گیا۔
حضرت علیؑ خود میدان کے انتہائی سرے پر بیٹھ جاتے اور ایک خط کھینچ کر دو آدمیوں کو دونوں کناروں پر کھڑا کر دیتے۔ گھوڑے ان ہی دونوں کے درمیان سے ہو کر نکلتے۔
اونٹوں کی دوڑ بھی ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص سواری کا ناقہ عضباء ہمیشہ بازی لے جاتا۔ ایک دفعہ ایک بدو اونٹ پر سوار آیا اور مسابقت میں عضبا سے آگے نکل گیا۔ تمام مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا پر حق ہے کہ دنیا کی جو چیز گردن اُٹھائے اس کو نیچا دکھائے۔
رنگوں میں صندلی، مشکی اور کمیت بہت پسند تھا۔ گھوڑوں کی دم کاٹنے سے منع فرمایا کہ مکھی ہانکنے کا مورچھل ہے۔

حضرت رسولؐ خدا کی سواریاں:

اولاد حیدر فوق بلگرامی "اُسوۃ الرسولؐ" میں لکھتے ہیں:۔
سرکار ختمی مرتبتؐ کو یوں تو تمام سواریوں کی مشق و عادت تھی مگر گھوڑے کی سواری خاص طور پر پسند خاطر تھی۔ فرماتے تھے۔

الخیل معقود فی نواصیها الخیر

نیکیاں گھوڑوں کی پیشانیوں سے گندھی ہیں۔
گھوڑے کے علاوہ گدھے خچر اور اونٹ پر بھی آپ سوار ہوتے تھے۔ خاصہ کے گھوڑے کا نام لحیف تھا۔ (جس کو ذوالجناح) (بروایت عام) اور مرتجز (بروایت صاحب ناسخ التواریخ) (بھی کہتے تھے) گدھے کا نام عفیر تھا۔ خچر کا نام دُلدل اور تیہہ اونٹنیوں کا نام قصوا اور غضبا تھا۔
اسپ دوانی: اسپ دوانی اور شہسواری کا بہت شوق تھا۔ مدینہ سے باہر ثنیۃ الوداع تک تقریباً چھ میل کا میدان اسی کے لیے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ شبلی صاحب نے تو

امام دارقطنی کے اسناد سے اس کے بڑے بڑے اہتمام بتلائے ہیں اور حضرت علیؑ کو اس کا مہتمم خاص بھی بتلایا ہے۔ مگر پھر حاشیہ میں اس کو ضعیف بھی بتلایا ہے۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے کی سواری کے بڑے مشتاق تھے اور آپ کو گھوڑے کی سواری کا شوق بھی بہت تھا۔ اور علی الاکثر اس کی مشق و ریاضت بھی کی جاتی تھی اور باہمی مقابلہ کی شرطیں بھی بدی جاتی تھیں۔

ترجمہ حلیۃ المتقین میں زمانۂ رسالت کی گھوڑے دوڑانے کی مشق و ریاضت کے اصول و آئین نہایت شرح و بسط سے مرقوم ہیں۔ جن کی تفصیل تو موجب تطویل ہے مگر بالاختصار حقیقت امر یہ ہے کہ امتحان و مقابلہ کے موقعوں پر۔ دو گھوڑوں سے لے کر دس گھوڑوں تک ایک بار مقابلہ میں چھوڑے جاتے تھے۔ سب سے آگے نکل جانے والے گھوڑے کو مُجلّی کہتے تھے اُس سے پیچھے رہنے والے کو مصلّی و تیسرے کو تانی۔ چوتھے کو تارع۔ پانچویں کو مرتاج۔ چھٹے کو خطی۔ ساتویں کو عاطف آٹھویں کو مُومِل نویں کو یطلم اور دسویں کو جو سب سے پیچھے رہ جائے فکل کہتے تھے۔ ہر ایک کے لیے کوئی رقم بطور شرط کے لگانا جائز ہے اور اگر دسوں گھوڑے ایک ساتھ منتہائے مسافت پر پہنچیں تو پھر کسی کو کچھ بھی نہ ملے گا۔

حضرت علیؑ مرتضٰی کی سواری کے گھوڑے

جنگِ ذات السلاسل (وادیٔ رمل)

رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو جنگ وادیٔ رمل میں پر روانہ کیا تو مسجد احزاب تک رسولؐ خدا نے مشایعت فرمائی، اس وقت حضرت علیؑ ایک کمیت رنگ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ بردیمنی بدن اقدس میں اور نیزۂ خطی دست مبارک میں رکھتے تھے۔ حضرت رسولؐ خدا نے دعائے خیر کے ساتھ رخصت کیا۔ (تہذیب المتین صفحہ ۱۳۵)

جنگِ ذات السلاسل کے لیے سورہ العادیات نازل ہوا، حضرت علیؑ کے گھوڑے کی تعریف اس سورے میں کی گئی ہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اس روز حضرت علی مرتجز (ذوالجناح) پر سوار تھے۔ یہ سورہ مرتجز (ذوالجناح) کے لیے نازل ہوا ہے۔ علامہ مظہر حسن سہارنپوری نے اس گھوڑے کا رنگ ''کمیت'' بتایا ہے۔ (تہذیب المتین)

عقبہ کی رات ذوالجناح کی جست:

(تبوک) عقبہ کی رات منافقین نے رسولؐ اللہ کے قتل کا ارادہ کیا اور جو باقی مدینے میں رہ گئے تو انھوں نے حضرت علیؑ کو قتل کرنا چاہا۔ حضرت علیؑ رسول اللہ سے جا کر ملے۔ اور منافقین کے بغض کے بارے میں آگاہ کیا۔ رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ سے فرمایا، کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ ''تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھی''۔

حضرت علیؑ کے جانے کے بعد منافقین نے ایک گہرا گڑھا کھودا، اُسے خس و خاشاک، تنکوں سے ڈھانپ دیا حضرت علیؑ جب واپس تشریف لائے اور گڑھے کے قریب پہنچے اللہ عزوجل نے حضرت علیؑ کے گھوڑے کو گویا کیا (ذوالجناح نے کہا یا حضرت یہاں ایک گڑھا موجود ہے) حضرت علیؑ نے کہا اے اسپِ وفادار اللہ عزوجل کے حکم سے آگے چل، گھوڑے نے ایک طویل جست کی اور گڑھے کو عبور کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ پھر حضرت علیؑ نے اس گڑھے پر سے خس وخاشاک، تنکوں کو ہٹانے کا حکم دیا۔ آپ نے اس گڑھے میں نیزے، چھریاں، تلواریں، عجیب وغریب انداز سے ملاحظہ کیں کہ اُنھیں دیواروں پر اس طرح لگایا گیا تھا کہ جو بھی گڑھے میں گر جاتا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

یاں قدر نہ بجلی کی نہ کچھ پیکِ ہوا کی

بس خاتمہ اس پر ہے کہ قدرت ہے خدا کی

جنگِ خیبر سے واپسی میں دُلدُل کے کارنامے اور دُلدُل کی قیمت:

جنگِ خیبر سے واپسی میں قنبر ہرن کا شکار کھیلتے ہوئے جنگل میں دور نکل گئے تھے کہ حضرت علیؑ اُن کی تلاش میں دُلدُل پر سوار ہو کر آگے بڑھے، قریبِ غروبِ آفتاب ایک بڑا ٹیلہ نظر آیا۔ حضرت علیؑ اس پشتہ پر تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ ٹیلہ نہایت سرسبز ہو رہا ہے اور اشجار ثمر دار کثرت سے ہیں اور ایک چشمہ پانی کا ہے۔ آپ چشمے پر دُلدُل سے اُتر کر بیٹھ گئے اور دُلدُل کو چرنے کے واسطے چھوڑ دیا اتنے میں آپ نے دیکھا کہ چشمے کے ایک طرف ایک خیمہ ایستادہ ہے اور خیمے کے گرد ایک لشکر اُترا ہوا ہے۔ حضرت علیؑ ایک گوشے میں عبادت میں مصروف ہوئے جب صبح ہوئی۔ اس خیمے سے ایک عورت جو کہ یہودی تھی اور حسن و جمال میں اپنا نظیر و سہیم نہ رکھتی تھی برآمد ہوئی اور اس کی نظر سب سے پہلے دُلدُل پر پڑی، نقشہائے رنگا رنگ دُلدُل سے وہ عورت حیران ہوئی اور اپنے آدمیوں سے کہا کہ اس گھوڑے کو میرے پاس پکڑ کے لاؤ، بہت آدمی دُلدُل کو گرفتار کرنے کو آئے، دُلدُل نے سب پر حملہ کر دیا اور بہت سے آدمیوں کو ہلاک کیا اور کچھ جو بچے تو انھوں نے اس عورت سے آ کر کہا کہ تو نے اس گھوڑے کی طمع میں ناحق اکثر آدمیوں کا خون کر دیا۔ عورت نے یہ سُن کر کہا کہ میں اس گھوڑے کو ضرور گرفتار کروں گی یہ جانور لاجواب ہے مع چند غلاموں کے دُلدُل کے قریب آئی، دُلدُل نے ایسی نگاہِ ہیبت و صلابت سے اُس کی طرف دیکھا کہ وہ یہودی عورت خوف سے کانپنے لگی اور ایسی بدحواس ہو کر بھاگی کہ خیمے کے بجائے چشمے کے کنارے پہنچ گئی۔ اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان عبا دوش پر ڈالے عبادتِ خدا میں مصروف ہے اور روئے انور سے ایک نور ساطع ہے۔ وہ عورت حضرت علیؑ کے قریب آئی اور کہا کہ اے جوان میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں، آپ نے اس کی طرف کچھ التفات نہ کی۔ اس عورت نے کہا کہ اے شخص بادشاہانِ عالم میری حسرت میں ہیں اور میری آرزو کرتے

ہیں کہ ایک مرتبہ میری صورت کو دیکھیں اور کلام کریں مگر اُس کو میسر نہیں آتا اور اب میں خود تجھ سے باتیں کرتی ہوں اور تو جواب نہیں دیتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے عورت اگر تو چاہتی ہے کہ میں تجھ سے باتیں کروں تو، تو نقاب اپنے چہرے پر ڈال لے، اس عورت کو تعجب ہوا اور اس نے چہرے کو ڈھانپ لیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ پوچھ کیا پوچھتی ہے، عورت نے کہا کہ یہ گھوڑا جو سبزہ زار میں چرتا پھرتا ہے تیرا ہی ہے،

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہاں میرا ہی ہے۔ عورت نے کہا اس گھوڑے نے میرے بہت غلاموں کا خون کیا ہے۔ میں آئی ہوں کہ اس سے انتقام لوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر تیرے آدمی اس کے گرفتار کرنے کو نہ آتے تو یہ کیوں اُن کو مارتا اور وہ کیوں مارے جاتے اور اگر تیرا تمام لشکر اس کے پکڑنے کو آئے گا تو بھی سب کو یہ مار بھگائے گا اور کسی کے ہاتھ نہ آئے گا۔

یہ سُن کر اس عورت نے کہا کہ تم اس گھوڑے کو میرے ہاتھ بیچ ڈالو، اگر مرضی میں آئے تو اس کی قیمت میں زرِ نقد لے لو یا اس کے عوض میں دوسرا گھوڑا مجھ سے لے لو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ گھوڑا میرا بہت زیادہ قیمت رکھتا ہے تو اس کی قیمت کو ادا نہیں کر سکتی ہے۔

اُس عورت نے کہا کہ اے شخص تو مجھے نہیں جانتا، چار اونٹ پر میرا خزانہ چلتا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا اگر تمام روئے زمین کے دریا موتی اور جواہر سے بھر جائیں اور تو اُن سب کو اس کی قیمت میں دے تو بھی اس کے ایک بال کی قیمت نہ ہو۔

اس عورت نے کہا کہ جو قیمت تم کہو گے میں دوں گی بشرطیکہ اس کو میرا تابعدار کر دو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر تو بت پرستی اور شرک ترک کر دے تو یہ تیرا تابعدار ہو جائے گا۔ ابھی یہ باتیں تھیں کہ سامنے سے قنبر آ گئے۔ (فضائل مرتضوی)

حضرت امام حسنؑ کی سواری کا گھوڑا (طاویہ)

حضرت عباسؑ نے کربلا میں امام حسنؑ کے گھوڑے طاویہ کو ماردابن صدیف ملعون سے چھین لیا۔

مولانا سیّد نجم الحسن کراروی لکھتے ہیں:۔

حضرت عباسؑ پانی لانے ہی کے قصد سے روانہ ہوئے تھے۔آگے بڑھتے چلے گئے۔دشمن اگرچہ آپ کو گھیرے ہوئے تھے۔ لیکن آپ کی پیش قدمی نہ رُکی۔آپ کشتوں کے پشتے لگاتے ہوئے کافی دُور نکل گئے۔

ماردابن صدیف فیل مست کی طرح جھومتا ہوا حضرت عباس علیہ السلام کی طرف تن تنہا چلا اس کے بدن نجس پر آہنی زرہ اور سر پر فولادی خود تھا اور ایک اسپ اشقر پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک نہایت ہی لمبا نیزہ تھا۔حضرت عباس علیہ السلام نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ مارد تن تنہا آرہا ہے، آپ فوراً اس کی طرف بڑھے۔

حضرت عباس علیہ السلام نے اس کے آنے سے کوئی ہراس نہ کیا اور اس ملعون کو حملہ کی صورت میں اپنی طرف سے نہ روکا۔وہ اپنی دلیری کے اثبات کے لیے اتنا بڑھا کہ حضرت عباسؑ کی لمبی سنان کے بالکل قریب آگیا۔فن سپہ گری کے ماہر حضرت عباس علیہ السلام نے فوراً اپنے زوردار ہاتھ کو بڑھا کر نیزہ کی اَنی کو تھام کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ قریب تھا کہ مارد منہ کے بل گر پڑے۔اس جھٹکے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مارد نے گھبرا کر نیزہ کو ہاتھ سے چھوڑ دیا اور حضرت عباس علیہ السلام نے اس پر قبضہ کر لیا۔

میر وحید کہتے ہیں:۔

چھن گیا مارِدِ مردود کا بھالا دیکھو

حضرت عباس علیہ السلام نے اُسی ملعون کے نیزہ کو اس کی طرف بڑھا کر نہایت

شدت کے ساتھ حملہ کیا اور فرمایا کہ اے ملعون میں چاہتا ہوں کہ تجھ کو اس تیرے ہی نیزے دے دم بھر میں بے دم کر دوں۔

حضرت عباس علیہ السلام نے اُس کی اضطراب آگیں کیفیت کا پتہ چلا کر گھوڑے کی ساق پر اسی کا ایک نیزہ مارا۔ گھوڑا فوراً الف ہو گیا۔ اور وہ ملعون جسم بے روح کی طرح زمین پر آ گرا۔ چونکہ وہ ملعون نہایت ہی موٹا تھا۔ اس لیے وہ حضرت عباس علیہ السلام سے پیدل جنگ آزمانہ ہوسکا۔ سچ تو یہ ہے کہ زمین پر گرتے ہی اس کا سارا بدن خوف کے مارے پھول گیا۔ اور وہ اس لائق نہ رہا کہ آپ سے پیدل مقابلہ کرے۔

اس کے گرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ صفوفِ لشکر میں ہلچل مچ گئی۔ شمر ملعون نے بے تابانہ لشکر مارد کو پکارا کہ ارے غضب ہو گیا۔ مارد خود سر زمین پر گر پڑا ہے تم لوگ فوراً اس کی کمک میں پہنچو۔ اور ایک دوسرا گھوڑا فوراً اس کی خدمت میں حاضر کر دو یہ سنتے ہی فوراً ایک حبشی غلام صارفہ نامی ایک گھوڑا لے کر حاضر ہوا۔ جس کا نام طاویہ تھا جو تیز روی میں ہوا سے چار قدم آگے ہی رہتا تھا۔ مارد کی نظر جب غلام حبشی پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ صارفہ طاویہ کو لیے ہوئے آ رہا ہے۔ فوراً چیخا کہ اے غلام موت آنے سے پہلے تو طاویہ کو مجھ تک پہنچا دے۔ غلام گھوڑا لے کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور چاہا کہ کسی نہ کسی طرح جلد سے بلند طاویہ کو مارد تک پہنچا دے تا کہ وہ اس پر سوار ہو کر مقابلہ کر سکے۔

طاویہ پر حضرت عباسؑ کی سواری:

حضرت عباس علیہ السلام نے جب صارفہ کو دیکھا کہ وہ طاویہ کو لیے ہوئے نہایت ہی تیزی سے آ رہا ہے۔ تو فوراً اس کی طرف بڑھ کر غلام کی گردن پر ایک پُر زور نیزہ لگایا وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ اور اپنے خون میں لوٹنے لگا۔ آپ نے اپنے گھوڑے کو چھوڑ کر فوراً طاویہ پر سواری کی اور تمام صفوف لشکر کو چیرتے ہوئے اپنے بھائی حضرت

امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جب مارد نے حضرت عباس علیہ السلام کی اس دلیری کا مطالعہ کیا تو فوراً گھبرا کر تھرائی ہوئی آواز سے لشکر والوں کو پکارتے ہوئے کہا کہ ہائے عباس میرے ہی گھوڑے پر سوار ہو گئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ مجھ کو میرے ہی نیزہ سے فنا کریں گے۔ شمر ملعون نے جب یہ آواز سنی۔ فوراً آپ کی طرف بڑھا اور اس کے ساتھ ساتھ منان بن انس نخعی اور خولی بن یزید اصبحی اور جمیل بن مالک حجازی چلے اور ان لوگوں کے عقب میں سارا لشکر چلا۔ سب نے اپنے گھوڑوں کی باگیں اُٹھالیں اور تلواریں برہنہ کر لیں۔ حضرت عباس علیہ السلام نے جب یہ ماجرا دیکھا اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ اے بھیا! ان دشمنان خدا اور رسولؐ کو دیکھتے ہیں۔ یہ آپ پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں ابھی حضرت عباسؑ کا کلام ختم بھی نہ ہوا تھا کہ لشکر نہایت ہی تیزی سے امام حسین علیہ السلام کے قریب آ گیا۔

حضرت عباسؑ نے یہ ماجرا دیکھتے ہی فوراً مارد کی طرف جانے کی ٹھان لی۔ اور اس کے پاس جا کر آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اس چیز کا مزہ کیوں نہ چکھادوں جو تجھے جہنم کی یاد دلا دے گی۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کے ہاتھوں پر ایک زبردست وار کیا۔ اس کے دونوں ہاتھ بالکل بیکار ہو گئے۔ آپ نے اس کے دوسرے نیزے پر بھی قبضہ کر لیا۔ جب مارد نے اپنے قتل ہونے کا یقین کر لیا تو فوراً حضرت عباس علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے لگا کہ اے عباس علیہ السلام خدا کے لیے مجھ کو چھوڑ دو۔ میں آج سے آپ کا غلام ہوں۔ حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تجھ ایسے غلام کو لے کر کیا کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے ایک نیزا اس کے کان پر ایسا لگایا کہ وہ وار پار ہو گیا۔ پھر آپ نے اور لشکر والوں پر شیرانہ حملہ کر کے طاویہ کو کا داد دیتے ہوئے ڈھائی سو سواروں کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔

اتنے میں شمر پکار اُٹھا کہ یا عباسؑ بن علی ابن ابی طالب۔ آج تم نے مارد سے

طاویہ کو واپس لے لیا۔ اے عباسؑ یہ وہی گھوڑا ہے جو مدائن میں تمہارے بھائی امام حسن علیہ السلام سے چھین لیا گیا تھا۔

یہ سن کر حضرت عباس علیہ السلام اسی گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور شمر کے قول کو نقل کر دیا۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ ہاں یہ وہی طاویہ ہے جو ملک (رے) کے حاکم کی سواری کا خاص گھوڑا تھا۔ جس کو تمہارے پدر بزرگوار نے تمہارے بڑے بھائی امام حسن علیہ السلام کو دیا تھا اور اس گھوڑے کو بزمانہ قیام مدائن دشمنوں نے لے لیا تھا۔

حضرت عباس علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر شمر کے کلام کو دہرایا تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں یہ طاویہ ملک رے کے بادشاہ کا تھا جب تمہارے باپ نے اس کو قتل کیا تو تمہارے بڑے بھائی امام حسنؑ کے حوالے کیا جو قیام مدائن کے زمانہ میں لے لیا گیا تھا۔ جب طاویہ امام حسین علیہ السلام کی خدمتِ بابرکت میں پہنچا تو اپنے سر کو حضرت کے دامن مبارک سے اس طرح ملتا ہے۔ جس طرح ہر وقت کا موجودہ جانور اپنے آقا کے دامن سے ملے یعنی طاویہ اپنے سر کو دامن امام حسین علیہ السلام سے مل کر اپنی دیرینہ محبت کا ثبوت دیتا تھا اور گویا زبان حال سے نہایت خوشی کے عالم میں کہہ رہا تھا۔ کہ "حق بہ حقدار رسید" (نور العین فی مشہد الحسین از صفحہ ۳۸ تا ۴۱) طبع مصر۔ اسرار الشہادت علامہ دربندی صفحہ ۳۱۹ و ۳۲۰ طبع ایران، شہید اعظم جلد ۲، صفحہ ۱۸۱ طبع بنارس ۱۹۱۴ء مائتین صفحہ ۴۶۹۔ جواہر الایقان صفحہ ۴۰۶، مجمع النورین صفحہ ۱۴۷ مجلسی صفحہ ۲۴ طبع ایران، کبریت احمر صفحہ ۲۷)

ساباطِ مدائن کا واقعہ:

مقام ساباط! یہ مدینہ میں واقعہ ہے۔ یہیں حضرت امام حسنؑ سے طاویہ چھینا گیا تھا یا لوٹا گیا تھا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ۴۰ھ میں حضرت علیؑ کے انتقال کے بعد آپ خلیفۂ

وقت ہوئے۔عراق۔ایران۔خراسان یمن، وغیرہ نے آپ کی خلافت تسلیم کر لی۔ چالیس ہزار آدمیوں نے آپ کی ہر مہم میں ساتھ دینے کی بیعت کی۔معاویہ جو حضرت علیؑ سے جنگ کرتا رہا اور جس نے بقول خواجہ حسن نظامی دہلوی حضرت علیؑ کو ابن ملجم کے ہاتھوں شہید کروایا اس سے یہ نہ دیکھا گیا کہ حضرت امام حسنؑ خلیفہ رہیں۔چنانچہ وہ چھ ہزار پر مشتمل فوج لے کر مقام مسکین میں اُترا جو بغداد سے ۱۰ فرسخ تکریت کی جانب ادانا کے قریب واقع ہے۔امام حسنؑ دفاع کے لیے تیار ہوئے اور اپنی فوج لے کر کوفہ سے ساباط مدائن میں آ گئے۔اور معاویہ کی پیش قدمی روکنے کے لیے قیس ابنِ سعد کی ماتحتی میں بارہ ہزار فوج روانہ کی۔انتظامات مکمل تھے۔معاویہ نے اس موقعہ پر ایک فریب کیا کہا امام حسنؑ کے لشکر میں یہ مشہور کرا دیا۔کہ سپہ سالار، قیس ابن سعد نے معاویہ سے صلح کر لی اور قیس کے لشکر میں اس بات کی شہرت دے دی کہ امام حسنؑ سے صلح کر لی معاویہ کا جادو چل گیا۔امام حسنؑ کی فوج میں بغاوت ہوگئی۔فوجی آپ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے۔آپ کا کل مال واسباب لوٹ لیا۔آپ کے نیچے سے مصلّیٰ تک گھسیٹ لیا۔دوش پر سے ردا بھی اُتار لی۔بعض گمراہوں نے معاویہ سے سازش کر لی اور رشوتیں لے کر قصد کیا کہ امام حسنؑ کو معاویہ کے سپرد کر دیں۔آپ وہاں سے مدائن کے گورنر سعد کی طرف چلے۔راستے میں ایک خارجی نے زانوئے اقدس پر ایک خنجر مار دیا جو بقول شیخ مفید زخم دو برس میں اچھا ہوا۔امام علیہ السلام نے چھ یا سات ماہ خلافت ظاہریہ کرنے کے بعد مجبوراً معاویہ سے صلح کر لی۔

(عمدۃ المطالب صفحہ ۴۶، طبع لکھنؤ و تاریخ آئمہ ۳۲۳)

غرضیکہ لوٹ مار میں حضرت کا گھوڑا طاویہ بھی نکل گیا تھا۔جس کو پھر حضرت عباسؑ نے ماردے سے یوم عاشورہ چھین لیا ہے۔(ذکر العباسؑ، ص ۲۶۴ تا ۲۷۲)

حضرت امام حسینؑ کی سواری کے گھوڑے

اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ ذوالجناح امام حسینؑ کے پاس کس طرح یا کہاں سے آیا؟ اس کا جواب گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کہ ذوالجناح کو امام حسینؑ کی پیدائش سے پہلے ہی رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ کو عطا کر دیا تھا تا کہ اس کی تربیت اور پرورش ہو سکے۔ اس طرح ذوالجناح حضرت امام حسینؑ کی زندگی شروع ہونے سے پہلے ہی ان کے پاس موجود تھا جناب رسالتؐ مآب کے بعد ذوالجناح حضرت علیؑ کے زیرِ تصرف رہا اور ان کے بعد یہ باقاعدہ طور پر حضرت امام حسینؑ کے زیرِ تصرف رہا اس دور کی مدت تقریباً گیارہ سال بنتی ہے بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ میدان کربلا میں یومِ عاشور کو ذوالجناح کی عمر کتنی تھی ان سے عرض یہ ہے کہ اس وقت ذوالجناح کی عمر پچپن اور ساٹھ سال کے درمیان تھی اس پر بعض نکتہ دان یہ بات کرتے ہیں کہ کیا گھوڑے کی عمر اتنی ہو سکتی ہے اگر اتنی عمر ہو سکتی ہے تو کیا وہ اس قدر چستی اور پھرتی کا مظاہرہ کر سکتا ہے جو ذوالجناح نے میدان کربلا میں دکھائی تھی ان صاحبان کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا کافی ہے کہ اوّل تو یہ جاندار خاص طور پر خلق ہوا تھا دوئم یہ معجزہ رسولؐ خدا بھی تھا کیونکہ بے شمار مقامات پر معجزات رسالت مآبؐ کے سلسلے میں درج ہے کہ بہت سے بانجھ جانور اور بنجر درخت برکت رسولؐ اللہ سے بارآور ہو گئے ہر چیز نے جناب رسولؐ کی رحمت کے اپنے پر اثر کا اظہار کیا۔ حتیٰ کہ بہت سی اشیاء سے مافوق الفطرت واقعات خود بخود ہوئے بہت سی بے جان اشیاء نے گویائی کا مظاہرہ کیا بہت سی اشیاء نے جو کہ حرکت کی قدرت نہیں رکھتیں حرکت کی اور بہت معمولات فطرت میں قوانین فطرت کے برعکس ہوا جن جانوروں پر رسولؐ اللہ نے سواری فرمائی ان کی نہ صرف عمر بڑھ گئی بلکہ ان کی قوت میں دوسرے جانداروں سے زیادہ اضافہ ہو گیا۔ اس

طرح سے یہ کوئی بعید بات نہیں ہے کہ ایسا جاندار جو کہ خاص طور پر خلق ہوا ہو اور اس کو قربت رسولؐ اللہ نصیب ہوئی ہو اس کی عمر اور قوت میں اضافہ نہ ہوا ہو۔ یوں تو ذوالجناح شروع سے ہی خاندان رسالت میں موجود تھا مگر یہ امام حسینؑ کے کلی طور پر زیرِتصرف تقریباً گیارہ سال رہا اس سے پہلے دوران حیات جناب امیرؑ امام حسینؑ ذوالجناح پر ہی سواری فرمایا کرتے تھے۔ (رسالہ ذوالجناح اے ذوالجناح)

واقعہ کربلا میں رسولؐ عربی کی سواری کے گھوڑے

مقاتل کی سیر کے چند ذمّے دار ہستیوں کی رائیں پیش کرتے ہیں جن سے سرکارِ دوعالم کے سواری میں جو راہوار دورِ نبویؐ میں رہ چکے تھے ان کی تصویر زیر نظر آئے گی۔

﴿۱﴾ ذوالجناح:

جَنَاح نامی ایک گھوڑا حضرت رسالت مآبؐ کا بھی تھا جیسا کہ مجمع البحرین (لغت) میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ "وَالجناحُ اِسم فَرَسِ لِرَسُولؐ اللّٰه"۔

ذوالجناح کو اس لیے ذوالجناح کہا جانے لگا کہ یہ بہت تیز رفتار تھا اور اس کی رفتار کی تیزی اور سبکی طائروں کی پرواز سے بہت مشابہ تھی۔

محقق طریحی نے مجمع البحرین میں اور دیگر اربابِ مقاتل نے ذوالجناح کو رسولؐ کا گھوڑا بتایا ہے اور شہرت بھی ہے کہ روزِ عاشورہ امام اسی پر سوار تھے لیکن بعض اہلِ قلم کو اس سے اتفاق نہیں ہے اور فاضل سماوی شہزادہ علی اکبرؑ کے حال میں لکھتے ہیں **وَهُوَا عَلیٰ فرسٍ یُدعَی ذوالجناح** وہ جس گھوڑے پر سوار تھے اسے ذوالجناح کے نام سے پکارا جاتا تھا اگر یہ اسپ شبیہِ رسولؐ کی سواری میں تھا تو بھی واقعۂ کربلا سے مناسبت ختم نہیں ہوتی۔

سَرِ نثارِ سُمِ ذوالجناحِ پاک مَرا
بکفش پائے تو جانم فدا سلام علیک

☆ دلگیر کہتے ہیں:-

کیوں نہ ہوتا جانِ زہراؑ عصر کا اپنے کلیم
ذوالجناحِ شاہِ دیں میں تھی شباہت طور کی

حجۃ الاسلام محمد بن محمد الشہیر المقدس زنجانی ''مفتاح الجنّہ میں لکھتے ہیں:-

امام مظلوم کا اسپِ باوفا (ذوالجناح) تھا۔ جب دیکھا کہ محمدؐ کی گود کے پلے نورِ دیدۂ محمد مصطفیٰؐ وفاطمہ زہراؑ سے میری زین خالی ہوچکی ہے تو زار وقطار روتے ہوئے قتل گاہ کی طرف دوڑ پڑا اور کافی دیر تک اُن لاشوں کے درمیان میں دوڑتا ہنہناتا اپنے شریف مالک کی نعشِ پاک تلاش کرتا رہا۔

آہ۔ واویلا جب مالک کو دیکھا جو قتل ہوئے خاک وخون میں پڑے ہیں۔ **فجعل يشمُّ رائحة ويقبله بفتحه ويمرغ ناصيةَ عليه۔**

ترجمہ: مالک کو پہچاننا شروع کیا امام مظلوم کے جسم اطہر کو سونگھنا شروع کرتا اور کبھی ہر عضو پہ بوسہ دیتا اسی طرح مسلسل یہ عمل جاری رکھا آخرکار اپنی پیشانی کو حضرت کے خون سے رنگین کیا اور غم والم میں ڈوبا ہوا اس طرح نالہ وفغاں کرنے لگا جس طرح بوڑھی ماں جوان بیٹے کی میت پر روتی ہو۔ روایت کے مطابق امام مظلوم کے ذوالجناح کی حیوانی سطح تک حق وفا کو دیکھ کر دوست دشمن حیران رہ گئے۔

مومنین! اس جانور کی ظاہری شکل وصورت دیکھنے سے دل پہ غم کا آرا چلتا ہے جس کی زین ڈھیلی پڑی ہوئی تھی باگیں کٹی ہوئی تھیں اور پیشانی وچہرے کو مظلوم کے خون سے رنگین بنائے آہ وبکا کرتا کنبہ موئی بیبیوں کے خیمہ میں آکر امام حسینؑ کی شہادت کی خبر لایا۔ اس کے ساتھ ہی زبانِ حال سے کہہ رہا تھا۔ بیبیو! اب تم بے سہارا ہوچکی ہو۔

تمہارا کوئی پُرسانِ حال نہیں رہا۔ اُٹھو اپنے سروں کو چادروں سے ڈھانپ لو اور قید و بند کے لیے تیار ہو جاؤ کیونکہ لشکرِ اعدا خیموں کو لوٹنے آنا چاہتا ہے۔ اے اہلِ عزا حضرت قائم آلِ محمدؑ فرماتے ہیں:

وَاَسْرَع فَرَسُكَ شارداً الىٰ خيامِكَ قاصداً محمحماً باكِيَة:

ترجمہ: جدِّ نامدار آپ کا اسپ وفادار ان ظالموں کے ظلم سے ہراساں اور بہت پریشان تھا۔

پس خیامِ حسینی کی طرف تیزی سے دوڑتے ہوئے اور روتے ہوئے ستم رسیدہ بہنوں کو بھائی کی شہادت کی خبر سنائی اور بوجہ اس قدر شدت غم والم صیحہ لگا تا کہ نالہ و شیون سے صحرا کی فضا بھر گئی تھی۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰؑ کو بذریعہ وحی امام مظلومؑ کی شہادت کے بارے میں بتایا۔ اے موسیٰؑ درندہ صفت قوم سرکش گروہ حسینؑ مظلوم کو کربلا نامی زمین میں شہید کرے گا۔ اس غمناک واندوہناک منظر کو دیکھ کر حسینؑ مظلوم کا وفادار گھوڑا آہ و نالہ کرتا زبانِ حال سے یوں گویا تھا: مجھے ان ظالموں سے کون بچانے والا ہے کہ جن بے حیا لوگوں نے پارۂ جگرِ فاطمہ زہراؑ کو بے دردی سے شہید کیا۔

خطیبہ اہلِ بیتؑ سیّدہ محسنہ بیگم نقوی اعلیٰ اللہ مقامہا

''مجالس محسنہ''، جلد اوّل میں لکھتی ہیں:-

ذوالجناح کی نقل یہ ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے امام حسین علیہ السلام کو عنایت فرمایا پس منقول ہے کہ جب سید الشہداؑ نے سوار ہونے کا قصد کیا ذوالجناح نے بدرکابی کی آپ نے دست شفقت پھیر کر فرمایا تو کیوں رکاب نہیں دیتا اس نے عرض کی اے راکب دوش رسولؐ میں تو خود مشتاق ہوں کہ آپ سوار ہوں مگر یہ امید ہے کہ روز عاشورا صحرائے کربلا میں اور روز قیامت میدان حشر میں مجھے یاد رکھئے گا۔ وہ جناب

چشم پُر آب ہوئے گویا آنکھوں کے سامنے معرکۂ کربلا پھر گیا کہنے لگے مطمئن رہ انشاء اللہ تعالیٰ حسینؑ تیری آرزو پوری کرے گا سنتے ہی ذوالجناح نے سر جھکا دیا اور آپ سوار ہوئے الحاصل جب وہ زمانہ آیا کہ جناب امام حسینؑ خدا سے وعدہ طفلی اور ذوالجناح سے اپنا پہلا عہد وفا کریں نانا کی قبر سے ماں کی لحد سے جدا ہو کر مکہ میں خدا کے گھر گئے وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ شدت گرما میں بہنوں کو بچوں کو ساتھ لئے جنگلوں کی پہاڑوں کی راہیں طے کرتے کربلا کے صحرا میں پہنچے۔ آٹھ دن کے بعد محرم کی دسویں تاریخ کو صبح سے موت کا بازار گرم ہوا۔ دوپہر میں بھرا گھر خالی ہو گیا۔ عباسؑ کے شانے کاٹے گئے قاسمؑ کی لاش پامال سُمِ اسپان ہوئی۔ اٹھارہ برس کا جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے دم توڑ کر مر گیا چھ مہینہ کی جان علی اصغر شیر خوار بھی چھوٹی سی گردن پر تیر کھا کر شہید ہوئے اس وقت مظلوم کربلا یکہ و تنہا ہو کر خود مرنے پر آمادہ ہوئے۔ اس وقت در خیمہ پر تشریف لا کر پکارے اے بہن زینبؑ و اُمِّ کلثومؑ اور اے سکینہؑ و ربابؑ اور اے فضہ کنیز میری مادر کی تم سب پر حسینؑ کا آخری سلام پہنچے اور ان بیبیوں پر بھی میرا سلام پہنچے جن کے اطفال و مرد میری حمایت و نصرت میں دولت شہادت سے کامیاب ہوئے اب حسینؑ تم لوگوں سے رخصت ہوتا ہے یہ فرما کر ارادہ میدان کارزار کا کیا صاحب بحرالبکا وغیرہ لکھتے ہیں کہ اس وقت پھر ذوالجناح نے چلنے میں تامل کیا پس حضرت نے فرمایا اے گھوڑے میرے نانا کے میں جانتا ہوں کہ تو بھی میرے ساتھ تین روز سے بے آب و دانہ ہے اور مضمحل ہو گیا ہے مگر اے گھوڑے یہ سواری میری تجھ پر آخری ہے عصر کا وقت اور میری شہادت کی ساعت قریب ہے تو قتل گاہ تک مجھے پہنچا دے کہ حسینؑ متمنی اور آرزومند شہادت کا ہے اور خنجر شمر میرے گلے کا مشتاق ہے۔ ذوالجناح نے کہا اے آقا جب تک میرے جسم میں جان ہے کبھی آپ کی سواری سے منہ نہ موڑوں گا اور میں جانتا ہوں کہ سواری آپ کی آخری ہے لیکن اتنا چاہتا ہوں اس وقت

عاجز کی سواری کا وعدہ فرمایا تھا اور وفا کیا اسی طرح قیامت کے دن دوسرے وعدے کا بھی خیال رکھیے گا حضرت نے فرمایا اے ذوالجناح اگر تو وفادار ہے تو حسینؑ بھی بے وفا نہیں انشاء اللہ تعالیٰ اس دن تیری امید برآئے گی۔ آہ آہ مومنین اب روییۓ اور سر پیٹئے کوئی جان نثاروں سے اب باقی نہیں ہے کہ ان حضرت کے رکابداری کرے۔ پس حضرت چپ وراست بہ نگاہِ حسرت کہتے تھے اور رورو کر فرماتے تھے اے بھائی عباسؑ واہ خوب تم نے میرا ساتھ دیا تم نہر عقلمہ پر شانے کٹائے آرام سے سوتے ہو اور تمہاری شہادت نے حسینؑ کے پشت خم کردی بھائی اب کوئی ایسا نہیں کہ حسینؑ کی رکابداری کرے پس یہ حال دیکھ کر جناب زینبؑ خیمہ سے نکل آئیں اور اپنے بھائی مظلوم کی رکابداری کی چنانچہ راوی کہتا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام ذوالجناح پر سوار ہوئے اور گھوڑے کو مہمیز کیا تو اس وفادار نے قدم آگے نہ بڑھایا۔ مومنین آپ لوگوں نے تو خیال فرمایا ہوگا کیا وجہ تھی وجہ یہ تھی کہ جناب سکینہؑ ذوالجناح کے پیروں سے لپٹ گئیں تھیں۔ مومنین جونہی حضرت کی نظر اپنے پارہ جگر پر پڑی بے تاب ہوکر گھوڑے سے اتر پڑے اور اپنی نوردیدہ کو گلے سے لپٹا لیا اس وقت سکینہ نے عرض کی اے بابا بعد آپ کے پھر مجھے کون سینہ پر سلائے گا اب میں امیدوار ہوں کہ اپنی آخری حسرت نکال لوں یعنی اے بابا تھوڑا توقف فرمایئے اور مجھے اپنے سینہ پر لٹا لیجیۓ اس وقت جناب سید الشہدا شدت سے روئے اور زمین پر بہ سبب عجلت کے لیٹ گئے اور اپنی پارہ جگر سکینہ کو لٹا کر خوب سا پیار کیا اور بہ ہزار دشواری اس کو سمجھا کر گھوڑے پر سوار ہوئے مومنین جس گھوڑے کو حضرت نے وفادار فرمایا واقعی اس نے وہ وفاداریاں کیں کہ کسی انسان سے ممکن نہیں ہے۔ منقول ہے کہ جب جناب امام حسین علیہ السلام داخل شطِ فرات ہوئے تو حضرت نے ذوالجناح سے خطاب کیا کہ اے گھوڑے تو نے میرے ساتھ بڑی بڑی مصیبتیں اُٹھائیں ہیں بھوکا رہا پیاس کے

صدمے اُٹھائے اس وقت پانی موجود ہے سیر ہو کے پی لے۔ قسم خدا کی جب تک تو سیراب نہ ہوگا حسینؑ بھی نہ پئے گا یہ فرما کر باگ چھوڑ دی ذوالجناح اپنے سر کو بلند کر کے رونے لگا اور منہ پانی کی طرف سے پھیر لیا اور عرض کی اے آقا میں کیونکر پانی پیوں حالانکہ آواز العطش العطش اطفال اور اہلِ حرم کی سنتا ہوں حضرات مقام تامل اور جگہ خاک اوڑانے کی ہے کہ حیوان تو یہ پاس حرمت آل رسولؐ کی کریں وہ کلمہ گو کیسے تھے کہ خود پانی پیتے تھے اور آلِ رسولؐ کو ایک قطرہ پانی کا نہ دیتے تھے اور عوض پانی کے تیروں کا مینہ برساتے تھے یہاں تک کہ حضرت کو ذبح کرتے دم تک ایک بوند پانی کی نہ دی منقول ہے جب حضرت شہید ہوگئے ذوالجناح نے پیشانی اپنی خون سے رنگین کی اور مثل زن پسر مردہ کے روتا نعرے مارتا خیمہ پر حاضر ہوا مومنین ذوالجناح کا معمول تھا کہ جب جناب امام حسین علیہ السلام کی سواری دروازے پر لاتا تھا اور آواز دیتا تھا اور اس کے اس دستور سے تمام بی بیاں واقف تھیں غرض اس وقت جب گھوڑے کی آواز سنی سب کو یقین ہوا کہ حضرت تشریف لائے ہیں سب بچے اور بیبیاں بے تابانہ دوڑ کر درخیمہ پر آئیں آہ آہ یہاں آ کر کیا دیکھا کہ ذوالجناح کی باگیں کٹی ہیں سوار سے پشت خالی ہے پیشانی خون سے رنگین ہے اس وقت آلِ رسولؐ نے گرد اس کے حلقہ باندھ کر ماتم شروع کیا کوئی بی بی گھوڑے کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہنے لگیں تو نے اپنے سوار کو کہاں چھوڑ دیا ہے کوئی رکاب تھام کر پوچھنے لگی تیرا زین کیوں خالی ہے، میرے والی کو کیا کیا تیری پیشانی پر کس کا خون لگا ہے۔ (مجالس محسنہ۔ جلد اوّل، صفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۴)

اوصافِ ذوالجناح

میر انیس کہتے ہیں:-

کس سے بیاں ہو سرعتِ رخشِ فلک خرام ہے کس کے آگے وسعتِ کونین ایک گام
بجلی ہے پھر ہوا سے ہلی گر ذرا لجام زیرِ قدم ہے ہند و حلب مصر و روم و شام

اُس کو سبک روی میں پرندوں پہ اَوج ہے
بجلی ہے گر ہوا پہ تو دریا پہ موج ہے

(مراثی انیس جلد سوم صفحہ ۲۸۶)

میر عشق کہتے ہیں:۔

جب زیب صدر زین ہوئے شاہنشہ امم ۔ فرمایا ذوالجناح سے چل میرے خوش قدم
اُس غیرت غزال نے اُس جا سے کی نہ رم ۔ کیا دیکھتے ہیں پھر کے شہ آسمان حشم
راحت ہے دھوپ میں تن مرکب کی چھاؤں سے
معصومہ ایک لپٹی ہے گھوڑے کے پاؤں سے

پہنچا مقابل صفِ پیکار ذوالجناح ۔ تھا اسپ خاص احمد مختار ذوالجناح
آئی صدا علیؑ کی وفادار ذوالجناح ۔ ہے کشمکش سوار سے ہوشیار ذوالجناح
ہر چند بھوک پیاس بھی دشت بلا بھی ہے
پر تیرے ساتھ ساتھ ہماری دعا بھی ہے

(۲) مرتجز:

مولانا آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:۔

یہ وہ گھوڑا ہے جس کو حضرت رسول اللہؐ نے ایک اعرابی سے خریدا تھا اور خزیمہ بن ثابت اس معاملت پر گواہ ہوئے تھے (ملاحظہ ہو حیاۃ الحیوان دمیری جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ و مجمع البحرین طریحی) دمیری نے اعتراف کیا ہے کہ خزیمہ کی گواہی دو آدمیوں کے برابر تھی ان کا ذوالشہادتین ہونا مسلم ہے اور یہ اجتہادات حد درجہ عبرت زا ہیں۔ صحابیِ رسولؐ کی تن تنہا گواہی دوسری شہادت کا درجہ رکھتی ہے اور فرزندانِ رسولِ حسنینؑ کی گواہی ناقابل قبول ہو۔ یہ الٹی منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی بہر حال یہ گھوڑا خوش آواز تھا اس

لئے اس کو مرتجز کہتے تھے۔ رجز ان اشعار کو کہتے ہیں جو مجاہد میدانِ نبرد میں فخریہ لب و لہجے میں پڑھتا ہے اس گھوڑے کا کربلا میں ہونا یقینی ہے اور پیغمبرؐ کے حکیمانہ فعل سے یہ بھی واضح ہے کہ جبکہ گھوڑے کے اوصاف میں کسی جگہ خوش آواز ہونا شرط نہیں اور کربلا کے رستخیز میں بلند آواز راہوار کی ضرورت تھی جس کی صدا فتح کے باجے اور نعرہ ہائے تکبیر اور صدائے شیون میں بے وارث عورتوں کے سامعہ تک پہنچے اور شہزادیاں سراسیمہ ہوئیں۔ (مختصر رسالہ ذوالجناح)

عماد زادہ اصفہانی ''مرتجز'' کے بارے میں لکھتے ہیں:-

''مرتجز'' حضرت رسولؐ خدا کا خصوصی گھوڑا تھا جو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد تک زندہ رہا، ''مرتجز'' نے غزوں میں سختیاں اور نبوت و ولایت کا بارِ گراں اُٹھایا۔ ''مرتجز'' کربلا میں موجود تھا۔

روزِ عاشورہ امام حسینؑ نے مرتجز کو حضرت عباسؑ کو عطا فرما دیا تھا، مرتجز کا رنگ ''نقرئی'' تھا۔ حضرت عباسؑ جو بلند قامت تھے مرتجز پر سوار ہو کر باشان و شوکت میدان میں آتے تھے۔ آپ اور آپ کا گھوڑا اسب سے بلند رہتے تھے۔ (سیرتِ امام حسینؑ جلد دوم)

حضرت رسولؐ اللہ کے گھوڑوں میں ذوالجناح اور مرتجز دونوں بلند قامت گھوڑے تھے۔ مرتجز کے اوصاف و خصوصیات میں یہ بات شامل ہے کہ کیسا ہی طویل القامت انسان کیوں نہ ہوں یہ گھوڑا جس کا نام مرتجز تھا اتنا بلند تھا کہ جب اپنی گردن اُٹھاتا تو سوار اس کی گردن کے پیچھے چھپ جاتا تھا اور سامنے سے آنے والے شخص کو سوار نظر نہیں آتا تھا۔

مرتجز کی خصوصیت میر انیس کی نظر میں:-

ترکیب کچھ جدا تھی ہر اک جوڑ بند کی
پنہاں ہوا سوار جو گردن بلند کی

''مرتجز'' جب اپنی دُم کو چنور کر کے اونچی کرتا تو پیچھے سے بھی سوار نہیں دکھائی دیتا تھا لیکن جب حضرت عباسؑ مرتجز پر سوار ہوتے تھے تو آپ کا سینہ و سر گردن سامنے سے دکھائی دیتے تھے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ قمرِ بنی ہاشم کتنے قوی القامت تھے۔

حضرت عباسؑ روزِ عاشورہ مرتجز پر سوار تھے، اس گھوڑے کا نام ''مرتجز'' حضرت رسولؐ خدا نے رکھا تھا۔ لفظ مرتجز ''رجز'' سے ہے اور رجز کے معنی ہیں بادل کی گرج اور بادل میں چمکتی ہوئی بجلی، جب مرتجز میدانِ جنگ میں آتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ بادل گرجتا ہوا آ رہا ہے، ایک بجلی سی چمک رہی ہے، حضرت عباسؑ جب مرتجز پر علم لے کر چلے تو علم دور سے نظر آتا تھا۔ یہ مرتجز کی بلندی تھی۔

حضرت عباسؑ نے جب ایک ہی حملے میں فرات پر قبضہ کر لیا مرتجز کو فرات میں ڈال دیا اور گھوڑے سے کہا تو تین دن کا پیاسا ہے پانی پی لے، مرتجز نے اپنی گردن کو پانی سے اُٹھائے رکھا۔ میر انیسؔ کہتے ہیں:-

اسوار جو بے پیاس بجھائے ہوئے نکلا
منھ پانی سے گھوڑا بھی اُٹھائے ہوئے نکلا

مرتجز ایک باوفا حیوان تھا۔ میر انیسؔ نے مرتجز کی وفاداری کی عکاسی میں، اس کے کمالات و اوصاف کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک ایک منظر نگاہوں میں پھرتا نظر آتا ہے۔

حضرت عباسؑ کی سواری کا گھوڑا ''مرتجز'' میر انیسؔ کی نظر میں

حضرت عباسؑ کا گھوڑا (مرتجز)

ناگاہ غل ہوا فرسِ تیزگام لاؤ — آیا علیؑ کا سروِ رواں خوشخرام لاؤ
ہاں رخشِ تیز رَو کو بصد اہتمام لاؤ — اسپ گراں رکاب و مرصّع لجام لاؤ
ہے انتظار آبرشِ آہو شکار کا
بیٹا سوار ہوئے گا دُلدُل سوار کا

بڑھنے میں صرف ہاں جو دہن سے نکل گیا — وحشی غزال دشتِ ختن سے نکل گیا
لشکر گلوں کی بو کا چمن سے نکل گیا — جھونکا نسیم کا تھا کہ سن سے نکل گیا
طاؤس کیا کہ برق بھی شرما کے رہ گئی
پچھلے سموں کی گرد نظر آ کے رہ گئی

(مراثیٔ انیس جلد چہارم صفحہ ۱۶۴)

مرتجز کی میدانِ جنگ میں آمد:

کہہ کر یہ بات باگ اُٹھائی سمند کی — صورت بدل گئی فرسِ سربلند کی
چھل بل ہرن کی تیز پری تھی پرند کی — سُرعت بلائیں لیتی تھی ہر جوڑ بند کی
بجلی چمک کے چھپ گئی پارا تڑپ گیا
جنگل میں یوں اُڑا کہ چکارا تڑپ گیا

مرکب قدم زمیں پہ نہ رکھتا تھا ناز سے — بجلی کو خوف کیا ہے نشیب و فراز سے
چالاکیاں دکھاتا تھا کس امتیاز سے — اُڑتا تھا پر صدا نہ نکلتی تھی ساز سے
راکب وہ ہیں جو فرقِ دو عالم کے تاج ہیں
گھوڑا بھی جانتا ہے کہ نازک مزاج ہیں

وہ تھوتنی وہ اُبلی ہوئی انکھڑیاں وہ یال — گویا کھلے تھے حور کے گیسو پری کے بال
وہ جلد وہ دماغ وہ سینہ وہ سُم وہ چال — دم میں کبھی ہما کبھی ضیغم کبھی غزال
وہ قصرِ آسماں پہ بھی جانے میں طاق تھا
دو پر اگر خدا اُسے دیتا براق تھا

گھوڑے کی یہ شکوہ وہ شوکت سوار کی — تصویر تھی ہوا پہ شہ ذوالفقار کی
وہ نور وہ چمک علمِ زرنگار کی — خوشبو مہک رہی تھی نسیمِ بہار کی
پنجہ نہ تھا نشانِ ثریّا مآب کا

تھا فرقِ جبرئیل پہ تاج آفتاب کا

(مراثی انیسؔ جلد چہارم صفحہ ۵۷)

مرتجز میدانِ جنگ میں:

غصے میں بڑھے آتے تھے عباسؑ علمدار تھی مشکِ سکینہؑ پہ سپر ہاتھ میں تلوار
حملے تھے وہی تیغ وہی اور وہی وار اس غول کے آگے کبھی اس صف کے ہوئے پار
بجلی کی تڑپ فوج میں دکھلاتا تھا گھوڑا
آتا تھا کبھی اور کبھی اُڑ جاتا تھا گھوڑا

شعلے کی لپک تیغ کے پرتو نے دکھائی بجلی کی تڑپ اسپ سبک رو نے دکھائی
رفتارِ غزال اس کی تگ و دو نے دکھائی ہر سُم کے تلے شکل مہِ نو نے دکھائی
آہو میں بھی ایسے نہ طرارے نظر آئے
ہیکل جو ہلی دھوپ میں تارے نظر آئے

گھوڑا جو رکا روک لیا فوج نے اک بار زخمی تھی کلائی پہ چلی جاتی تھی تلوار
گھبرا گئے جب پڑنے لگی تیروں کی بوچھار مشکیزے کو جھک جھک کے بچاتا تھا علمدار
پیہم صفِ اعدا سے یہ ناوک فگنی تھی
گھوڑے کی بھی گردن دُمِ طاؤس بنی تھی

(مراثی انیسؔ جلد سوم صفحہ ۱۵۲)

شبدیز کو رانوں میں دلاور نے جو دابا پھرا گیا برچھوں ہی وہ گھوڑا دو رکابا
تنگی سے قفس تھا اُسے دنیا کا خرابا اُترا تو دہانے کو عجب غیظ سے چابا
نے جست نظر آئی نہ کاوا نظر آیا
پھرتا ہوا لشکر میں چھلاوا نظر آیا

پامال عدو وقت تگ و دو نظر آئے　　جس غول میں دو سو تھے وہاں سو نظر آئے
تارے دمِ شوخی و ترّوا رو نظر آئے　　جب جم کے اُڑا چار مہ نو نظر آئے
بجلی تو بلندی پہ شرارے تھے زمیں پر
خورشید تو زیں پر تھا ستارے تھے زمیں پر

(مراثیٔ انیس جلد سوم صفحہ ۳۰۲)

مرتجز فرات میں:

دو دن سے بے زباں پہ جو تھا آب و دانہ بند　　دریا کو ہنہنا کے لگا دیکھنے سمند
ہر بار کانپتا تھا سمٹتا تھا بند بند　　چمکارتے تھے حضرت عباسؑ ارجمند
تڑپاتا تھا جگر کو جو شور آبشار کا
گردن پھرا کے دیکھتا تھا منھ سوار کا

چمکارتے تھے حضرت عباسؑ نیک نام　　بس اتنا مضطرب نہ ہو اے اسپ تیز گام
گر تو ہے تشنہ کام تو ہم بھی ہیں تشنہ کام　　پیاسا ہے ذوالجناحِ شہنشاہِ خاص و عام
اُٹھتا ہے شورِ گریہ محمدؐ کی آل سے
آگاہ کیا نہیں ہے سکینہؑ کے حال سے

عباسؑ نے کہا جو یہ بچوں کا حالِ زار　　گردن ہلا کے رہ گیا اسپِ وفا شعار
جب نہر علقمہ میں در آیا وہ نام دار　　پانی سے تھوتھنی کو اُٹھاتا تھا بار بار
جاں بازیِ سمند پہ غازی نے رو دیا
غازی کے منھ کو دیکھ کے تازی نے رو دیا

(مراثیٔ انیس جلد دوم صفحہ ۱۸۸)

چمکار کے رہوار کو اُس نہر میں ڈالا　　لہرایا جو پانی تو ہوا دل تہ و بالا
پیاسے تھے جو دو روز سے گھر میں شہِ والا　　مشکیزے کو بھر کر بسرِ دوش سنبھالا

اسوار جو بے پیاس بجھائے ہوئے نکلا
منھ پانی سے گھوڑا بھی اُٹھائے ہوئے نکلا

رہوار سے فرمایا کہ یہ سخت گھڑی ہے　　رستے میں پرا باندھے ہوئے فوج کھڑی ہے
مشکیزے سے ایک ایک کی آنکھ اب تو لڑی ہے　　پانی نہ تلف ہو یہ مجھے فکر بڑی ہے
دل سینے میں بے تاب ہے پیاسوں کے الم سے
مشکیزہ سنبھالوں کہ لڑوں فوجِ ستم سے

گھوڑے نے کہا ہے ابھی در پیش لڑائی　　خیمے تلک اس فوج سے مشکل ہے رسائی
حضرت نے تو یاں پیاس بھی آکر نہ بجھائی　　اور اس پہ بھری مشک ہے کاندھے پہ اُٹھائی
بے پانی پیئے ضعف سوا ہوئے گا آقا
طاقت ہی نہ ہوئے گی تو کیا ہوئے گا آقا

عباسؑ نے فرمایا کہ اے اسپِ وفادار　　سیراب علمدار ہو پیاسا رہے سردار
مرجانا تو ہے سہل پہ یہ امر ہے دشوار　　فرزند میں اس کا ہوں جو کوثر کا ہے مختار
تو پی لے اگر شدتِ تشنہ دہنی ہے
اب ہم ہیں یہ انبوہ ہے اور تیغ زنی ہے

گھوڑے نے کہا اے اسد اللہ کے جانی　　ہر چند ہے دو دن سے مجھے تشنہ دہانی
پر جب نہ پئیں آپ تو کیوں کر پیوں پانی　　ہرگز مجھے منظور نہیں پیاس بجھانی
تا خیمہ گیا بچ کے اگر فوج ستم سے
چار آنکھیں نہ ہوں گی فرسِ شاہ اُمم سے

(مراثی انیس جلد سوم صفحہ ۱۳۱۔۱۳۲)

مرتجز کی خوبیاں:

وہ تیغ کی تڑپ وہ تگ و دو سمند کی　　وحشت ہرن کی تیز پری تھی پرند کی

ترکیبَ کچھ جدا تھی ہر اک جوڑ بند کی　　پنہاں ہوا سوار جو گردن بلند کی
پریوں کی جان جاتی تھی یال اس کی دیکھ کر
طاؤس سر جھکاتے تھے چال اس کی دیکھ کر

دونوں کنوتیاں ہیں کہ پیکانِ تیر ہیں　　چاروں سُم اس کے غیرتِ بدر منیر ہیں
آنکھوں پہ کیجئے جو نظر بے نظیر ہیں　　یال ایسے جس کے پیچ میں پریاں اسیر ہیں
سرعت میں اس سے طیر کو نسبت نہ تیر کو
نرمی یہ جلد میں کہ خجالت حریر کو

چیتے کی جست شیر کی چتون ہرن کی آنکھ　　شرمائے جس سے آہوئے چین و ختن کی آنکھ
پڑتی تھی یوں حریف پہ اس صف شکن کی آنکھ　　لڑتی ہے جیسے جنگ میں شمشیرزن کی آنکھ
راکب شجاع تھا تو فرس بھی دلیر تھا
گھوڑا پروں میں تھا کہ غزالوں میں شیر تھا

بجلی صفوں میں کوند رہی تھی دم جدل　　ہل چل میں ہر پرے یہ پڑا تھا تو دل پہ دل
وہ تھوتنی وہ آنکھ وہ سُم وہ کمر کفل　　دیکھا نہ آج تک کہ مڑے اس طرح سے کل
عالم تھا تن کی بو میں گلوں کی شمیم کا
موڑا جدھر نکل گیا جھونکا نسیم کا

چمکار کر یہ کہتے تھے عباسؑ نیک خو　　حقِ وفا جو ہے وہ ادا کر چکا ہے تو
پامال فوج ہو چکی اب چل کنارِ جو　　بس اب فقط ہے مشک کے بھرنے کی آرزو
ماتم بپا ہے گھر میں شہِ مشرقین کے
پانی بغیر مرتے ہیں بچے حسینؑ کے

(مراثی انیس جلد سوم صفحہ ۱۶۳)

مرتجز اور ذوالجناح:

پانی سے منھ اُٹھائے جو تھا اسپِ سربلند ڈھیلا کیا دلیر نے خود جھک کے زیر بند
بولا ہلا کے سر کو سمندِ وفا پسند پیاسا ہے ذوالجناحِ شہنشاہِ ارجمند
حیوان تو ہوں حضور! پہ خوش اعتقاد ہوں
میں بھی تو ابنِ فاطمہؑ کا خانہ زاد ہوں
فرمایا آپ نے مرے غم خوار مرحبا ڈگتا نہیں کبھی قدمِ صاحبِ وفا
تو اپنی خانہ زادی کا حق کر چکا ادا پیشِ خدا بزرگ ہے صابر کا مرتبا
پانی سے اے فرس تجھے جب اجتناب ہو
سیراب کس طرح پسر بوتراب ہو

(مراثی انیسؔ جلد چہارم صفحہ ۱۷۲)

مرتجز حضرت عباسؑ کی شہادت کے بعد:

ناچار لاش چھوڑ کے اُٹھے امام دیں مشک و علم کو لے کے چلے اکبرِؑ حزیں
کوتل تھا ساتھ اسپِ علمدارِ مہ جبیں باگیں کٹی تھیں تیغوں سے ڈھلکا ہوا تھا زیں
لٹکی ہوئی تھی تیغ و سپر بھی دلیر کی
پُرخوں زرہ سمند پہ رکھی تھی شیر کی
ماتھا لہو سے ڈوبا ہوا تھوتھنی فگار سینہ بھی سب چھنا ہوا گردن بھی زخم دار
گردن پھرا کے تکتا تھا دریا کو بار بار یعنی پڑا ہے دشت میں تنہا مرا سوار
خادم برہنہ سر لیے آتا ہے اس طرح
دُلدُل کو لوگ لاتے ہیں مجلس میں جس طرح

(مراثی انیسؔ جلد چہارم صفحہ ۱۷۶)

﴿۳﴾ عقاب:

کتاب ''سرور المومنین'' میں حکایت اسپ ''عقاب'' بدیں نہج مرقوم ہے۔ عقاب جناب رسالت مآبؐ کی سواری کا گھوڑا تھا۔ بعد وفات سرور کائناتؐ کسی کو سواری نہ دیتا تھا۔ جب یہ اسپ وراثتاً حضرت امام حسینؑ کو ملا، حضرت نے کسی باغ کی سیر کا ارادہ کیا اور احباب واعزا کو ساتھ لیا تمام گھوڑے اصطبل سے تیار ہو کر سامنے آئے، عقاب پر بھی زین کسا گیا، حضرت نے سکوت فرمایا اس لیے کہ آپ کو معلوم تھا کہ وفات سرور کائناتؐ کے بعد عقاب نے کسی کو سواری نہ دی تھی۔ دفعتاً ندائے غیب آئی حسینؑ تم اپنے بھائیوں اور اولادِ عقیل اور اپنے فرزندوں سے کہو کہ عقاب پر سوار ہوں، منقول ہے کہ جو بزرگ عقاب پر سوار ہونا چاہتا تھا عقاب بدرکابی کرتا تھا اور اپنی پشت پر کسی کو سوار نہ ہونے دیتا تھا۔ حضرت علی اکبرؑ نے بھی قصدِ سواری فرمایا۔ عقاب نے شکلِ ہم شکلِ رسولؐ دیکھ کر اپنی گردن جھکا دی اور خود قریب آ کر بولنے لگا۔ گویا وہ مشتاقِ سواری تھا۔ حضرت علی اکبرؑ اس پر سوار ہوئے، عقاب علی اکبرؑ کی سواری میں رہا یہاں تک کہ عقاب ہی پر حضرت علی اکبرؑ خیمے سے رخصت بھی ہوئے۔

مذکورہ بالا روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی اکبرؑ فنِ اسپ رانی میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے اس لیے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جانور سواری نہیں دیتا اور بعض اشخاص جن کی دور رس نگاہیں سبب بدرکابی معلوم کر لیتی ہیں بآسانی اس پر سوار ہو جاتا ہے نیز اس واقعہ سے حضرت علی اکبرؑ کی عظمت کا ایک پہلو یہ بھی نمایاں ہوتا ہے کہ جانور بھی آپ کی عزت و توقیر کرتے تھے ان کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ حضرت علی اکبرؑ کے سامنے بدرکابی کر سکیں، اس کا سبب اگر محض شباہتِ رسولؐ کو سمجھا جائے اور یہ مان لیا جائے کہ گھوڑے نے ہم شبیہ رسولؐ کو دھوکے میں رسولؐ بھی سمجھ لیا اور سواری دینے پر آمادہ ہو گیا

تو بھی حضرت علی اکبرؑ کی فضیلت کے لیے کافی ہے۔کوئی رسولِؐ مقبول کا ایسا شبیہ بھی تو ہو جسے جانور بھی رسولؐ سمجھنے پر مجبور ہوں، نیز اس واقعہ میں صدائے غیب کا آنا بتا رہا ہے کہ یہ امورمن جانب اللہ تھے قدرت بھی حضرت علی اکبرؑ کی فضیلت کو اُجاگر کرنا چاہتی تھی۔

عقاب مشہور شکاری پرندکو کہتے ہیں ابنِ شہر آشوب نے اس نام کا راہوار حضورؐ کے اصطبل میں تسلیم کیا ہے اور علامہ کاشفی کی تحقیق ہے کہ یہ گھوڑا روزِ عاشور حضرتِ علی اکبر کی سواری میں تھا۔ایک طرف تو شہزادہ علی اکبرؑ کی سواری کے سلسلے میں ذوالجناح کا نام آیا ہے ممکن ہے کہ ذوالجناح اور عقاب ایک ہو اور تیز روی نے یہ لقب دیا ہو۔شعرا تیز رفتار گھوڑے کو عقاب سے مثال دیتے ہیں۔ میر انیسؔ فرماتے ہیں (گھوڑے کی تعریف میں)۔

سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا دریا میں موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

رخصتِ شہزادۂ علی اکبر کے حال میں ہے۔جب ان کو اِذن جہاد مل چکا امام نے اپنے ہاتھ سے فرزند کے جسم پر آلاتِ حرب آراستہ کیے۔

''حضرت علیؑ کا پٹکا اُن کی کمر میں باندھا،فولادی خود اُن کے سرِ مبارک پر رکھا اور اپنے گھوڑے عقاب پر سوار فرمایا،حضرت علی اکبرؑ کا گھوڑا حرم سرا سے اس قدر قریب آ گیا تھا کہ خواتین کے رخصت کرنے میں بے پردگی کا ڈر نہ تھا۔ماں اور بہنیں علی اکبرؑ کی رکابوں اور باگ سے لپٹ گئیں۔آنسوؤں کی جگہ آنکھوں سے خون بہہ رہا تھا یہ تلاطم دیکھ کر امام نے فرمایا کہ علی اکبرؑ سے ہاتھ اٹھاؤ وہ سفرِ آخرت پر تیار ہیں۔

(روضۃ الشہداء، مُلّا کاشفی)

عقاب کا شجرہ:

عقاب بن نیزہ وب بن قابل بن بطّال بن زاد الراکب بن الکفاح بن الجناح بن

موج بن میمون بن ربیح، امر اللہ تعالیٰ قال کن فکان بامرہ (بحار الانوار)

عقاب نامی گھوڑے کا نسب اور رسولؐ خدا کا اس پر سوار ہونا اور کربلا میں حضرت علی اکبر کی عقاب پر سواری

علاّمہ صدر الدین قزوینی، ریاض القدس جلد دوم میں لکھتے ہیں:۔

شاذان جبرئیل قمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا یہ گھوڑا عقاب نامی منفرد تھا۔ اس گھوڑے کو سیف بن ذی یزن نے حضرت رسولؐ خدا کے لیے بھیجا تھا۔ (اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ گھوڑا بہت عالی نسب تھا کہ بادشاہِ دین دنیا کی نذر کیا گیا) کتاب انیس العہد میں اس کے بارے میں یہ تشریح و وضاحت تحریر کیا جا چکا ہے سردست اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ سیف نے یہ گھوڑا آنحضرتؐ کو بھیجا اس وقت آنحضرت کا سن مبارک پانچ سال کا تھا اور عقاب کی عمر زیادہ تھی۔ اس کا نسب یہ ہے کہ عقاب بن نیزوب بن قابل بن بطّال بن زاد الراکب بن الکفاح بن الجناح بن موج بن میمون بن ربیح۔ جب آنحضرتؐ اپنی پانچ سالہ عمر میں اس پر سوار ہوئے اور آپ نے حلقہ رکاب میں قدم رکھا تو اس گھوڑے نے ارزاہ فخر و مباہات اظہار مسرت کیا اور گھوڑے نے اس طرح دونوں ہاتھ بلند کئے۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ **فانتشط من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم** کہ گھوڑے کا دونوں ہاتھ بلند کرنا اس کے انبساط و خوشی کی نشانی تھا کیونکہ جانور آنحضرت کو پہچانتا تھا۔ لیکن جب گھوڑے نے اس طرح ہاتھ بلند کئے تو آنحضرتؐ کے چچا وغیرہ پریشان ہوئے اور یہ خیال ہوا کہ مبادا آنحضرتؐ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ سب کے سب گھوڑے کے نزدیک پہنچے کہ اسے سرکشی سے روکیں تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم لوگ پریشان و مضطرب نہ ہو

یہ گھوڑا وجد و سرور کے عالم میں ہے اس لیے کہ میں اس پر سوار ہوں۔ کسی قسم کا خوف نہ کرو۔ یہ واقعہ روز عاشورا حضرت علی اکبرؑ کے عقاب پر سوار ہونے سے ملتا جلتا ہے۔ جب شہزادہ علی اکبر علیہ السلام روز عاشورا عقاب پر سوار ہوئے دوسری رکاب گھوڑے کے سموں سے ملی ہوئی تھی۔ اس وقت مخدرات اور تمام لوگوں نے خوف کیا کہ مبادا حضرت علی اکبرؑ کو گھوڑا نہ گرا دے۔ وہی گھوڑا تھا کہ جو سیف بن ذی یزن نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کیا تھا۔ اور واقعہ کربلا تک اس گھوڑے کی عمر کم از کم ایک سو دس سال ہوتی ہے۔ سوال ہوسکتا ہے کیا گھوڑے کی عمر اتنی ہوسکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خصوصیات نبوت و ولایت کا اثر ہے کیونکہ جب صاحب نبوت و ولایت عمر رسیدہ گھوڑے پر سوار ہو تو وہ جوان ہو جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کے بعد عقاب نامی گھوڑا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی سواری میں رہا جو شاہ ولایت ہیں بعدہٗ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی سواری میں رہا جو سردار جوانان جنان ہیں اور آپ کے بعد یہی گھوڑا حضرت امام حسین علیہ السلام کی سواری میں رہا جب کہ حسینؑ بھی جوانان جنان کے سردار ہیں۔ اور روز عاشورا محرم امام حسین علیہ السلام نے اس گھوڑے کو حضرت علی اکبرؑ کی سواری کے لیے مخصوص فرمایا یہ گھوڑا ہر ایک بات بوجہ فراست سمجھتا تھا مثلاً یہ کہ جب حضرت علی اکبرؑ کے فرق مبارک پر تلوار لگی اور سر شگافتہ ہوگیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے تھے گھوڑا بالفراست سمجھ گیا کہ اس وقت حضرت علی اکبرؑ کی یہ خواہش ہے کہ کسی عنوان خیمہ تک پہنچ جائیں چنانچہ گھوڑے نے خیمہ کا رخ کیا لیکن کثرت لشکر کی وجہ سے اسے راستہ نہ مل سکا۔ وہ لشکر کی طرف لے گیا اور لشکر عمر بن سعد نے حضرت علی اکبرؑ کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور گھوڑے کو بھی دشمنوں نے تیروں سے زخمی کر دیا تھا لیکن

اس کے باوجود گھوڑے نے اس وقت جنبش نہیں کی جب تک کہ شہزادہ علی اکبرؑ زمین پر نہ گرے اور گھوڑا دشمنوں کو برابر ہٹاتا رہا اور جب امام حسینؑ مقتل میں پہنچے ہیں تو لاش علی اکبرؑ نہ ملی آپ فریاد کر رہے تھے کہ اے علی اکبرؑ، لاش پر پہنچنے کو تمام ارباب مقاتل نے لکھا ہے مگر کس نے یہ نہیں لکھا کہ امام حسینؑ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے یا پیادہ پا تھے۔ لیکن صدرالدین قزوینی کہتے ہیں کہ والد مرحوم نے تحریر کیا ہے کہ امام حسینؑ پیادہ پا تھے اور علی اکبرؑ علی اکبرؑ کہہ رہے تھے ہر طرف دیکھتے تھے مگر علی اکبرؑ نظر نہیں آتے تھے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ ناگاہ آپ کی نظر عقاب پر پڑی یعنی آپ نے حضرت علی اکبرؑ کے گھوڑے کو دیکھا کہ زین خالی ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے عقاب سے سوال کیا کہ میرا علی اکبرؑ کہاں ہے۔ میرے علی اکبر کو کہاں چھوڑا ہے۔ گھوڑے نے نشاندہی کی اور آپ لاش علی اکبرؑ پر پہنچے۔ چند لمحہ علی اکبرؑ کے جسم پر لگے ہوئے زخموں کو دیکھا پھر علی اکبرؑ کا سر اُٹھایا اور اپنے زانو پر رکھا۔ (ریاض القدس، جلد دوم، ص ۶۹۔۷۲)

حضرت علی اکبرؑ کا مرکب عقاب سے زمین پر گرنا اور امام حسینؑ کا پہنچنا

علاّمہ صدرالدین قزوینی، ریاض القدس جلد دوم میں لکھتے ہیں:-

جب حضرت علی اکبر علیہ السلام اپنے مرکب عقاب نامی سے زمین پر گرے۔ وَ افرش المضمار وارتفع الغبار رمق بطرفه الی الخیام وصاح الی الامام یا ابتۃ علیك مِنّی السلام جب کہ شہزادہ علی اکبرؑ زین فرس سے زمین پر گرے اور میدانِ کارزار سے گرد و غبار کم ہوا تو آپ نے خیام کی طرف نگاہ کی کافی فاصلہ پر خیام تھے نہ روے پدر نظر آیا اور نہ کوئی دوسرا آدمی نظر آیا۔ حسرت کے ساتھ

ایک آہ سوزاں کھینچی اور صیحہ کیا۔ یعنی زور سے پکارا بلند آواز کے ساتھ پکارا کہ۔ اے بابا میرا اسلام ہو آپ پر۔ خدا حافظ اب علی اکبرؑ کا دم آخر ہے۔ امام حسینؑ نے خیام کے صدر دروازہ پر آواز سلام علیؑ اکبر سنی فرمایا۔ **و علیك السلام ولدی قتل اللّٰه قتلوك** اے نورِ نظر تم پر بھی میرا اسلام ہو جنہوں نے تجھے قتل کیا ہے خدا ان کو قتل کرے۔ پس آپ بہ عجلت تمام مقتل میں پہنچے۔ بروایت روضۃ الشہداء حضرت امام حسینؑ نے ہر طرف علی اکبرؑ کو دیکھا۔ ناگاہ عقاب علی اکبرؑ پر نظر پڑی۔ فرماتے ہیں اے عقاب میرا فرزند کہاں ہے تو مجھے میرے بیٹے تک پہنچا دے۔ ایک مرتبہ حضرات حسنینؑ خوش کردار زمانہ رسولؐ میں گم ہو گئے تھے تو ہرن نے آ کر خبر دی تھی اور آنحضرتؐ جا کر خبر آہو پر امام حسنؑ و حسینؑ کو لائے ہیں اسی طرح عقاب نے بھی حضرت علی اکبرؑ کی نشاندہی کی امام حسینؑ بھی جوان فرزند تک پہنچے دیکھا کہ ہر طرف سے لشکر کوفہ کے لوگ گھیرے ہوئے ہیں۔ آپ نے صیحہ کیا اور وہ ملعون لاش علی اکبرؑ سے ہٹ گئے اور دُور دُور چلے گئے۔ (ریاض القدس، جلد دوم، ص ۶۰۔۶۱)

حجۃ الاسلام محمد بن محمد الشہیر المقدس زنجانی ''مفتاح الجنۃ'' میں لکھتے ہیں:-

عقاب نامی گھوڑا جو امام حسین علیہ السلام کے کڑیل جوان بیٹے علی اکبرؑ کی سواری کے لیے مخصوص تھا۔ جب لشکر کفار نے شبیہ پیمبرؐ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور آنجناب کے بدن نازنین پر حملہ پر حملہ کرنے لگے جب کہ خیمہ گاہ جانے کا راستہ بھی روک دیا تھا تو مجبوراً یہ عقاب نامی گھوڑا نورِ چشم مصطفیٰ پارۂ جگر علیؑ مرتضیٰ اور نورِ نظر حضرت فاطمہؑ زہرا کو لشکر عمر بن سعد میں لے گیا۔ پس موقع غنیمت پاتے ہی اہل کوفہ و شام یکبارگی اس جوان پہ ٹوٹ پڑے ہر طرف سے حملہ پر حملہ کرنے لگے اہلِ عزا اسی جوان کے متعلق اہلِ بیتؑ رسول فرماتے ہیں: **کنا اذا شتقنا الیٰ زیارۃ رسول**

اللّٰہ فنظرنا الیٰ وجھك ۔(ترجمہ) ہم سب اہل بیتؑ جب جدِّ نامدار رسولؐ اللہ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تو ہم علی اکبرؑ کے چہرے کو دیکھ لیتے۔آہ واویلا حسینؑ کے ستم رسیدہ بیٹے پر تیغ وتبر اور تیر وخنجر کے وار کیئے گئے جس سے آں جناب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔یوں بھی منقول ہے کہ جب باوفا عقاب نامی گھوڑے نے دیکھا کہ کفار ہر طرف سے ٹوٹ پڑے ہیں اور اس کا مالک شمشیروں اور نیزوں میں گھر چکا ہے۔ میں ایسا کیوں نہ کہوں کہ عالم معنی میں اسپ وفادار کے دل پہ الہام الٰہی ہوا کہ اے عقاب میرے اس نوجوان کو جلد از جلد یوسف خوار درندوں کے چنگل سے آزاد کرائیں۔پس یہ سنتے ہی وہ علی اکبرؑ کو دُور جنگل کی طرف لے گیا یہاں تک یوسفِ زہرؑا امامِ مظلومؑ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا آخر کار ہنگامِ شہادت کی گھڑیاں آ پہنچیں ستم رسیدہ باپ کے کانوں میں یا ابا ادرکنی کی صدا گوش زد ہوئی تو شہِ شہیداں گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے مقتل میں پہنچے دیکھا کہ علی اکبرؑ کا گھوڑا میدان سے دور جا پہنچا تھا جس کی زین اور باگیں خون آلود تھیں اور خود آہ و نالہ وفریاد کر رہا تھا۔کبھی نصرت طلبی کا استغاثہ کرتا اور کبھی خیام حسینی کی طرف اپنی آواز میں یہ کہتا کہ یہ گروہِ اشقیاء فرزند زہرؑا کے قتل کے درپے ہیں۔(مفتاح الجنہ،ص۱۵۳۔۱۵۴)

خطیبہ اہلِ بیتؑ سیّدہ محسنہ بیگم نقوی اعلیٰ اللہ مقامہا ''مجالس محسنہ''، جلد اوّل میں لکھتی ہیں:-

کتاب سرور المومنین میں منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت وفات جو تبرکات آپ کے پاس موجود تھے اپنے جانشین امیر المومنین کو بلا کر عنایت کیے اس میں سے بعض کی تفصیل یہ ہے خود وزرہ ذات الفصول دعمامہ ودوملبوس خاص ایک شب معراج اور ایک جنگ احد میں جسے زیب بدن کیا تھا اور ردناقہ ایک

صہبا اور دوسرا غصبا اور دو گھوڑے ایک عقاب ایک ذوالجناح اور ایک انگشتری ایک ذوالفقار اور یعفور دراز گوش۔ الحاصل منقول ہے کہ بعد وفات سید کائنات دو جانوروں نے حضرت کے صدمۂ مفارقت سے اپنی جان دی ایک تو یعفور کہ اس نے اپنے تئیں کنویں میں گرادیا کہ وہی اس کا مدفن ہوا۔ دوسرے غصبا کہ اس نے ترک آب و دانہ کر کے اپنے تئیں ہلاک کیا۔ جناب سیدہؑ نے اسے گڑھا کھدوا کر دفن کر دیا اور حکایت عقاب کی صاحب سرور المومنین یوں لکھتے ہیں کہ جب وہ گھوڑا امام حسینؑ کو ارث میں پہنچا ایک دن دوستوں اور عزیزوں کے ساتھ آپ نے باغ کا ارادہ کیا سب گھوڑوں کے ساتھ تیار ہو کر وہ بھی حاضر ہوا حضرت نے اسے دیکھ کر سکوت فرمایا اس واسطے کہ آپ جانتے تھے کہ بعد وفات جناب رسولؐ خدا عقاب نہیں چاہتا کہ کوئی اس پر سوار ہو ہاتف نے آواز دی کہ یا ابا عبداللہ تم جناب امیر اور عقیل کی اولاد اور اپنے فرزندوں کو کہو اس پر سوار ہوں دیکھو کس کی سواری کو پسند و قبول کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے جو بزرگوار سوار ہونے کا قصد کرتے تھے عقاب بدرکابی کرتا تھا تا آنکہ جناب علی اکبرؑ نے قصد کیا۔ اس مرکب نے ہمشکل نبی کو دیکھ کر گردن جھکا دی اور خود قریب آ کے خوش ہو کے بولنے لگا گویا ان کی سواری کا مشتاق تھا۔ بہر حال جب شاہزادہ سوار ہوا سب عزیز و احباب تو مسرور ہوئے مگر جناب امام حسین علیہ السلام کچھ سوچ کے بے اختیار رونے لگے۔ اصحاب نے عرض کی خوشی کے وقت رونے کا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا مجھے خیال آ گیا کہ آج تو یہ عقاب پر چڑھے ہیں اور چچا بھائی ان کے خوش ہوتے ہیں ایک دن وہ ہوگا کہ یہی فرزند سینہ پر برچھی کھا کر اسی گھوڑے کی پشت سے زمین پر گرے گا اور ہزاروں دشمن گرد کھڑے خوش ہونگے اس وقت چچا و بھائیوں میں کوئی خوش نہ ہوگا سب کے سب پہلے ہی شہید ہو چکے ہونگے۔ میں خود ان کی میت کو تابوت کے بدلے

اسی گھوڑے پر رکھ کر مقتل سے خیمہ گاہ میں لاؤں گا (مجالس محسنہ۔جلد اوّل،صفحہ۱۵۱)

حضرت علی اکبرؑ کا گھوڑا ''عقاب'' میر انیسؔ کی نظر میں

عقاب کی خوبیاں:

لکھتا ہے اِدھم قلم اب سرعت عقاب　　نعل اس کے ماہِ نو ہیں تو سم رشکِ آفتاب
پستی میں سیل ہے تو بلندی میں ہے سحاب　　سُرعت میں برق گرم روانی میں جوئے آب
اُڑنے میں اس فرس کو پرندوں پہ اوج ہے
اک شور تھا قدم نہیں دریا کی موج ہے
افزوں ہے زُلفِ حور سے خوشبو اُیال کی　　دیکھیں تو لیں بلائیں صدا بال بال کی
پریاں خرام میں شاگرد چال کی　　غصے میں جست شیر کی شوخی غزال کی
وہ حُسن تن پہ ساز کا جو بن براق کا
دُلدُل کے ہاتھ پاؤں تو چہرہ براق کا

(مراثی انیسؔ جلد چہارم صفحہ۱۹۰)

سمٹا جما اُڑا ادھر آیا ادھر گیا　　چمکا پھرا جمال دکھایا ٹھہر گیا
تیروں سے اُڑ کے برچھیوں میں بے خطر گیا　　برہم کیا صفوں کو پروں سے گزر گیا
گھوڑوں کا تن بھی ٹاپ سے اُسکے فگار تھا
ضربت تھی نعل کی کہ سرو ہی کا وار تھا
وہ جست و خیز و سرعت و چالاکی سمند　　سانچے میں تھے ڈھلے ہوئے سب اُس کے جوڑ بند
سم قرص ماہتاب سے روشن ہزار چند　　نازک مزاج و شوخ و سیہ چشم و سر بلند
پتلی جدھر سوار نے پھیری وہ مڑ گیا
اترا وہ برق بن کے پری ہو کے اُڑ گیا

جرات میں رشک شیر تو ہیکل میں پیل تن　　پوئی کے وقت کبک دری جست میں ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابر قطرہ زن　　بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن
سیماب تھا زمین پہ فلک پر سحاب تھا
دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

غصے میں انکھڑیوں کے ابلنے کو دیکھئے　　بن بن کے جھوم جھوم کے چلنے کو دیکھئے
سانچے میں جوڑ بند کے ڈھلنے کو دیکھئے　　تھم کر کنوتیوں کے بدلنے کو دیکھئے
وہ تھوتھنی کہ غنچۂ سوسن سے تنگ تر
وہ انکھڑیاں خجل ہوں ہرن جن کو دیکھ کر

(حیات انیس صفحہ نمبر ۲۰۱)

عقاب میدانِ جنگ میں:

بجلی سا ہر اک صف سے نکل جاتا تھا گھوڑا　　تھا سایۂ زلفِ علی اکبرؑ اُسے کوڑا
سر کٹ کے گرا جس کا اُسے ٹاپ سے توڑا　　ماتھے پہ لگے تیر، پہ منھ اُس نے نہ موڑا
اُڑتا ہوا یوں فوج کے انبوہ سے نکلا
معلوم ہوا کبکِ دری کوہ سے نکلا

یہ صف ہوئی پامال تو اس صف میں در آیا　　طاؤسِ خیال اُس سے نہ سرعت میں بر آیا
یاں سے جو گیا واں تو اُدھر سے اِدھر آیا　　نظروں سے چھپا گاہ تو گاہے نظر آیا
اُڑنے میں مہک گل کی تنِ صاف سے آئی
ہر غول میں غُل تھا کہ پری قاف سے آئی

(مراثی انیس جلد دوم صفحہ ۲۷۰)

عقاب کی رفتار:

نازک مزاج و نسترن اندام و تیز رَو　　گردوں سیر، بادیہ پیما، برق دَو

اس کا نہ اک قدم نہ زقندیں ہرن کی سو　　دو روز سے نہ کاہ ملی تھی اُسے نہ جَو
رفتار میں ہَوا تھا اشارے میں برق تھا
سرعت میں کچھ کمی تھی نہ چھل بل میں فرق تھا

صرصر سے تند بو سے سبک رو ہوا سے تیز　　چالاک فہم و فکر سے ذہن رسا سے تیز
طاؤس و کبک و نسر و عقاب و ہما سے تیز　　جانے میں اُڑ کے ہُد ہُد شہر سبا سے تیز
ذی جاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا
رہوار کیا ہوا پہ سلیمانؑ کا تخت تھا

عقاب کی خوبیاں:

سو سو کا سر اک ضرب میں کٹتے نہیں دیکھا　　یوں غیض میں شیروں کو جھپٹتے نہیں دیکھا
بڑھ کر کبھی جرار کو ہٹتے نہیں دیکھا　　گھوڑے کو کسی باگ پہ پھٹتے نہیں دیکھا
جب ہاتھ اُٹھا برچھیوں پھر آتا ہے گھوڑا
پتلی کے اشارے کو سمجھ جاتا ہے گھوڑا

آفت میں زمانہ تھا تلاطم میں خدائی　　چلاتی تھیں پریاں کہ سلیمانؑ کی دہائی
دکھلا گئی تیغ اپنی بُرش سر پہ جب آئی　　ہر صف کو دکھا دیتا ہے ہاتھ اپنی صفائی
وہ چور تھا ٹاپوں سے جو توسن پہ چڑھا تھا
اسوار تو اسوار فرس رن پہ چڑھا تھا

ہر نعل تھا غیرت دِہِ تیغِ صفہانی　　جب ٹاپ پڑی خاک سے پیدا ہوا پانی
کف منھ سے گرایا یہ غضب کی تھی نشانی　　تیزی یہ ہوا میں تھی نہ دریا میں روانی
یوں رکھتا تھا آہستہ قدم دوش صبا پر
بوئے گل جاتی ہے جس طرح ہوا پر

سرعت میں تگ و دو میں چھلاوے سے زیادہ ۔۔۔ باگ اس کی تھی کیا جو دل راکب کا ارادہ
دریا پہ سمجھتا تھا ہر اک موج کو جادہ ۔۔۔ تیار کفل، تنگ کمر، سینہ کشادہ
شعلہ ہُوا لپکا جو ذرا غیظ میں آکے
بجلی کی رگیں آگ کا دم پاؤں ہوا کے

جب خاک پہ جنگل میں قدم رکھتا تھا تن کے ۔۔۔ سر اپنا پٹک دیتے تھے طاؤس چمن کے
رشک مہ نو گردن پر نور کے منکے ۔۔۔ جب جم کے اڑا وہ تو اڑے ہوش ہرن کے
پامال ہوا جاتا تھا دل کبک وری کا
گھوڑے کی اچانک کہ جھمکڑا تھا پری کا

گر لاکھ مدد گردش ایام کو پہنچے ۔۔۔ کب سرعت شبدیز سبک گام کو پہنچے
واں پہنچے یہ اور صبح نہ اتمام کو پہنچے ۔۔۔ جس بن میں نسیم سحری شام کو پہنچے
وقفہ کہیں یہ اسپِ سبک پے نہیں کرتا
خورشید بھی منزل کوئی یوں طے نہیں کرتا

گر آگ کہوں، آگ یہ سرعت نہیں رکھتی ۔۔۔ گر کہیئے ہوا وہ یہ حرارت نہیں رکھتی
گر برق کہوں برق یہ جودت نہیں رکھتی ۔۔۔ گر حور کہوں، حور یہ صورت نہیں رکھتی
یاں قدر نہ بجلی کی نہ کچھ پیک ہوا کی
بس خاتمہ اس پر ہے کہ قدرت ہے خدا کی

پریوں کی بھی اس طرح سواری نہیں چلتی ۔۔۔ ان پھرتیوں سے باد بہاری نہیں چلتی
اس زور سے تلوار دو دھاری نہیں چلتی ۔۔۔ چلتے ہیں قدم یوں کہ کٹاری نہیں چلتی
دو گام بھی ساتھ اس کے فرس چل نہیں سکتا
اس طرح یہ چلتا ہے کہ بس چل نہیں سکتا

______ (مراثی انیس جلد اول صفحہ ۱۹۶۔۱۹۷۔شیخ غلام علی لاہور)

﴿۴﴾ میمون:

عرب میں سواری کے لئے گھوڑے خریدنے پر یہ بھی دیکھا جاتا تھا کہ مالک کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا اور وہ گھوڑا بہت عزیز سمجھا جاتا تھا جس کے ملکیت میں آنے کے بعد سوار کو کسی فرحت و انبساط کا سامنا ہو۔ یہ گھوڑا پہلے مالک کے لئے مبارک قدم ثابت ہوا تھا اس لئے اس کو میمون کہتے تھے۔ ابواسحاق اسفرائنی نے اپنے مشہور مقتل میں اقوالِ مورخین پر خصوصی توجہ دی ہے اور اس کی رائے ہے کہ روزِ عاشورہ یہی گھوڑا آخری سواری میں تھا الاصح میمون زیادہ سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ وقتِ شہادت مظلوم کربلا میمون پر سوار تھے اور درِ خیمے پر یہی گھوڑا آیا اور خبر شہادت حرم میں پہنچی۔ اس سلسلے میں اسفرائنی نے گیارہ شعر میمون سے خطاب کر کے اہلِ حرم کے نقل کیے ہیں یہ نوحے بہ خوفِ طول نقل نہیں کئے جاتے (ملاحظہ ہو نور العین فی مقتل الحسین صفحہ ۴۰ طبع مصر)

عماد زادۂ اصفہانی نے لکھا ہے کہ ''میمون'' ختمی مرتبتؐ کا ایک گھوڑا تھا جس کا رنگ حنائی یا سبزہ تھا۔ عاشور کے دن امام حسینؑ نے میمون کو حضرت قاسمؑ کی سواری کے لیے عطا کر دیا تھا۔

حضرت قاسمؑ کا گھوڑا ''میمون'' میر انیسؔ کی نظر میں:

چمکا کے تیغِ تیز جو قاسمؑ سنبھل گئے
سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے
مانندِ شیر غیظ میں آیا وہ پیل تن آنکھیں اُبل پڑیں صفتِ آہوئے ختن
ماری زمیں پہ ٹاپ کہ لرزا تمام بن چلّائے سب کہ گھوڑے پہ بھی لو چڑھا ہے رن
میخیں زمین کی اُس کی تگاپو سے ہل گئیں
دونوں کنوتیاں بھی کھڑی ہو کے مل گئیں

فرفر نفس کی آتی تھی نتھوں سے جب صدا کہتے تھے لوگ سب کہ ہے رفرف یہ بادِ پا
دشمن کو گھورتا ہے دہانا چبا چبا غل تھا کہ بس فرس ہو تو ایسا ہو باوفا
دشمن کو کیا نبرد میں بچنے کی آس ہو
لڑلے کٹاریاں یہ فرس جس کے پاس ہو

چھل بل دکھائی فوج کو دوڑا تھما اُڑا صورت بنائی جست کی سمٹا جما اُڑا
دیکھی زمیں کبھی کبھی سوئے سما اُڑا مثلِ سمندِ بادشہِ اِنّما اُڑا
جن تھا پری تھا سحر تھا آہو شکار تھا
گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا

دونوں طرف سے چلنے لگے وار یک بیک دو بجلیاں دکھانے لگیں ایک جا چمک
تکنے لگے فلک کے دریچوں سے سب ملک اِک زلزلہ تھا اَوجِ ثریا سے تاسمک
چہرے پہ آفتاب کے مقتل کی گرد تھی
یہ خوف تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی زرد تھی

ہر بار جانبین سے ہوتے تھے وار رد تھا حرب وضرب میں وہ شقی بھی بلائے بد
جب بڑھ کے وار کرتا تھا وہ بانیِ حسد کہتا تھا بازوئے شہِ دیں یا علیؑ مدد
یوں روکتے تھے ڈھال پہ تیغِ جھول کو
جس طرح روک لے کوئی شہ زور پھول کو

لایا جو حرفِ سخت زباں پر وہ بدخصال جھپٹا مثالِ شیرِ درندہ حسنؑ کا لال
گھوڑے سے بس ملا دیا گھوڑا ابصد جلال اتنے بڑھے کہ لڑ گئی اس کی سپر سے ڈھال
اوجھڑ لگی کہ ہوش اُڑے خود پسند کے
گھوڑے نے پاؤں رکھ دیے سر پر سمند کے

عباسِؑ نامدار نے پہلو سے دی صدا ہاں اب نہ جانے دیجیو احسنت مرحبا

دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی ہے جا سنتے ہی یہ فرس سے فرس کو کیا جدا
گھوڑا بھی اس طرف کو اُدھر ہو کے پھر پڑا
مارا کمر پہ ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

حضرت عونؑ و محمدؑ کے گھوڑے:

حضرت جعفرِ طیارؑ کے گھوڑے کا نام ''سبحہ'' تھا۔ جعفر طیارؑ کے اِس گھوڑے کا رنگ سرخ تھا۔ (القاموس المحیط جلد اوّل، ص ۲۳۴)

حضورِ اکرمؐ کے بھی ایک گھوڑے کا نام سبحہ تھا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں گھوڑے ایک ہی ہوں اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ دو الگ الگ گھوڑے ہوں۔

حضرتِ جعفرِ طیارؑ کے گھوڑے حضرت عونؑ و محمدؑ کو وراثت میں ملے ہوں گے اور کربلا میں انہی گھوڑوں پر دونوں شہزادے سوار ہوں گے، میر انیسؔ نے اِن دونوں گھوڑوں کی مدح اپنے مرثیوں میں کی ہے۔ (سوانح حیات حضرت جعفر طیار، از ضمیر اختر نقوی)

جھکنے لگے گھوڑوں سے جو وہ آئینہ رُخسار مغموم پھرے حضرتِ عباسؑ علمدار
تیغوں میں چلے جنسِ شہادت کے طلبگار باگیں جو اُٹھائیں تو ہوا ہو گئے رہوار
ساتھ ان کے ہرن جست میں نے گشت میں پہنچے
اُڑتے ہوئے طاؤسِ چمن دشت میں پہنچے

یوں آئے کہ جس طرح نسیمِ چمن آئے گھوڑے تھے کہ دو آہوئے چین و ختن آئے
سونلائے ہوئے دھوپ میں گل پیرہن آئے فوجوں میں ہوا شور کہ وہ صف شکن آئے
شیر آتے ہیں لشکر سے ولی ابنِ ولی کے
نصرت نے صدا دی کہ نواسے ہیں علیؑ کے

دو صاعقے لشکر پہ چمکتے ہوئے آئے شعلے تھے کہ آندھی میں لپکتے ہوئے آئے
دو شیر صفِ جنگ کو تکتے ہوئے آئے دو گل تھے ہوا پر کہ مہکتے ہوئے آئے

تھا شور کہ ہوش اُڑتے ہیں یاں کبک دری کے
گھوڑے نہیں جھونکے ہیں نسیمِ سحری کے

وہ گردنیں گھوڑوں کی وہ سُم اور وہ سینے   غل تھا کہ یہ سینے کبھی دیکھے ہیں کسی نے
چاروں وہ قدم اور وہ رکابوں کے قرینے   کرسی کے یہ پائے ہیں تو وہ عرش کے زینے
سرعت میں ہے راہ جبل و بحر و صراط ایک
بلقیس کا تخت ایک سلیمانؑ کی بساط ایک

آہو ہیں کہ سرگرمِ تگ و دو ہیں زمیں پر   دو شیر مہیائے روا رو ہیں زمیں پر
نعل ان کے نہیں آٹھ مہِ نو ہیں زمیں پر   کیلیں نہ کہو اخترِ پُرضو ہیں زمین پر
طاؤس میں جلوہ ہے پہ یہ چال نہیں ہے
پریوں کے کھلے بال ہیں یہ یال نہیں ہے

کیا دونوں کو اسپانِ سبک تاز ملے ہیں   جانبازوں کو رہوار بھی جانباز ملے ہیں
فتراک نہیں پرِ پرواز ملے ہیں   زینت کے لیے سازِ خدا ساز ملے ہیں
شیروں کا بھی یہ رعب دمِ جنگ نہیں ہے
رستم کا کمر بند ہے یہ تنگ نہیں ہے

غصے میں جو ہر بار ٹھہر جاتے ہیں چل کے   آنکھوں نے نیا حسن دکھایا ہے ابل کے
اس طرح قدم خاک پہ رکھتے ہیں سنبھل کے   گر ہاتھ میں ہو جام لبا لب تو نہ چھلکے
ہر گام پہ اُڑ جانے کو تیار ہیں دونوں
بچوں کی سواری سے خبردار ہیں دونوں

زینوں پہ جو ہیں عرش الٰہی کے ستارے   جب پڑیاں جمتی ہیں تو بھرتے ہیں طرارے
خوش فہم ہیں ایسے کہ سمجھتے ہیں اشارے   ہیں شاہ سوار آپ یداللہ کے پیارے
کم سن ہیں پہ مرنے پہ کمر باندھے ہوئے ہیں

کس حسن سے رہواروں کے سر باندھے ہوئے ہیں

ہر چند ہیں دونوں کے رکابوں سے جدا پاؤں　　منھ ملتی انھیں قدموں پہ رکھتی جو ہوا پاؤں
ہیں راہ روِ جادۂ تسلیم و رضا پاؤں　　کیا ران ہے کیا باگ ہے کیا ہاتھ ہے کیا پاؤں
شوکت جو دکھاتے ہیں سمندوں کو بڑھا کر
حضرت نے سکھایا ہے یہ کاندھوں پہ چڑھا کر

وہ برق یہ صرصر وہ چھلاوا یہ پری ہے　　وہ آہوئے صحرا ہے تو یہ کبک دری ہے
سرعت جسے کہتے ہیں وہ رگ رگ میں بھری ہے　　ہر گام نئی چال نئی جلوہ گری ہے
نعل ان کے کہیں برق ہیں شمشیر کہیں ہیں
آہو کہیں چیتے ہیں کہیں شیر کہیں ہیں

گھوڑے ہیں کہ طاؤس شہادت کے چمن کے　　باریک وہ جلدیں کہ خجل پھول سمن کے
گردن کے مہِ نو سے وہ ٹوٹے ہوئے منکے　　گھونگھٹ میں بھی پیدا ہیں سب انداز دلھن کے
دونوں کے پسینے میں بھی سب عطر کی بو ہے
رفتار میں گرمی یہ پری زادوں کی خو ہے

(مراثیِ انیس جلد اوّل صفحہ ۴۲۶۔۴۲۷)

دو بجلیاں سپاہ میں کوندیں فرس بڑھے　　جس طرح قافلے سے صدائے جرس بڑھے
اب کون روکے شیر بڑھے جب تو بس بڑھے　　مقتل میں بیں ہو کے گرے وہ جو دس بڑھے
بچوں نے زورِ حق کے ولی کا دکھا دیا
سب رنگ ڈھنگ ضربِ علیؑ کا دکھا دیا

وہ ان کے اشہبوں کی روا روا اِدھر اُدھر　　کاوے میں پس کے مر گئے سو سو اِدھر اُدھر
تابندہ تھے جو آٹھ مہِ نو اِدھر اُدھر　　پھیلی ہوئی زمین پہ تھی ضو اِدھر اُدھر

کیلوں سے آشکار تھے جلوے نجوم کے
پریاں تھیں دو کہ پھر رہی تھیں جھوم جھوم کے

کیا دونوں تازیوں کی سبک تازیاں لکھوں کیونکر رواروی میں خوش اندازیاں لکھوں
کس طرح نیمچوں کی سرافرازیاں لکھوں کیا دونوں شاہزادوں کی جانبازیاں لکھوں
پوتے ہیں کس جری کے خلف کس ولی کے ہیں
اعلیٰ یہ مدح ہے کہ نواسے علیؑ کے ہیں

اسوار آفتاب تو گھوڑے بھی ماہ رُو سرعت یہ تھی کہ دوڑتا تھا جسم میں لہو
جاندار و خوش رکاب و سعید و خجستہ خو صاف آتی تھی پسینے سے جن کے وفا کی بُو
ڈھالا تھا جوڑ بند کو سانچے میں نور کے
نازک کلائیاں تھیں کہ پہنچے تھے حور کے

دونوں کنوتیاں ہیں کہ پیکانِ تیر ہیں چاروں سُم ان کے غیرتِ بدرِ منیر ہیں
آنکھوں پہ کیجئے جو نظر بے نظیر ہیں یال ایسی جس کے بیچ میں پریاں اسیر ہیں
سرعت میں ان سے طیر کو نسبت نہ تیر کو
نرمی یہ جلد میں کہ خجالت حریر کو

آئے اُدھر سے گر تو اِدھر سے نکل گئے پہنچے کنارِ بحر تو بر سے نکل گئے
مانندِ برق لشکرِ شر سے نکل گئے دو تیر آگے تیرِ نظر سے نکل گئے
یوں پھر رہے تھے بیچ میں فوجِ غنیم کے
جیسے سحر کو چلتے ہیں جھونکے نسیم کے

❁ ❁ ❁

پانچواں باب

ذوالجناح کے حالات

پانچواں باب

۱۔ کیا ذوالجناح کا اصل نام مُرتجز تھا؟

☆ ذوالجناح بھی منسوباتِ حسینیہ سے ہے

☆ شبیہ ذوالجناح کی ہم نے کچھ قدر نہ جانی۔ افسوس

☆ وفاداریٔ مرتجز

۲۔ ذوالجناح کا تعارف اور وجہِ تخلیق

۳۔ شجرۂ نسب

۴۔ ذوالجناح کا رنگ

۵۔ ذوالجناح کی لجام

۶۔ ذوالجناح کی زین

۷۔ ذوالجناح کی رکاب

☆ وقتِ رخصتِ حسینؑ حضرت زینبؑ نے رکاب تھامی

۸۔ ذوالجناح کے سُم

۹۔ ذوالجناح کی طولانی عمر کا راز

۱۰۔ ذوالجناح (معجزۂ نبیؐ) کربلا تک کیسے زندہ رہا

ذوالجناح کے حالات

کیا ذوالجناح کا اصل نام مُرتجز تھا؟

تحقیق: مولانا سیّد غلام حسنین کنتوری اعلیٰ اللہ مقامہٗ

ذوالجناح بھی منسوباتِ حسینیہ سے ہے:

آج ہم اپنے نبیؐ عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک بڑے معجزے کو لکھتے ہیں جو آج تک برابر جاری ہے اور دین اسلام کی سچائی پر پوری دلیل ہے۔ جو کسی طرح مشکوک نہیں ہوسکتی۔

ذوالجناح: جس کو عوام دُلدُل بھی کہتے ہیں یہ وہ گھوڑا ہے جس پر ہمارے آقا مظلوم کربلا بروز عاشورہ سوار تھے اور اسی گھوڑے سے آپ زخمی ہوکر زمین پر آئے تھے، چوں کہ اس گھوڑے سے پوری نسبت ہمارے جناب امام حسین علیہ السلام کی روز اوّل سے تھی جس کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تعلیم الٰہی سے جانتے تھے۔ لہٰذا جو پیش آمد حضورؐ نے اس سے فرمائی ہے اور تاریخ سے اس کا پتہ ہم کو برسوں کی تلاش سے ملا ہے اس کو ہم نے ایک رسالہ میں جمع کردیا ہے۔ اس رسالہ کا نام بھی ذوالجناح حسینیہ ہے۔ اس رسالہ میں امور مندرجہ ذیل کو ہم نے لکھا ہے۔ جو آج تک یکجا درج تحریر نہ ہوئے تھے۔

(۱) ذوالجناح کا اصلی نام مرتجز ہے۔

(۲) مرتجز ایک مشہور گھوڑا عرب میں اصیل اور نامور تھا اور اس کا نام مرتجز کیوں رکھا گیا۔

(۳) مرتجز کی خریداری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح فرمائی تھی اور کیوں فرمائی۔

(۴) بروز خریداری کون سی کرامت مرتجز کی ظاہر ہوئی جو اور کسی گھوڑے کی دنیا میں نہ ہوئی اور نہ ہوگی:۔

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

(۵) مرتجز سے امام حسین علیہ السلام کا کس روز سے ظاہری تعلق ہوا اور کیوں کر ہوا یہ بھی عجیب واقعہ بلکہ معجزہ ہے۔

(۶) مرتجز نے بروز داخلہ امام حسین علیہ السلام کربلا میں کیا کارنمایاں کیا جس کی نظیر کسی گھوڑے میں نہیں ملتی۔

(۷) مرتجز نے بروز عاشورہ جو آخری روز سواریٔ امامؑ کا تھا کیسی بہادری اور جاں بازی اور رفاقت کی کہ دریا سے پیاسا نکل آیا۔

(۸) مرتجز کے طول عمر ہونے پر اور پھر ایسی ایسی طاقتوری پر جو جدید اصول علم حیوانی سے ناممکن ہے بعض کا اعتراض ہے اس کا پورا جواب بھی ایسا لکھا ہے کہ آپ بھی وجد کریں گے اور معترض صاحب بھی خوش ہوں گے۔

(۹) مرتجز نے بعد شہادت امام کیا کارنمایاں کیا اور اس کا انجام کیا ہوا اور اب کہاں ہے۔

(۱۰) مرتجز کی شبیہ یعنی ذوالجناح جو ہم بناتے ہیں اور شبیہ سے وہ گھوڑا کیسا ہی بد ہو کیسا ہو جاتا ہے اور کیسے خوارق عادات اس سے ظاہر ہوتے ہیں جن کو ہزاروں آدمی دیکھتے ہیں یہ معجزہ دوامی ہے ہمارے نبیؐ کا۔ درود پڑھو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر۔ اللّٰھم صلِ علیٰ محمد و آلِ محمد۔

شبیہ ذوالجناح کی ہم نے کچھ قدر نہ جانی۔ افسوس:

لیلیٰ را بچشم مجنون باید دید۔ جب کہ عام مومنین کو اس کی خبر نہیں کہ شبیہ ذوالجناح کا مشبہ بہ کون ہے یعنی کس کی یہ شبیہ ہے۔ اور جس کی یہ شبیہ ہے وہ گھوڑا مسمیٰ بہ مرتجز کیسا تھا اور اس میں خدا نے کیسی کیسی بزرگیاں بہ طفیل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دی تھیں اور یہ شبیہ جو ہم بناتے ہیں اس گھوڑے سے کیسی بزرگی خاص میں مشابہ ہوتی ہے یا فقط خون افشانی چادر اور تیر اور پیکان لگا کر ذوالجناح سے اس کو مشابہ کر دیتے ہیں تا کہ اس کو دیکھ کر اس گھوڑے کی یاد آ جائے جس پر ہمارے امام مظلوم علیہ السلام سوار ہو کر زخمی ہوئے تھے بس عام شیعہ تو یہی سمجھتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس کا مطلب گریہ خیزی ضرور حاصل ہوتا ہے اور سچ ہے المعروف بقدر المعرفۃ جس قدر آدمی کو علم اور شناخت ہوتی ہے اسی قدر کوئی عملِ خیر کرتا ہے۔ یہ کام تو علماء کا ہے کہ عوام کو اس گھوڑے کی بزرگیوں سے خبر دیں تب جا کر عوام شیعہ دلچسپی شبیہ سے زیادہ کریں۔ آج وہ مبارک دن ہے کہ ہم رسالہ ذوالجناحیہ کی تصنیف سے فارغ ہوئے جس کا ایک کالم عربی اور دوسرا اردو ہے اس میں ہم نے دس بزرگیاں اس گھوڑے کی جو مسمیٰ بہ مرتجز ہے تاریخ اہلِ سنّت اور شیعہ سے لکھیں اور دو تین شبیہ مروّجہ کے حالات میں جن سے وہ مشابہ مرتجز کے تھے اور ایک واقعہ عذاب دہی اس ناصبیہ عورت کا جو شبیہ بنا کر گستاخی اور بے ادبی کرتی تھی، سب کو بشہادت انبوہ کثیر تحریر کر دیا اور جو شبہ ان واقعات مشبہ اور مشبہ بہ میں جو دشمنانِ دین بے دین کے تھے ان کو بھی رد کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ ضرور شبیہ میں کوئی بات مشابہت کی ہونی براہ عقل واجب ہے۔ اب اس رسالے کو پڑھ کر ہمارے برادران کی آنکھیں نورانی ہوں گی اور دشمنوں کے چہرے سیاہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ اللّٰہ تعالیٰ: "اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ" O (سورۂ "ص" آیت ۳۱)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''(اس وقت کو یاد کرو) جب کہ شام کے قریب ان کے سامنے خاصے کے اصیل گھوڑے پیش کئے گئے تھے''۔

سورۃ العادیات کی آیات بھی ذوالجناح کے خصوصیات واضح کرتی ہیں۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے:۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحاً ○ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحاً ○ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحاً ○ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعاً ○ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعاً ○

(سورۂ عادیات، آیت ۱۔۵)

ترجمہ: ''(نمازیوں کے) سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، جو نتھنوں سے فراٹے لیتے ہیں، پھر پتھر پر ٹاپیں مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں، پھر صبح کو چھاپا مارتے ہیں تو (دوڑ دھوپ سے) غبار بلند کر دیتے ہیں، پھر اس وقت (دشمن کے) دل میں گھس جاتے ہیں''۔

بعد حمد اور صلوٰۃ کے فقیر غلام حسنین کنتوری کہتا ہے کہ یہ مختصر رسالہ میں نے لکھا ہے اس میں کرامات اپنے نبیؐ کی وہ ظاہر کروں جو حیوان سے صادر ہوئیں اور آج تک موجود ہیں اور یہ حیوان وہ گھوڑا ہے جو خاص آپؐ کے گھوڑوں میں تھا اور یہ کرامات جب تک خدا کو منظور ہے ہوتی رہے گی اور یہی وہ گھوڑا ہے جس کو ہمارے نبیؐ نے اپنے چھوٹے فرزند امام حسینؑ کے واسطے خرید فرمایا ہے تا کہ اس سے چند کرامات ایسی ظاہر ہوں جو بقائے دین محمدیؐ پر معین ہوں۔

اب ہم کہتے ہیں کہ ماجرائے شہادت امامؑ ایک بڑا واقعہ ہے اس دنیا کے واقعات میں اور اس کی قدر و منزلت پیشِ خدا بڑی ہے اور اس کا نفع دین اسلام اور اس کی بقا کو تا روز قیام زیادہ نافع ہے۔ لہٰذا واجب تھا خدا پر کہ اس واقعہ کے وقوع سے پہلے چند امور ایسے ظاہر فرمائے جو اس کی عظمت پر دلالت کریں۔ ایضاً بعد وقوع شہادت امام حسینؑ

کے چند کرامتیں ایسی ظاہر کرے جو دلالت کریں ایسے بزرگ واقعہ پر اور غرض اس سے چپ کرا دینا ان دشمنوں کا ہو جو کہ بغض اور عداوت اپنے حضرت رسولؐ اللہ اور اُن کے اہلِ بیتؑ سے ظاہر کریں اور چند اقوال ایسے گڑھ گڑھ کے کہتے پھریں جن کے سننے سے قلوب مومنین و دوستانِ اہلِ بیتؑ میں شبہ پیدا ہو۔ اور یہ ظہور کرامات ایسا ہے جس کو ہم انسان اور حیوانات بلکہ درختوں اور جمادات اور ملائکہ اور جِنّ سب میں ثابت کر سکتے ہیں۔ مگر ملائکہ اور جنّات میں ہم بروقت بطور مشاہدہ نہیں دکھلا سکتے مگر آدمیوں میں ظہور ان کرامات کا اس کے تو شواہد بہت سے روزانہ ظاہر ہو رہے ہیں۔ الحمد اللہ۔ رہے درخت اور جمادات میں ظہور کرامات اس کا بیان ہم نے اُٹھا رکھا ہے اس رسالہ پر جس کا نام ہم منسوبات الحسینیہ رکھیں گے۔

اور آج تو ہم کرامت امام حسینؑ اور ان کے نانا جان جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حیوان میں ثابت کریں گے اور تخصیص اس بیان سے اس گھوڑے کے کرامات سے کریں گے جس کا نام مرتجز ہے۔ یہی گھوڑا اسواری میں امام حسینؑ کی بروز عاشورہ آخری جہاد میں آپ کے ساتھ تھا۔ ہم چند اور گھوڑوں کے حالات لکھیں گے جو شبیہ اسپِ مذکور بنائے جاتے ہیں جن کو لوگ ذوالجناح اور دُلدُل کہتے ہیں۔ اس لیے کہ جو گھوڑا اسواری میں نبیؐ یا امامؑ کے ہو اس کے مرکب سے امور عجیبہ کا صادر ہونا ہرگز بعید نہیں اور ضرور ہونا چاہیئے۔ جیسا تعجب اس گھوڑے سے صدورِ خوارق میں ہوتا ہے جو شبیہ مرکب نبیؐ یا امامؑ کے خصوصاً یہ ظہور عجائب مدتوں تک جاری رہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ مرتجز بکسرِ جیم اور آخر میں زائے منقوطہ صیغہ ہے اسم فاعل کا ارتجاز ہے۔ یہ گھوڑا عرب میں مشہور گھوڑا تھا اور سبب اس کی شہرت کا اس کی خوش آیند آواز ہنہنانے میں اور نیز اس کا نسل میں عمدہ ہونا اس لیے کہ اپنی ماں ملاوہ کی طرف منسوب تھا اور حیوان ہو خواہ آدمی اس کا نسب ماں کی طرف یقینی ہوتا ہے اس لیے کہ اس

کے شکم سے پیدا ہوتا ہے۔

مرتجز کا نام اور اس کا بیان شافعی امام اہلِ سنّت کے مرثیہ منظومہ سے آتا ہے۔

اب ہم شروع اپنے خاص مطلب کو جو اس رسالہ میں ہم کو لکھنا ہے اور وہ یہ ہے کہ مرتجز کو نسبت امام حسین علیہ السلام سے کب شروع ہوئی۔ مورخین کہتے ہیں کہ جب امام حسینؑ گھٹنیوں چلنے لگے تو جب ان کا گذر مرتجز کے تھان کی طرف ہوتا بنظر اشتیاق اس کی طرف دیکھتے تھے تا آنکہ ایک روز حضورؐ نے اِس کو دیکھا کہ آپؐ کا چھوٹا نواسہ اس گھوڑے کو بغور دیکھتا ہے۔ (دیکھو راز اور نیاز کی باتیں) فرمایا اے حسینؑ کیا تمھارا جی چاہتا ہے اس پر سوار ہونے کو کہا کہ ہاں اے نانا۔ پس حضورؐ نے مرتجز کے آراستہ کرنے کا حکم فرمایا اور لگام اور زین سے سجایا گیا اور امام حسینؑ نے اس پر سوار ہونے کا ارادہ کیا کہ یکا یک وہ گھوڑا چاروں پتلیوں سے زمین پر بیٹھ گیا۔ میں کہتا ہوں کہ اب رازِ الٰہی کھل گیا اس لیے کہ اس واقعہ میں دو باتیں اعجاز کی ہیں۔ پہلی تو یہ کہ حیوان لایعقل یعنی گھوڑا اس سے یہ بات کیسے صادر ہوئی کہ جو عاجز عقل ہے کہ جو بڑا صاحبِ عقل اور فہم آدمی ہو اس سے بھی اس کا صادر ہونا غیر ممکن ہے۔ اب ضرور یہی ہے کہ مرتجز کو حکمِ الٰہی یہی تھا کسی طرح سے بھی حکم ہوا ہو۔

دوسری بات یہ کہ لڑکا گھٹنیوں چلنے والا گھوڑے کی شہ سواری پر کیسے خواہاں ہوا جو ابھی تک قابل سوار ہونے کے نہیں، اور سیدھا کسی گھوڑے پر یا کسی اور سواری پر بیٹھ نہیں سکتا۔ اب ضرور اقرار کرنا ہوگا کہ یہ بھی الہام الٰہی سے ہوا ہے ورنہ کیسے ہوسکتا ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے۔ یہ بھی دیکھو کہ جدِ امام حسینؑ باوجود فرطِ محبت کے اور لطف کے جو اس نواسہؑ سے آپ کو تھی ان کو سوار ہونے کا حکم دیا حالانکہ ان کی کمسنی ایسی تھی اور یہ تیسری بات خوارق عادات اس واقعہ میں ہے۔ اب ان تینوں امور کے صادر ہونے سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ ان کے واقع ہونے کے چند اسباب اور دواعی ایسے ہیں جن

سے قانون عادی کو کچھ دخل نہیں ہے۔

اب ہم تتمّہ روایت کو لکھتے ہیں۔ مورخ کہتا ہے حُضّار تو بہت خوش ہوئے اور جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رونے لگے اور ضبط گریہ نہ کر سکے۔ اب حضّار کو تعجب ہوا، عرض کیا یا رسول اللہؐ آج کا دن خوشی کا ہے کہ آپؐ کا پیارا نواسہ جس کو آپؐ سب سے زیادہ دوست رکھتے ہیں پہلے پہل سوار ہوا ہے۔ پس آپؐ کو کس چیز نے رُلایا ہے۔ اے امین خدا وحی الٰہی پر۔ فرمایا حضورؐ نے میں نے دیکھا عالمِ مثال میں وہ واقعہ جس کو تم نہیں دیکھتے، دیکھا میں نے کہ یہی میرا فرزند جب اس کے زخم بہت سے لگے اور نیزوں کے گھاؤ نے اس کو کمزور کر دیا (زمین کربلا پر) قریب ہے کہ اب زمین پر منہ کے بل گر پڑے اور اسی گھوڑے پر سوار ہے۔ یہ گھوڑا اسی طرح چاروں پتلیوں سے بیٹھ گیا۔ یہ وہی امر ہے جس نے مجھے رُلایا ہے اس کو سن کر سب حاضرین بھی رونے لگے وہ دن رنج اور رونے کا ہو گیا۔

میں کہتا ہوں آگے پھر راوی نے کچھ نہ بیان کیا کہ امام حسینؑ کو لے کر وہ گھوڑا اس روز چند قدم چلا یا نہیں اور کیا انجام ہوا اور روایت سے یہ تو ضرور ثابت ہوا کہ بروز عاشورہ یہی گھوڑا آپ کی سواری میں تھا اور ایک روایت معصوم سے اسی پر دلالت کرتی ہے۔ صراحتہً۔

پھر چونکہ ہمارے نبیؐ نے مرتجز کے حالات آئندہ سے خبر دی اور بروز عاشورہ سب واقع بھی ہوئے اور ہم دوستان و عزاداران امام حسین علیہ السلام نے ان کو بیان کرنا مجالس عزا میں اس کا التزام بھی کر لیا ہے۔

اور بعض اخبار سے یہ بھی ہم کو معلوم ہے کہ وصی نبیؐ جناب امیر علیہ السلام نے بھی بہ نسبت مرتجز کے وہی پیش آمد فرمائی اور وہی پیشین گوئی جو مثل فعل جناب رسولؐ اللہ تھی۔ عبداللہ بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے سنا جناب امیرؑ سے وہ بروز محاربہ صفّین

فرماتے تھے اس روز کہ جس دن پانی بند کر دیا اعور سلمیٰ نے۔ پس اصحاب مومنین اس پر اور پانی کے ایک جرعہ لانے پر قادر نہ تھے جناب امیرؑ نے پانچ سو سواروں کے ہمراہ بھیجا۔ آپ نے فرات کا گھاٹ جو رکا ہوا تھا کھول دیا اور اعور سلمیٰ ہٹ گیا۔ جب یہ بہادری امام حسین علیہ السلام کی آپ نے دیکھی، فرمایا کہ یہ میرا فرزند کربلا میں پیاسا شہید کیا جائے گا اور گھوڑا اس کا دوڑتا پھرے گا اور زور زور سے بولے گا اور کہے گا فریاد ہے اُمتِ محمدیؐ سے جس نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو قتل کیا اور وہ قاتل قرآن بھی پڑھتے ہیں جوان کی طرف آیا ہے۔ پھر جناب امیرؑ نے یہ اشعار پڑھے:۔

وکل ذی نفس اور غیر ذی نفس　　یجری الیٰ اجلٍ یاتی باقدارٍ

اری الحسینؑ جهارا قبل مصرعه　　علماً یقینا بان یبلی باسرارٍ

ترجمہ: ''ہر ایک ذی روح انسان اور غیر ذی روح ایک اجل یعنی ہدف تک آتا ہے جو مقدر ہو چکی ہے میں دیکھ رہا ہوں حسینؑ کو قبل ان کے روز شہادت کے یہ میرا دیکھنا یا میری تجویز علم یقین سے ہے کہ حسینؑ کا امتحان اسرار الٰہی سے لیا جائے گا''

میں کہتا ہوں کہ جب روز عاشورہ امام حسینؑ اور ان کے اصحابؓ کا محاصرہ کیا گیا اور پانی آپ پر بند کر دیا گیا، یہی اعور سلمیٰ مثل روز صفین کے پانی بند کرنے والوں میں تھا۔ جلودی روایت کرتا ہے کہ آپؑ نے اعور سلمیٰ پر حملہ کیا اور عمرو بن الحجاج زبیدی بھی اس کے ساتھ تھا اور چار ہزار سواروں سے گھاٹ کو روکے ہوئے تھا سب کو آپ نے بھگا دیا اور مع اسپ داخل فرات ہوئے جب گھوڑے نے اپنا سر پانی میں ڈالا کہ پانی پیئے۔ حضرتؑ نے فرمایا تو پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں۔ قسم بخدا میں ایک قطرہ پانی کا نہ پیوں گا جب تک اے گھوڑے تو نہ پیئے گا۔ جب گھوڑے نے یہ کلام آپ کا سُنا اپنے سر کو پانی سے اُٹھا لیا اور پیاسا رہا۔ گویا کہ کلام امامؑ کا وہ سمجھ گیا (یہ دیکھو کیسی بات ہے) پھر حضرت نے فرمایا، اچھا اب تو پانی پی لے اور میں بھی پیتا ہوں۔ اب حضورؑ

نے ہاتھ اپنا بڑھا کر چلو میں پانی لیا۔ ایک سوار شقی نے کہا اے حسینؑ تم تو لذت سیرابی کے لیے پانی پیتے ہو اور تمھارے خیمہ ہائے حرم میں بے پردگی ہو گئی۔ یہ سنتے ہی غیرت کا جوش آیا اور پانی آپ نے پھینک دیا اور اشرار پر حملہ کر کے سب کو ہٹا دیا۔ جب سامنا خیمہ کا ہوا دیکھا کہ صحیح اور سالم ہے۔

اب ہم کہتے ہیں ان دونوں روایتوں سے چند امور ثابت ہوئے۔ اول تو بھیجنا جناب امیرؑ کا بروز صفین امام حسینؑ کو گھاٹ پر اور اعور سلمٰی کا محافظ گھاٹ ہونا۔ یہ صراحۃً دلیل ہے کہ وہ حضرت علم ویقین سے امام حسینؑ کے واقعات کربلا کو جانتے تھے جس کا دعویٰ آپ نے فرمایا ہے اور امام حسینؑ کے بھیجنے کی غرض یہی تھی کہ جس طرح آج اس کو آپ بھگا دیں گے بروز عاشورہ بھی سب کو بھگا کر فرات میں داخل ہوں گے۔ اور وہی ہوا ہے جو آپ کو معلوم تھا۔

(۲) دوسری بات: اگر چہ راوی نے اس کی تصریح نہیں کی کہ بروز صفین کون سا گھوڑا امام حسینؑ کی سواری میں تھا مگر بنظر اتحاد واقعات عقل یہی کہتی ہے کہ مرتجز ہوگا اس لیے کہ امام حسینؑ کا بھیجنا تطبیق دونوں واقعہ کی نظر سے تھا اور جو قول حضرت امیرؑ نے گھوڑے کا ارشاد فرمایا اس سے تو پوری تصدیق اس کی ہوئی۔

(۳) تیسرے: بروز عاشورہ امام حسینؑ کا گھوڑے سے کہنا کہ تو پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں اور سمجھنا مرتجز کا آپؑ کے ارشاد کو کیا اس سے زیادہ کوئی اور عجیب بات ہو سکتی ہے اور سوائے مرتجز گھوڑے کے اور کسی حیوان سے اس کا صادر ہونا ہو سکتا ہے۔ اور یہ دوسرا اشرف مرتجز کا ہے روزِ خریداری کے بعد سے اور ثابت کرتا ہے کہ یہ گھوڑا مثل اور گھوڑوں کے نہیں ہے بلکہ یہ کوئی اور چیز ہے۔

(۴) چوتھے: مرتجز کا پانی سے اپنا سر اُٹھا لینا بعد سمجھنے کلام امامؑ کے۔ اس سے بڑھ کر اور بھی کوئی وفاداری ہو سکتی ہے کہ ایک قطرہ بھی نہ پیا اور یہ فعل اس کا مشابہ فعل

بریر ہمدانی وغیرہ اصحاب باوفا کے ہوا کہ شب ہفتم کو فرات میں لڑ بھڑ کر پہنچے اور مشکیزہ پانی سے اطفال امام حسینؑ کے لیے بھرا مگر خودان وفاداروں نے ایک قطرہ بھی نہ پیا۔ رحمہم اللہ۔

(۵) پانچویں: ایک شبہ کا دفع کرنا جو شاید کسی برادر مومن کے دل میں پیدا ہو۔ اور وہ شبہ یہ ہے کہ امام حسینؑ جب کہ اپنے کل واقعات کو ابتداء سے انتہا تک جانتے تھے جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے، پھر ایک دروغ گو دشمن نے جو ہتک پردہ ہائے عصمت کی براہِ فریب خبر دی کیوں آپ کو اضطراب ہوا۔ اور پیاسے مع اپنے گھوڑے کے فرات سے نکل کر آئے اور پانی بھی پھینک دیا۔ ایسے شبہات اکثر دوست اور دشمن دونوں کو عارض ہوتے ہیں اور ان کو دفع کرنے کے دو طریق ہیں ایک موافق قانون ظاہری کے جس پر بنا معاشرت دنیوی کی ہے۔ دوسرا طریقہ موافق ہے قانون خاص کا جو انبیاءؑ اور اوصیائے انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔

اب قانون ظاہرہ کو سمجھو وہ یہی ہے کہ جیسا ہمارے نبیؐ فرماتے ہیں کہ میں بھی ایک بشر ہوں مثل تمھارے اور دوسرا قانون یہ ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ پس قانون عادی حکم قطعی کرتا ہے کہ جب کوئی غیور آدمی اپنی ہتک حرمت کی خبر سنے گا، ضرور اس کا دل مضطرب ہو جائے گا۔ اور اس کی خواہش یہی ہوگی کہ اپنی جان تک آبرو پر نثار کر دے (آبرو کا صدقہ جان ہے) پھر فرات سے پیاسا نکل آنا یہ کون سی دشوار بات ہے اور یہی تو امام حسینؑ نے بھی کیا۔ جب خبر ایسی سُنی اور ایک قطرہ بھی نہ پیا۔ پھر اگر آپ مضطرب نہ ہوتے تو جو لوگ آپ کے علم مخصوص کے معتقد نہیں ہیں ضرور کی حیا اور غیرت کا الزام آپ کو دیتے ہیں میں پناہ مانگتا ہوں خدا کی اس سے۔

رہا دوسرا طریق دفع شبہ کا اور اس بنا پر کہ آپ کو اپنے واقعات آئندہ کا علم تھا وہ یہ ہے کہ آپؑ محکوم تھے اور پابند تھے اپنے صحیفۂ خاص سے جو کچھ اس میں درج تھا اس میں

اس کی تصریح تھی کہ فلاں بن فلاں تم کو ایک جھوٹی خبر دے گا اور تم اس کو سُن کر مضطرب ہو جاؤ گے اور ایسا ویسا کرو گے۔ پھر آپ کو اس کے خلاف کرنا کیسے ممکن تھا کہ خدا کا بھی یہی حکم تھا اور اس سے آپ کا مجبور ہونا بھی نہیں نکلتا ہے اور اس وجہ سے کہ سب کچھ اپنے اختیار سے اسے گوارا کیا ہے۔

امام حسینؑ کے مختار ہونے پر اور اس پر کہ آپ کو قدرت تھی جب چاہتے فرات چھین لیتے اگر چہ محافظ فرات جو مانع پانی دینے کے تھے ہزاروں تھے چنانچہ یہی روایت اس پر دلیل ہے نیز جو حملہ ان پر بروز عاشورہ کیا لشکر کو بھگا بھی دیا۔ آپ کے مقابلہ کی تاب ہرگز ان بودوں کو نہ تھی۔ مگر چونکہ حکمتِ الٰہی آپ کے شہید ہونے اور امتحانِ عظیم میں مبتلا ہونے کی تھی۔ چنانچہ ہم نے اس پر رسالہ حسینیہ قرآنیہ میں دلیل عقلی اور قرآن سے ثابت کر دیا ہے۔ لہٰذا اپنا مظلوم ہونا اختیار فرمایا اور ہمارے نبیؐ کا امرِ ہدایت دنیا میں اور شفاعت کبریٰ روزِ محشر پورے ہو گئے۔

اب ہم بیان کریں مرتجز کی وہ بات جو تیسری ہے اور اس سے ایسی صادر ہوئی کہ جس سے عقل حیران ہوتی ہے اور بڑے بڑے صاحبانِ دانش کو حیرت میں ڈالتی ہے وہ یہ ہے کہ جس روز امام حسینؑ وارد کربلا ہوئے اور ایک مقام خاص پر اسی زمین مقدس پر پہنچے یکایک ان کا گھوڑا چلتے چلتے رک گیا اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا۔ آپؑ نے دوسرا گھوڑا بدلا وہ بھی نہ چلا۔ تا ایں کہ چھ گھوڑے آپؑ نے بدلے مگر کسی نے قدم نہ اُٹھایا۔ اس کو سب اربابِ تاریخ بالاتفاق لکھ رہے ہیں، پھر باوجود یکہ یہ بات خاص کر دلیل ہے کہ امت پر امام حسینؑ بے شبہ وشک۔ اس لیے کہ اس معجزہ کا صادر ہونا مجمع عام میں آپ کے اصحاب کے اور ہزار سوار ہمراہیان حرؑ کے تھے اور باوجود اس عظمت کے آج تک کسی مورّخ کو ایسا نہ پایا کہ جس نے پورا پورا اس کو بیان کرنے کا حق ادا کیا ہو۔ پس میرا ارادہ ہے کہ میں اس کو ذکر کروں اور بقدر اپنی طاقت کے تفصیل سے بیان

کروں اور جو اس آزمائش میں تھے جن کی طرف حضرت امیرؑ نے اپنے اشعار میں اشارہ فرمایا ہے ان کو ظاہر کروں اور خدا سے میں توفیقِ بیان کا سوال کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس واقعۂ عظیمہ کے بیان میں ہم کو دو امر کی تحقیق ضروری ہے۔

اوّل تو یہ کہ جس جگہ گھوڑے ٹھہر گئے وہ حائر حسینی میں داخل تھے یا نہیں۔ یہ تو جائز نہیں کہ حائر حسینی سے باہر ہو چنانچہ خود امام حسینؑ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے جو برائے مقام خاص کے آپ نے شمار فرمائے تھے پس گھوڑے کے ٹھہرنے کا وہی مقام ہے جس جگہ آپ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے ہیں۔ اگرچہ راویوں نے اس کی تصریح نہیں کی ہے جس کی خبر ہمارے نبیؐ نے دی ہے اور دلیل اس کی اقوال امام حسینؑ ہیں جو آپ نے فرمایا۔ قسم بخدا اس جگہ ہماری سواریوں کے اونٹ بٹھائے جائیں گے تا ایں کہ یہ بھی فرمایا اسی جگہ ہمارے اطفال ذبح کئے جائیں گے۔ اس ہماری تجویز کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب بعض اصحاب نے مشت خاک آپ کو اُٹھا کر دی اور آپ نے اپنی جیب سے بھی خاک نکالی اور دونوں کو سونگھا اور فرمایا کہ دونوں کی بو یکساں ہے۔ یہ بھی دلیل اسی کی ہے کہ گھوڑوں کا ٹھہر جانا اسی جگہ پر تھا جو مقام آپ کی قبر مطہر کا ہے۔ اس لیے کہ اس بوئے خاص کی وہی مٹی ہے قبر مطہر جہاں بنے گی اگرچہ تمام حائر اور اوصاف میں شریک اس کے ہیں۔ جیسے شفائے امراض اور تنگی اور فشار قبر نہ ہونا جو اس میں مدفون ہو، بروز حشر بے حساب قبر سے اُٹھنا جیسا کہ حضرت امیرؑ نے یہ اوصاف تمام ارض مقدس کے بیان فرمائے ہیں۔

دوسرا امر اہم جس کی تحقیق اس واقعہ میں ضروری ہے وہ یہ کہ پہلے جو گھوڑا ٹھہر گیا اس کے بعد پھر پانچ گھوڑے ٹھہر گئے وہ کون تھا۔ یہی وہ بات ہے کہ مورخین سے اس کے بیان میں تقویت ہوئی اگرچہ اس کا ذکر نہایت اہم تھا اب ہم کو مضطر ہو کر قیاس سے کام لینا پڑا جو تاریخی امور گذشتہ میں جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی قرینہ ایسا ہو جو کسی امر

خاص کے تعین پر دلالت کرے پھر تو ہم بے خوف قیاس ہی کر سکتے ہیں اور اس معجزہ کے صدور میں قرینہ یہ ہے کہ اکثر امور عظیمہ امام حسینؑ کے اسی اسپ کو سپرد ہوئے جس کا نام مرتجز ہے خصوصاً واقعہ کربلا کے اور یہ معجزہ جو بتوسط گھوڑے کے صادر ہوا جو اس سے پہلے دنیا میں کسی گھوڑے سے نہ ہوا تھا لائق بشانِ مرتجز ہے۔ للہذا ہم یقین تو کرتے ہیں کہ پہلا گھوڑا جو رک گیا ہے مرتجز تھا۔

پھر یہ بھی جانو کہ پہچنوا دینا آپ کے مشہدِ خاص کا کہ خدا نے جس روز زمین کو بچھایا ہے اسی روز سے اس کو نام زد امام حسینؑ کے کر دیا اور جو جو بزرگیاں اس زمین کو دیں کسی زمین کو نہیں دیں بہر حال اس زمین کا پہچنوا دینا کل حاضرین ہمراہیان حضرتؑ کو بلکہ جملہ خلائق کو ضرور تھا اور اسی غرض سے خدا نے یہ معجزہ دکھلایا جس کے دیکھنے بلکہ سننے سے بھی کسی کو شک باقی نہ رہا کہ آپ کا مدفن بھی یہی ہے۔ اب لائق ہے کہ اس شناخت کے کرانے کا ذریعہ آپ کی سواری یعنی بروز داخلہ زمین کربلائے معلیٰ پر وہی گھوڑا ہو جو آپ کی سواری میں اس دن ہوگا جس دن آپ دنیا سے کوچ کریں گے اور بہشت میں داخل ہوں گے تا کہ داخلہ آپ کا اور کوچ کرنا دونوں ایک بہشت سے دوسرے بہشت میں ہو۔ اس لیے کہ زمینِ کربلا بھی جو آپ کا مشہد مقدس تھی بہشت ہے یہ وہ بات ہے جس کا الہام خدا نے مجھ پر کیا ہے۔ الحمد اللہ

اب اور گھوڑوں کا رک جانا یہ تو مرتجز کی پیروی سے واقع ہوا۔ میں قریب ہے کہ بیان کروں کہ خدا نے مرتجز کو یہ بھی شرف دیا ہے کہ اور گھوڑے اس کی پیروی کریں تا ایں کہ مرتجز کی شبیہ ذوالجناح یومِ عاشورۂ محرم مناتے ہیں وہ بھی آج تک اکثر امور میں مرتجز کی پیروی کرتا ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

اور تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ میں مرتجز کو صاحبِ اعجاز نہیں کہتا ہوں بلکہ صاحبِ کرامت اور معجز نما ہمارے نبیؐ اور امام حسینؑ ہیں مگر یہ کرامتیں جو اس رسالہ میں درج

ہوئیں بتوسط مرتجز کے ہیں۔

(۶) اب یہاں تک پانچ امور کرامت مرتجز کے گذر چکے اب ہم چھٹی بات لکھیں جوغرض اصل تصنیف رسالہ ہٰذا سے ہے اور یہ وہی بات ہے جس کی پیشین گوئی جنابِ رسولؐ نے فرمائی تھی وہ یہ ہے کہ بروز عاشوراچوں کہ امام حسینؑ نے اپنی شہادت کو تسلیم کرلیا تھا حملۂ آخری میں لشکر یزید کو بھگا دیا تھا اور بعدازاں اپنی تلوار اپنے نیام میں کرلی۔ اگرچہ اس وقت آپ کی آواز ضعیف تھی۔ نوسو پچاس زخم کاری سے کس قدر خون بہہ چکا تھا تاہم آپ نے پکارا اے قوم اب لڑائی ختم ہوچکی، یہ سنتے ہی وہ شقی پلٹے اور تیر و نیزہ و تلوار سے آپ کو زخمی کرنے لگے۔ یعنی اس کے بیان پر میں قادر نہیں ہوں سب آپ کو معلوم ہے اب قریب تھا کہ حضور گھوڑے سے زمین پر گریں۔ گھوڑا وفادار آہستہ سے چاروں پتلیوں سے بیٹھ گیا جس طرح روزِ اوّل سامنے جنابِ رسولؐ کے بیٹھا تھا جس کی خبر اوپر گذر چکی۔ یہ آخری خدمت مرتجز نے اپنے آقا کی کی تھی اور آخری وفاداری تھی۔

(۷) ساتویں بات۔ مرتجز کی وفاداری کی ایسی ہے کہ عقل حیران ہے وہ یہ کہ جب امام حسینؑ زین سے زمین پر آئے اور وہ وقت آیا کہ قاتل نے اپنا کام کیا اور سرِ اقدس جدا ہوکر بلند نیزہ پر چڑھایا گیا اور لشکریانِ یزید نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ دنیا تاریک ہوئی۔ سیارے تھرانے لگے اور کیا کچھ ہوا اس وقت کی ہم کو کسی روایت سے کوئی کیفیت معلوم نہ ہوئی کہ مرتجز اس جگہ پر تھا جہاں سے ان مظالم کو دیکھا۔ شاید اس کا یہ ارادہ ہو کہ اپنی آنکھ سے نہ دیکھے جو اس کے آقا پر ظلم ہوگا لہٰذا کسی اور جگہ چلا گیا اور اس جگہ سے الگ ہوگیا۔ یہ امر بھی کس قدر حیرت کا ہے۔ دلیل اس کی ہے کہ یہ معمولی گھوڑوں میں نہ تھا اور اگر کسی روایت میں پایا جائے کہ مرتجز اسی جگہ موجود تھا میں اس سے انکار نہ کروں گا بلکہ اپنی کم اطلاعی پر اقرار کروں گا۔

اگرچہ روایت آئندہ میرے ہی خیال کے مطابق ہے جیسا کہ واقعاتِ مذکورہ کی روشنی میں واضح ہے۔

وفاداریٔ مرتجز:

(۸) اب ہم آٹھویں وفاداری مرتجز کی لکھیں کہ وہ بھی اسی گھوڑے سے مخصوص ہے۔ منتخب میں روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہو چکے، آپ کا گھوڑا اپنی صہیل خاص سے بولنے لگا اور آوازیں لگا تا لاش ہائے شہدا کو یکے بعد دیگرے تلاش کر رہا تھا اس لیے کہ اس کا سوار اس وقت بے سر ہو چکا تھا اور عمر سعد ملعون نے یہ کیفیت اس کی دیکھی اور اہلِ لشکر کو پکارا کہ گھوڑے کو پکڑو اور میرے پاس لاؤ۔ سواروں نے گھوڑے دوڑائے کہ اس کو پکڑیں وہ دونوں پاؤں سے ٹھکرانے لگا اور آپ کو بچاتا تھا اور منہ مارتا حتیٰ کہ ایک جماعت کو گھوڑے نے قتل کر دیا اور بہت سے سواروں کو گھوڑے سے گرا دیا۔ اب کوئی اسے پکڑ نہ سکا تب عمر سعد چلاّیا وائے ہو تم پر ہٹ جاؤ اس کے پاس سے اور چھوڑ دو کہ ہم دیکھیں آخر کیا ہوتا ہے۔ جب گرفتاری سے اس کو امان ملی اب لاشوں کو تلاش کرتا ہوا اپنے آقا کی لاش پر پہنچا اور آپ کی بُو سونگھنے لگا اور منہ سے بوسہ دینے لگا اور اپنی پیشانی جسدِ اطہر سے ملنے لگا اور اپنی خاص آواز سے بولتا تھا اور بااین ہمہ مثل پسر مردہ عورت کے روتا بھی تھا۔ حضّار کو اس نے تعجب میں ڈال دیا۔

راوی عبداللہ بن قیس کہتا ہے۔ میں نے گھوڑے کو دیکھا دوڑتا ہوا اور کوئی اس کو پکڑنے پر قادر نہ ہوا سب ہٹ گئے۔ جب اس نے ان پر حملہ کیا پھر گھوڑے نے فرات کا رُخ کیا وہاں پہنچ کر ایک جست مار کر کودا اور بیچ دھارے میں جا کر ڈوب گیا پھر آج تک اس کی خبر نہ ملی۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہی گھوڑا سواری میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت کہ جناب شہر بانو کو لے کر فرات میں ڈوبا غلط ہے اس

لیے کہ وہ جناب تو بعد ولادت جناب سجادؑ کے چند روز میں وفات پا گئی تھیں۔

(۹) نویں بات۔ بہرحال یہ نویں بات مرتجز کی ہے مگر فرات میں ڈوبنا یہ بعد اس واقعہ کے ہوگا جس کو ہم آئندہ لکھیں گے۔

(۱۰) ہاں دسواں امر مرتجز کا البتہ باقی ہے کہ بعد لوٹنے کے امام حسینؑ یعنی اس کی وفاداری یہ ہے کہ اب خیمہ ہائے حرم کی طرف چلا سُنانی لے کر اور اُسی خاص آواز سے زور زور سے چلا رہا تھا اور دونوں اگلے پاؤں زمین پر مارتا تھا، اسی حالت کو شافعیؒ امام اہلِ سنّت نے نظم کیا ہے۔ کہتے ہیں:۔

فـلـيف اعــوان ولـــلـــدمـــع رنة

ولـلـخيـل مـن بعد الصهيل نجيب

ترجمہ: کہ بعد شہادت امام حسینؑ کے تلوار چند مرتبہ روئی، نیزہ سے بھی رونے کی آواز آئی اور گھوڑا یعنی مرتجز بھی اپنے ہنہنانے کے بعد چلّا کر رویا۔

ابومخنف کہتے ہیں کہ مرتجز اپنے چیخنے میں یہ کہتا تھا۔

ويـقــول فـی صـحـمية الـظـلـمهة

مـن امة قتـل ابن بـنـتِ نبيـنـا

ترجمہ: ''فریاد ہے اس امت سے جس نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو قتل کیا''

یہ سُن کر سب کو تعجب ہوا اور گھوڑا خیمہ گاہ کو چلا اور زور زور سے ہنہناتا ہوا جا رہا تھا تا اینکہ قریب خیموں کے پہنچا اور جناب زینبؑ نے اس کی آواز خاص سنی اور پہچانا کہ مرتجز ہے۔ پس سکینہؑ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں دیکھو تمہارے باپ پانی لائے ہیں تب سکینہؑ باہر کو چلیں۔ ابومخنف کہتے ہیں، سکینہ خیمہ سے نکلیں اور گھوڑے کی طرف دیکھا کہ سوار سے خالی ہے اور زین بھی ندارد اور وہ چیخ رہا ہے اور اپنے سوار کی سنانی لایا ہے۔ یہ دیکھ کر سکینہؑ نے اپنی اوڑھنی گرادی اور چلّا چلّا کر بین کرنے لگیں۔ وا اقتیلاہ۔

(ہائے میرے قتیل) واحسیناہ (ہائے میرے حسینؑ) وامحمداہ (ہائے محمدؐ) واعلیاہ (ہائے علیؑ) یہ تمہارے حسینؑ اپنے خون میں زمین پر لوٹ رہے ہیں کربلا میں لاش برہنہ پڑی ہے۔ یہ حسینؑ خون اُن کا زمین پر اور سر دوسری جگہ میں۔ فدا ہوں کہ آپ کا سر شام کو روانہ ہوا۔

میں کہتا ہوں یہ جو کچھ گذرا یہ دسویں امور مرتجز سے تھا اور جو ہمارے نبیؐ نے اور حضرت امیرؑ نے فرمایا تھا سب کچھ واقع ہوا اور ان امور دہ گانہ سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ مرتجز کو خدا نے کیسی کیسی بزرگیاں دی تھیں جو کسی گھوڑے کو نہ بھی نہ گئیں اور یہاں تک اس کی بزرگی پہنچی کہ آج کے روز تک بھی جو گھوڑا اس کی شبیہ ہم بناتے ہیں اور نامزد مرتجز سے ہوتا ہے اُس سے بھی تو ایسی ایسی باتیں ظاہر ہوتی ہیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے اور اکثر گمراہوں کی ہدایت حق کی طرف ہوتی ہے کہ دینِ اسلام قبول کر کے ہمارے نبیؐ کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔

ذوالجناح کی شبیہ جس کو عوام دُلدُل کہتے ہیں ہمارے ہندوستان کے شہر اور دیہات میں جس قدر بنائے جاتے ہیں ان شبیہوں سے بکثرت امور کرامات کے ظاہر ہوئے کہ اب کسی کو مجال انکار ان کے ظہور میں نہ رہی۔ لہٰذا روز بروز اس کا رواج بڑھ گیا تا ایں کہ ہندو بھی اگر چہ وہ دین اسلام کے قائل نہیں، مگر شبیہ کی نسبت ضرور اعتقاد کرامت اور شرف رکھتے ہیں۔

ہم نے بچشمِ خود دیکھا بلکہ ہر سال شہر بنارس میں دیکھتے ہیں کہ جب ساتویں شب محرم کو ذوالجناح ان کے محلّہ تیلیہ نالے میں گزرتا ہے تو گروہ کا گروہ اہلِ ہنود کا ایسے جوش میں آتا ہے کہ وہ جوش مومنین کے جوش سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ پھر اگر تم دیکھو اے بھائی! ان کی بے تابی اور بے خودی کو کہ وہ سینکڑوں آدمی ہندو سینہ زنی کر رہے ہیں اور اپنے سروں پر اور رخساروں پر طمانچے مار رہے ہیں اور ہائے حسینؑ ہائے

میرے مظلوم کہہ کر رو رہے ہیں تو مجھے گمان ہے کہ تم سے ضبط نہ ہو سکے بلکہ تم کو غش آ جائے۔ اکثر یہ بھی ہوا کہ مومنین ان کو مانع ہوئے اس قدر بے خودی سے بھلا وہ کب باز آتے ہیں۔ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے ہر سال ایسا ہی واقع ہوتا ہے کبھی اس میں کمی نہیں ہوتی بلکہ زیادتی ہوتی ہے۔ جب تک خدا کو منظور ہے۔

پھر بھی جانو کہ میں سالہائے دراز سے اسی فکر میں تھا کہ ایسے کرامات کا شبیہ ذوالجناح سے بکثرت صادر ہونا اوران آثار کا ظہور کیوں ہوتا ہے اور پوری فکر اس میں کرتا رہا، پھر جب خدا نے مجھ پر احسان کیا کہ امور واقعہ شہادت مجھ پر کھلنے لگے اور میں نے رسالہ اور کتب کی اس بارے میں تصنیف شروع کی اور اس کے بارے میں وجوب دلائل عقلیہ اور قرآن سے ثابت کر دیا اب مجھ پر پورے طور پر واضح ہو گیا وہ امر جس کی فکر میں ہمیشہ رہتا تھا خلاصہ ان دلائل کا یہ ہے۔ چوں کہ دین اسلام پورا اور کامل تر سب دینوں سے ہے اور خدا کو معلوم تھا کہ اس کے دشمن بھی حد سے زیادہ ہوں گے تا ایں کہ وہ لوگ بظاہر مدعیٔ اسلام کے ہیں اور ان کی دشمنی اسلام سے دشمنیٔ کفار سے بھی زیادہ ہوگی۔ (مارِ آستین) ان کی عداوت سے جو اظہار اسلام کرتے ہیں۔ حصارِ اسلام میں بڑا بھاری رخنہ یا سوراخ پڑے گا پس وہی ہوا جو علمِ الٰہی میں تھا۔

آج تم نہیں دیکھتے کہ عداوت شہید سچے اسلام سے جس قدر برائے نام مسلمانوں کو ہے۔ ایسی کسی فرقۂ کفار کو بھی نہیں ہے پھر جب یہ حال تھا۔ اب دین اسلام کو بچانے کی غرض سے عقلاً بھی واجب تھا کہ ایسے امور اور ایسی ایسی باتیں پیدا ہوں کہ دشمنانِ اسلام کے سب قول باطل کر دیں اور ان کو اس طرح سے چپ کر دیں جس قدر ان کی بغاوت ہے اور یہ بڑا بھاری کام محتاج اسی کا تھا کہ ایسے ایسے دلائل قائم ہوں کہ صحرا اور دریا آسمان اور زمین اور ہوا بلکہ کل مخلوقاتِ الٰہی میں وہ دلائل موجود ہوں اور یہی خدا نے کر بھی دیا بواسطہ شہادت امام مظلوم کے صلوٰۃ اور سلام خدا کا ان پر ہو اور چوں کہ اس

کو یعنی ان امورِ عظیمہ کے ظہور کو توسط ہے شہادت سے امام حسینؑ کے لہٰذا واجب ہے کہ جو چیز واقعۂ شہادت سے تعلق رکھتی ہو یا منسوب ہو امام حسینؑ کی طرف اس میں خدا کوئی نہ کوئی بات ایسی رکھ دے جو دلالت کرے کہ ہاں یہ حضرت سے تعلق رکھتی ہے یا آپ کی طرف منسوب ہے۔ مرتجز کو جیسا تعلق اور انتساب حضرت سے ہے اوپر گذر چکا لہٰذا وہ بزرگیاں مرتجز کو ملیں اور مرتجز ہمیشہ زندہ رہنے کی چیز نہیں ہے۔ لہٰذا حکمت الٰہی مقتضی ہوئی کہ جو گھوڑا مرتجز کی شبیہ بنایا جائے اس میں بھی ایسے امور ہوں جو اسی مطلب پر دلالت کریں اور دین کی تائید پوری ہوتی رہے۔ اور جو امور شبیہ ذوالجناح سے ظاہر ہوتے ہیں جن کی خبر مجھے برادرِ ایمانی نے دی ہے اگرچہ ان کا شمار اس قدر ہے کہ اگر سب لکھی جاویں تو یہ رسالہ طولانی ہوکر بڑی کتاب بن جائے۔ مگر ہم چند واقعات بغرض مشابہت شبیہ کے مرتجز سے لکھیں تاکہ سب پر حتماً اور جزماً ثابت ہو جائے کہ ہمارا دعویٰ صحیح ہے اور کسی طرح کا شک باقی نہ رہے۔ شک کرنے والوں کو اور منکرین کو۔

اب ہم ان سے کہتے ہیں کہ چلو ہمارے ساتھ اور سفر کرو قصبہ بہرائچ جو ملک اودھ میں ہے اور ہم صدہا گواہ چشم دید واقعہ ہٰذا سُنّی اور ہندو بھی جمع کر دیں گے جنھوں نے بچشم خود اُس کو دیکھا ہے اور حاضر تھے موقع مواقعہ پر، جس شبیہ کا ہم اس وقت ذکر کرتے ہیں وہ تین باتوں میں مرتجز سے مشابہ ہوا ہے پہلے تو اس کی شناخت کہ اب میں اس شرف سے محروم کیا گیا۔ دوم اس خاص مقام پر اس کا رُک جانا اور قدم آگے نہ بڑھانا جس طرح مرتجز بروز ورود کربلا ٹھہر گیا تھا۔ سیوم اپنے آپ کو دانہ پانی چھوڑ کر ہلاک کر دینا اس رنج سے جس طرح مرتجز نے آپ کو فرات سے ڈبو دیا صدمۂ قتل سے اپنے مولاؑ کے۔ اب ہم ان سب کو واضح طور پر ذکر کریں۔

راوی کہتا ہے بہرائچ میں ایک گھوڑا تھا جو ہر سال بروز عاشورۂ محرم شبیہ ذوالجناح

بنایا جاتا تھا۔ اتفاقاً ایک سال وہ کسی مرض میں مبتلا ہوا اور ایک پاؤں میں اس کے لنگ پیدا ہو گیا اس کو مرد سنی المذہب نے لیا اس لیے کہ حسنِ عقیدت اس کو اس گھوڑے سے تھا اور پوری خدمت اور علاج اس کا کیا کہ وہ گھوڑا اچھا اور تندرست ہو گیا روز عاشورہ سے پہلے مگر جو لوگ اس کو شبیہ بناتے تھے ان کو اس کی صحت کی خبر نہ تھی لہٰذا انھوں نے دوسرا گھوڑا تجویز کیا اور لا باندھا کہ وہ معالج اس کو بھی لایا اور دکھلایا کہ اب اچھا ہے مگر وہ بایں خیال کہ شاید ابھی کمزور ہے اس کی شبیہ بنانے پر بہ نظرِ ترحم راضی نہ ہوئے اور واپس کر دیا، اب واپسی میں تو قدم قدم پر یہ گھوڑا رکنے لگا اس کے تیور سے معلوم ہوتا تھا کہ واپسی پر راضی نہیں ہے (یا حسینؑ) یہ پہلی بات اس گھوڑے کی ہے اور ہم کو تحقیق کراتی ہے اس لیے کہ نادان دوست کی ضرر رسانی دشمن دانا کے ضرر سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ (ان سفاهة المعب اشدا هذا دامن ذكاوة العدوم) ۔ کاش وہ لوگ سمجھ جاتے تو یہ گھوڑا کیوں تباہ ہوتا، پھر دیکھو کہ جدھر سے اس کی واپسی کی راہ تھی اسی طرف کربلا یعنی وہ مقام جہاں تعزیہ دفن ہوتے ہیں بھی پڑتا تھا اور اسی جگہ ذوالجناح کا سامان اُتارا جاتا ہے۔ ہائے ہائے جب یہ گھوڑا وہاں پہنچا اور اپنا وہ مقام اُسے نظر آیا اب تو اس بیتابی کو کچھ نہ پوچھو آہ کرنے لگا اور اس نے زور زور سے ہنہنانا شروع کیا۔ جس طرح مرتجز کا حال ہم اوپر لکھ چکے گویا یہ فریاد کرتا تھا ہمارے امام حسینؑ سے اور لوٹنے لگا پچھاڑیں کھانے لگا کہ مجھے یہاں سے نہ لے جاؤ یہیں مرنے دو جس طرح کہ مرتجز لوٹا تھا جب لاشۂ امام حسینؑ کو پہچان گیا تھا، پھر اس گھوڑے نے ایک قدم بھی اس جگہ سے نہ اُٹھایا مگر افسوس کہ اب بھی وہ لوگ نہ سمجھے اس کے رنج اور قلق کو حالانکہ یہ گھوڑا اپنے کو براہِ تاسف ہلاک کر رہا تھا کہ مجھے کیوں شبیہ بنانے سے روکتے ہو۔ کاش اگر ان لوگوں میں کسی کو جانوروں کی زبان کا علم ہوتا تو ضرور سمجھ جاتا کہ یہ گھوڑا روتا ہے اور کہتا ہے اے میرے مولا میرے حسینؑ آپ دیکھیں ان کے ظلم کو

باوجودیکہ میرا استحقاق پرانا ہے آج مجھے محروم کرتے ہیں۔ یہ وہ گمان صحیح ہے جس کے آئندہ حالات اسی گھوڑے کی تائید کرتے ہیں۔ مگر یہ نادان دوست اب بھی نہ سمجھے اس کو کشاں کشاں وہیں لائے جہاں وہ شفایاب ہوا تھا اب اس کا یہ حال ہے کہ صبح شام، دن رات ہائے ہائے کررہا ہے، کراہ رہا ہے اور ایک لحظہ بھی اسے افاقہ نہیں ہوتا۔ کھانا پینا سب چھوڑ دیا اور بھوکا پیاسا رہا۔ جیسے کہ مرتجز قبل اپنے مرنے کے اسی حالت میں رہا تھا۔ اب عاشور کا دن آیا اور عزادار مراسم تعزیت میں مصروف ہوئے۔ اور جدید شبیہ کو کربلا میں لائے اب اس گھوڑے کا اور برا حال ہوا، آخر تڑپ تڑپ کر مر ہی گیا۔ اب سمجھے لوگ کہ اس رنج سے یہ مرا ہے۔ خاک پڑے ان کی سمجھ پر، اب کربلا میں اس کی خبر دی کہ گھوڑا مر گیا آہ آہ۔ جب یہ خبر سنی دوڑے بے تابانہ روتے ہوئے سر و سینہ پیٹتے ہوئے گریبان چاک اور اس کی لاش بطور جنازہ کے لائے اسی کربلا میں پھر اس کو نہلایا اور کفنایا ان کپڑوں سے جن سے جدید شبیہ کو آراستہ کیا تھا اور ایک غار کھود کر اس میں اس کو دفن کیا اور اس کی قبر پر دھاڑیں مار مار کر روئے نادم تھے جو اس کی وفاداری اور کرب والم سے غافل رہے اور پھر بڑی کمی کی اس کے حق میں۔ یا حسینؑ۔ دیکھئے حیوان کا تو آپؑ کی محبت میں یہ حال ہے اور ہم کو موت نہ آئی روتے روتے کہ آپ کی نصرت ہم سے فوت ہوئی اور ہو رہی ہے۔

دوسرا گھوڑا: جو شبیہ ذوالجناح بنتا تھا یہ وہی گھوڑا ہے جس کی خبر بعض سادات برہرہ نامی دیہہ سے آئی ہے وہ سیّد ایسی بات لکھتے ہیں جس سے مشابہت اس گھوڑے کو ذوالجناح یعنی مرتجز سے اس فعل میں ہوتی ہے جب سنانی امام حسینؑ کی لے کر مرتجز خیمۂ اہلِ حرم کی طرف آیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے ایک سال بروز عاشورہ اس کو شبیہ بنایا اور گشت بھی کرایا جیسا کہ معمول تھا تا ایں کہ لوگ باہر گاؤں کی سڑک پر ایک جگہ پہنچے اور اس قریہ میں ایک مولوی صاحب کا گھر تھا وہاں گاؤں بھر کی مستورات

گھوڑے کی زیارت کی غرض سے جمع ہوئی تھیں مگر اب ہم اس کو ادھر نہیں لے گئے اور سبب اس کا راوی نہیں لکھتا، اپنے خط میں، عورات چونکہ محروم زیارت ذوالجناح سے ہو چکی تھیں، شور رونے پیٹنے کا برپا کر رکھا تھا سارا گاؤں ان کی آواز سے گونج رہا تھا کہ یکایک یہ گھوڑا ایک جگہ پر از خود ٹھہر گیا اور ہر چند ہم لوگوں نے زور کیا مگر ایک قدم کسی طرف نہ اُٹھایا، ہم تو اسے اپنی کربلا میں لے جانا چاہتے تھے مگر وہ اسی جگہ اَڑ گیا اور منہ زوریاں شروع کر دیں جب ہم کو یاس ہوگئی کہ اب یہ رام نہ ہوگا۔ اب ہم نے لگام اس کی چھوڑ دی کہ یکایک وہ دوڑا اور بستی کی راہ لی اور اس راہ پر چلا جو اسی گھر جاتی تھی حالاں کہ وہ پیچیدہ گلیوں میں تھا وہاں تک رسائی سوائے واقف کار کے دوسرے کے ممکن نہ تھی اس گھوڑے نے تو کبھی اُن پیچیدہ گلیوں کو کبھی دیکھا بھی نہ تھا چہ جائیکہ اس گھر کو دیکھتا وہ گھوڑا بے تکلف چلتے چلتے اس گھر کے دروازے پر پہنچا اور وہاں بھی نہ ٹھہرا بلکہ بے ساختہ گھر کے اندر جا کر صحن میں سر جھکائے ہوئے کھڑا ہوا اور آنسو آنکھوں سے جاری تھے۔ ہائے ہائے ذرا سوچو تو برادران یہ کیسی عجیب بات ہے جب عورات نے دیکھا کہ گھوڑا تو سر جھکائے صحن میں کھڑا ہے اور کوئی آدمی اس کو لانے والا یہاں تک نہیں ہے۔ ان کے دل میں الہام ہوا کہ فرشتے اس کو کشاں کشاں لائے ہیں خدا کے حکم سے اور ہمارے مولا امام حسینؑ کو پسند نہ ہوا کہ یہ ماتم دار عورات سال بھر کا انتظار زیارت ذوالجناح کریں اور پھر ان کو مرتجز کا خیمہ گاہ حرم میں سنانی اپنے آقا کی لانے کا پورا خیال ہوا جب کہ مرتجز خون میں حضرتؑ کے لوٹ کر اہلِ حرم کو سنانی دینے آیا تھا۔ اب تو سب عورتوں کی نظر میں وہی تصویر ابھر گئی۔ جیسے مرتجز آیا ہے اور وہ عورات اہلِ حرم باہر نکل آئی ہیں خصوصاً جناب سکینہؑ کے بین جگر خراش جو ہم اوپر دیکھ چکے اب تو ان کے دلوں سے صبر جاتا رہا اور گھوڑے کے پاس اگر کوئی رہا تو گردن سے گھوڑے کے لپٹی اور کوئی دونوں پاؤں اس کے چومنے لگی اور کوئی آن کر نوحہ پڑھتی

گھوڑے سے مخاطب ہو کر۔ اے گھوڑے! کیا تو حسینؑ کی شہادت کی سنانی لایا ہے اے گھوڑے سچ بتا تجھے ہم تک کس نے پہنچا دیا۔ ایسی گریہ وزاری ہوئی کہ آسمان تک صدائے گریہ بلند تھی۔ ہم نے اپنے قریہ میں ایسا عاشورہ کبھی دیکھا نہ تھا اور ہم سب شور گریہ سن کر اس گھر تک پلٹ آئے اور یہ ماجرا بچشم خود دیکھا۔

اب میں کہتا ہوں اور خدا سے توفیق کا طالب ہوں کہ یہ جواوپر گذرا منقولاتِ صحیحہ سے تھا اور مجھے اس واقعہ میں چند توجیح ایسی کرنی ہیں جن کے سننے سے موالین مومنین کے قلوب ظلماتِ شبہات سے نورِ ایمان کی طرف آئیں گے اور مختصر بیان میرا یہ ہے کہ اس گھوڑے کا ایسی جگہ آنا جس کو کبھی اس نے دیکھا بھی نہ تھا اور خود بخود بدون کسی لانے والے کے آنا کیا اس کا کوئی سبب اسباب ظاہری سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ پھر اگر کوئی کہنے والا کہہ دے کہ محض اتفاقی بات تھی تو اتفاق کو تسلیم وہی شخص کرتا ہے جو کہ صاحبِ فہم نہیں ہے۔ یہ وہی شخص ہے جو وجود اشیاء کو بلا سبب مانتا ہے اور عاقل اس کو تسلیم نہیں کرتا ہے بلکہ امور اتفاقیہ کے ہونے کو بھی کوئی سبب ضرور ہے مگر وہ سبب مخفی ہو اور ہماری عقل اسے دریافت نہ کر سکے۔ اب ہم کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس گھوڑے کا ایسی جگہ آنا اس کا بھی کوئی سبب ضرور ہے انھیں پوشیدہ اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ ایک قوت ایسی تھی جس نے اس گھوڑے کو یہاں تک پہنچایا اب جو شخص وجود ملائکہ کا منکر ہے وہ اس کا نام محض قوتِ مخفی رکھتا ہے اور ہم اس کا نام ملائکہ رکھتے ہیں اور نام رکھنے میں کوئی تکرار کا موقع نہیں ہے۔ پھر اب ہم کہتے ہیں کہ آخر اس قوت کو کس نے آمادہ کیا جو اس گھوڑے کو یہاں تک لائی اور ایسا فعل صادر ہوا جس سے عقل حیران ہے۔ اب چارہ نہیں ہے بدون قائل ہوئے اس امر کے کہ ایک روحانی طاقت نے اس قوت کو آمادہ کیا وہی ہمارا خدا ہے۔ اب مطلب ثابت ہو گیا اس لیے کہ خدا ہی علت ہے سب علتوں کی۔

یہ بھی سمجھو کہ ایسے افعال حکیمانہ کے صادر ہونے میں علت کا عاقل ہونا بھی شرط ہے کہ سوچ سمجھ کر ایسا کام کرے جو حاجت کو پورا کر دے اور جو علت اختیاری نہیں ہے۔ جیسے کہ آگ اس سے ایسا فعل صادر نہیں ہوسکتا یہ بھی دلیل ہمارے دعویٰ کی تائید کرتی ہے۔ اب ہم کو یہ کہنا حق بجانب ہے کہ خدا نے چند فرشتوں کو یا ایک ہی فرشتہ کو حکم دیا کہ اس گھوڑے کو وہاں لے جا جہاں بے چاری عورات روتی پیٹتی اور مایوس اس کی زیارت سے ہو رہی ہیں، چنانچہ پہنچا دیا اسی جگہ۔

اس دلیل سے ہم نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ شبیہ ذوالجناح بنانی یہ فعل ہمارا خدا کو پسند ہے جب تو فرشتہ کو ایسا حکم دیا اس لیے کہ شبیہ کا بنانا فی نفسہٖ مباح ضرور ہے اور کوئی حکم شرعی اس کو منع نہیں کرتا اور علاوہ مباح ہونے کے ایک وصف زائد اس میں یہ ہے کہ گریہ وزاری اس کے ذریعہ سے خوب ہوتی ہے۔ اب اگر رونا مصیبت اہلِ بیتؑ پر واجب ہے تو شبیہ کا بھی وہی حکم ہوگا اور جو کوئی اس کے خلاف کا مرتکب ہوگا اس سے خدا ناراض ہوگا۔ اس دعوے پر بھی ہم کو دلائل اور شواہد بہت سے ہیں ہم آج اِن میں سے ایک شاہد کو ذکر کرتے ہیں جو کافی ہے۔

وہ یہ ہے کہ ایک عورت ناصبیہ بڑی دشمن تھی امام حسینؑ کی اور بروز عاشورہ بڑی عید مناتی تھی۔ اچھے اچھے کپڑے پہنتی مِسّی و سرمہ لگاتی اور جس قدر اُسے ممکن تھا اپنی زینت کرنے یعنی اور خوشی منانے میں اُٹھا نہیں رکھتی تھی اور شبیہ ذوالجناح ایسے ایسے جانوروں کو بناتی جن کا نام لینا بے ادبی ہے اور خدا اس سے انتقام لینے میں درنگ کر رہا تھا کہ شاید اب توبہ کرے اس لیے کہ خدا مہلت دینے میں شرماتا نہیں ہے اور نہ خدا کو خوف ہے آج اگر انتقام نہ لیا تو کل مجھے قدرت اس کی نہ رہے گی تاایں کہ وہ ثبوت مل جائے گا۔

(حکیم سیّد محمد ریاض الدین حسین کہتے ہیں کہ اس ہمارے قصبہ جلوہ علیؑ عرف جلالی

میں میری عمر میں جو جو شبیہیں مرتجز کی بنائی جاتی تھیں برابران سے ایسی ہی کرامتیں ظاہر ہوتی رہی ہیں جن کے دیکھنے والے سینکڑوں اشخاص ہیں)۔

اب یہ بھی جانو کہ اس ملعونہ پر شہاب ثاقب کا گرنا اس سے ہم کو ایک بڑا فائدہ قرآن مجید کی آیت کی سچائی کا اور منکرین کی ذلّت کا بھی ہوا۔ جو اس کے قائل ہیں کہ شہاب ثاقب کی پیدائش خواص طبیعہ سے ہوتی ہے۔ جیسے رعد اور برق وغیرہ اور قرآن میں وارد ہوا ہے کہ **فاذا خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب**۔ (جب شیطان اچک کر آسمان پر چڑھنے کا قصد کرتا ہے شہاب ثاقب سے فرشتے اُسے مارتے ہیں) اور دوسری جگہ اسی کو شیطان مارنے والا فرمایا، یہ سب غلط ہے۔ (خاکم بدہن ان کے)

میں کہتا ہوں کہ غلطی پر ہیں، دیکھو کہ تارہ کا ٹوٹنا اور زمین کی طرف سیدھی حرکت سے ہوتا ہے اور وہ حرکت طبیعی ہے بلا ارادہ۔ اور یہ شہاب ثاقب جو اس عورت پر گرا جب اس کے گھر میں پہنچا اور وہ کوٹھری میں بھاگی یہ بھی وہیں جا پہنچا۔ اب یہ حرکت بدون ارادہ کے نہیں ہوسکتی۔ پس ضرور ہے کوئی محرک ارادہ اس کا ہو۔ یہ حرکت ارادی دینے والا وہی ہے جس نے اس عورت کے عذاب دہی کا ارادہ فرمایا ہے۔ پس ایک قوت کو خواہ ایک فرشتۂ ملائکہ عذاب کو حکم دیا اس نے اسی ملعونہ کو جدھر بھاگی تھی وہیں جا کر فی النار کر دیا۔ اب اگر ہر ایک شہاب ثاقب کو اسی قسم کا کہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں تو اس شہاب کو کیسے کہہ سکتے ہیں لہٰذا ہمارا قرآن سچا ہے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔

اب تو جس قدر ہم کو مرتجز اور شبیہ ذوالجناح کا بیان کرنا اس مختصر رسالے میں منظور تھا کر چکے۔ اب خدا سے امید ہے کہ اپنی ہدایت کرے منکرین کو اور قلوب مومنین کو شگفتہ کر دے۔ اور آخری دعا ہماری حمد الٰہی اور درود اپنا خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی پاک اولاد پر۔ (منشورات علامہ کنتوری، ص ۱۷۷ تا ۲۰۹)

ذوالجناح کا تعارف اور وجہِ تخلیق:

جس طرح بعض افراد کا نظریہ ہے کہ ذوالجناح کوئی عام گھوڑا نہ تھا بلکہ ایک جن تھا جو حکم ربی کی اطاعت میں گھوڑے کی شکل میں جناب رسولؐ مقبول اور ان کے خاندان کی خدمت پر مامور تھا ۶۱ھ میں اپنے فرض کی تکمیل کے بعد اپنی دنیا میں لوٹ گیا۔ اسی طرح بہت سے لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ ذوالجناح دراصل ایک فرشتہ تھا جو اللہ کی طرف سے خاندان رسالت کی خدمت پر مامور تھا اس کا خدمت کے علاوہ ایک اور مقصد بھی تھا کہ اس کو یوم عاشور کے واقعات کا گواہ بننا تھا کیونکہ قانون قدرت ہے کہ عدل کے لیے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے مثال کے طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ حجر اسود دراصل ایک فرشتہ ہے جو عہد الست کا گواہ ہے اور اس کو پتھر کی صورت میں اس دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے تا کہ وہ اس دنیا میں بھی اس بات کی گواہی درج کر سکے کہ کون سے لوگ عہد الست پر قائم رہے۔ عہد الست کا دوسرا گواہ خود باری تعالیٰ ہے اسی طرح جب کربلا میں انصار حسینؑ یکے بعد دیگرے شہید ہوتے رہے اور امام مظلومؑ اپنے انصار کی جرات، بہادری، جانثاری، وفاداری اور مظلومیت کے علاوہ قاتلان کی شقی القلبی، بے رحمی، سنگ دلی اور ظلم کے گواہ بنتے رہے وہاں ذوالجناح قانون قدرت کے مطابق دوسرے گواہ کی صورت میں موجود تھا۔ یوم محشر کو جب ذات عدل کے سامنے کربلا کا مقدمہ پیش ہوگا تو امام حسینؑ کے ساتھ دوسرا گواہ ذوالجناح موجود ہوگا اگر کوئی یہ کہے کہ ذوالجناح تو بے زبان جاندار ہے مانا کہ محشر کو وہ زندہ موجود ہوگا مگر وہ گواہی کس طرح دے گا تو جواب میں صرف یہ عرض ہے کہ اگر انسان کے جسمانی اعضاء اس کے بارے میں گواہی دیں گے، حجر اسود پتھر کی صورت ہو کر گواہی دے گا تو اللہ کے حکم سے ذوالجناح کے گواہی دینے میں کیا امر مانع ہو سکتا ہے۔ رب نے اپنی قدرت کا مظاہرہ اس دنیا میں بھی دکھا دیا کہ مستند تاریخ کے مطابق ذوالجناح نے یوم عاشور انسانی آواز

میں کلام کیا تھا۔ اس کا ذکر آگے اپنے مقام پر آئے گا مگر اس سے اس نظریے کو وزن حاصل ہوتا ہے کہ ذوالجناح کی تخلیق خاص طور پر خاص مقصد کے لیے ہوئی تھی۔ یہ کوئی عام گھوڑا ہر گز نہیں ہو سکتا کیونکہ دشت کربلا کے پُر ہول مقام پر تین پہر تک جاری ستم کو برداشت کرنا کسی عام جانور کے بس کی بات ہر گز نہیں تھی۔ ہر شہید کی پکار پر یہ بے زبان حضرت امام حسینؑ کے ہمراہ جاتا اس کے وقت نزع اور دم آخری کا گواہ بنتا اور پھر اس شہید کا ظلم و ستم سے تار تار اور خون سے شرابور لاشہ اپنے پر اُٹھا کر خیمہ میں واپس آتا۔ اس جاندار کو تین دن کی بھوک پیاس کا احساس بالکل نہ تھا سب سے بڑھ کر یہ کہ جب جگر گوشہ رسولؐ نے حیدری جلال دکھایا تو اس جاندار نے مورخ کو یہ لکھنے پر مجبور کر دیا کہ راہوار حسینی گھوڑا نہیں کسی اور دنیا کی مخلوق نظر آتا تھا۔ اس کی چال میں باد صرصر کی تیزی تھی، اس کے انداز کڑکتی ہوئی برق کی مانند تھے، اس کے سانسوں میں رعد کی گرج تھی، اس کی ٹاپوں سے زلزلے کا گمان ہوتا تھا، اس کے آگے آنے والے کی خیر نہ تھی اور اس کے پیچھے جانے والے کی دنیا اندھیر تھی۔ اس پر بھی یہ تین دن کا بھوکا پیاسا اور اس کی عمر بھی کوئی کم نہ تھی اس وقت اس کی عمر نصف صدی کے قریب تھی مگر اس کا بانکپن قابل دید تھا۔ (رسالہ ذوالجناح اے ذوالجناح)

شجرۂ نسب:

ایک روایت کے مطابق ذوالجناح کا شجرہ حضرت اسماعیلؑ کے گھوڑے سے جا کر ملتا ہے۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جس گھوڑے پر فلسطین سے مکّے آیا کرتے تھے اس گھوڑے کی نسل میں ذوالجناح تھا۔

شبِ معراج حضرت رسولؐ خدا کے لیے آسمان سے ایک سواری آئی تھی جس کا نام ''براق'' ہے۔

علّامہ فخر الدین بن طریحی نجفی نے لکھا ہے کہ:-

''براق'' ایک چوپایہ ہے جس پر رسولؐ خدا شبِ معراج سوار ہوے تھے، اس کی چمک کی زیادتی کی وجہ سے براق نام رکھا گیا، اور ایک قول ہے کہ تیز رو ہونے سے بجلی سے تشبیہ دے کر براق نام رکھا گیا، وہ قد و قامت میں خچر سے چھوٹا اور قاتر سے بڑا، دونوں کان متحرک، آنکھیں سُموں میں حدِّ نگاہ تک اس کا قدم پہنچتا تھا، پہاڑ پر جائے تو دونوں پاؤں آگے کے چھوٹے معلوم ہوں اور پیچھے کے لانبے، اور جب بلندی سے پستی کی طرف اُترے تو آگے کے قدم دراز اور دونوں پاؤں کوتاہ اور پشت پر دو پر (بازو) نمایاں تھے۔ (مجمع البحرین)

اہلسنّت مفسّرین لکھتے ہیں:-

''براق'' کا چہرہ آدمی کا ایسا، پیر اونٹ کے پیروں کی طرح، ایال گھوڑے کی ایال جیسی، دُم گائے کی دُم جیسی، جبریل لجام لئے ہوئے اور میکایل رکاب تھامنے کے لیے۔

شیعہ اور سُنّی مورخین متفق ہیں کہ براق جنت کی سواریوں میں سے ایک معزز سواری ہے اور جس طرح معراجِ رسولؐ میں کلام نہیں اسی طرح ہر ایک براق کا بھی قائل ہے۔

حضرت علیؑ سے مسجدِ کوفہ میں پوچھا گیا براق کی کنیت کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ''ابوہلال'' اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی ایک دعا میں فرمایا ''پروردگار تیرے اُس نام کا واسطہ جس کی وجہ سے محمدؐ عربی کے لیے تو نے براق کو مسخّر کیا''۔

تاریخِ ثعلبی میں ہے کہ حضرت آدمؑ کے لیے اللہ نے جنت میں ایک پردار گھوڑا خلق کیا تھا اس کے زر و جواہر کے دو پر تھے، گھوڑے کا نام ''میمون'' تھا، حضرت آدمؑ نے اس پر بیٹھ کر جنت کی سیر کی جبریل اس کی لجام تھامے ہوے تھے میکایل داہنی

طرف اور اسرافیل بائیں طرف تھے۔

حضرت رسولؐ خدا قیامت کے دن براق ہی پر سوار ہوں گے۔ (کشف الغمہ)

مُتَّكِينَ عَلٰى رَفْرَفٍ (سورۂ رحمان آیت ۷۶) براق کا دوسرا نام "رفرف" ہے۔

ذوالجناح بھی جنت کی سواریوں میں سے ایک مخصوص سواری تھا جو حضرت رسولؐ خدا کے لیے بھیجا گیا تھا۔ جس طرح براق معجزہ ہے، ذوالفقار معجزہ ہے اِسی طرح ذوالجناح بھی ختمی مرتبتؐ کا ایک معجزہ ہے۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ ذوالجناح ایک فرشتہ تھا۔

میر انیسؔ بھی اِسی بات کے قائل ہیں کہ ذوالجناح مَلک تھا:۔

اسوار ہے اُس کا پسرِ صاحبِ دُلدُل
کہیئے جو مَلک اُس کو نہیں جائے تامّل

ذوالجناح کا رنگ

عماد زادہ اصفہانی کی تحقیق کے مطابق "ذوالجناح کا رنگ حنائی تھا اور پیشانی پر سفید ٹیکا تھا"۔ مرتجز کا رنگ نقرئی تھا، عقاب کا رنگ سرخ تھا، اگر مرتجز اور ذوالجناح کو ایک ہی تصور کیا جائے تو مختلف بیانات میں تضاد موجود ہے۔ "سفینۃ البحار" میں لکھا ہے کہ "مرتجز سفید رنگ کا گھوڑا تھا"۔ سہیل عباس مرزا کا کہنا ہے کہ ذوالجناح کا رنگ بے داغ موتی کی طرح سفید تھا، مرتجز کا رنگ روایتی اعلیٰ عربی النسل گھوڑوں کی طرح سرمئی سفیدی مائل تھا۔ اِسی طرح دُلدُل کے رنگ میں بھی اختلافی بیانات موجود ہیں۔ مولانا آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں "دُلدُل سفید رنگ سیاہی مائل تھا۔ سہیل عباس مرزا لکھتے ہیں۔ "دُلدُل کا رنگ سرخ تھا"۔ علاّمہ مظہر حسن سہارنپوری نے مرتجز اور ذوالجناح کو ایک ہی گھوڑا تسلیم کیا ہے اور اس کا رنگ "کُمیت" لکھا ہے۔ کُمیت سیاہی

محمد ابن عبدالباقی زرقانی مصری ''شرح مواہب'' میں لکھتے ہیں حضور اکرمؐ کے ایک گھوڑے کا نام ''سکب'' تھا جو کمیت رنگ کا تھا اس کے ماتھے پر درہم سے زیادہ سفید داغ تھا تقریباً نصف پنڈلیوں تک چاروں پاؤں سفید تھے''۔ (بعض مورخین نے ''سکب'' کو ذوالجناح کہا ہے)۔

زرقانی نے مرتجز کا رنگ سفید لکھا ہے۔ ''الورد'' جس گھوڑے کا نام تھا اس کا رنگ زردی مائل سرخ لکھا ہے۔

ذوالجناح کی لجام:

سہیل عباس مرزا ''ذوالجناح اے ذوالجناح'' میں لکھتے ہیں:-

''لفظ ذوالجناح کے بہت سے معانی دستیاب ہیں۔ مندرجہ ذیل کو ملاحظہ کریں۔ عام عربی لغت کے مطابق ذوالجناح کے معانی (۱) بڑی لگام، (۲) موٹی لگام (۳) مضبوط لگام کے ہیں۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ذوالجناح کوئی عام گھوڑا نہ تھا کہ اس کو اس قدر خاص لقب عطا ہوا اور وہ بھی کسی عام شخصیت سے نہیں بلکہ جناب سرور کائناتؐ سے۔ معانی کے اعتبار سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ذوالجناح کوئی خاص جاندار تھا کیونکہ عام ساخت کے گھوڑے کے لیے کوئی بھی مروجہ لگام استعمال ہو سکتی تھی۔ لگام چمڑے سے بنی ہوئی ایسی چیز ہے جو گھوڑے کو قابو میں رکھنے اور مرضی سے استعمال کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ لگام عام طور پر تین حصوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اوّل حصہ فولادی زنجیر یا جڑے ہوئے فولادی کڑوں کی صورت میں ہوتا ہے اس کو گھوڑے کے منہ کے اندر ڈالا جاتا ہے اس کے سرے گھوڑے کے جبڑوں کے اطراف یعنی باچھوں سے باہر نکلے ہوتے ہیں۔ یہ باہر نکلے ہوئے سرے سربند اور راسوں سے منسلک ہوتے ہیں۔ سربند نہ صرف گھوڑے کے مکمل سر کو گرفت میں رکھتا ہے بلکہ آرائش کی

اشیاء کو بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ راسیں گھوڑسوار کے ہاتھ میں ہوتی ہیں جس سے وہ گھوڑے کو اپنی مرضی کی سمت موڑنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ سر بند اور راسیں چمڑے سے بنائی جاتی ہیں اونٹ کے لیے جو شے استعمال ہوتی ہے اس کو مہار کہتے ہیں اور یہ زیادہ تر کپاس یا اون کے ریشوں کو بٹ کر بنائی جاتی ہے۔ اور پٹی نما چمڑے کی لگام کے برعکس مہار بٹی ہوتی ہے۔ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ جس گھوڑے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا وہ عام جانوروں سے الگ قسم کا کوئی جاندار تھا۔ الگ ہونے کے علاوہ ذوالجناح جسمانی ساخت میں بھی دوسرے جانداروں سے منفرد ہوگا یہ بات لفظ ذوالجناح کے معانی سے ظاہر ہو رہی ہے کیونکہ یہ لقب کسی خاص یا بہت بڑے جثّے والے گھوڑے کو ہی دیا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس یا ان کے دور میں ایسے گھوڑے بھی پائے جاتے تھے کہ جن کے پر ہوتے تھے اور ان میں طاقت پرواز ہوتی تھی۔ بعض روایات کے مطابق یہ گھوڑے دراصل جنّات کی ایک قسم تھے اور ان کے ماتھے پر ایک چمکدار سینگ یا اُبھار ہوا کرتا تھا۔ حضرت سلیمانؑ کے زمانے کے بعد اس طرح کے گھوڑے ناپید ہو گئے۔

مغربی دیو مالائی قصوں میں ایسے گھوڑوں کو ''یونی کون'' کے نام سے پکارا گیا ہے اس کے علاوہ پہلے جناب رسالتؐ اور ایک زوجہ محترمہ کا واقعہ بیان ہو چکا ہے جس میں اس طرح کے گھوڑے کا ذکر ہے۔ اس واقعہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ذوالجناح کی منسوبیت ایسے گھوڑوں سے ہے کہ جن میں طاقت پرواز ہوتی تھی۔

بعض روایات کے مطابق ذوالجناح نہ صرف غیر معمولی جسامت اور خدوخال کا مالک تھا بلکہ اس کی پیشانی پر ایک خوشنما اور چمکدار اُبھار تھا۔ غرض کہ اس میں جو کچھ بھی تھا سب کا سب غیر معمولی تھا۔ سب سے بڑھ کر اس جاندار کو کائنات کی سب سے عظیم

ہستی کی سواری ہونے کا شرف حاصل تھا یہ ایسا شرف ہے کہ اس پر جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے۔اس کے علاوہ ذوالجناح کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس نے رسولؐ اللہ کے دور کے علاوہ تین اماموں کا دور بھی دیکھا اوران کی سواری میں رہا۔

لجامِ ذوالجناح پر جناب ربابؑ کا ہاتھ:

مولانا سیّد تقی لکھنوی ابن مولانا غفرانمآب دلدار علی لکھنوی لکھتے ہیں:۔

جب امام حسینؑ سب سے رخصت ہو چکے اور درِ خیمہ پر آ کر ذوالجناح پر سوار ہوے اور ارادہ جانے کا کیا تو جناب ربابؑ قریب آئیں۔

وَاَخَذَتْ لِجامَ فَرسِهٖ وَ بَكَتْ وَ قالَتْ لَهٗ يا سيِّدِيْ اِنَّكَ تُقْبَلُ فَمَنْ يَحمِيْنِيْ

اور آ کر لجام فرس پر ہاتھ ڈال دیا اور رو کر عرض کی کہ اے میرے سیّد اے میرے مولا آپ تو مرنے جاتے ہیں اس کنیز کا تو کوئی سہارا بتاتے جایئے کہ بعد آپ کے کون میری حمایت کرے گا۔پس امام حسینؑ جناب ربابؑ کی بیکسی پر بہت روئے اور فرمایا کہ اے ربابؑ! صبر وشکر کرو خدا کا ہر رنج و بلا میں کہ وہ بچائے گا تمہیں شر سے لوگوں کے **فَوَدَّعَهَا** پس سمجھا کر رخصت کیا حضرتؑ نے جناب ربابؑ کو واہ کیا کام کیا ہے جناب ربابؑ نے بعدِ شہادتِ امام حسینؑ مدۃ العمر سائے میں نہیں بیٹھیں دن کی دھوپ رات کی اُوس میں بسر کی‘‘۔(مجالس الشیعہ ۱۹۱۷ء ص ۲۵۵)

ذوالجناح کا زین:

ذوالجناح کا زین بھی قابلِ احترام ہے جس پر رسولؐ اللہ سوار ہوے، پھر حضرت علیؑ اور حضرت امام حسنؑ سوار ہوے۔اس زین پر حضرت امام حسینؑ سوار ہوے۔

میر انیسؔ نے اس زین کی تعریف میں بہت سے اشعار کہے ہیں:۔

اختر خجل ہیں زینِ جواہر نگار سے
ذرّوں نے چُن لیے ہیں ستارے غبار سے

وہ ساز اور وہ زینِ مرصع کی زیب و زین
اس میں ہوا میں ارض و سما کا تھا فرق و بین

زین خالی ہو گیا:-

دیکھا یہ ذوالجناح کا سیدانیوں نے حال
خالی ہے زین اور ہے ماتھا لہو سے لال

زیں سے مرے رسولؐ کا پیارا کہاں گرا — دو دن کی بھوک پیاس کا مارا کہاں گرا
وہ عرشِ کبریا کا ستارا کہاں گرا — آقا ترا امام ہمارا کہاں گرا

سایہ ہے کچھ کہ لاش ہے جلتی زمین پر
لختے یہ کس کے خون کے ہیں تیری زین پر

امام حسینؑ جب زخمی ہوئے یہ زین خون سے رنگین ہو گیا، سیدانیوں نے جب ذوالجناح کے خالی زین کو دیکھا اپنے سروں کو اس زین پر رکھ دیا اب اس زین کی شبیہ بھی قابلِ احترام ہے۔

ذوالجناح کی رکاب:

ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ:-

حضرت رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا:-

"کسی آدمی کو سوار ہونے میں مدد دینا یا اُس کا سامان سواری پر رکھوا دینا بھی ثواب ہے"۔ (بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ)

علّامہ سیّد مجتبیٰ حسن کاموںپوری لکھتے ہیں:-

علاء الدین قادوسی مصری، م ۸۰۷ھ کا دعویٰ تھا کہ ان کے پاس حضور کی سواری کی رکاب ہے۔ (ابن حجر عسقلانی)

۶۵۳ھ میں صلاح الدین ایوبی نے عباسی خلیفہ معتصم کو لوہے کی ایک رکاب یہ کہہ کر دی۔ یہ نبی اکرمؐ کی رکاب مبارک ہے۔ جس طرح بنی عباس چادر کی حفاظت کرتے رہے۔ بنی ایوب نے رکاب کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ (سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳ء، ص ۱۱)

ذوالجناح کی دونوں رکابیں بھی قابلِ احترام ہیں، یہ وہ رکاب ہے جسے تھام کر رسولؐ اللہ علیؑ کو سوار کرتے تھے، اِسی رکاب کو تھام کر حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبرؑ امام حسینؑ کو سوار کرتے تھے، میر انیسؔ نے اس رکاب کی تعریف میں بہت سے اشعار کہے ہیں، رخصتِ آخر کے وقت حضرت زینبؑ نے یہ رکاب تھامی تھی، اس وجہ سے رکاب کا مرتبہ اور بھی زیادہ بلند ہوگیا۔

معصومین کے پاؤں اس رکاب میں رہتے تھے، اس رکاب کی شبیہ بھی قابلِ احترام ہے۔

میر انیسؔ نے خوبصورت تشبیہات کے ساتھ رکاب کی تعریف کی ہے:-

کہتے ہیں رکابوں کو جو ہیں دیکھنے والے
ہیں دو مہ نو زین کے دامن کو سنبھالے

آیا عجب شکوہ سے اسپِ قمر رکاب — تھامے تھی فتح زین کا دامن ظفر رکاب
چشمک زنی ہلال پہ کرتی تھی ہر رکاب — حلقہ تھا نور مہر کا یا جلوہ گر رکاب
نازاں ہے خود رکاب کے پاؤں کو دیکھ کر
بل کر رہا ہے خاک پہ سائے کو دیکھ کر

لو اب سوار ہوتا ہے زہراؑ کا یادگار — تھامے رکاب کون، نہ یاور نہ غم گُسار
رو کر فرس سے کہتے ہیں شبیرؑ نام دار — اے ذوالجناح دیکھ یہ نیرنگِ روزگار

سب دوپہر میں ابنِ علیؑ سے جدا ہوئے
جو تیرے گرد رہتے تھے وہ دوست کیا ہوئے

وقتِ رخصتِ حسینؑ حضرت زینبؑ نے رکاب تھامی:

لکھا ہے یاں لجامِ فرس پر تھا دستِ شاہ — فریاد وا حسینؑ سے ہلتی تھی قتل گاہ
خیمے سے نکلی اک زنِ بالا بلند آہ — رُخ پر نقاب پاؤں میں موزے عبا سیاہ
حُسنِ رسولؐ شانِ علیؑ کا ظہور تھا
گویا لباسِ کعبہ میں خالق کا نور تھا
پردہ ہٹا جھکی ہوئی آئی وہ دل کباب — تھامی لرزتے ہاتھوں سے رہوار کی رکاب
گھوڑے پہ جلوہ گر ہوئے شاہ فلک جناب — بیت الشرف میں پھر گئی وہ مثلِ آفتاب
جس کا یہ ذکر تھا وہ نواسی نبیؐ کی تھی
زینبؑ بہن حسینؑ کی ، بیٹی علیؑ کی تھی

پھرنا تجھے نصیب ہو راہِ ثواب میں
قائم یہ دونوں پاؤں رہیں اس رکاب میں

تیغیں اُٹھی ہوئی جو برابر سے چل گئیں
غش آگیا قدم سے رکابیں نکل گئیں

جبریلؑ نے رکابِ ذوالجناح تھام لی:

کتاب ''اسرار الشہادت'' میں لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ کربلا کی سرزمین پر پہنچے تو جبریل نازل ہوئے اور ذوالجناح کی رکاب تھام کر عرض کیا اے فرزندِ رسولؐ اِس زمین کو کربلا کہتے ہیں یہ مقامِ نزولِ ملائکہ مقربین ہے عالمِ ذر میں یہاں آپ کی شہادت

لکھی جا چکی، امام حسینؑ نے فرمایا اے جبریل ہم آٹھ روز پہلے وعدہ گاہ پر آ گئے روزِ دہم عاشورۂ محرم کو ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے"۔ (ریاض القدس۔ جلد اوّل۔ ص ۳۹۱)

رکابِ ذوالجناح تھامنے والا کوئی نہ تھا:

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ ۲ محرم کو حضرت کا گھوڑا کہ جس پر آپ سوار تھے زمین کربلا پر پہنچ کر قدم بمشکل تمام بڑھا سکا، امام حسینؑ نے دیکھا کہ گھوڑا اب قدم نہیں اُٹھاتا تو آپ نے دوسرا گھوڑا بدلا، امام حسینؑ نے یکے بعد دیگرے چھ گھوڑے بدلے لیکن کسی گھوڑے نے قدم نہیں اُٹھایا۔

امام حسینؑ نے فرمایا اے جوانو گھوڑوں سے اُترو کہ ہماری آخری منزل آ گئی، امام حسینؑ نے جیسے ہی رکاب سے قدم نکالا سب نے دوڑ کر گھوڑے کی رکاب تھام لی، گھوڑے سے اُترے، رکاب تھامنے والے سب کے سب موجود تھے لیکن روز عاشورہ ہنگامِ عصر جب امام مظلومؑ رخصتِ آخر کے لیے خیمے میں آئے اور اہلِ حرم سے رخصت ہوئے تو ذوالجناح درِ خیمہ پر موجود تھا مگر کوئی رکابِ توسن تھامنے والا نہ تھا۔

(ریاض القدس..... جلد اوّل...ص ۳۹۲)

ذوالجناح کے سُم:

سورۂ عادیات میں ارشادِ الٰہی ہے۔

فالموریاتِ قدحاً (ترجمہ) نعلدار ٹاپوں کو پتھریلی زمین پر مارتا تھا سُموں کی رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی تھیں۔

حضرت علیؑ جنگ ذاتِ سلاسل میں ذوالجناح یا مرتجز پر سوار تھے قرآن میں اللہ اُس گھوڑے کے سُموں کی قسم کھاتا ہے۔ قدحاً کے معنی ہیں نعلدار ٹاپوں کو پتھریلی زمین پر مارنا اور موریات کے معنی ہیں سُموں کی رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلنا۔

کربلا میں اس اسپِ وفادار کو امام حسینؑ کی نصرت میں جانا تھا، اور رہتی دنیا تک زندۂ جاوید رہنا تھا اس لیے ذوالجناح کی بہت سی صفات کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔

خصوصی طور پر یہاں ذوالجناح کے سُموں کا تذکرہ ہے۔

میر انیسؔ نے ذوالجناح کے سُموں کی تعریف میں بے شمار اشعار کہے ہیں۔

ذوالجناح کا ہر نعل (سُم) غیرت دہِ تیغ صفہانی تھا۔ وہ جب زمین پر ٹاپ مارتا تھا خاک سے پانی پیدا ہو جاتا تھا۔

ذوالجناح جب آہستہ سے دوشِ صبا پر قدم رکھتا تھا تو اس طرح چلتا تھا جیسے ہوا پر پھول کی خوشبو جاتی ہے۔

ذوالجناح کے نعل کا حسن ایسا تھا میدانِ جنگ میں جیسے دلھن کے ہاتھ میں آئینہ ہو۔

ذوالجناح کے ہر نعل میں تیغِ تیز کا اثر تھا، دشمن ذوالجناح کی جست سے خوف زدہ تھا۔

ذوالجناح کے گول گول سُم میدانِ جنگ میں اتنی تیز پرواز کرتے تھے کہ اس پرواز کو اگر یونانی دیکھتے تو اُن کی عقل بھی حیران رہ جاتی۔

دیکھی ہے سُموں میں کسی گھوڑے کے یہ ضو بھی
اک جا ہیں ستارے بھی قمر بھی مہ نو بھی

ہاتھ اس کے جدھر آئے اجل پا گئی اس کو
اک ٹاپ پڑی جس پہ زمیں کھا گئی اُس کو

پامال نہ ہوں پھول جو گلزار پہ دوڑے
سُم تر نہ ہوں گر قلزمِ زخار پہ دوڑے

ہر نعل تھا غیرت دہِ تیغِ صفہانی
جب ٹاپ پڑی خاک سے پیدا ہوا پانی

یوں رکھتا تھا آہستہ قدم دوشِ صبا پر
بوئے گُل جاتی ہے جس طرح ہوا پر

ہر نعلِ پا کا حُسن یہ تھا اس جلوس میں
آئینہ جس طرح سے دستِ عروس میں

میداں میں تھا کسی کو نہ یارا ستیز کا
عالم ہر ایک نعل میں تھا تیغِ تیز کا

وہ چھوٹی چھوٹی گامچیاں گول گول سُم
سرعت وہ تھی کہ عقل تھی یونانیوں کی گُم

گھوڑوں کا تن بھی ٹاپ سے اُس کے فگار تھا
ضربت تھی نعل کی کہ سرو ہی کا وار تھا

ہر نعل سے خم تھا مہ نو شرم کے مارے
اُٹھتے تھے قدم جب تو چمکتے تھے ستارے

ہو رشک نہ کیوں کر فلکِ ماہِ جبیں کو
نقشِ سُمِ توسن سے لگے چاند زمیں کو

ملعونوں کو ٹاپوں سے کچلتا ہوا آیا
ہر سُو دلِ کفّار کو ملتا ہوا آیا

فالموریاتِ قدحاً (سورۂ عادیات..آیت ۲) وہ گھوڑے جو پتھر پر ٹاپ مار کر آگ

(چنگاریاں) نکالتے ہیں۔

یہاں اللہ نے گھوڑے کے سُموں کی قسم کھائی ہے، یہ گھوڑا ذوالجناح کے علاوہ کوئی دوسرا گھوڑا نہیں ہوسکتا۔

پروردگارِ عالم جس کے سُموں کی قسم کھا رہا ہے، اُس گھوڑے کے سُموں کی عظمت کا بیان کس طرح ہوسکتا ہے۔

حضرت زینبؑ کی فریاد:-

اے ذوالجناحِ سبطِ نبیؐ میں ترے نثار — بچپن سے میرے بھائی نے تجھ کو کیا ہے پیار
قاتل ترے سوار کی چھاتی پہ ہے سوار — تیرے سوا نہیں کوئی اس وقت غم گسار
میں بنتِ فاطمہؑ ہوں جو بھائی کو پاؤں گی
تیرے سُموں کو آنکھوں سے اپنے لگاؤں گی

ذوالجناح کی طولانی عمر کا راز:

ذوالجناح پر سوار ہوکر حضرتِ سرورِ کائنات نے جس پہلی جنگ میں شرکت فرمائی تھی وہ جنگِ اُحد تھی۔ (از ثمرات الاعواد، ج اول، ص۵۹)

ذوالجناح کی خریداری ولادتِ امام حسینؑ سے قبل ہوئی تھی۔ پھر جب آپ کا ظہورِ نور ہوگیا اور کچھ پیروں چلنے لگے تو اس گھوڑے پر سواری کی خواہش کی۔ نانا نے اپنے محبوب نواسے کو گھوڑے پر سوار کیے جانے کا حکم دیا۔ اصحابِ کرام شاہزادے کو جیسے ہی گھوڑے کے سامنے لائے تو وہ فوراً ادب سے بیٹھ گیا۔ اصحاب نے نواسۂ رسولؐ اللہ کو اُس پر سوار کیا اور حضورؐ کی خدمت میں مبارک باد دینے لگے مگر آنحضرتؐ نے زار و قطار رونا شروع کردیا۔ صحابۂ کرام گھبرا گئے۔ عرض کی ہم سے کیا گستاخی ہوئی۔ فرمایا میں اس پر رو رہا ہوں کہ جس طرح آج یہ گھوڑا حسینؑ کے لیے بیٹھا ہے جب کربلا میں یہ

حسین زخموں سے چُور ہو جائے گا اور زمین پر گرنے لگے گا تو اُس وقت بھی یہ بیٹھ جائے گا تا کہ گرنے کا فاصلہ کم ہو جائے۔

(منقول از کلیدِ مناظرہ ص ۴۳۰ حوالہ مجمع البحرین (در علمِ حدیث و سیرت)

لوگوں کا اعتراض ہے کہ ذوالجناح کربلا میں موجود نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قدر طولانی زمانے تک گھوڑے زندہ نہیں رہا کرتے۔ گھوڑے کی عمرِ طبعی اتنی نہیں ہے اور اگر وہ کسی طرح زندہ بھی رہ گیا ہو تو جنگ میں استعمال کے قابل نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس خدا نے ہر شے کی عمرِ طبعی مقرر کی ہے وہی اسے بدل بھی سکتا ہے۔ زمانۂ حضرت محمد بن حنفیہ تک ''دُلدُل'' کا باقی رہنا (جو مقوقس کا بھیجا ہوا رسول اللہ کی خدمت میں بطور ہدیہ ایک خچر تھا) اور امام حسینؑ کے بعد محمد بن حنفیہ کا اس پر سوار ہونا، تاریخوں میں مذکور ہے۔ اگر ایک خچر اتنے عرصے تک باقی رہا تو گھوڑا بھی رہ سکتا ہے اور خدمت بھی انجام دے سکتا ہے۔ پھر یہ تو رسولؐ اللہ کی سواری کا گھوڑا تھا۔

ایک مرتبہ عمرو بن الحمق صحابی نے آنحضرتؐ کی خدمت میں پینے کے لیے دودھ حاضر کیا تھا تو آپ نے خوش ہو کر دعا دی تھی کہ "اَللّٰھم اَمتعہ بشبابیہ" پروردگارا! اس کو جوانی عرصۂ دراز تک لطف و لذت عطا کر، دعائے رسولؐ کا اثر یہ ہوا کہ ان کا سن اسّی (۸۰) سال کا ہو گیا تھا مگر ان کے جسم کا کوئی بال سفید نہیں ہوا تھا

(مناقب ابن شہر آشوب ج اوّل ص ۵۸۔ اصابہ ج ۲ ص ۵۲۶)

اِسی طرح عمرو بن اخطب سے حضور نے ایک موقعے پر پینے کے لیے پانی طلب فرمایا اور جب عمرو کسی ظرف میں پانی لائے تو انھوں نے دیکھا کہ اُس میں بال پڑا ہوا ہے۔ یہ دیکھتے ہی عمرو نے اُس بال کو نکال کر پھینک دیا۔ رسولؐ اللہ نے خوش ہو کر دعا دی۔ "اللّٰھم جمّلہٖ" پروردگار! اس کو حسن و جمال عطا فرما۔ حضورؐ کی اس دعا کے اثر سے اُن کے سر اور داڑھی کا کوئی بال سفید نہ ہوا جبکہ اُن کی عمر ۹۳ سال کی تھی۔

(سفینۃ البحار ج ۲ ص ۲۵۹۔ ''مناقب'' ابن شہر آشوب ج اول ص ۵۷)

اس کے علاوہ ہم زینب بنتِ ام سلمہ کے حال میں لکھا ہے کہ وہ بہت کم سن تھیں اور اُس طرف کھیلتی ہوئی نکل آئیں جہاں حضورؐ غسل فرما رہے تھے تو آپ نے اُنھیں حکم دیا کہ یہاں سے چلی جا اور ان پر پیار سے پانی کا چھینٹا مارا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اُن کی عمر ایک سو سال کے قریب ہوگئی تھی مگر جوانی کا رنگ روپ اُن سے جدا نہیں ہوا تھا۔ آنحضرتؐ کے معجزات میں ایسی باتیں کثرت سے موجود ہیں تو پھر تعجب کیا ہے اگر آپ کی سواری کا گھوڑا جس کی پشت پر آپ بیٹھا کرتے تھے اُسے اللہ نے اسی قدر عمر دے دی ہو بلکہ ہم تو اس کے قائل ہیں کہ وہ اب تک زندہ ہے اور ظہورِ امامِ عصر علیہ السلام کے وقت وہ بھی آپ کے ساتھ ظاہر ہوگا اور یہ بات قدرتِ خدا سے قطعاً بعید نہیں ہوسکتی۔

ذوالجناح، معجزۂ نبیؐ، کربلا تک کیسے زندہ رہا:

ذوالجناح رسولؐ اللہ کی سواری کا گھوڑا تھا جس کی پشت پر بارہا رسالت کا بار رہا۔ جو خاتم المرسلینؐ کو اپنی پشت پر مدتوں اُٹھاتا رہا کیوں کر کیفِ شباب وحیات سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا۔ وہ مُرتجز جو رسالت و نبوت و امامت بدوش رہتا تھا، جس کے گرد فرشتے طواف کرتے تھے، جو براق کا جانشین تھا، جو کائنات کی نگاہوں کا مرکز تھا، جو وحی والہام کے سایے میں بڑھا، جو عصمتوں کے پہلو بہ پہلو رہا، جو بُرج کی طرح مہر نبوت کو اپنی آغوش میں لیے رہا، جسے افضلِؐ کائنات اور سردارِ مرسلینؐ کی طرف نسبت تھی، وہ فرس جس نے جب بھی کسی کو اپنی پشت پر اُٹھایا تو یا رسولؐ تھا یا امامِ معصوم تھا، امامتوں کے سایے میں رہا، عصمتوں کی محفل میں رہا، جس پر محمدؐ کی نگاہِ کرم ومحبت رہی، جس پر سیدۂ عالمؑ کی توجہ خاص رہی۔ جانتی تھیں کہ یہی وہ گھوڑا ہے جو کربلا میں میرے پیارے بیٹے حسینؑ کے کام آئے گا۔ انھیں معلوم تھا کہ یہی وہ فرس ہے جو بہنوں کے پاس بھائی کی سنانی لے جائے گا اور بیٹیوں کو باپ کی شہادت کی خبر دے گا، یہی ہے جو

تبرکاتِ انبیاء کی حفاظت کرے گا اِسی لئے تو سیدۂ عالمؑ بھی اس گھوڑے سے بہت محبت رکھتی تھیں۔ بابا کی نشانی تھا، شوہر اور بیٹوں کے کام آنے والا تھا اس لیے سیدۂ عالمؑ اس سے بے حد محبت رکھتی تھیں تو پھر جب اس میں چمنِ عصمت کے ہر پھول کی خوشبو تھی اور اس پر اللہ کے محبوب رسولؐ کی نگاہِ لطف و کرم تھی تو اگر اسے ان صفات کے بعد حیاتِ دَوام عطا ہو جائے اور طاقت وحسن میں کمی نہ ہو تو حیرت کیوں ہے؟...... جس اسپِ وفادار پر رسالت و امامت کی نظر ہو، جو چمنِ فتح و ظفر کا ثمر ہو، جو شبِ دیجورِ کارزار کی سحر ہو، قدرت جس کی رفتار کی قسم کھائے، جس کی مدح قرآن کے ورق پر آجائے، جس کی کاوشوں کا فروغِ اسلام میں حصہ ہو، جس کا نام زمانے کے ورق پر ثبت ہو اور جو غیبت میں امامت کا ہمسفر ہو جائے اُس کی حقیقی مدح وثنا زبانِ وحی ہی کر سکتی ہے۔ وہ گھوڑے ہی تو تھے جن کی مدح میں سورۂ ''العادیات'' کا نزول ہوا ہے اور وحی نے آواز دی۔

بہر حال جس گھوڑے کی تربیت ہی ہوئی ہو رسالت و امامت کے سایے میں وہ عمرِ طبیعی کی حدوں کا پابند نہیں ہوسکتا اور وہ تو کربلا تک نہیں بلکہ ظہور حضرتِ حجت علیہ السلام کے زمانے میں بھی زندہ ہوگا اور جس طرح دادا کی خدمت کی تھی اسی طرح پوتے کی بھی خدمت کا شرف حاصل کرے گا۔ ذوالجناح کے طولِ عمر میں شک کرنے والے قرآن میں دیکھ لیں۔ حضرت عزیر کے تذکرے میں اللہ نے فرمایا ہے۔ فَانظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّه وَانظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ
(بقرۃ آیت ۲۵۹)

اب تم ذرا اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ اُن میں تھوڑی سی بھی خرابی نہیں آئی اور ذرا اپنی سواری کے گدھے کو تو دیکھو کہ اس کی ہڈیاں ڈھیر پڑی ہیں اور یہ سب اس غرض سے کیا گیا ہے کہ ہم لوگوں کے لیے تمہیں اپنی قدرت کا نمونہ بنائیں۔ (اس کے بعد کا ترجمہ یہ ہے): اور اچھا اس گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کرو کہ ہم انھیں

کیونکر جوڑ جاڑ کر ڈھانچا بناتے ہیں پھر اُن پر گوشت چڑھاتے ہیں پس جب اُن پر یہ سب کچھ ظاہر ہو گیا تو وہ بے ساختہ بول اُٹھے کہ میں یقینِ کامل رکھتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے'' غرض لوگوں کو حضرت عزیر نبی کے ایک سو سال تک مُردہ رہنے اور پھر سے زندہ ہو جانے پر تعجب نہ ہو اور اگر فرسِ خاتم النبین عرصہ دراز تک زندہ رہ جائے تو حیرت کی جائے۔ غذا اور دودھ سَو برس تک نہ سڑے تو قرآن حکیم کی تصدیق کرنا پڑے مگر ذوالجناح کی عمرِ طویل پر یقین نہ آئے۔ (واقعۂ حضرت عزیر تفصیل کے ساتھ تفاسیر میں دیکھئے)۔

سگِ اصحابِ کہف اب تک زندہ ہے مگر فرس محمدؐ میں شبہ کیا جاتا ہے...... ذوالجناح (مُرتجز) وہی گھوڑا ہے جس پر رسولؐ اللہ سواری کرتے تھے اور امام حسینؑ نے میدانِ کربلا میں اعلان کیا تھا کہ اے اشقیائے اُمت خوب پہچان لو کہ یہ میرے نانا کی سواری کا گھوڑا ہے جس پر لوگوں نے جواب دیا تھا...... **"اللّٰھم نعم"** بے شک ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ وہی گھوڑا ہے اور ہم اِسے خوب پہچانتے ہیں۔

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

امام حسینؑ نے صبحِ عاشور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:-

مجھ کو لڑنا نہیں منظور یہ کیا کرتے ہو　　تیر جوڑے ہیں جو مجھ پر تو خطا کرتے ہو
کیوں نبی زادے پہ غربت میں جفا کرتے ہو　　دیکھو اچھا نہیں یہ ظلم بُرا کرتے ہو
شمعِ ایماں ہوں اگر سر مرا کٹ جائے گا
یہ مرقع ابھی اک دم میں اُلٹ جائے گا

میں ہوں سردار شبابِ چمنِ خلدِ بریں　　میں ہوں خالق کی قسم دوشِ محمدؐ کا مکیں
میں ہوں انگشترِ پیغمبرِ خاتم کا نگیں　　مجھ سے روشن ہے فلک مجھ سے منور ہے زمیں
ابھی نظروں سے نہاں نور جو میرا ہو جائے

محفلِ عالمِ امکاں میں اندھیرا ہوجائے

قلزمِ عز وشرف کا دُرِ شہوار ہوں میں سب جہاں زیرِ نگیں ہے وہ جہاندار ہوں میں
آج گو مصلحتاً بیکس و ناچار ہوں میں ورثۂ احمدؐ مختار کا مختار ہوں میں

بخدا دولتِ ایماں اسی دربار میں ہے
سب بزرگوں کا تبرک مری سرکار میں ہے

یہ قبا کس کی ہے بتلاؤ یہ کس کی دستار یہ زرہ کس کی ہے پہنے ہوں جو میں سینہ فگار
بر میں کس کا ہے یہ چار آئینۂ جوہر دار کس کا رہوار ہے یہ آج میں جس پر ہوں سوار

کس کا یہ خود ہے یہ تیغ دو سر کس کی ہے
کس جری کی یہ کماں ہے یہ سپر کس کی ہے

تنگ آئے گا تو رُکنے کا نہیں پھر شبیرؑ ایک حملے میں فنا ہوں گے یہ دولا کھ شریر
چل سکیں گے نہ تبر مجھ پہ نہ تلوار نہ تیر کاٹ جائے گی گلے سب کے یہ بُرّاں شمشیر

شیر ہوں لختِ دل غالب ہر غالب ہوں
میں جگر بند علی ابنِ ابی طالب ہوں

❁❁❁

چھٹا باب

ذوالجناح کی وفاداری

چھٹا باب

ذوالجناح کی وفاداری

امام حسینؑ کے بچپن کے واقعات اور شہادت کی پیشین گوئی میں ذوالجناح کا تذکرہ

نقِلَ انّ لرسول الله فرساً فاذا جاء بین یدیِ الحُسین فینظر الیه نظراً ملیاً۔ منقول ہے کہ ایک گھوڑا جنابِ رسولِ خدا کی سواری کا تھا جس وقت وہ سامنے جنابِ امام حسینؑ کے آتا تھا تو حضرت بنظرِ شفقت غور سے دیکھتے تھے۔

وعیناهُ تمتلیانِ به دموعاً ۔اور حضرت امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے۔ایک دن جنابِ رسالت مآبؐ نے فرمایا۔اے میرے پارۂ جگر تو اسے غور سے کیوں دیکھتا ہے۔اے نورِ دیدہ تو اِس کو اتنا کیوں پیار کرتا ہے۔آیا تیرا جی اس پر سوار ہونے کو چاہتا ہے۔ **قال نعم** ۔جناب امام حسینؑ نے عرض کی۔میں آپ کے اس گھوڑے کو نہایت پیار کرتا ہوں اور جی چاہتا ہے کہ میں اِس پر سوار ہو جاؤں۔اُس وقت آپ کا سنِ مبارک چھ برس کا تھا **فطلب رسول الله الفرس** ۔پس جنابِ رسولِؐ خدا نے فرمایا کہ اُس گھوڑے کو لاؤ **ثم جاءَ وجلس و وضع یدیه ورجلیه علی الارض** ۔یہ سن کے وہ گھوڑا آہستہ آہستہ امامِ مظلوم کے پاس آیا اور زمین پر بیٹھ گیا اور ہاتھ پاؤں زمین پر پھیلا دیئے۔گویا وہ بھی مشتاق تھا کہ دلبرِ زہرا مجھ پر سوار ہو۔پس جناب امام حسین اُس پر سوار ہوئے۔سب اصحاب خوش ہو گئے۔ **ثم بکی رسول اللّٰه بکاءً شدیداً فی بلّت لحیتهٔ بالدّموع** ۔سب تو خوش ہو گئے مگر جنابِ رسولِؐ خدا کچھ یاد کر کے رونے لگے اور اس شدت سے روئے کہ تمام

ریشِ مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ **فقالو یا رسول اللّٰہ ما یبکیك** اصحاب یہ حال دیکھ کے حیران ہو کے پوچھنے لگے یا رسولؐ اللہ اس وقت رونے کا کیا سبب ہے۔ یہ تو مقام خوشی ہے کہ آپ کا پارۂ جگر پہلے پہل گھوڑے پر سوار ہوا۔

فَقَالَ ابکیٰ لِلحُسین ۔حضرت رو کے بولے۔آہ میں حسینِ مظلوم کے حال پر روتا ہوں "**مانی انظرُ انّ امی الحسین بعد ما اصابَ علی جسدہٖ جراحاتٌ کثیرۃ**" **کادَ اَنْ یقع علی الارض مجند ذالك مَلبس ھذا الفرس** "۔آہ آہ گویا میں دیکھتا ہوں کہ بعد قتلِ عزیز و انصار کے میرا فرزند حسین تن تنہا تین دن کا پیاسا ظالموں میں فریاد کرتا ہے اور ہر طرف سے تیر و نیزے چلتے ہیں اور تلواریں اُس کے جسمِ نازنیں پر پڑتی ہیں تا آنکہ یہ چور چور ہو کر چاہتا ہے کہ زمین پر گرے تو اُس وقت یہ گھوڑا اسی طرح بیٹھ گیا ہے جیسا کہ اِس وقت تم نے دیکھا اور یہ میرا نورِ نظر زمین پر گر کے بے ہوش ہو گیا ہے۔ **فعند ذالك بکی الحاضرون بکاءً شدیداً**۔یہ حال سن کر تمام حضارِ مجلس بے قرار ہو کے رونے لگے۔

۲۸ رجب کو مدینے سے روانگی اور مرتجز کی سواری:

ثمراتُ الاعواد، جلد اول ص ۵۸۔۵۹ پر خطیب الہاشمی لکھتے ہیں: جب امام حسینؑ نے مدینے سے روانگی کا ارادہ کیا تو اپنی تمام اولاد، سب بھائیوں اور اُن کی اولاد، اپنے چچا زاد بھائیوں، اپنے غلاموں اور کنیزوں کو جمع کیا اور حکم دیا کہ دوسو پچاس (۲۵۰) اونٹ اور گھوڑے حاضر کئے جائیں۔ جب سواریاں لائی گئیں تو آپ نے فرمایا کہ اِن پر سامان رکھا جائے اور وہ تمام چیزیں رکھی جائیں جن کی راستے میں اور اس کے بعد ضرورت ہو سکتی ہے یعنی مختلف قسم کے برتن اور خیمے اور لباس وغیرہ۔ پھر حکم دیا کہ ان میں سے پچاس ناقوں پر ہَودَج (عماری و کجاوہ) رکھے جائیں تا کہ اُن میں خواتینِ خاندان اور بچے اور کنیزیں سفر کرنے کے لیے بیٹھیں۔اس کے بعد وہ تمام ہاشمی مرد جو

آپ کے ہمراہِ رکاب ہونے کا ارادہ رکھتے تھے اپنے اپنے گھوڑے لے کر آ گئے۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو امام حسینؑ نے حکم دیا کہ رسولؐ اللہ کی سواری کا گھوڑا لایا جائے۔ اس گھوڑے کا نام ''مُرتجز'' (ذوالجناح) تھا۔ یہ وہ گھوڑا تھا جس کو سرورِ کائنات نے مدینے میں چاندی کے دس سکّوں کے عوض خریدا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ چار ہزار درہم کے عوض خریدا تھا اور پہلی مرتبہ جنگِ اُحد میں حضورؐ اس گھوڑے پر سوار ہوئے تھے۔ یہ بہترین گھوڑا تھا جیسا کہ المعارف میں علامہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے۔ پھر جب آنحضرتؐ کی وفات ہوگئی تو یہ حضرت امیرالمومنین کی سواری میں رہا اور آپ نے اسی گھوڑے پر سوار ہو کر صفّین میں جنگ کی تھی جیسا کہ نصر بن مُزاحم نے کتابِ صفّین میں تحریر کیا ہے۔ امیرالمومنینؑ کی شہادت کے بعد یہ گھوڑا امام حسینؑ کی سواری میں رہا۔ چنانچہ میدانِ کربلا میں یہ آپ کے ساتھ تھا۔

ایک موقعے پر جب آپ نے دشمنوں کی فوج سے خطاب فرمایا تو آپ اسی گھوڑے پر سوار تھے اور اثنائے خطاب میں فرما رہے تھے کہ اے قوم میں تجھ سے اللہ کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں: کیا تجھے اس کا علم ہے کہ یہ گھوڑا جس پر اس وقت میں سوار ہوں رسول اللہ کی سواری کا گھوڑا ہے۔ سب لوگوں نے بلند آواز سے جواب دیا کہ ہاں ہاں ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ گھوڑا رسولؐ اللہ کی سواری کا ہے۔

(بحوالہ سفینۃ البحار ج اوّل ص ۵۱۱، بحارالانوار جلد ۶ ص ۱۲۸)

رسولؐ اللہ نے یہ گھوڑا بنی مُرّۃ کے ایک اعرابی سے خریدا تھا پھر اُس نے اس خرید و فروخت سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے یہ گھوڑا رسولؐ اللہ کے ہاتھ فروخت نہیں کیا ہے۔ اس پر خُزیمہ بن ثابت انصاری نے اس معاملۂ بیع پر گواہی دی۔ یہ گھوڑا سفید رنگ کا تھا۔

سلطنتِ یزید کا آغاز، باطل کا حق سے طالبِ بیعت ہونا اور اسلامِ حقیقی کو کچل

دینے کا ارادہ، زہریلی قرارداد تھی کہ آلِ رسولؐ برداشت نہ کر سکے اور ۲۷، رجب گزار کر اندھیری رات میں وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔ (وسیلۃ النجات) دوستدارانِ علی کا قید خانوں میں پہنچانا اور جورہ جائیں ان کا باری باری قتل، میثم تمار کی انسانیت سوز شہادت، حجر بن عدی کا قتل، عمرو بن حمق خزاعی کا سر کاٹ کر نیزے پر تشہیر کرنا وہ پیہم حوادث تھے جس کو دیکھتے ہوئے ہرگز ہرگز یہ امید نہ تھی کہ اولادِ رسولؐ اگر خانہ نشین ہو کر نانا کے روضے کی مجاورت میں عمر گزار دیں تو یزید کی طرف سے مزاحمت نہ ہوگی اور گھر میں پُر امن زندگی بسر ہو جائے گی۔ وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ امامِ مظلومؑ عبداللہ بن عمر اور ابنِ زبیر وغیرہ کے مشورے پر عمل کرتے اور عراق کا سفر نہ کرتے تو واقعۂ کربلا ظہور میں نہ آتا اور بنی ہاشم کی جانیں بچ جاتیں۔ اس عاقبت نااندیش گروہ کے سامنے یزید کا کعبے پر حملہ اور واقعۂ حرّہ نہیں ہے (ملاحظہ ہو غرر الخصائص الواضحہ صفحہ ۲۱۲ طبعِ مصر ۱۳۱۸ھ)۔

فرزندِ رسولؐ مدینے سے اس لئے نکلے تھے کہ حرمِ نبی کی حرمت ان کی موجودگی میں برباد نہ ہو۔ وہ اگر مور و ملخ کے سوراخ میں پناہ لیتے تو قتل ہو جاتے۔ خود فرمایا ہے **لو کنت فی حجر هامةٍ من هوام الارض لاستخرجونی منه حتی یقتلوننی** ۔ اگر امام حسینؑ آمادہ نہ ہوتے تو مدینے کی گلیوں میں وہ خوں ریزی ہوتی جو واقعۂ حرہ میں ہونے والی تھی اور اولادِ رسولؐ اس طرح تہ تیغ ہوتی کہ قاتلوں کے نام بھی معلوم نہ ہوتے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ مسلمانوں کے مقرر کردہ خلیفہ سوّم حضرت عثمان گھر میں قتل ہوئے اور ان کی بی بی تک قاتل کی نشان دہی نہ کر سکیں یہ حسینی سیاست تھی کہ طوفانِ ظلم سے پہلے مدینہ چھوڑا۔ رسولؐ کے گھوڑے ساتھ لے کر چلے اور راہِ ثواب گھوڑوں ہی پر طے کی۔ اگر پیغمبر کے راہوار مدینے میں رہنے دیتے تو ان کی حفاظت کون کرتا۔ ان تبرکات کا ساتھ رہنا حقیقت کی دلیل تھا۔

۲۸ر رجب کو حضرت اُمِّ سلمہؑ نے ذوالجناح کی زیارت کی:

پھر امام مظلومؑ نے فرمایا نانی اماںؑ اگر آپ برداشت کر سکیں تو ہم ایک اور منظر دکھانا چاہتے ہیں، حضرت اُمِّ سلمہؑ نے فرمایا میں برداشت کروں گی، اس وقت امام مظلومؑ نے یہ دردناک منظر دکھایا اور اُم المومنینؑ نے دیکھا کہ امام مظلومؑ زینِ ذوالجناح پر موجود ہیں، ذوالجناح فوجوں کے اژدھام میں دوڑ رہا ہے، ہر طرف سے ملاعین تحفہ ہائے ظلم و ستم پیش کرنے میں مصروف ہیں، اسی دوران ایک ملعونِ ازل نے ایک ایسا وار کیا کہ مظلومِ کائناتؑ زینِ ذوالجناح سے فرشِ زمین کی طرف روانہ ہوئے اور آہستہ آہستہ آواز دی "میرے وفادار بھائی عباسؑ کہاں ہو جلد آؤ اور مجھ غریب کو زین سے اُترنے میں مدد دو، ذرا دیکھو کہ میں کتنا زخمی ہو چکا ہوں کہ اب خود زین سے اُتر بھی نہیں سکتا، میرے جوان بیٹو کہاں ہو، آکر اپنے بابا کو اُتارو۔

شہنشاہِ کربلاؑ کو پاک نانی نے زین چھوڑتے ہوئے دیکھا تو پھر برداشت نہ کر سکیں اور جہاں پر موجود تھیں وہاں سے بے ساختہ دوڑیں اور دونوں ہاتھ بڑھا کر فرمایا بیٹے ذرا نانی کو آنے دو میں خود تمہیں زین سے اُتارتی ہوں مظلوم کائنات نے جلدی سے پاک نانی کا بازو تھام کر کہا نانی ادھر دیکھو میں یہاں موجود ہوں، پاک بی بی نے بیٹے کے گلے میں باہیں ڈال کر بین کیا کہ ہائے میرے مظلوم بیٹے، نانی تمہارے دکھوں پر قربان ہو، اور پھر امام مظلومؑ کی باہوں میں ہی غش کھا کر جھول گئیں، سرکارؑ نے اپنی بہن کو بلا کر فرمایا کہ ذرا پاک نانی کو سنبھالیں۔

(مجالس المنتظرین علیٰ روضۃ المظلومین۔ جلد اوّل... صفحہ ۴۰۱، ۴۰۲)

مدینے میں عبداللہ ابنِ عباس کا رکابِ ذوالجناح تھام کر حسینؑ کو سوار کرنا:

اس سوال کا جواب کچھ دشوار نہیں ہے۔ تاریخ اسلام اور واقعاتِ عالم دیکھئے

حضرت عائشہ اور حضرت عثمان خلیفۂ ثالث سے جب اختلاف شروع ہوا اور حکومت نے ان کی ماہوار تنخواہ میں کمی کر دی۔ تو محترمہ نے سرکارِ دو عالمؐ کا کرتہ مسجد کے نمازیوں کو دکھا کر دورِ نبوی یاد دلایا اور اپنی حقیقت کا ثبوت دیا۔ (تاریخ یعقوبی جلد دوئم ص ۱۲۳)

پیراہنِ رسولؐ کے قبضے میں رہنے سے اختلاف میں طاقت اور جدید خلافت پر الزام عائد کرنے میں مدد ملی اور یہ داغ بیل تھی ان کے قتل کی۔ اگر قمیص پر قبضہ دلیلِ شرف ہے تو رسولؐ کے گھوڑوں پر سواری اس سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ان تبرکات کا ساتھ رہنا واقعۂ کربلا میں کام آئے گا۔ فی الحال مدینے سے مکّے ۲۱۱ میل راہ (مراۃ الحرمین) گھوڑوں پر طے کرنا ہے۔ نانا کے شہر سے قافلہ گھوڑوں اور ناقوں پر چلا۔ سفر کے لئے رات اس لئے نہیں مقرر کی تھی کہ ولید بن عتبہ حاکمِ مدینہ سے نعوذ باللہ ڈر کر پردۂ شب میں ہجرت کر رہے تھے بلکہ حرمِ محترم ساتھ ہیں جن کی ماں کا جنازہ شب کو اٹھا تھا ان کا شہر کی آبادی سے نکلنا دن کو مناسب نہ تھا۔ عورتیں محملوں اور کجاووں پر، مرد گھوڑوں پر سوار، امامؑ کے زیرِ ران کون سا اسپ تھا تاریخ خاموش ہے مگر عمومی حیثیت سے ہمیں یہ معلوم ہے کہ امام حسن و حسین علیہ السّلام جب سوار ہوتے تھے تو ان کے خاندان کی جلیل تر فرد عبداللہ بن عباس بصد فخر رکاب تھامتے تھے (احسن الانتخاب فی معیشتر سیدنا ابی تراب صفحہ ۱۷۲، شاہ علی حیدر قلندر طبع کاکوری ضلع لکھنؤ) کوئی وجہ نہیں کہ ابنِ عباس نے اس آخری سواری میں یہ خدمت انجام نہ دی ہو۔ ان کا نابینا ہونا اس خدمت میں مانع نہیں ہے۔ جس طرح رسولِ عربی کی ہجرت کے وقت بھائی بستر پر سویا تھا اسی طرح فرزندِ رسولؐ کے ترکِ وطن اور ہجرت پر محمد حنفیہ کے مدینے میں رہ جانے پر اب کوئی گفتگو نہ کرنا۔

عموماً ابنِ عباس کا رکاب تھام کر سوار کرنا تذکرۂ خواص الامہ سبطِ ابن جوزی میں بھی ہے۔

واقعاتِ سفر طولانی ہیں اور حسینی قافلے کو جب مکّے میں پہنچ کر بھی امان نہ ملی اور عین حج کے موقعے پر آپؑ کو قتل کر دینے کے سامان ہوئے تو کعبے کی حرمت بچانے کے لئے آپ کو وہاں سے نکلنا واجب ہوا اور نہ ہم سمجھے تھے کہ ۶۰ برس پہلے جو خاندان مکّے سے آوارہ وطن ہوا تھا وہ مرکز پر لوٹ آیا اور زندگی وطنِ اولیٰ میں امن سے گزرے گی۔ یزیدی جراثیم یہاں بھی پہنچے کچھ حجّاج کے بھیس میں، کچھ مصنوعی دعوت ناموں کی شکل میں جواز کوفہ تا مکہ ہزاروں کی تعداد میں وصول ہو گئے۔ کوفہ ۵۱۰ میل کے فاصلے پر یہاں سے تھا اور اس سفر کی سختی اور زیادہ تھی۔ اصلیت علمِ امامت سے مخفی نہ تھی مگر اسلام میں ہمیشہ ظاہر پر عمل ہوا۔ حتیٰ کہ دوست نما دشمنوں کا ایمان قبول کر کے مولفۃ القلوب یا طلقا کی لفظیں بنائی گئیں مگر بزم سے نہیں اٹھایا گیا (کشف الغمہ شعرانی ج ۲ صفحہ ۱۹۶) اسی طرح فرزندِ رسولؐ کو ظاہر پر عمل کر کے کوفے کی دعوت پر لبیک کہنا بجا تھا۔

لجامِ فرس پر محمد حنفیہ کا ہاتھ:

عبداللہ ابنِ زبیر سے خود امامِ مظلوم نے فرمایا تھا کہ "میں کنارِ فرات سپردِ زمین ہونے کو دوست رکھتا ہوں بجائے اس کے کہ صحنِ کعبہ میں دفن ہوں"۔ یقیناً اگر آپ شوقِ حج میں خانۂ کعبہ میں رہ جاتے تو حرمتِ کعبہ کا خطرہ تھا۔ حقیقت کی ان گہرائیوں کو سمجھنے والے کہاں تھے۔ محمد حنفیہ مدینے سے آخری زیارت کے لئے آئے۔ کئی ملاقاتوں میں تبادلۂ خیال کیا یہاں تک کہ مکّے سے روانگی کی خبر سنی اس مقام پر سپہر کاشانی لکھتے ہیں دوان دواں بیاد مدد زمام اسپ برادر بگرفت (ناسخ التواریخ، ص ۲۰۸) دوڑتے ہوئے آئے اور قافلے کو روانہ ہوتے دیکھ کر لجامِ فرس پر ہاتھ رکھا، عرض کیا بھائی آپ نے تو غور کا وعدہ کیا تھا، فرمایا، میں نے رسولِ خداؐ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں حسینؑ مکّے سے نکلو۔ خدا چاہتا ہے کہ تم کو قتیل دیکھے۔ عرض کیا کہ عورتوں کو نہ لے جائیے۔ فرمایا یہ بھی مصلحتِ ایزدی ہے کہ یہ قید ہوں یہ باتیں بھی گھوڑے پر

ہوئیں۔

۸؍ذی الحجہ کو محمد حنفیہ ذوالجناح کی لجام تھام کر بہت روئے:۔

حامدؔ جونپوری کہتے ہیں:۔

وہ ہشتم ذی الحجہ کو جانا تھا قیامت — منھ خانۂ یزداں سے پھرانا تھا قیامت
حج عمرے سے بدلا وہ زمانا تھا قیامت — ابن حنفیہ کا وہ آنا تھا قیامت
شبیرؑ کے رستے میں کھڑے ہوگئے اَڑ کے
منھ اشکوں سے دھونے لگے وہ باگ پکڑ کے

لِلّٰہ سوئے کوفہ نہ اب جایئے بھائی — ہم لوگوں کی حالت پہ ترس کھایئے بھائی
بیتاب ہوں میں سینے سے لپٹایئے بھائی — رُک جایئے گھوڑے سے اُتر آیئے بھائی
یہ خُلق نہ ہوگا یہ مدارات نہ ہوگی
پھر آپ سے بعد اِس کے ملاقات نہ ہوگی

مدینہ چھوڑا تھا تو اب مکّے سے نکلے۔تصویر کا ایک رُخ تو یہ تھا کہ خطرے سے دور ہوگئے مگر حقیقت یہ تھی کہ موت سے قریب تھے۔مکّے میں کربلا کی یاد سے واضح ہوا کہ علم کامل ہے اور وہاں اچانک پہنچ رہے ہیں۔وہی کوفہ تھا جہاں قتل کی تیاریاں تھیں مگر کچھ آنے والے ایسے تھے جو جاسوسی کا اخلاقی فریضہ ہی ادا کرتے تھے اور علمِ باطن ظاہری معلومات میں آمیزش پا رہا تھا۔

امام حسینؑ کا خواب اور ذوالجناح کا راستے میں رُکنا:

مستقبل کے حالات پر قدرت کی طرف سے بشارت ہوئی۔مسافر کا سوجانا اگر وہ عام انسان ہے۔بڑا غضب ہے۔

موسمِ گرما کا سفر اور عرب کے رواج کے مطابق شب کو راستہ چلنا۔مگر وہ مسافر جو فخرِ بشر ہو،جس کا سونا اور جاگنا برابر ہے،جس کے اختیارات کی وسعت عرش سے فرش

تک ہر خشک وتر پر ہے وہ اگر سو جائے تو مثل بیداری کے ہے۔منزلِ عذیب الہجانات سے پہلے باوفا گھوڑے کو غنودگی کا احساس ہوا، راہوار رُکا اور ادب سے پورا قافلہ ٹھہرا۔ یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ خواب کو انبیا اور اولادِ انبیا میں بہت بڑا دخل ہے۔حضرت یوسف کا خواب آنے والے مصائب کی پیشن گوئی تھا امام نے پشتِ فرس پر خواب دیکھ کر چند بار **انا للّٰه وانا اليه راجعون۔ الحمد لله رب العالمين** کہا۔انا اللہ کلمۂ مصیبت تھا جس میں حمدِ خدا کر کے شکر کی تصویر کشی ہے۔شہزادۂ علی اکبرؑ نے سبب پوچھا انا للّٰہ کہنے کا۔فرمایا بیٹا میری آنکھ لگ گئی تھی خواب میں دیکھا کہ ایک سوار کہہ رہا ہے۔ قافلہ رواں ہے اور موت بھی ان کے ساتھ ساتھ ہے میں سمجھا کہ یہ ہماری خبرِ مرگ ہے۔علی اکبرؑ نے پوچھا۔کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔فرمایا ہاں ہم حق پر ہیں۔عرض کیا تو موت کی کچھ پروا نہیں۔ **فقال له الحسين جزاك اللّٰه من ولد خير ماجزى ولدا عن والده** ۔امام نے فرمایا خدا تجھے اے میرے فرزند اچھی جزا دے جو کہ ایک بیٹے کو شفیق باپ کی (زبان سے) دعا ملنا چاہیئے (بحار الانوار۔عوالم وغیرہ) سیاقِ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وقتِ سحر تھا اور اس وقت کا خواب سچا ہوتا ہے۔

لجامِ فرس پر حُر کا ہاتھ ڈالنا:

حج کو عمرے سے بدلتے ہوئے قافلہ آگے بڑھ رہا تھا کہ کوفے سے شہادتِ مسلم و ہانی کی خبریں آ چکیں راستے کے خواب کی تعبیر ملی۔امن کے حامی طے کر چکے ہیں کہ اب کسی گاؤں دیہات کو جائیں گے۔منزلِ شراف پہنچے۔بعض ساتھیوں کو دور سے خرمے کے درخت دکھائی دیئے۔چونکہ مشہور راستے کو چھوڑ کر چل رہے تھے اس لئے یہ روانگی خطرے سے خالی نہ تھی ایک دوسرے صحابی نے کہا۔یہاں خرمے کے درخت کہاں ہیں ہمیں تو گھوڑوں کی کنوتیاں اور نیزوں کی بوڑیاں نظر آ رہی ہیں۔یہی رائے ٹھیک تھی اور جس کشت وخون سے دامن بچاتے ہوئے پانچ مہینے سے امان کی منزل

ڈھونڈ رہے تھے اس سخت وقت کا سامنا ہوگیا۔ باوفا مجاہدوں نے ایک بلندی کا سہارا لے کر خیمے نصب کر دیئے اور لشکرِ حُر آپہنچا۔ یہ ایک ہزار سپاہیوں کا رسالہ اور پہلی فوج تھی جو یزید نے بھیجی۔ حسینی جوانوں نے پہلے ان سپاہیوں کو فراخ حوصلگی سے سیراب کیا اور جو پانی آج ہی کے دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا وہ ہر راکب و مرکب کے لئے وقف تھا۔ گھوڑے جب چار پانچ مرتبہ ظروفِ آب سے منہ ہٹا چکے (تاریخ طبری ج ۶ صفحہ ۲۷۷) یہ اخلاقی فریضہ ختم ہو کر مذہبی فریضے کی بھی ادائیگی ہوگئی یعنی دونوں جماعتوں نے بیک جانماز کا فریضہ ادا کیا اور مختصر اتمامِ حجت سے بھی فراغت ہوئی اور معلوم ہوا کہ حر بن یزید ریاحی فوجِ خدا کے ان سپاہیوں کو گرفتار کر کے ابنِ زیاد کے سامنے پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے تا کہ بیعتِ یزید کی تکمیل ہو۔ امام نے مرعوب نہ ہو کر گھوڑا بڑھایا اور وہ اپنے رسالے کو لے کر سدِّ راہ ہوا اور لجامِ فرس پر ہاتھ ڈال دیا۔ امام نے فرمایا ماں تیری تیرے ماتم میں بیٹھے کیا ارادہ ہے۔

یہ کہہ کہ فرس کو جو پھرانے لگے سرور　　بس ڈال دیا حُر نے بھی ہاتھ اپنا عناں پر
عباسؑ بڑھے غیظ میں تھرا گئے اکبرؑ　　روکا انھیں اور بولے یہ حُر سے شہِ صفدر
ڈر ہے مجھے اس کا کہ نہ تو قتل کہیں ہو
جا ماں تری ماتم میں ترے سوگ نشیں ہو

جب مادرِ حُر کا شہِ والا نے لیا نام　　اس صاحبِ عزّت کا لگا کانپنے اندام
تھاما تھا مگر چھوڑ دیا قبضۂ صمصام　　کی عرض بس اے قبلۂ دیں شاہ خوش انجام
دیں جاتا ہے غصّے کو نہ گر ضبط کروں میں
دہشت مجھے اُس کی ہے کہ، کافر نہ مروں میں

نام اور کوئی شخص جو لیتا مری ماں کا　　خادم بھی جواب اس کو اسی طرح کا دیتا
ہیں آپ کی ماں نورِ خدا اے شہِ والا　　حوا کا نہ یہ اوج نہ مریمؑ کا یہ رُتبا

خادم ہیں ملک بنتِ رسولؐ دوسرا کے
جل جاؤں کہوں کچھ جو سوا صلِّ علیٰ کے (میر انیسؔ)

اس کی تصریح معتبر مقاتل میں نہیں ہے مگر اس محل پر زہیر بن قین کا جوشِ وفا ئیں یہ عرض کرنا۔ اچھا تو یہ تھا کہ ان سے ابھی لڑ لیا جائے التوائے جنگ مناسب نہیں۔ یہ رائے اصولِ حرب کے مطابق تھی مگر سیاستِ الٰہیہ ٹکراتی ہے یہ کہہ کر کہ ہم کو ابتداءِ جنگ نہ چاہیئے۔ دوسرے اصحاب کے بھی تلواروں پر ہاتھ پہنچ گئے تھے اس جوش سے معلوم ہوتا ہے کہ حُر کی گستاخی نا قابلِ برداشت تھی اور ضرور لجام پر ہاتھ آیا۔

رکھے تھے عناں پر جو امامِ دوسرا ہاتھ — کیا رعب تھا کیا شان تھی کیا اسپ تھا کیا ہاتھ
بیتاب ہوا حُر کے بڑھے پاؤں اُٹھا ہاتھ — کی بے ادبی باگ ہی پر ڈال دیا ہاتھ
گستاخ پہ رحمت جو نہ ہوتی شہ دیں کی
زنجیرِ غضب بنتی عناں اسپِ حسینؑ کی (حامدؔ جونپوری)

زمین کربلا میں داخلہ:

امام حسینؑ کے گھوڑے کا دفعتہً کربلا پہنچ کر رُکنا اس قدرتی انتظام کا ایک نمونہ تھا جو حضرت رسولؐ کے مدینے میں داخل ہونے کے وقت اس سے پہلے ظاہر ہو چکا تھا اور مکّے سے ہجرت کے وقت مدینے پہنچ کر آپ کا ناقہ دفعتہً بیٹھ گیا تھا۔ (حواشی قرآن صفحہ ۲۷۷ بحوالہ ابنِ کثیر و خازن) وہی تصویر یہاں بھی نظر آتی ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا۔ پیغمبرِ صادق کہہ بھی چکے ہیں "**حسین منی وانا من الحسین**" "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ مسلمانوں کے سب سے بڑے امام بخاری بھی اس حدیث کے ناقل اور جمع کرنے والے ہیں (ادب المفرد، طبع مصر صفحہ ۱۰۰ قاہرہ، ۱۳۷۵ھ) یہ حدیث حروف والفاظ کا مجموعہ نہیں ہے۔ معنویت کی مظہر ہے جو کچھ نبوی زندگی میں ہوا وہ حسینؑ کی حیات میں ہونا ضرور ہے۔

ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ کے ساتھ اونٹ پر سفر کر رہے تھے۔ محترمہ ناقے کو بیدردی سے کوڑے لگا رہی تھیں نبیؐ رحمت نے کہا۔ عائشہ جانور پر نرمی کرو (مسند احمد ابن حنبل ج ۶ صفحہ ۱۲۵ و احیاء العلوم امام غزالی جلد ۳ صفحہ ۱۴۷)، تاریخ نہیں بتاتی کہ ۲ محرم پنجشنبہ کو عصر کے وقت گھوڑا چلتے چلتے رکا تو حضرت امام حسینؑ نے مہمیز کرنے میں سختی کی ہو یا تازیانہ لگایا ہو۔

زمینِ کربلا اس قدر محترم ہے کہ شہادتِ حسینؑ سے پہلے باخبر طبقہ اس زمین سے گزر جاتا تھا اور دل میں ڈرتا تھا کہ بے حرمتی نہ ہو۔ راس الجالوت کا بیان ہے **کنا نسمع انہ یقتل بکربلاء ابن بنتِ نبی فکنت اذا دخلتھا دکضمرت فرسی حتی اجوز منھا فلما قتل الحسین جعلت یسیر بعد ذالک علی ھیئتی** (ارجح المطالب صفحہ ۳۳۶) ہم سنتے آئے ہیں کہ کربلا میں کسی نبی کا بیٹا شہید ہوگا تو جب میں وہاں پہنچتا ادب کی وجہ سے گھوڑے کو جلد وہاں سے لے جاتا۔ حسینؑ کے شہید ہونے کے بعد بھی میں اسی طرح وہاں سے گزرتا رہا۔ عام لوگوں کی نظر میں جب یہ تعارف تھا تو خود حضرت امام حسینؑ نہ پہچانتے ہوں ناممکن ہے۔ وہ رحمت اللعالمینؐ کے فرزند اور لعابِ دہنِ نبویؐ سے تربیت پا کر بڑے ہوئے تھے۔ دنیا عالمِ اسباب ہے اور آئمہ طاہرین علیہم السلام ظاہر کے پابند ہیں جب گھوڑا رُکا تو بقول ابومخنف ۷ گھوڑے بدلے ایسا کیوں کیا (۱) پیغمبر کی سیرت سامنے تھی (۲) اگر پہلے ہی گھوڑے کے رکنے پر اُتر آتے تو شہسواری کا عجز اور گھوڑے کی نافرمانی ثابت ہوتی اس لئے سات سواریاں بدلیں (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۵۵) جس کے بعد مشیّت کا تعارف ہو جائے۔ امام حسینؑ راکبِ دوشِ رسولؐ تھے اور ان کی امامت انسان و حیوان سب پر تھی۔ ایک کے بعد پیہم سواریاں بدلنے میں دوسرے راہواروں کو بھی مشرف کرنا تھا (۴) سات کے عدد کا قضا و قدرِ الٰہی اور مزاجِ انسانی سے تعلق ظاہر کر کے اس ساعت

کے منتظر تھے جو کربلا میں اقامت کی مقرر کی تھی۔ جب تک سواریاں بدلتے رہے ان گھنٹوں کا راہ میں شمار ہوا اور جب اُتر پڑے تو وہ اقامت کا پہلا دقیقہ تھا۔ آسمان پر جس طرح سیّارے ہیں یہ حضرات سبعِ مثانی ہیں ان کی نقل و حرکت بھی **ذالك تقدير العزيز العليم** کی تحت میں ہے۔

زمینِ کربلا پر پہنچ کر اسپِ تیز قدم کا نہ چلنا ایسا تو نہ تھا کہ راہوار کی کوتاہی ہو۔ اس شبہے کو محمود طریحی نے عجب لطف سے ادا کیا ہے۔ اس مرثیے کے صرف تین شعر درج ہیں۔

فلم ينبعث مهرولم يجرمنسم   فقال فما هٰذى البقاع التى بها

جب کسی گھوڑے نے قدم نہ اُٹھایا اور سواری دفعتہً رک گئی تو پوچھا کہ یہ بقعۂ زمین کون سی ہے۔

وقض الخيول السابقات فاعلم   فقالو اتسمّٰى نينوا قال اوضحوا

جس پر وہ گھوڑے ٹھہر گئے جو کبھی دوڑ میں کسی گھوڑے سے پیچھے نہیں رہے تھے لوگوں نے عرض کیا اس کا نام نینوا ہے فرمایا صاف صاف بتاؤ کچھ اور نام ہے۔

فقالو اتسمّٰى كربلا قال خيّموا   نعم هذا واللّٰه اخبر جدّنا

کہا کربلا بھی کہتے ہیں فرمایا (اسی جگہ) خیمے لگاؤ یہ وہی زمین ہے قسم بخدا ہمارے نانا پہلے خبر دے چکے ہیں۔ (ناسخ التواریخ ج ۶ صفحہ ۵۲۰ طبعِ بمبئی)

امام حسینؑ ایسے پیکرِ علم کے لئے زمین کا نام دریافت کرنا ویسا ہی ہے جیسے علام الغیوب نے کلیم سے پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے! خدا عصائے موسیٰ کو جانتا تھا اور امام زمین کو پہچانتے ہیں۔ گفتگو واقعات کے تحت میں پُراسرار تھی اللہ اکبر ہمارے شعرا اس قدر محتاط ہیں کہ وہ مرثیے میں حقیقت کو سامنے رکھتے ہیں اور وادیِ خیال میں قدم نہیں رکھتے اور غیر محتاط ذاکر حذف و ایزاد سے اپنی نثر کو نہیں بچاتے تو

ذاکری انتہائی دشوار گزار راہ ہے خدا ہمارے مقررین اور اہلِ قلم کو زیادہ موفق کرے خدمتِ دین سے (''ذوالجناح'' رسالہ از مولانا سیّد آغا مہدی لکھنوی)

دوسری محرّم کو ذوالجناح کا زمینِ کربلا پر آگے نہ بڑھنا:

جب حضرت امام حسینؑ دوسری محرم ۶۱ ہجری کو زمینِ کربلا پر وارد ہوئے تھے تو یہی گھوڑا (ذوالجناح) اس سرزمین پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اس کے بعد آپ نے سات یا آٹھ گھوڑے بدلے (بنابر اختلافاتِ روایات) مگر کوئی گھوڑا ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا۔

اس روایت کو متعدد کتابوں میں سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔ مقتل ابومخنف کے ص ۴۴ پر ہے: وَسَارُوا جمِیعاً اِلی اَنْ اتوا اَرضَ کَرْبَلَاء.... الخ (ترجمہ) امام حسینؑ کا قافلہ کوفے کی طرف جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ زمینِ کربلا تک پہنچا۔ یہ چہار شنبہ کا دن تھا۔ وہاں پہنچتے ہی گھوڑا ٹھہر گیا۔ یہ دیکھ کر امام اس گھوڑے سے اُتر آئے اور دوسرے گھوڑے پر بیٹھے مگر وہ بھی آگے نہ بڑھا۔ اسی طرح برابر ایک کے بعد دوسرے گھوڑے پر بیٹھتے رہے یہاں تک کہ چھ یا سات گھوڑوں پر بیٹھے مگر اُن میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھا۔ جب امام حسینؑ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا: اے قوم اس زمین کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے عرض کی۔ غَاضِریہ۔ آپ نے کہا کیا اس کا کوئی دوسرا نام بھی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا۔ نینویٰ۔ فرمایا کوئی اور نام۔ لوگوں نے بتایا کہ اسے شاطئی الفُرات بھی کہا جاتا ہے۔ فرمایا اس کے علاوہ کوئی اور نام بھی ہے۔ لوگوں نے آخر کار مجبور ہو کر عرض کر دیا کہ اِس زمین کو کربلا بھی کہتے ہیں۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے ایک آہِ سرد کھینچی اور فرمایا۔ اَرْضُ کَــرب وَبَلَاءٍ! پھر حکم دیا کہ اب سب لوگ یہاں اُتر پڑیں اور یہاں سے آگے نہ بڑھیں۔

خدا کی قسم! اسی زمین پر ہماری سواریاں ٹھہریں گی۔ یہیں ہمارے خون بہائے جائیں گے۔ اسی جگہ ہماری اور ہمارے خاندان کی توہین و تذلیل ہوگی۔ اسی مقام پر

ہمارے مرد شہید ہوں گے، ہمارے بچے ذبح کیے جائیں گے، اسی جگہ ہماری قبریں بنائی جائیں گی۔ پھر ان قبروں کی لوگ زیارت کرتے رہیں گے۔ اسی زمین کے متعلق میرے نانا رسولؐ اللہ نے خبر دی تھی اور اُن کی خبر کبھی ہرگز غلط نہیں ہوسکتی۔ یہ سب کچھ فرما کر گھوڑے سے اُتر آئے اور کچھ شعر پڑھنے لگے۔

يَا دَهرُ اُفٍ لَكَ مِنْ خَلِيل   كَمْ لَكَ بِالاِشرَاقِ وَالْاَصِيْل

مِنْ طَالِبٍ بِحقهٖ قتيل   وَالدَّهرُ لَايَقْنَعُ بِالْبدِيْل

وَكُلُ حَيٍ سَالِكٌ سَبِيلى   مَا اَقْرَبَ الْوَعْدَ مِنَ الرَّحِيْل

وَاِنَّمَا الاَّ من اِلَى الْجَلِيل   سُبحَانَ رَبّي مَا لَهٗ مَثِيل

(ترجمہ) اے زمانے تو کس قدر بُرا دوست ہے! تجھ میں کتنی صبحیں اور شامیں ہوتی رہتی ہیں!۔ تجھ میں کتنے ایسے حق دار ہیں جو اپنا حق طلب کرتے اور نتیجے میں قتل ہو جاتے ہیں! اور زمانہ تو عوض اور بدلہ قبول نہیں کرتا۔ ہر زندہ میرے راستے پر چلے گا اور موت کا مزہ چکھے گا۔ وعدۂ روانگی بس قریب اور پورا ہونے ہی کو ہے۔ تمام امور اور تمام فیصلے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ میرا پروردگار بے حد پاک ہے اور اس کا کوئی مثل نہیں۔

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ میرے بابا ان اشعار کو بار بار پڑھ رہے تھے یہ دیکھ کر شدتِ گریہ سے میرے گلے میں پھندا پڑ گیا۔ مگر میں نے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکالا لیکن میری پھوپی حضرت زینبؑ نے جب یہ اشعار سنے تو وہ بے حد روئیں اور اپنے بھائی کے پاس اس حال میں حاضر ہوئیں کہ اُن کی چادر کا دامن زمین پر کھنچتا جاتا تھا۔ قریب آ کر عرض کی اے میرے ماں جائے، اے میرے بھائی، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! کاش موت نے میری زندگی ختم کر دی ہوتی۔ اے گزشتہ بزرگوں کے خلیفہ اور اے موجودہ لوگوں کے لیے سببِ عزت و بزرگی و زینت! امام نے بہن کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے زینبؑ اے بہن صبر سے کام لو! کیونکہ آسمان والوں کو موت

آئے گی اور ساکنانِ زمین بھی موت سے محفوظ نہ رہ سکیں گے۔ کائنات کی ہر چیز کو موت ہے۔ ایک فقط اللہ کی ذات ہے جو حیّ و قیوم ہے۔ اُسے موت نہیں اور سب کو اُسی کی ذات کی طرف پلٹنا ہوگا۔ اس وقت میرے جدّ رسولؐ اللہ اور میرے بابا علیِ مرتضیٰؑ کہاں ہیں۔ سب نگاہوں سے اوجھل ہو گئے جو مجھ سے افضل و بہتر تھے۔ اُن کی زندگی اور اُن کی سیرت ہر مسلمان کے لیے نمونہ ہے۔ اِس طرح امام حسینؑ اپنی بہن کو تسلی اور دلاسا دیتے رہے۔ پھر سمجھا کر خیمے کے اندر پہنچا دیا۔ اس کے بعد اپنے اصحاب و انصار کے پاس تشریف لائے اور اُنھیں حکم دیا کہ تمام خیمے آپس میں قریب قریب لگائے جائیں۔ مناقب ابنِ شہر آشوب میں روزِ ورودِ امام حسینؑ چہارشنبہ یا پنجشنبہ لکھا ہے۔ تاریخ ۲ محرم ۶۱ ہجری تھی۔

ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۲۵ پر گھوڑوں کی تعداد جو امام حسینؑ نے بار بار بدلے تھے سات کے ساتھ آٹھ بھی لکھی ہے اور یومِ ورودِ کربلا میں پنجشنبہ تحریر کیا ہے۔ وہاں اس قدر اضافہ ہے کہ آپ گھوڑے سے اُتر کر اپنی تلوار صاف کرنے لگے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے جن کا ترجمہ ہم نے بیان کیا ہے۔

امام حسینؑ کا قافلہ جب زمینِ کربلا پہنچا تو دفعتاً آپ کا گھوڑا ٹھہر گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالجناح اِس زمین کو پہچانتا تھا جو نواسۂ رسولؐ کا مقتل تھی محض اُس نسبت کی برکت سے جو اُس کو حضرتِ خاتمؐ الانبیا اور امیر المومنین اور امام حسینؑ سے حاصل تھی۔ اسی طرح اگر آج بھی کسی گھوڑے کو یہ نسبت حاصل ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اُس میں خصوصی صفات ظاہر نہ ہوں۔ غرض مقتلِ حسین کا پہچان لینا اور مشیتِ الٰہی سے واقف ہونا ایک جانور کے لیے انتہائی حیرت کا مقام ہے جبکہ اکثر انسانوں کو بھی یہ صفت میسر نہیں ہوتی جب تک فیضانِ الٰہی اُن کے شاملِ حال نہ ہو جائے۔ صاحبِ ناسخ کی تشریح ہم لکھ چکے ہیں کہ امام حسینؑ نے سات گھوڑے بدلے مگر کوئی بھی وہاں سے

آگے نہ بڑھا بلکہ آٹھ گھوڑوں کے بدلنے کی روایت بھی موجود ہے۔ اُس وقت فرزندِ رسولؐ نے اصحاب وانصار سے دریافت کیا کہ یہ کون سی زمین ہے۔ اِس کی تفصیل لکھی جا چکی ہے۔ یہاں ایک بات غور طلب ہے کہ "مُرتجز" سرورِ کائنات کا گھوڑا تھا لیکن دوسرے گھوڑے تو آنحضرتؐ کی سواری کے نہ تھے مگر زمینِ مقتل کے پہچاننے کی صفت تو صرف "مرتجز" میں نہیں بلکہ ہر اُس گھوڑے میں تھی جس پر اِمام سوار ہوئے تھے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو گھوڑا بھی حضرت سیّدالشہدا کی ذاتِ اَقدس کی طرف منسوب ہوگا اُس سے کرامات ظاہر ہوسکتی ہیں۔

کربلا میں ورودِ حسینؑ مرزا دبیرؔ کی نظر میں:

مرزا دبیرؔ کہتے ہیں:-

ناگاہ صبح منزلِ آخر عیاں ہوئی ۔۔۔ لیکن یہ صبح سبطِ نبیؐ کو کہاں ہوئی
جس جا سواری رُک کے نہ آگے رواں ہوئی ۔۔۔ حیراں سپاہِ خسروِ کون و مکاں ہوئی
بدلے چھ گھوڑے دوشِ نبیؐ کے سوار نے
لیکن قدم اُٹھایا نہ ایک راہوار نے

وہ رخش جن سے ہوش ہوا کے اُڑا کریں ۔۔۔ گر اک اشارہ خامسِ آلِ عبا کریں
طے شش جہت کی راہ وہ چھ بادِ پا کریں ۔۔۔ پڑ جائیں بیڑیاں جو قضا کی تو کیا کریں
حیرت سے گھوڑے توسن تصویر بن گئے
نعلوں کے حلقے پاؤں کی زنجیر بن گئے

(رزم نامۂ دبیر۔ ص ٦٣)

صبح عاشورہ سے دوپہر تک ذوالجناح پر سواری:

ذوالجناح کا امام حسینؑ سے ساتھ کب سے ہے یہ آپ پڑھ چکے ہیں اب نظر

ڈالتے ہیں یومِ عاشور تک ذوالجناح کے کردار پر۔ اس سے بہت سے سوالات کے جواب بھی مل جائیں گے۔

مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر قیام مکۂ مکرّمہ اور وہاں سے چل کر دشت کربلا میں آمد تک تمام وقت ذوالجناح امام حسینؑ کی سواری میں رہا صبح یوم عاشور کو نماز فجر کے بعد لشکر یزید سے امام حسینؑ نے اونٹنی پر سوار ہو کر تبلیغی خطبہ دیا اس کے بعد امام حسینؑ نے ذوالجناح پر سواری فرمائی جو وقت عصر تک جاری رہی۔

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہوگا کہ صبح سے بعد از ظہر امام حسینؑ نے جو سواری ذوالجناح پر فرمائی وہ عام دستور کے مطابق تھی مگر جب ظہر کے بعد سب انصار و رشتہ دار شہید ہو گئے تو اس کے بعد امامؑ نے جو سواری ذوالجناح پر کی وہ جنگی دستور کے مطابق تھی اس سواری کا ذکر آگے درج ہے۔

مرزا دبیر نے صبحِ عاشور میدانِ جنگ کی طرف لشکر کی روانگی اور امامِ حسینؑ کی ذوالجناح پر سواری کی شان اِس طرح بیان کی ہے۔

عصمت سرا سے جبکہ برآمد ہوئے جناب — عباسؑ لائے مرکب ابنِ ابوترابؑ
حاصل جدا جدا کیا ایک ایک نے ثواب — چومے عناں نے ہاتھ گری پاؤں پر رکاب
جب زینِ ذوالجناح پہ صابر مکیں ہوا
غل تھا کہ عرش عرش پہ کرسی نشیں ہوا

رن کو رواں سواری سلطانِ دیں ہوئی — لبیک کہہ کے پشت پہ فتحِ مبیں ہوئی
دوڑے جو بادِ پا تو ہوا شرمگیں ہوئی — پیچیدہ بوریئے کی طرح سے زمیں ہوئی
تقسیم سرمہ گردِ سواری نے کردیا
شیشہ فلک کا کحلِ جواہر سے بھر دیا

جولاں امامِ دیں کا جو رہوار ہوگیا — گردش سے گرد گنبدِ دوّار ہوگیا

ہر آسماں کا دائرہ پرکار ہوگیا ثابت ہوا کہ قطب بھی سیّار ہوگیا
حشر آگیا جدھر شہ ابرار مڑ گئے
افلاک مثلِ پنبۂ حلّاج اُڑ گئے

قربان ذوالجناح پر اور ذوالفقار پر چلتے تھے دونوں مرضیٔ پروردگار پر
تاکید کی یہ رخش نے ہر نابکار پر ہاں غافلو، نظر کرو میرے وقار پر
رہوارِ شہسوار براق جناں ہوں میں
بعد اُن کے زیرران امام زماں ہوں میں

پہلا سوار تو نبیؐ کردگار ہے اور دوسرا یہ دوش نبیؐ کا سوار ہے
گیسو حبیبِ حق کا اسی کی مہار ہے عاجز نہ جانیو اسے کل اختیار ہے
پامال شش جہت ہوں اگر حکم شاہ ہو
مولا جدھر اشارہ کریں طے وہ راہ ہو

امامؑ کے خطبہ کے نتیجے میں جناب حرؑ نے حق پرستی کی راہ اختیار کی اور امامؑ کی قدم بوسی کر کے امیدوار اذن جہاد ہوئے اس طرح ان کا نام شہداء کے دفتر میں اوّل شہید کے طور پر درج ہوا۔ روایت کے مطابق جناب حر جنگ کرتے ہوئے خیمہ گاہ سے کئی کوس دور جا کر شہید ہوئے تو امام حسینؑ ذوالجناح پر سوار ہو کر جناب حرؑ کے لاشے پر پہنچے اور ان کے لیے دعا کی اس کے بعد امام ہر شہید ہونے والے کے لاشہ پر پہنچتے اور دعا کرتے اور لاشہ اُٹھا کر ذوالجناح کی مدد سے خیمہ میں واپس لاتے۔

ذوالجناح نے اپنے آقاؑ کے ہمراہ ہر شہید کو اس کی جاں نثاری پر اپنی بے زبانی کی زبان میں خراج تحسین پیش کیا۔ ذوالجناح نے مسلم بن عوسجہ کو رفاقت نبھانے پر، حبیب ابنِ مظاہر کو پیرانہ سالی میں اوائل جوانی کا ولولہ دکھانے پر، جون حبشی کو رنگ و نسل کی تفریق مٹانے پر اور ہر شہید انصار کو اس کی قربانی پر اپنے آقا کے ہمراہ جا کر امامؑ

کی طرف سے شرف قبولیت عطا ہونے اور ظالموں کی طرف سے کشتۂ ستم ہونے پر اپنی گواہی ثبت کی۔

انصار کی قربانیوں کے بعد جب اہلِ بیتؑ کی جانثاری کا وقت آیا تو ذوالجناح رخصت ہونے والے ہر شجاع کے راہوار کو نگاہوں کی زبان میں تاکید کرتا رہا کہ یاد رکھنا تمہارا نام کہیں بزدلوں کی صف میں نہ لکھا جائے اور تمہاری وجہ سے تمہارے سوار کو کہیں خفت نہ اُٹھانی پڑ جائے۔ ایک ایک کر کے سب دلاور رخصت ہوتے گئے اور مقتل سے ہر ایک کا لاشہ اُٹھانے اپنے آقا کے ہمراہ ذوالجناح بھی جاتا رہا۔ پھر وقت آیا کہ ثانیٔ زہرا حضرت زینبؑ کے دونوں پھولوں کو ڈالی سے گرنے کے بعد یہ بے زبان اپنے آقا کے ہمراہ لے کر آیا اب مشکل مرحلے شروع ہو گئے یادگارِ امام حسنؑ شہزادہ قاسمؑ نوشہ کربلا کے بدن کی تقسیم کو کربلا کی جلتی ریت سے اکٹھا کرنے میں اس بے زبان نے اپنے آقا کی مدد کی۔ جب سرورِ کونینؐ کا چھوٹا شہزادہؑ اپنے بڑے بھائی اور رحمت اللعالمینؐ کے بڑے شہزادے یعنی امام حسنؑ کے چمن کے پھول کی بکھری ہوئی پنکھڑیاں سمیٹ کر اُمِّ فروہؑ کے پامال لاشے کو خیمہ گاہ تک لے آئے۔ ذوالجناح نے یہ منظر بھی دیکھا۔

اب باری تھی ہم شکل رسول شہزادہ علی اکبرؑ کی جس نے اپنے جواں خون سے کربلا کے دشت کو ایسا سیراب کیا کہ تا قیامت یہ مظلوموں کے لیے جرات کا استعارہ بن گیا۔ ہم شکل پیغمبرؐ کے سینے سے ٹوٹی ہوئی سناں کے نکالے جانے کا منظر ایسا تھا کہ اس بے زبان کی آنکھوں سے اشکوں کی شکل میں لغت غم جاری ہو گئی یہ ایسا وقت تھا جب سوار دوشِ رسولؐ سے سنبھلنا مشکل ہو گیا تھا اس وقت ذوالجناح صرف اپنے آقا کا مرکب نہ رہا بلکہ آقا کا غمگسار بن گیا یہ سب دیکھ کر فخرِ آلِ مصطفیٰؐ نے اذنِ معرکہ آرائی طلب کیا جواب میں صرف اطفال کے لیے پانی لانے کی اجازت عطا ہوئی تو قیامت تک کے

لیے سالارِ فوجِ حسینی کو سقہ سکینہؑ کا قابلِ فخر خطاب حاصل ہوگیا جب نہر علقمہ جلال پسر حیدرؑ کی طاقت کا مظاہرہ دیکھ چکی تو اس نے یہ بھی دیکھا کہ کمسن شہزادی کی امید کس طرح مشک عباسؑ سے بہہ کر کربلا کی ریت میں جذب ہوگئی۔ اب ذوالجناح اپنے آقا کے ہمراہ ٹوٹے دلوں کی آس غازی عباسؑ کے پاس آیا اور اس نے گواہی دی کہ عباسؑ نے شانے کٹوا لئے مگر اپنے جوش کو عزم شبیرؑ کے تابع رکھا۔ ذوالجناح نے یہ منظر بھی دیکھا کہ حسینؑ جیسا سخی جس نے مسکراتے ہوئے اپنا گھر بار سب لٹا دیا تھا صرف اس لیے پریشان تھا کہ عباسؑ کے لبوں سے اپنے کو آقا کی بجائے برادر پکارا جانے کی آواز سن لے یہ ذوالجناح ہی تھا جس نے نہر علقمہ کے کنارے کٹے بازوؤں والے لاشہ عباسؑ کو اس یقین سے دیکھا تھا کہ آج کے بعد قیامت تک کے لیے حاجت مندوں کی دست گیری ہوا کرے گی اور سقائے سکینہؑ کا مرقد قیامت تک کے لیے ایسا مرکز سخاوت بن جائے گا کہ جہاں سے مانگنے والے کو اس کے سوال وطلب سے زیادہ عطا ہوا کرے گا یہ واحد لاشہ ہے جو خیمہ گاہ میں نہیں آیا اس لیے ذوالجناح اپنے آقا کو اپنی پشت پر سوار کر کے اس طرح خیمہ گاہ میں آیا کہ اس کے آقا کے ہاتھوں میں علم عباسؑ اور تیروں سے چھدی ہوئی ننھی مشک تھی۔

اب ذوالجناح کے لیے سب سے کٹھن مرحلہ آیا سردارِ جوانانِ بہشت نے اپنے چھ ماہ کے لال کو گود میں لے کر ذوالجناح پر سوار ہوئے دشمنان خدا اور انصاران غاصب کے ہجوم کے سامنے امامؑ نے اپنے راہوار سے اُتر کر جب فخرِ اسماعیلؑ شہزادہ علی اصغرؑ کے لیے سوال آب کیا تو ذوالجناح اس واقعہ کا بھی گواہ بن گیا کہ جواب میں آب کے بجائے سہ شعبہ تیر آیا جس سے ذبیح عظیم کے ربانی اعلان کی تکمیل ہوگئی پسر حسینؑ کا حلقوم گوسفند قربانی کی طرح کٹ گیا اس معصوم کے خون سے نہ صرف بدن امامؑ ہی رنگین ہوا بلکہ شہادت کے گلال سے ذوالجناح بھی رنگ گیا۔ جب کربلا کی گرم ریت

میں ذوالجناح کے غریب الوطن آقا اپنی شمشیر سے ننھی سی قبر بنا کر اپنے نورالعین کو اس میں سلا رہے تھے تو ذوالجناح نہ صرف اس مظلومیت کا گواہ بن رہا تھا بلکہ اپنے آقا کے شانے کو تھوتھنی سے سہلا کر اپنائیت بھرا پرسہ بھی دے رہا تھا۔

امام حسینؑ نے دشت کربلا میں جب ھل من کی صدا بلند کی تو کہا جاتا ہے کہ ذوالجناح نے بے قرار ہو کر اپنے سم زمین پر مارے اور حلق سے لبیّک لبیک کی صدا بلند کی۔

اب امام حسینؑ نے آخری بار خیمہ گاہ میں آ کر اپنی بہن ثانیٔ زہراؑ سے گفتگو کی اور پھر بیمار کربلاؑ کے خیمہ میں جا کر ان کو وصیّت کی۔ اب امامؑ نے اپنے تیور تبدیل کیئے آلات حرب سے لیس ہو کر اپنی سواری طلب کرنے کی صدا دی اب عباسؑ تو موجود نہ تھے جو راہوار کو آراستہ کر کے درِخیمہ پر لاتے مگر دکھ سہہ کر صبر کرنے والی عظیم بہن نے چلے جانے والے بھائی کی ریت کو قائم رکھا اور ذوالجناح کے عام سواری کے سامان کو سامان حرب سے تبدیل کیا، راہوار درست و آراستہ کر کے اپنے پردے کے رکھوالے کی طرح درِخیمہ پر لے آئیں۔ اب امام حسینؑ ثانیٔ زہرا جناب زینبؑ بنت علیؑ اور دیگر خواتین سے رخصت ہو کر ذوالجناح پر سوار ہوئے اور مقتل کا رخ کیا تو تمام بیبیوں نے دورویہ قطار بنا لی جیسے ہی ذوالجناح نے بیبیوں کی قطار کے درمیان سے چلنا شروع کیا ویسے ہی تمام بیبیوں نے اپنے سروں پر بندھے کپڑے کھول کر ہاتھوں میں لے لیے اور جیسے جیسے ذوالجناح ان کے سامنے آتا گیا وہ خواتین ذوالجناح کی گردن میں یہ کپڑا باندھ کر اس وفادار راہوار کو یہ کہتی گئیں کہ ہمارے سر کے اس بندھے کپڑے کی لاج رکھنا اور مشکل وقت میں خامس آلِ عباؑ کو تنہا نہ چھوڑنا۔

اس مقام پر یہ عرض کرنا لازم ہے کہ اس دور میں خواتین کے لباس میں جو اجزا شامل تھے یا جن چیزوں کا لباس کے مروجہ طریقہ کار کے مطابق شمول لازمی تھا ان میں سر کا کپڑا بھی تھا یہ کپڑا ہمارے یہاں کے دوپٹہ کی طرح لمبا اور تین چار انچ چوڑا ہوتا تھا

رنگوں کا استعمال وسیع اور متفرق ہوتا تھا اس کپڑے کو اکہرا یا دوہرا کر کے ماتھے سے سر کی پشت کی طرف باندھا جاتا تھا گرہ سر کے پیچھے لگائی جاتی تھی یہ کپڑا سر کی چادر کو گرفت میں رکھنے کے لیے استعمال ہوتا تھا گھر کے اندر کام کرتے ہوئے یا باہر جاتے ہوئے نقاب کو اوڑھتے ہوئے چادر سر پر ٹکی رہتی تھی غرض یہ کہ یہ کپڑا ایک طرح کا دوپٹہ ہی تھا۔

یومِ عاشورا امام حسینؑ کی خیام سے رخصت کے وقت خواتینِ کربلا نے ذوالجناح کی گردن میں یاد دہانی کی غرض سے اپنے سر کے دوپٹے باندھے تھے خالق کائنات کو ان مظلوم خواتین کا یہ فعل اس قدر پسند آیا کہ آج بھی جو کوئی خاتون کسی عرض شرعی کی تکمیل کے لیے بطور منّت شبیہ ذوالجناح کی گردن میں دوپٹہ باندھتی ہے تو رب کی بارگاہ میں اس کی عرض کو اس وسیلے سے شرف قبولیت ہوتا ہے اس ہی طرح بعض خواتین و حضرات ذوالجناح پر چادر چڑھانے کی منّت مانتے ہیں اور بعض گھرانوں میں یہ رسم صدیوں سے جاری ہے کہ وہ ذوالجناح کے لیے دودھ میں بھیگی چنے کی دال، جلیبی یا میوہ جات سے لبریز دودھ شبیہ ذوالجناح کے لیے تیار کرتے ہیں۔

اب اپنے موضوع کے سلسلے کو آگے بڑھاتے ہیں جب ذوالجناح مستورات کی قطار سے آگے بڑھا تو امامؑ نے ذوالجناح کو ایڑ لگائی مگر بجائے چلنے کے ذوالجناح رُک گیا اور اپنے سر کو اپنے قدموں کی طرف جھکا لیا جب امامؑ نے ذوالجناح کے جھکے ہوئے سر کی سمت نگاہ کی تو ان کو اپنی لاڈلی شہزادی سکینہؑ ذوالجناح کے قدموں سے لپٹی نظر آئی۔ بعض روایات اس طرح ہیں کہ ذوالجناح نے سر کو جھکاتے ہوئے با آواز انسانی امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کی تھی کہ آقا میں قدم کس طرح اُٹھاؤں کہ میرے قدموں سے لپٹی ہوئی سکینہؑ ہے۔ مصائب اور مقتل کے تذکروں میں اس واقعہ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ امامؑ نے معصوم بچی کو تسلی دی اور شہزادی کو ان کی پھوپھیؑ کے حوالے کر کے مقتل میں تشریف لائے آپ نے مقتل میں آ کر اپنے نانا کی

عظمت اور اپنے بابا کی شجاعت کو چار چاند لگا دیئے مورخ حیران ہیں کہ وہ کس طرح تین دن کے بھوکے پیاسے اور بہتر جانثاروں کے سوگوار کی جنگ کا احاطہ کریں امامؑ نے یہ دکھا دیا کہ حق سے آشنا کس طرح مقابلہ کرتے ہیں اور جو مردان باعزم ہوتے ہیں وہ کس طرح اپنی بات پر کٹ مرتے ہیں الغرض کہ امام حسینؑ نے ہر شعبہ حرب میں اپنی برتری ثابت کردی۔ اب وقت تکمیل ذبح عظیم تھا۔ نفس مطمئن کے اپنے رب کی طرف روانہ ہونے کا وقت تھا ابنِ علیؑ نے اپنی تلوار کو نیام میں رکھا تیروں سے گندھے اور ہر آلۂ حرب سے زخم آلود بدن کو اپنے رب کی بارگاہ میں شکرانے کے واسطے جھکانے کے لیے اپنے وفادار کی پشت سے زمین پر تشریف لائے ادھر امام مظلومؑ نے ریتِ کربلا پر سجدہ کے لیے سر جھکایا ادھر ذوالجناح نے پروانے کی طرح شمعِ امامت کا طواف شروع کیا ہر آگے بڑھنے والے بدبخت کا راستہ کاٹا کسی کو سُموں کی ضرب لگائی تو کسی کو ٹاپوں سے روند ڈالا۔ اگر کوئی بہت قریب گیا تو اس کی خبر دانتوں سے لی اس دوران تیر اس بے زبان کے جسم میں پیوست ہوتے رہے نیزوں سے اس کو زخمی کیا گیا اور اُس پر سنگ باری کی مشق بھی جاری رہی مگر یہ دنیا کو دکھاتا رہا کہ عظمت رسالت پر ایمان رکھنے والے بے زبان بھی آلِ رسولؐ کی خاطر جان دینا جانتے ہیں۔

اس دوران شہزادی سکینہؑ محبت پدر میں بے قرار ہو کر اپنے بابا کے پاس آ گئیں۔ امامؑ نے ذوالجناح کو حکم دیا کہ وہ اپنی جنگ بند کردے اور معصوم شہزادی کو خیام کی طرف روانہ کردے۔ ذوالجناح نے اشکوں بھری آنکھوں سے اپنے آقا کی طرف دیکھا اور اپنے بے کس آقا کے آخری حکم کی تکمیل اس طرح کی کہ شہزادی کے اوپر اپنے سر کو جھکا کر ان کو اپنی گردن کے تلے لے کر باحفاظت خیام کی طرف روانہ کردیا۔

اس مقام کے بارے میں بھی یہ کہا جاتا ہے کہ جو کہ زیادہ وزن دار روایت ہے کہ جب امامؑ نے سجدہ شکر ادا کیا تو اس وقت غیب سے سورہ فجر کی آخری آیات کی تلاوت

کی صدا آنی شروع ہوگئی اس پر امامؑ نے ذوالجناح کو حکم دیا کہ وہ اپنی جنگ بند کر دے کیونکہ اب رب نے اپنے سے راضی نفس کو راضی ہو کر بُلا بھیجا ہے اس اثنا میں شمر رذیل نے اپنے چہرے پر دونوں جہاں کی سیاہی تھوپ لی اور خولی ملعون نے اپنے کو سدا کے لیے باعث لعنت قرار دلوا لیا۔ ذوالجناح تڑپ کر آگے بڑھا اور اس نے آقا کے بہتے ہوئے خون سے اپنی پیشانی کو رنگین کیا۔ پیشانی پر خون مظلوم کے لگاتے ہی ذوالجناح خیام کی طرف سرپٹ دوڑا خیمہ میں آ کر ذوالجناح نے با آواز انسانی کربلا کی شیر دل خاتون کو قتل برادر کی خبر سنائی۔ اس خبر کو سن کر تمام بیبیوں نے ذوالجناح کے گرد حلقہ بنا لیا۔ شدت غم باشکل ماتم ظاہر ہونا شروع ہو گیا۔ بیبیوں نے ذوالجناح کے گرد حلقہ ماتم قائم کر کے جناب سرور کائناتؐ، حضرت ابوترابؑ اور خاتون بہشتؑ کو امام صبر و رضاؑ کا پرسہ دینا شروع کیا۔

اکثر روایات کے مطابق ذوالجناح اس حلقہ ماتم کے درمیان ہی نظر مردم سے غائب ہو گیا بعض روایات کے مطابق ذوالجناح مستورات کے حلقہ ماتم سے نکل کر نہر علقمہ کے کنارے لاشہ حضرت عباسؑ علمدار کی طرف گیا اور وہاں اس نے اپنے آپ کو نہر علقمہ کے پانی میں اُتار دیا اور غائب ہو گیا۔ چند راویان کا خیال ہے کہ ذوالجناح خیمہ گاہ سے واپس مقتل میں آیا اور جنگ کرتا ہوا شہید یا نظروں سے غائب ہو گیا۔ غرض حاصل کلام یہ ہے کہ ذوالجناح حکم رب سے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی خدمت کے لیے بطور خاص خلق ہوا تھا یا بھیجا گیا تھا اپنے فرض کی ادائیگی کے بعد وہ حکم ربّی سے واپس اپنی دنیا میں چلا گیا۔

بہت سے اہلِ علم کا نظریہ ہے کہ ذوالجناح پردہ غیب میں ہے جب امام زمانہؑ کا ظہور ہوگا تو ذوالجناح ان کی خدمت کے لیے دوبارہ حاضر ہوگا امامؑ زمانہ اس پر سواری فرمائیں گے اور ذوالجناح ان کے ہمراہ ہی رہے گا۔ بعض کا خیال ہے کہ ذوالجناح زندہ

ہے اور امام زمانہؑ کے اقامت گاہ پر موجود ہے۔ امام زمانہؑ جب ظہور فرمائیں گے تو یہ ان کے ہمراہ ہوگا۔

کربلا میں یوم عاشور کو ذوالجناح نے جو جنگ کی تھی اس میں ذوالجناح نے بہت سے منافقین کو جہنم رسید کیا اس کے علاوہ زخمیوں کی بھی بہت بڑی تعداد تھی کہا جاتا ہے کہ ذوالجناح نے امامؑ کی جنگ کے وقت ایسی تیزی دکھائی کہ دشمن کے لشکر کی صفیں کئی بار الٹ گئیں اور عدو کے لشکر میں کوئی ایسا جری نہ تھا جو ذوالجناح کی رفتار کے آگے بند باندھ سکتا یہی عالم ذوالجناح کی تنہا جنگ کا بھی تھا جو اس نے امامؑ کے سجدہ کے وقت کی۔
(رسالہ:- ذوالجناح اے ذوالجناح)

ذوالجناح وقتِ رخصت:

امامِ عالی مقام خیمۂ اقدس میں بہنوں اور بیٹوں اور بیمار فرزند کو رخصت کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ ابھی عورتیں اور بچے رو رہے تھے۔ ابھی امام سب کو تسلی دے رہے تھے کہ میدان سے کسی نے آواز دی "**یا حسین جَبَنْتَ عَنِ الحرب**" کیا جنگ سے ڈر گئے اور عورتوں کے خیمے میں پناہ لینے کے لئے بیٹھ گئے۔ یہ سننا تھا کہ آپ نے پھر میدانِ کارزار کا رخ کیا۔ ابھی ذوالجناح نے چند قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ پشت کی طرف سے ایک بچی کی آواز آئی "**لِیْ اِلَیْكَ حَاجَة**" "**اِلتفِتْ**" بابا! بابا! ذرا اِدھر مڑ کر ایک نظر دیکھ لیجیے۔ میری ایک خواہش رہ گئی ہے اس کو بھی پورا کر دیجیے۔ امام حسینؑ نے پلٹ کر دیکھا تو سکینہ دوڑتی ہوئی چلی آ رہی ہیں۔ فرمایا "**یا بُنَیَّة ما حاجتكِ**"؟ اے جانِ پدر تیری خواہش کیا ہے مجھے جلدی بتا دے کہ اُسے بھی پورا کر دوں "**قالت اَبَه! حاجتی ان تنزل من علیٰ ظهر جوادِك اِلَی الارض**" عرض کی بابا! میری خواہش فقط اتنی ہے کہ آپ ایک مرتبہ پھر گھوڑے سے زمین پر اتر آیئے۔ امام گھوڑے سے اترے سکینہؑ نے باپ سے اپنی حاجت بیان کی اور کہا بابا!

اُرِیْدُ اَنْ اُودِعَكَ وَدَاعَ الْیَتَامیٰ ، میں چاہتی ہوں کہ آپ کو اس طرح رخصت کروں جیسے وہ بچے اپنے باپ کو رخصت کرتے ہیں جن کو اپنے یتیم ہو جانے کا یقین ہو چکا ہو۔ حسینؑ گھوڑے سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے تو بیٹی نے باپ کے گلے میں باہیں ڈال کر رونا شروع کر دیا۔ امام نے بیٹی کو کلیجے سے لگا لیا اور فرمایا سکینہؑ! اے باپ کی روح و جان! تجھے میرے بعد بہت رونا پڑے گا اور جب میں مر جاؤں گا تو مجھ پر تیرے آنسو بہت بہیں گے اس لیے بیٹی جب تک میں زندہ ہوں اُس وقت تک رو رو کر میری رگِ دل کو نہ توڑ۔ ہاں جب میں شہید ہو جاؤں تو اُس وقت دل کھول کر رو لینا۔ سکینہؑ تجھ سے بڑھ کر کسے میری لاش پر رونے کا حق ہو گا۔

پھر امامِ عالی مقام نے یہ اشعار پڑھے جن کا حاصل وہی ہے جو ہم نے بیان کیا:

لَا تُحرقی قلبی بِدَ معِكِ حَرۃً۔ مادام منّی الریح فی جُثمانی فَاِذا قُتِلتُ فانَتِ اَولیٰ بالذی۔ تبکینۃ یَاخَیرۃَ النِسوان

قال الرَّاوی وَاَقبلت الیه اخته الحوراء زینب ۔راوی بیان کرتا ہے کہ اُسی وقت امام حسینؑ کی بہن حضرت زینبؑ خیمے سے باہر اپنے بھائی کے پاس حاضر ہو گئیں اور عرض کی بھیّا! اپنے سینے اور گلے پر سے پیراہن ہٹا دیجئے۔ امام نے بہن کی فرمائش پوری کر دی۔ گلے اور سینے پر سے پیراہن ہٹا دیا۔ فثمۃُ فی فحرہ وَقبّلۃُ فی صدرہ" اِس کے بعد حضرت زینبؑ نے بھائی کے گلوئے مبارک کو جھک کر بوسہ دیا اور سینے کو بھی چوما۔ ثم حَولتُ وجھی نحر المدینة فضلت یا امّاہُ قَدِاسترجعتِ الامانۃ ۔پھر زینبؑ نے رخ کیا مدینے کی طرف اور آواز دی اے مادرِ گرامی حضرت فاطمہؑ زہرا آپ نے اپنی امانت واپس پالی، میں نے حکم کی تعمیل کر دی۔ امام نے پوچھا۔ زینبؑ! کون سی امانت! مجھے بھی تو بتاؤ! عرض کی: اے میرے بھائی! جب میری ماں سیّدۂ عالم کا وقتِ وفات نزدیک آیا تھا تو انہوں نے مجھ کو اپنے

پاس بلایا تھا اور حکم دیا تھا ......زینبؑ بیٹی! اپنے گلے سے پیراہن ہٹا دو۔ جب میں نے حکم کی تعمیل کی تو میری ماں نے میرے گلے کے بوسے لیے اور فرمانے لگیں۔ زینبؑ! یہ طریقہ یاد رکھنا۔ جب کربلا میں تمہارا بھائی میدانِ شہادت کی طرف جانے لگے تو میری طرف سے میرے حسینؑ کے گلے کو بوسہ دینا اور سینے کو بھی چومنا اس لیے کہ اے زینبؑ! تمہارے بھائی کے گلے پر خنجر چلایا جائے گا اور سینے پر گھوڑے دوڑائے جائیں گے۔ زینبؑ! یہ وصیت میری تمہارے پاس امانت ہے اسے بھولنا نہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے اسی وقت کسی کی آواز سنی جو آسمان و زمین کے درمیان فریاد کر رہا تھا۔ ہائے حسینؑ! ہائے میرا فرزند حسینؑ!

اس جگہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سن کر امامِ عالی مقام نے بھی اپنی بہن سے فرمایا کہ زینبؑ بازو پر سے چادر ہٹا دو تا کہ میں بھی ان بازوؤں کے بوسے لوں جن میں اشقیائے امت بڑی بے دردی اور ظلم سے رسیّاں باندھیں گے اور اے زینبؑ تم کو اور تمہارے ساتھ سب عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر کوفے اور شام کے بازاروں اور درباروں میں پھرائیں گے۔

پھر امام حسینؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شیر کی طرح میدانِ جنگ کی طرف بڑھے۔ یہ کہتے ہوئے: **اَلْموتُ اَولیٰ مِنْ رُکوب العَار۔ وَالعَارُ اَولیٰ مِن دخولِ النّار** (ترجمہ منظوم) موت بہتر ہے کہیں دنیا کے ننگ و عار سے:: پر یہ ننگ و عار بہتر ہے سزائے نار سے!

میدانِ جنگ میں آ کر امام حسینؑ نے رَجَز پڑھا اور اس کے بعد گھوڑے کو ایڑ دی ساتھ ہی ذوالفقار کو نیام سے باہر نکالا۔

مولانا حشمت علی مرحوم لکھتے ہیں:-

امام خیمہ سے اس طرح نکلے جیسے گلاب سے خوشبو، صدف سے گوہر آبدار۔ ادھر

خیمے سے حسینؑ برآمد ہوئے اُدھر بقیع سے کلیجہ پکڑے فاطمہؑ نکلیں اور صدا آئی میرے مظلوم و بیکس میں تیری تنہائی کے قربان گھبرا نہیں میں آئی۔

گنبد خضرا سے نانا بال بکھرائے سر پر خاک ڈالے گریہ کناں نکلے اور آواز آئی مرے پیارے ذرا ٹھہر میں بھی آیا یہ سن کر حسینؑ نے کہا کہ نانا اکیلے نہ آیئے آدم صفی اللہ اور نوح ناخدا دادا۔ ابراہیم خلیل اللہ کو ساتھ لے کر آیئے اور ان کو دکھایئے کہ یوں راہ خدا میں قربانیاں دی جاتی ہیں اس طرح نجات امت کا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔

خیمہ سے باہر دیکھا باوفا گھوڑا سر جھکائے کھڑا ہے مگر تنہا:۔

بیت الشرف سے نکلے جو سلطان بحر و بر　　دیکھا کہ ذوالجناح کھڑا ہے جھکائے سر
حضرت نے باگ تھام کے دیکھا اِدھر اُدھر　　کوئی نہ دوست تھا برادر نہ تھا پسر

تنہائیِ حسینؑ پہ زہراؑ نے رو دیا
غربت پہ اپنی خود شہ والا نے رو دیا

اور پھر اکبرؑ و عباسؑ حبیب و مسلم کی یاد آئی اور فرمایا:۔

کس یاس سے ہر چار طرف تکتے تھے سرور　　دکھلائی نہ دیتا تھا کوئی مونس و یاور
رو کر کبھی چلاتے تھے آؤ علی اکبرؑ　　دل تھام کے کہتے تھے کبھی ہائے برادر

لو جلد خبر بیکس و بے یار ہوں عباسؑ
تم تھامو رکاب آ کے تو اسوار ہوں عباسؑ

یہ حالت و کیفیت دیکھ کر جناب زینبؑ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگیں۔

رو رو یہ کہتے تھے شہنشاہ دو عالم　　مظلومی شبیرؑ پہ تھا خیمہ میں ماتم
ہرگز دل زینبؑ کو قرار آیا نہ اس دم　　چلاتی ہوئی ڈیوڑھی سے نکلی وہ بصد غم

اے بھائی دکھاؤں کسے تنہائی تمہاری
تھامے گی رکاب آج یہ ماں جائی تمہاری

بھائی بہن کی یہ گفتگو سن کر گھوڑے نے آگے کے دونوں قدم جھکا کر زبانِ بے زبانی سے کہا کہ اے دوش محمدؐ کے مکین آغوش فاطمہؑ کی زینت آیئے میرے اوپر سوار ہو جایئے امام سوار ہو کر میدان کو روانہ ہوئے۔

خیمہ سے رانڈوں اور یتیموں کے نوحہ و ماتم کی صدائیں بلند ہوئیں نانا کی آہ و فغاں اور فاطمہؑ کی فریاد سے جنگل گونج رہا تھا۔

فاطمہؑ کا ماہ اس شان سے گھوڑے پر بیٹھا گویا براق پر تھے رسولؐ فلک پناہ اور اس آن بان سے رن کو سدھارے۔

چہرہ سے آشکار تھی خیرالوریٰ کی شان　　پیدا تھی سر سے تابقدم مرتضیٰ کی شان
زہراؑ کا حُسن اور حسنِؑ مجتبیٰ کی شان　　ایسے حسینؑ بھی ہوتے ہیں بندے خدا کی شان
ششدر ملک تھے دیکھ کے چہرہ جناب کا
جلوہ تھا ایک چاند میں چار آفتاب کا

(بحوالہ شیعہ لاہور حسین نمبر ۱۹۵۵ء)

ذوالجناح وقتِ رخصت میر انیسؔ کی نظر میں:

دیکھا شہِ دیں نے جو قریبِ فرس آکر　　کوئی نہ پسر تھا نہ بھتیجا نہ برادر
زینبؑ نے پکارا کہ تھمو آتی ہے خواہر　　زہراؑ کی صدا آئی کہ موجود ہے مادر
کیا رتبۂ عالی تھا رکاب شہِ دیں کا
اک فاطمہؑ کا ہاتھ تھا اک روحِ امیں کا

پہنچا جو درِ خانۂ زیں تک قدمِ شاہ　　تھرا کے جھکا خود بادب توسن چالاک
گھوڑے پہ چڑھا لختِ دلِ سیّدِ لولاک　　جبریلِ امیں ساتھ ہوئے تھام کے فتراک
کس منھ سے کہوں حسنِ نشستِ شہِ دیں کو
معلوم ہوا جڑ دیا خاتم پہ نگیں کو

تھا زینِ فرس، رحل، تو قرآں شہِ والا　　وہ تخت ہوا تھا تو سلیماں شہِ والا
وہ دوشِ صبا بوئے گلستاں شہِ والا　　وہ برجِ شرف نیرِ تاباں شہِ والا
بو گل کی نسیمِ سحری لے کے چلی ہے
غل تھا کہ سلیماں کو پری لے کے چلی ہے

ضیغم کی جو تھی جست تو آہو کے طرارے　　آنکھوں کو چراتے تھے خجالت سے چکارے
ہر نعل سے خم تھا مہ نو شرم کے مارے　　اُٹھتے تھے قدم جب تو چمکتے تھے ستارے
ہو رشک نہ کیوں کر فلکِ ماہِ جبیں کو
نقشِ سُمِ توسن سے لگے چاند زمیں کو

مرکب پہ ہیں مولا کے تجلّی ہے سرِ طور　　چہرے کی ضیا سے ہے زمیں آئینۂ نور
ہر سنگ یہ تاباں ہے کہ شرمندہ ہے بلّور　　ڈھلتا نہیں دن دھوپ ہوئی جاتی ہے کافور
حیراں ہیں خبر نورِ خدا کی نہیں جن کو
ہے شور کہ لو کھیت کیا چاند نے دن کو

(مراثیِ انیس جلد دوم صفحہ ۳۶۱)

شکوہ و جلالِ امیر المومنین علیہ السلام بوقت سواری اور روز عاشورا غربت امام حسینؑ بموقع سواری

علّامہ صدرالدین قزوینی، ریاض القدس جلد دوم میں لکھتے ہیں:-

جس زمانہ میں حضرت اسد ذوالجلال۔ ولی کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے طلحہ و زبیر اور اُم المومنین عائشہ سے قتال کیا ہے تو بہت زیادہ تعداد میں سپاہی برائے جہاد جمع تھے چنانچہ آپ نے اپنے لشکر کے ہمراہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ بصرہ کی طرف کوچ کیا:-

یعنی کہ علیؑ ولی سردار و سالار لشکر اسلام کہ جن کی سرکردگی میں سپاہ لشکر فولادی اسلحہ سے آراستہ تھا لشکر والے تیز چشم اور دشمن کو کاٹنے والے تھے اور لشکر میں جوش وخروش جہاد ایسا تھا جیسا کہ جوش دریا میں پانی کی روانی کا ہوتا ہے۔ سب تیغ بکف تھے کتاب ''اسرار الشہادت'' میں ہے کہ منذر بن جارود کہتا ہے کہ جب مجھے حضرت امیر المومنینؑ کے لشکر کی روانگی کی خبر ملی تو میں شہر سے باہر آیا تا کہ لشکر امیر علیہ السلام کی شان وشوکت دیکھوں۔ میں نے دیکھا کہ تمام صحرا فوج حق سے بھرا ہوا اور علمہائے رنگارنگ لشکر کی رونق ہیں اور زیادہ اضافہ ہو گیا ہے پہلا علم ایک سوار کے ہاتھ میں تھا جو ہزار سواروں کے دستہ کا علمبردار تھا اور یہ علمدار لشکر جناب ابوایوب انصاری تھے پھر ہزار سواروں پر مشتمل لشکر تھا کہ جو کمان بدوش تھا۔ میں نے سوال کیا اور دستۂ لشکر دیکھا جس میں علمدار لشکر ابوقتادہ انصاری تھے۔ پھر ایک اور دستہ گذرا جس کے علمدار حافظ قرآن حضرت عمار بن یاسر تھے۔ پھر ایک دستہ گزرا جس کے علمدار قیس بن سعد عبادہ تھے اور ایک دستہ کے علمدار قثم بن العباس تھے اور ایک عظیم دستۂ لشکر کے علمدار غلام آستانۂ حیدر مالک اشتر تھے اور اکثر اکابرین ہم رکاب حضرت امیر المومنین تھے۔ مثل، عبداللہ بن عباس، عبیداللہ بن عباس، فضل بن عباس، عبداللہ بن جعفر، عقیل بن ابی طالب سریح بن ہانی، زیاد بن کعب ہمدانی، ہانی بن عروہ مذحجی، حجاج بن خزیمہ انصاری اور دوسرے سرکردہ افراد ایک علم کے سایہ میں تھے اور وہ علم حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے دست فتح نصیب میں تھا۔ علیٰ راسہ تاج الجمال مع الجبروت والجلال

لشکر اسلام روانہ ہوا اور حضرت علیؑ مرتضٰی کے دائیں بائیں جانب آپ کے فرزند حسنؑ اور حسینؑ خوش کردار تھے، اِس عِزّ وقدر وجلالت کے ساتھ جنگِ جمل میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام تشریف لے گئے لیکن اے شیعان علیؑ ذرا کربلا میں امام حسینؑ پر

نظر ڈالئے۔ جب حضرت امام حسینؑ خیمہ سے نکلے تو اہلِ حرم گریاں کناں ساتھ تھے۔ درِ خیمہ پر ذوالجناح موجود تھا۔ لیکن کون تھا کہ جو رکاب تو سن تھامتا اور حسینؑ کو سوار کراتا۔ امام حسینؑ نے اس وقت ایک نگاہ اصحاب کے خیموں پر ڈالی۔ دیکھا کہ خیام خالی ہیں۔ اصحاب مقتل میں سو رہے ہیں۔ پھر امام حسینؑ نے اپنے عزیز و اقارب کے خیموں پر نگاہ ڈالی۔ لیکن نہ اکبرؑ تھے نہ قاسمؑ، نہ عونؑ و محمدؑ اور عباسؑ علمدار تھے، سب ہی مقتل میں سو رہے تھے امام حسینؑ نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا **ھل من یقدم الی جوادی** آیا ہے کہ کوئی کہ جو سواری لائے مجھے سوار کرائے:-

نہ آسرا تھا کوئی شاہِ کربلائی کو
فقط بہن نے کیا تھا سوار بھائی کو (مرزا دبیرؔ)

ذوالجناح میدانِ جنگ میں:

میر نفیسؔ کہتے ہیں:-

اُس جنگ میں رہوار جہاں سیر کی وہ چال ہر گشت میں لشکر کے پرے کر دیئے پامال
جس صف کی طرف دوڑ گیا برق کی تمثال دل ہل گیا ثابت یہ ہوا آ گیا بھونچال
یاں ہوش اُدھر رنگ اُڑا فوجِ لعیں کا
ٹاپوں سے جگر چاک تھا مقتل کی زمیں کا

پھر زیر و زبر ہوے نہ کیوں لشکرِ سفاک کیوں پیش و پس اعدا کو نہ ہو کیوں نہ اُڑے خاک
مرکب وہ کہ جس کا نہیں ثانی تہِ افلاک راکب وہ کہ جو راکب دوشِ شہِ لولاک
غل تھا یہ نہ کس طرح نمودار ہو سب میں
اس شان کا فارس ہے عجم میں نہ عرب میں

شیخ مفید نے ''کتاب ارشاد'' میں اور ''کتاب کامل السقیفہ'' میں یہ روایت لکھی ہے کہ:-

جب امام حسین علیہ السلام مصروفِ جہاد ہوے تو اس وقت امام مظلوم کے گھوڑے (ذوالجناح) کے آگے تین نفر دیکھے گئے وہ تینوں اس طرح آپ کے ذوالجناح کے آگے آگے تھے جیسے کہ بہادر سپاہی اپنی خاص وردی پہن کر بادشاہ کی سواری کے آگے دوڑتے ہیں۔ وہ تینوں افراد امام عالی مقام کی مددگاری بھی فرما رہے تھے، شیخ مفید فرماتے ہیں ''یہ تینوں نفر عجب جوانمرد تھے اور ستّر ہزار کے مقابل آنے والے تھے، بظاہر یہ تینوں نفر امام عالی مقام کے ہم رکاب تھے، انھوں نے کوشش کی کہ قتل ہو جائیں (لیکن برحسبِ باطن)۔

علامہ محمد حسن قزوینی ''ریاض الاحزان'' میں تحریر فرماتے ہیں یہ تینوں اللہ کے فرشتے تھے، جبریل ذوالجناح کی رکاب تھامے ہوے تھے، عزرائیل ذوالجناح کی لجام (عناں) تھامے ہوے تھے اور دائیں جانب ذوالجناح کے اسرافیل مثل مددگار و ناصرِ حسینؑ تھے، اس شکوہ و جلالت کے ساتھ حضرت امام حسینؑ میدانِ جنگ میں مصروفِ کارزار ہوے۔ (ریاض القدس...ص ۲۹۳)

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

وہ شان وہ شکوہ وہ شوکت جناب کی ‏ ‏ اللہ ری ضو جھپکتی تھی آنکھ آفتاب کی
تصویر تھی جنابِ رسالت مآب کی ‏ ‏ پیری دکھا رہی تھی لطافت شباب کی
بر میں نبیؐ کا جامۂ عنبر شمامہ ہے
رنگت تو پھول سی ہے گلابی عمامہ ہے

غل تھا فرس پہ سیّد والا کو دیکھ لو ‏ ‏ ہاں برق و شرقِ طورِ تجلی کو دیکھ لو
پڑھ کر درود صورتِ مولا کو دیکھ لو ‏ ‏ بالائے رحل مصحفِ زہرؑا کو دیکھ لو
پایا کسی بشر نے یہ پایا ہے خلق میں
قرآں انھیں کے واسطے آیا ہے خلق میں

حوریں ہیں گرد ساغرِ کوثر لیے ہوئے   پریاں جلو میں ہیں طبقِ زر لیے ہوئے
جبریل ہیں نجات کا دفتر لیے ہوئے   جھولی میں ہے نسیم گلِ تر لیے ہوئے
لٹتے ہیں پھول وادیٔ عنبر سرشت میں
دولھا برات لے کے چلا ہے بہشت میں

نیزہ زمیں پہ آپ نے گاڑا جو یک بیک   ماہی نے دب کے گاوِ زمیں سے کہا سرک
شاید قیامت آئی زمیں پر گرا فلک   بس یا حفیظ کہہ کے لرزنے لگی سمک
غُل تھا اُلٹ چکے ہیں حسینؑ آستین کو
یا بوتراب آکے بچالو زمین کو

لوگو نجتا ہے شیر، رجز خواں ہیں شاہِ دیں   نعرہ یہ ہے کہ ہیں ہمیں پشت و پناہِ دیں
روشن ہمارے نور سے ہے شاہراہِ دیں   دنیا میں ہم ہیں تاجِ سرِ عز و جاہِ دیں
سجدے بتوں کو کرتے تھے ساکن کنشت کے
ہم نے تمھیں بتا دیئے رستے بہشت کے

گھر میں ہمارے وحیِ خدا لائے جبرئیل   جب آئے خادموں کی طرح آئے جبرئیل
مشہور ہم ہیں خلق میں آقائے جبرئیل   اس گھر کی خادمی ہے تمنائے جبرئیل
شاگردیِ علیؑ سے سرافراز جب ہوئے
جبریل تب مقرّبِ درگاہِ رب ہوئے

آٹھوں بہشت باغِ ولایت کے پھول ہیں   ہم سے وِلا کرو کہ ہم آلِ رسولؐ ہیں
اعمالِ دشمنانِ علیؑ نا قبول ہیں   روزے ہوں یا نمازیں ہوں سب بے اصول ہیں
پھر کیا ہوا زکوٰۃ بھی گر حج سمیت کی
شرطِ قبولیت ہے ولا اہلِ بیتؑ کی

جبریل امیں نے رکاب کو تھاما:

یہ کہہ کے چلے سرورِ دیں پڑ گیا ماتم دروازے تلک روتی گئیں بیبیاں باہم
خیمے سے برآمد ہوئے شاہنشہٗ عالم خم ہوگئے مجرے کو رفیقانِ معظم
گردانا جو دامانِ قبا سرورِ دیں نے
گھوڑے کی رکاب آن کے لی روح امیں نے

______ (مراثی انیس جلد اوّل۔ص ۶۰ شیخ غلام علی لاہور)

یہ کہہ کے ہوے جلوہ نما خانۂ زیں پر خاتم پہ نگیں جیسے ہو اور نقش نگیں پر
پرتو سے بچھی چادرِ مہتاب زمیں پر بوسہ دیا نصرت نے رکابِ شہ دیں پر
جبریل و سرافیل سپرداری کو آئے
اقبال و حشم غاشیہٗ داری کو آئے

______ (مراثی انیس جلد دوم۔ص ۲۴۱ شیخ غلام علی لاہور)

گھوڑے پہ چڑھا لختِ دلِ سیّدِ لولاک
جبریلِ امیں ساتھ ہوئے تھام کے فتراک

امام حسین علیہ السلام عشقِ الٰہی میں مخمور تھے اور اس عشقِ حقیقی کا صلہ جان کی بازی لگانا تھا، حسینؑ کی شہادت اللہ کی راہ میں عظیم قربانی تھی، روزِ عاشورہ حسینؑ ابن علیؑ یکہ و تنہا رہ گئے تھے، بیکس اور بے مددگار تھے، اس عالم بیکسی میں صاحبِ جلال ہستی تھے، امام مظلوم نے ہتھیار سجا کر رکابِ ذوالجناح میں قدم رکھا اور ذوالجناح خود آتشِ عشق خوردہ تھا، یعنی ذوالجناح حسینؑ کے عشق میں سرشار گویا عشقِ مجسم تھا حسینؑ کا یہ وفادار گھوڑا، اور بہ زبان حال کہہ رہا تھا کہ میں اللہ کی راہ میں گامزن ہوں۔ جیسے ہی ذوالجناح نے اپنے قدم میدانِ جنگ میں رکھے گویا اس نے اوادنیٰ کی سیر کی اور اس کی رکابوں کا حلقہ، حلقۂ عرشِ بریں بن گیا، اس کے قدم عرش آفریں ہوگئے، میرانیس

کہتے ہیں:-

بجلی تھا چھلاوہ تھا کہ صرصر تھا وہ رہوار اِس سمت کبھی تھا تو کبھی فوج کے اُس پار

فاقوں میں بھی آقا کی خوشی کرتا تھا گھوڑا

جو چاہتے تھے شاہ وہی کرتا تھا گھوڑا

(مراثیِ انیس جلد اوّل...ص ۳۱۴)

سب کہتے تھے جرأت یہ نہیں قدرتِ ربّ ہے

رہوار قیامت ہے تو تلوار غضب ہے

رہوار کو غازی کے نہ تھی حاجتِ مہمیز

ان فاقوں میں چالاکی میں صرصر سے بھی تھا تیز

(مراثیِ انیس جلد دوم...ص ۳۵۱)

علامہ مجلسی ''بحارالانوار'' میں لکھتے ہیں:-

''پس امام مظلوم نے مبارزطلبی کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں حسین ابن علیؑ ہوں وہ علیؑ جنھوں نے نبیؐ کی میراث پائی ہے، وہ علیؑ جو قاتلِ مرحب ہیں، وہ علیؑ جو قاتلِ عمرو ابنِ عبدود ہیں''۔

کاشفی ''روضۃ الشہداء'' میں لکھتے ہیں:-

تمیم بن قحطبہ طائی نے جسارت کی اور امام حسینؑ کے مقابلے کے لیے میدان میں آیا، وہ شام والوں کی نظر میں بہت بہادر سمجھا جاتا تھا گھوڑے سواری میں مشہور تھا، شقی نے حملے کا ارادہ کیا، میر انیس کہتے ہیں اس وقت ذوالجناح میدانِ جنگ میں اپنے سوار آقا و مولا حسین ابنِ علیؑ کی نصرت کے لیے تیار ہو گیا، میر انیس نے پہلے لشکرِ یزید کا نقشہ کھینچا پھر پہلوان کا آمادۂ جنگ ہونا دکھایا اور چوتھے مصرعے سے ذوالجناح کے تیور کا بیان کیا ہے:-

لشکر کے سب جواں تھے لڑائی میں جی لڑائے　　وہ بدنظر تھا آنکھوں میں آنکھیں اُدھر گڑائے
ڈھالیں لڑیں سپاہ کی یا ابر، گڑگڑائے　　غصے میں آ کے گھوڑے نے بھی دانت کڑکڑائے

ماری جو ٹاپ ڈر کے ہٹے ہر لعیں کے پاؤں
ماہی پہ ڈگمگا گئے گاوِ زمیں کے پاؤں

حضرت امام حسینؑ نے شقی کے حملے کے جواب میں تلوار کھینچی اور اس پر وار کیا، تمیم دو ٹکڑے ہو کر واصل جہنم ہوا، میر انیسؔ کہتے ہیں:-

مارا جو ہاتھ ، پاؤں جما کر رکاب پر
بجلی گری شقی کے سرِ پُرعتاب پر

اس کے بعد ایک اور شقی یزید ابطحی امام حسینؑ کے مقابل فوجِ یزید سے نکلا اُسے بھی امام عالی مقام نے ایک ہی وار میں ختم کر دیا، امام حسینؑ کی یہ شانِ حرب وضرب دیکھ کر لشکرِ عمر سعد ملعون حیران تھا اور پورا لاکھوں کا لشکر حیران و پریشان تھا۔

(ریاض القدس...ص۳۰۹)

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

اللہ ری لڑائی میں شوکت جناب کی　　سونلائے رنگ میں تھی ضیا آفتاب کی
سوکھے تھے لب کہ پنکھڑیاں تھیں گلاب کی　　تصویر ذوالجناح پہ تھی بوترابؑ کی

ہوتا تھا غل جو کرتے تھے نعرے لڑائی میں
بھاگو کہ شیر گونج رہا ہے ترائی میں

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

ذوالجناح میدان جنگ میں عجب ناز سے آیا ہر قدم پر اس کے چلنے کا انداز طاؤس (مور کی چال) کا انداز تھا۔ اس کی لجام، زین اور فتراک (شکار بند) یہ سب چیزیں اس کا زیور تھیں، فتراک مثل پروں کے تھے، میدان جنگ میں اس کے قدم یوں معلوم

ہوتے اس نے عرش بریں پر پاؤں رکھ دیا ہے، یوں معلوم ہوتا تھا براق دوبارہ آسمان سے اُتر آیا ہے۔

فتح وظفر ذوالجناح کے قدم باقدم ساتھ چلی، جلال وحشم ذوالجناح کے جلو میں چل رہے تھے، قدسیوں نے اپنے پروں کو ذوالجناح کے قدموں میں بچھا دیا تھا، سرتاجِ عرش (امام حسینؑ) ذوالجناح کے زین پر صدر نشین تھے اس لیے جیسے جیسے ذوالجناح کے قدم آگے بڑھتے تھے اس کے نقشِ سُم سے زمین پر چاند بن رہے تھے۔ ارضِ کربلا کہہ رہی تھی میں فرش تھی اب عرش احتشام ہوگئی ہوں، کربلا کا ہر ذرّہ رشکِ شب چراغ (ایک ہیرا جو رات کو روشنی دیتا ہے) بن گیا تھا۔

لشکرِ یزید کی ہلچل میں ذوالجناح نہایت ہوشیاری سے جست و خیز (چوکڑیاں بھرنا) کررہا تھا۔ تُرک وتاز (دھاوا بولنے) میں صرصر (تیز آندھی) سے بھی زیادہ تیز تھا۔ ایال (گردن کے بال) نہایت خوشنمائی سے ہوا میں لہرا رہے تھے۔

ذوالجناح کے قدموں سے جو گرد اُڑ رہی تھی وہ بادلوں کی طرح معلوم ہورہی تھی، لڑائی کے وقت اس گرد کے بادل سے بجلی کی طرح تڑپ کر نکلتا تھا۔ ذوالجناح کی پتلیوں میں ستارے سے چمک رہے تھے۔

جرأت وہمت میں شیر کی طرح آگے بڑھتا جاتا تھا۔ ذوالجناح قوی ہیکل (بڑے جُثے والا) تھا، تیزی کی چال میں کبک دری (چکور) کی طرح چلتا تھا اور جست (ہرن کی چھلانگ) معلوم ہوتی تھی۔ زمین پر سیماب (پارہ) تھا اور بلندی پر سحاب (بادل) تھا۔ ہوا میں مثلِ عقاب تھا یا دریا کی موج معلوم ہوتا تھا۔ ذوالجناح کی گردن ہلال کی طرح خم دار تھی، آنکھیں غزال (ہرن) کی آنکھوں کی طرح تھیں۔ چتون میں شیرانہ بانک پن تھا۔ یونانی حکیم بھی اس کے صفات کو دیکھتے تو دنگ رہ جاتے، اشراقی (کشف وکرامات والے) بھی افکار کے سمندر میں غرق ہوجاتے۔ غرب سے شرق

تک ذوالجناح کی چال ایک بجلی چمکنے کا وقفہ تھی۔ اپنے سوار کے اشارے پر کل کی طرح (مشین کی طرح) پھرتا تھا، کاوے کی چال (دائرے کی چال) ایسی تھی کہ نقطے پر پرکار رکھ کر جس طرح گھماتے ہیں۔ دُم کو بلند کر کے جب حملہ آور ہوتا تھا لشکر زیر و زبر ہو جاتے تھے۔

امام حسینؑ اُسی وقت تلوار کے وار کرتے سر کٹ کے گرتے جاتے تھے دوسری طرف اشقیا کے بدن زمین پر پڑے ہوتے ذوالجناح اپنے قدموں سے اُسی وقت دھڑ اور سر کو کچلتا ہوا آگے بڑھتا تھا، لاشوں کو اتنا روندا تھا کہ ذوالجناح کے سُم خون سے سُرخ ہو گئے تھے۔ اِس کے سُم خنجر بُرّاں بنے ہوئے تھے۔

ذوالجناح کی آہستہ چال کو بھی ہوا نہیں پاسکتی تھی، دنیا کے پرندے اُسے ہما سمجھ رہے تھے، (ہما بہت بڑا پرندہ)

ذوالجناح میں اتنی طاقت تھی کہ شیر کو ٹاپوں سے کچل کے پامال کر سکتا تھا لیکن شائستگی ایسی تھی کہ ایک طفل بھی باگ اُتار کے اُس پر سوار ہو سکتا تھا۔ پھول پر قدم رکھے تو رنگ گُل بھی میلا نہ ہو اور وجہ یہ تھی کہ راکبِ دوشِ رسولؐ کا پیارا فرس تھا۔

ذوالجناح میں دُلدُل کی تیزیاں تھیں اور براق کی طرح طرارے بھرتا ہوا دوڑتا تھا۔

سینہ کشادہ تھا، کمر پتلی اور جوڑ بند چست تھے گردن کا خم مثلِ ہلال تھا لیکن ہمیشہ سر کو بلند رکھتا تھا، اپنے آقا کے دشمن کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ تیزی میں ابر تھا اور لطافت میں ہوا تھا اتنی خوبیوں پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ خدا کی قدرت تھا۔

دونوں کان یہ بتاتے تھے کہ وہ زبانِ بے زبانی سے کہہ رہا تھا کہ میرا آقا لاسیف و لافتا ہے، اگر دنیا میں میرے آقا جیسا کوئی دوسرا حسینؑ نہیں تو میرا جیسا دوسرا فرس بھی دنیا میں دستیاب نہیں ہے۔ ذوالجناح میدانِ جنگ میں اُڑتا ہوا عقاب معلوم ہوتا تھا، یا بادلوں میں چمکتی ہوئی برق تھی یا نشیب میں دوڑتا ہوا پانی تھا۔

ذوالجناح میدانِ جنگ میں اپنے سوار حسین ابن علیؑ کے اشاروں پر اِدھر سے اُدھر جست کرتا تھا، کبھی صفوں سے نکل آتا اور دوبارہ صفوں میں گھس جاتا تھا، تیز دوڑنے میں اس کے نتھنوں سے فرفر کی صدا آرہی تھی، اُس کو ہوا پر غصہ آتا تھا کہ ساتھ چلتی ہے پھر بھی مجھ سے پیچھے رہ جاتی ہے، اس کے غصے کو حسینؑ جیسا شہسوار سمجھتا تھا۔

ذوالجناح اچھی عادتوں کا مالک تھا، دوڑنے میں خوشنما معلوم ہوتا تھا، اس کے جسم کے جوڑ بند بھی خوبصورت تھے، لجام کھینچنے میں چھوڑنے کے مفہوم سے اچھی طرح واقف تھا، خوش رو تھا، اس کی ادائیں بھی خوب تھیں، تیز گام تھا، ذوالجناح چونکہ کمیت تھا اس لیے اس کے سرخ رنگ (سرخ فام) کی وجہ سے وہ گُل پوش معلوم ہوتا تھا۔ غیظ بھی تھا غربت بھی تھی، زخمی بھی تھا اور اس حالت میں جنگی ہنر دکھا رہا تھا، مزاج آگ تھا، تیزی میں ہوا تھا، اتنے اضداد جمع تھے کہ صرف خدا کی قدرت سمجھنا چاہیئے۔

سینے میں دل قوی تھا کہ پشت پر امام حسینؑ موجود ہیں، اس کو ناز تھا کہ براق کی توقیر وعزت کا میں مالک ہوں یہ فخر کیا کم ہے کہ امام کا بار پُشت پر اُٹھائے ہوئے تھا۔

جس طرح پانی پر حباب ٹھہرا رہتا ہے اسی طرح وہ ہوا کے دوش پر نظر آتا تھا یا تیز بہاؤ میں جس طرح ناؤ رواں ہوتی ہے، فوج یزید کے حلقے سے اس طرح نکل جاتا تھا جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے۔

دوران جنگ گُل جھڑی پڑتی تھی یعنی لشکر حسینؑ کو چاروں طرف گھیر کر ایک طرح کی گرہ باندھنے کی کوشش کرتا تلوار ذوالفقار اس گرہ کو کھول دیتی اور ذوالجناح اس گتھی سے نکل جاتا تھا۔

کوئی شقی حسینؑ کے سامنے حملے کی جسارت کرتا تو ذوالجناح ایک ٹاپ مار کر زمین پر گرا دیتا تھا گویا زمین اس کی لاش کو کھا جاتی تھی۔

ذوالجناح تیزی میں جواد تھا، قرآن نے گھوڑے کی تیزی کو ''جیاد'' کہا ہے۔

رسولؐ اللہ ''ذوالجناح'' کو اکثر ''الورد'' کہہ کر پکارتے تھے یعنی گلاب کا پھول، یہی وجہ تھی کہ جب وہ کربلا میں مصروفِ نصرتِ حسینؑ تھا اس کے پسینے سے عطرِ گلِ ورد کی خوشبو آ رہی تھی۔

ذوالجناح جس وقت صیحہ کرتا تھا، لشکرِ یزید کے گھوڑے گھبرا کے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ گھوڑے اُسے دیکھ کر الف ہو کے اُلٹ جاتے تھے۔

ذوالجناح عاشور کے دن امام حسینؑ کے لیے تختِ سلیمان بن گیا تھا۔ چونکہ امام حسینؑ فخرِ سلیمانؑ تھے۔

ذوالجناح جب حملہ آور ہوتا تو فرفر جاتا تھا اور جب پلٹتا تھا تو رفرف سے بھی تیز ہوتا تھا۔

میر انیسؔ کہتے ہیں یہ حیوان نہیں بلکہ کوئی فرشتہ تھا جسے آسمان سے ذوالجناح کی شکل میں بھیجا گیا تھا۔

امام حسینؑ لجام روک کر کہتے تھے اگر بہت پیاسا ہے تو فرات پر تجھے لے چلوں پانی پلانے کے لیے تو وہ کہتا تھا میرے آقا زادے پیاسے مر گئے میں پانی نہیں پیوں گا۔

اُس وقت امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تو ذوالجناح کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپکنے لگتے تھے۔

یہاں تک آپ نے میر انیسؔ کے بیانات پڑھے اب میر انیسؔ کے چھوٹے بھائی میر مونسؔ کے چند بند پڑھیے:-

آگے ہی بڑھے جاتے تھے تو لے ہوئے تلوار　　اُڑ جاتا تھا اُس صف پہ یہ صف پھاند کے رہوار
چل جاتا تھا ہر بار اِدھر وار اُدھر وار　　ٹکڑے تھے وہ آہن میں جو تھے غرقِ ستمگار
ہوتی تھی فدا روحِ سکندر شہِ دیں پر
دو سمت تھا چار آئنوں کا فرش زمیں پر

اللہ ری وفاداری و جانبازی توسن　　روکرتا تھا حضرت کے جو پاس آتے تھے دشمن
سینے پہ بھی پٹھوں پہ بھی تھے تیروں کے روزن　　طاؤسِ گلستاں تھا اُٹھائے ہوئے گردن
ماتھے سے ٹپکتا تھا عرق خون بدن سے
تیر آتا تھا حضرت پہ تو اُڑ جاتا تھا سن سے

بیتاب تھا اس فکر میں وہ اسپِ فلک فر　　نرغے سے انھیں لے کے نکل جاؤں میں کیونکر
پھرتا تھا ادھر اور اُدھر مثلِ غضنفر　　حربوں سے پس و پیش کے غافل تھا نہ دم بھر
جب وار کوئی بانیِ شر کرتا تھا شہ پر
اگلے سُم اُٹھا کر وہ سپر کرتا تھا شہ پر

کہتا تھا یہ گھوڑے سے یداللہ کا فرزند　　اس راہ میں ہم صبر و تحمل کے ہیں پابند
راحت یہ شہادت ہے رہے گر وہ رضامند　　ہٹیو نہ براقِ نبوی کی تجھے سوگند
کٹ جائے گلا سر کسی نیزے پہ علم ہو
سب کچھ ہو مگر کھیت سے باہر نہ قدم ہو

مقتل تھا جہاں آئے جو لڑتے ہوئے واں تک　　تھم کر کہا ہم ذبح یہیں ہوئیں گے بیشک
تھمنا تھا کہ ہلّا کیا فوجوں نے یکایک　　ماتھے پہ لگا تیر جھکا فرقِ مبارک
کھینچا جو وہ پیکان تو کھلا زخم جبیں کا
خورشید سحر ہوگیا چہرہ شہِ دیں کا

دامن سے لہو پونچھ رہے تھے شہِ دلگیر　　جو سینۂ اقدس پہ سم آلودہ لگا تیر
گھوڑے پہ نہ سنبھلا گیا بے دل ہوئے شبیرؑ　　اک دوش پہ اک سر پہ چلی ظلم کی شمشیر
تیورائے لہو دیکھ کے پوشاک پہ حضرت
پہلو پہ سناں کھا کے گرے خاک پہ حضرت

میر انیس کہتے ہیں:-

آوازِ غیب آئی ہے، یہاں بھی ذوالجناح کا ذکر نہایت دردناک ہے۔

بس اب نہ کر وغا کی ہوس اے حسینؑ بس
دم لے ہوا میں چند نفس اے حسینؑ بس
گرمی سے ہانپتا ہے فرس اے حسینؑ بس
وقتِ نمازِ عصر ہے، بس اے حسینؑ بس

ظالموں نے نیزوں سے حسینؑ پر وار کئے آپ ذوالجناح کی پشت پر نڈھال ہو گئے:-

گھوڑے پہ ڈگمگا کے جو حضرت نے آہ کی
تھرّا گئی ضریح رسالتؐ پناہ کی

امام حسینؑ جب زینِ ذوالجناح پر ڈگمگانے لگے ذوالجناح چاروں ہاتھ پاؤں سمیٹ کر آہستہ آہستہ بیٹھ گیا، مقتل کی نرم زمین پر اس نے قیام کیا، ذوالجناح کو معلوم تھا کہ سخت زمین پر اگر حسینؑ گریں گے تو زمین کی ضرب سے تیر جسم میں بالکل پیوست ہو جائیں گے۔

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

گرے ڈگمگا کر زمین پر حسینؑ
فرس سے کسی نے اُتارا نہیں

امام مظلوم جب مقتل کی زمین پر نڈھال ہو کر گر گئے تو اس وقت لجام ہاتھ سے چھوٹ چکی تھی، ذوالفقار بھی ہاتھ سے جدا ہو چکی تھی، ذوالجناح نے پہلے تیر دانتوں سے پکڑ کر نکالنے شروع کئے پھر امام حسینؑ کے ہاتھ کے پاس دانتوں سے ذوالفقار پکڑ کر لایا، پھر لجام کو دانتوں سے پکڑ کر ایک ہاتھ پر رکھ دی، آہستہ آہستہ اپنی پیشانی کو پشتِ حسینؑ پر ملنے لگا، صیحہ کرتا تھا اور غیظ سے مڑ کر لشکرِ یزید کی طرف دیکھتا تھا، گویا

زبانِ بے زبانی سے کہہ رہا تھا، آقا! اُٹھیے لشکر قریب آرہا ہے، جب امام حسینؑ ہوش میں آئے سب سے پہلے آپ نے ذوالفقار کو ذوالجناح کی گردن میں باندھ دیا، سر سے عمامہ اُتار کر زین پر رکھ دیا اور آپ نے ذوالجناح سے فرمایا جا کر اہلِ حرم کو بتا دے کہ حسینؑ اب واپس نہیں آئیں گے، یہ رسولؐ اللہ کی امانت علی ابن الحسینؑ کو دے دینا۔ ایک روایت کے مطابق یہ امانتیں جبریل امیں آ کر لے گئے۔ بعد میں ذوالفقار اور عمامۂ رسولؐ ہر امام کے پاس رہا اور اب امام مہدی علیہ السلام کے پاس ہے۔ ذوالجناح نے لشکرِ یزید پر حملہ کیا اور اشقیا کو ٹاپوں سے کچلتا ہوا خیام تک پہنچ گیا۔ دوبارہ اس وقت مقتل میں آیا جب سرِ حسینؑ نیزے پر بلند ہو چکا تھا۔ ذوالجناح نے اپنی پیشانی کو خونِ حسینؑ سے رنگین کیا۔ صیحہ کرتا جاتا چیختا ہوا آگے کے سُموں کو زور زور زمین پر پٹختا تھا۔ روتا تھا۔ عمر بن سعد نے حکم دیا کہ اس گھوڑے کو زندہ گرفتار کرو لیکن اس نے دوبارہ لشکر پر حملہ کیا اور اہلِ حرم کے خیموں تک پہنچ کر سنائی کہ حسینؑ شہید کر دیئے گئے۔

زیارتِ ناحیہ میں امام عصر علیہ السلام فرماتے ہیں:-

قَدْ عَجِبَتْ مِنْ صَبْرِكَ مَلٰئِكَةُ السَّمٰوٰتِ فَاَحْدَ قُوْابِكَ مِنْ كُلِّ الْجِهَاتِ وَ اثخنوكَ بالجراح وحالو بينكَ وَبيْنَ الرَّوَاحِ وَلَمْ يبْقَ لَكَ نَاصِرٌ وَانت صابرٌ محتسِبٌ تذبُ عَنْ نِسَوتِكَ وَاَوْلَادِكَ حتّٰى نكسوكَ عَنْ جوادِكَ فهويْتَ اِلَى الارضِ جريحاً تطاكَ الخيولُ بحوافرها و تعلوكَ الطغاةُ ببواترها قدر شح للموتِ جبينُكَ قَدْ عَجِبَتْ مِنْ صَبْرِكَ مَلٰئِكَةُ السَّمٰوٰتِ فَاَحْدَ قُوْابِكَ مِنْ كُلِّ الْجِهَاتِ وَ اثخنوكَ بالجراح وحالو بينكَ وَبيْنَ الرَّوَاحِ وَلَمْ يبْقَ لَكَ نَاصِرٌ وَانت صابرٌ محتسِبٌ تذبُ عَنْ نِسَوتِكَ وَاَوْلَادِكَ حتّٰى نكسوكَ عَنْ جوادِكَ

فهویتَ اِلیَ الارضِ جریحاً تطاكَ الخیولُ بحوافرها و تعلوكَ الطغلۃُ ببواترها قدر شح للموتِ جبینُكَ واختلفت بالانقباض والانبساطِ شِمَالُكَ ویمینُكَ تُدِیْرُ طرفاً خفیاً اِلی رحلِكَ وبینك وقد شغلت بنفسك عن وُلدِك وَاھالیكَ واسرع فرسُكَ شارِداً اِلیٰ خیامك محمحماً باکیاً فلما راینَ النساءُ جوادك مخزیاً وسرجك علیه ملویاً برزن مِنَ الخُذورِناشراتِ لشعورِ علیٰ الخدودِ لا طمَاتٍ عَنِ الوجوهِ سافراتٍ وبالعویل داعیاتٍ و بعدَ العزِّ مذللاتٍ واِلیٰ مصرعك مبادِرَاتٍ و الشمرُ جالسٌ علیٰ صدرِكَ وَمولعٌ سیفۂ علیٰ نحرك قابضٌ علیٰ شیبتِكَ بیدہِ ذابحٌ لكَ بمھندہِ قد سکنت حواسُك وخفیت القاسُكَ ورُفِعَ علیٰ القناۃِ راسُكَ وسُبِیَ اھلُكَ کا لعبید وصفدُ فِی الحدید فوق اقتابِ المطیاتِ تلفحُ وجوھھُمْ حرُّالھاجِرَاتِ یُساقونَ فی البراریٰ والفلواتِ ایدیھم مغلولۃٌ اِلی الاعناق یطاقُ بھم فی السواقِ فالویل للعصاۃِ الفساقِ لقدْ قتلُوا بقتِلكَ السلاَمُ و عطلوالصلوٰتِ والصیامَ ونقضُوْ السُنَنَ والاحکامَ وھدَمُوْا قواعِدَ الایمانِ وحرقوا ایاتِ القُرانِ وھمجوا فِی البغی والعدوانِ لقد اصبحَ رَسُولُ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علیہِ وآلہٖ مِنْ اجلكَ موتُوراً وعادَ کِتَابُ اللّٰہِ مھجوراً وغودِرَالحقُّ اِذْ قھرت مقھوراً وفقد لفقدكَ التکبیرُ والتھلیلُ والتحریمُ والتحلیلُ والتنزیلُ والتاویل وظھرَ بَعْدك التغییرُ والتبدیلُ والا لحادُو التعطیلُ والاھوآءُ والاضالیل والفتنُ والاباطیلُ فقامَ ناعیكَ عِنْدَ قبرِ جدِكَ الرَّسُولِ صلّی اللّٰہ علیہِ وآلہٖ منعاكَ الیہِ بالدمع الھطول قائلًا یارسوْلَ اللّٰہِ قُتِلَ سِبُطُكَ وفتاكَ

واستبیح اهلُكَ وحِمَاكَ۔

ترجمہ: آپ غبار جنگ میں دھنسے ہوئے تھے اور ہر ایک اذیت اُٹھار ہے تھے آپ کا صبر دیکھ کر تو ملائکہ افلاک بھی تعجب کر رہے تھے، ظالموں نے ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا اور زخم پہنچا کر آپ کو مضمحل کر دیا دم لینے کی مہلت نہ دی، مددگار کوئی آپ کا رہا نہ تھا بے کسی کے عالم میں انتہائی صبر وضبط کے ساتھ آپ اپنی مستورات اور بچوں کی طرف سے ہجوم اشقیا کو ہٹا رہے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو گھوڑے سے گرا دیا، آپ زخموں سے چُور ہو کر زمین پر گرے، لشکر کے گھوڑے اپنے سموں سے آپ کو کچل رہے تھے اور سرکش ستمگر اپنی تلواریں لیے آپ پر چڑھے چلے آتے تھے، موت کا پسینہ آپ کی پیشانی پر آیا ہوا تھا اور آپ کے دست و پا اِدھر سے اُدھر سمٹتے اور پھیلتے تھے۔ آپ چشم نیم وا سے اپنے بچوں کو دیکھ رہے تھے حالانکہ اس وقت آپ کی خود کی حالت تو ایسی تھی کہ آپ کو اپنے کنبہ کا اور بچوں کا دھیان نہ آ سکتا تھا، اس وقت آپ کا گھوڑا تیزی سے ہنہناتا اور روتا ہوا آپ کے خیام کی طرف چلا جب اہل حرم نے آپ کے رہوار کو بے سوار دیکھا اور زین اسپ کو نیچے ڈھلکا ہوا دیکھا تو بیقرار ہو کر خیموں سے نکل پڑیں اور بال بکھرائے ہوئے منہ پر طمانچے مارتے ہوئے جبکہ پردہ کا دھیان نہ تھا نوحہ و بکا کرتے ہوئے اپنے بزرگوں کو وارثوں کو پکارتے ہوئے جبکہ اپنی اس مخصوص عزت وشوکت کے بعد حقارت کی نظر سے دیکھے جا رہے تھے سب کے سب آپ کی قتل گاہ کی طرف تیزی سے جا رہے تھے، آہ شمر اس وقت آپ کے سینہ پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنا خنجر آپ کی گردن پر پھیر رہا تھا۔ ریش مبارک ظالم اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے اپنی ہندی تلوار سے آپ کو ذبح کر رہا تھا۔ آپ کے دست و پا بے حرکت ہو گئے اور سانس رک گئی۔ نیزہ پر سرِ اقدس کو اُٹھایا گیا اور اہل حرم کو غلاموں کی طرح قید کر لیا گیا اور آہنی زنجیروں میں جکڑ کر اونٹوں پر بٹھا دیا گیا دن کے دوپہر کی گرمیاں ان کے

چہروں کو جھلس رہی تھی اور وہ غریب بیابانوں اور جنگلوں میں پھرائے جا رہے تھے ہاتھ ان کے گردنوں سے بندھے ہوئے تھے اور بازاروں میں ان کو پھرایا جا رہا تھا۔

وائے ہو ان نافرمانوں فاسقوں پر جنہوں نے آپ کو قتل کر کے اسلام کو تباہ کر دیا نمازوں کو روزوں کو معطل کر دیا۔

شریعت کے چلن کو اور احکام کو توڑ دیا ایمان کی عمارت کو ڈھا دیا اور قرآن کی آیتوں کو جلا دیا اور بغاوت و سرکشی میں دھنسے چلے گئے آپ کے قتل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مظلوم قرار پا گئے مظلوم بھی ایسے کہ اپنے بچہ کے خون کا بدلہ نہ لے سکے آپ کے قتل سے کتاب خدا پر لاوارثی چھا گئی۔ آپ کے ستائے جانے سے اصل میں حق ستایا گیا۔ آپ کے نہ ہونے سے اللہ اکبر اور لا الٰہ اللہ کی آوازوں میں کوئی روح نہ رہی حرام وحلال کا امتیاز قرآن اور قرآن کے معانی کا تعین سب ضائع ہو گیا۔ آپ کے بعد شریعت میں کھلی ہوئی تبدیلیاں فاسد عقیدے حدود شریعت کا تعطل، نفسانی خواہشوں کا زور، گمراہیاں، فتنے اور غلط چیزوں کا ظہور ہوا غرضیکہ آپ کی سنائی سنانے والا آپ کے جدِّ امجد کی قبر کے پاس کھڑا ہوا اور آپ کی سنائی برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ رسولؐ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنائی کہ یا رسول اللہ آپ کا فرزند آپ کا بچہ قتل کر دیا گیا اور آپ کے گھر والوں اور جانثاروں کو مار دیا گیا۔ (زیارتِ ناحیہ مقدسہ۔ص ۱۵ تا ۱۷)

ذوالجناح فرات میں:

سید ابنِ طاؤس لکھتے ہیں:-

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اشقیا سے پکار کر فرمایا: اے گروہِ کفار! اے پیروانِ آلِ ابوسفیان! اگر تم دین سے بے بہرہ ہو، روزِ جزا سے بے خوف ہو، پس حمیت عرب کیا ہو گئی؟ شمر نے کہا: اے فرزندِ فاطمہؑ کیا کہتے ہو۔ فرمایا: تم مجھ سے جنگ کرتے ہو اور میں تم سے مقابلہ کرتا ہوں، عورتوں نے کیا گناہ کیا ہے، تو لشکر کو منع کر

جب تک میں زندہ ہوں خیمۂ اہلِ بیتؑ سے متعرض نہ ہوں۔ یہ سن کر شمر نے لشکر کو حکم دیا کہ پہلے حسینؑ کا کام تمام کرو، ان کے اہلِ بیتؑ سے دستبردار ہو کیونکہ یہ کفوِ کریم ہیں اور ان کی تلوار سے مارا جانا ننگ نہیں۔ یہ سن کر اشقیا نے ایک بارگی حضرت پر حملہ کیا۔ اس وقت حضرت کفار سے پانی مانگتے تھے، جب گھوڑے کو جانبِ فرات دوڑاتے تھے لشکرِ مخالف کے سوار و پیادہ راہ روک کر مانع ہو جاتے تھے۔ بروایت ابنِ شہر آشوب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اعور سلمیٰ اور عمر بن حجاج پر حملہ کیا۔ یہ دونوں ملعون چار ہزار کے لشکر کے ساتھ فرات پر مقرر تھے۔ امامؑ نے ان کی صفوں کو پراگندہ کر کے گھوڑا پانی میں ڈال دیا اور گھوڑے سے خطاب کر کے فرمایا: میں پیاسا ہوں اور تو بھی پیاسا ہے بخدا میں پانی نہ پیوں گا جب تک کہ تو نہ پیئے۔ یہ سن کر اسپِ وفادار نے منہ اپنا پانی سے اُٹھا لیا گویا حضرت کے کلام کو سمجھا اور منتظر تھا جب حضرت پی لیں اس وقت میں بھی پیوں۔ حضرت نے فرمایا اے اسپِ وفادار! تو پانی پی میں بھی پیتا ہوں یہ فرما کر حضرت نے ہاتھ بڑھایا اور ایک چُلّو پانی لے کر چاہا کہ پئیں، اس وقت ایک ملعون پکارا یا حسین پانی پیتے ہو اور فوج خیمۂ حرم کو لوٹ رہی ہے۔ حضرت نے یہ سنتے ہی پانی پھینک دیا اور خیموں کی طرف روانہ ہوئے اور صفوفِ مخالف کو پراگندہ کر کے دیکھا کہ خیامِ ذوی الاحترام محفوظ ہیں۔

علّامہ مجلسیؒ ''بحارالانوار'' میں لکھتے ہیں:۔

بروایت ابنِ شہر آشوب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اعور سلمی اور عمر بن حجاج پر حملہ کیا یہ دونوں ملعون چار ہزار کے لشکر کے ساتھ فرات پر مقرر تھے۔ امامؑ نے ان کی صفوں کو پراگندہ کر کے گھوڑا پانی میں ڈال دیا، اور گھوڑے سے خطاب کر کے فرمایا: میں پیاسا ہوں اور تو بھی پیاسا ہے بخدا میں پانی نہ پیوں گا جب تک کہ تو نہ پیئے۔ یہ سُن کر اسپ وفادار نے منہ اپنا پانی سے اُٹھا لیا گویا حضرت کے کلام کو سمجھا اور منتظر تھا جب

حضرت پی لیں، اس وقت میں بھی پیوں حضرت نے فرمایا: اے اسپ وفادار! تو پانی پی میں بھی پیتا ہوں یہ فرما کر حضرت نے ہاتھ بڑھایا اور ایک چلو پانی لے کر چاہا کہ پئیں، اس وقت ایک ملعون پکارا یا حسینؑ پانی پیتے ہو، اور فوج خیمۂ حرم کو لوٹ رہی ہے حضرت نے یہ سنتے ہی پانی پھینک دیا اور خیموں کی طرف روانہ ہوئے اور صفوفِ مخالف کو پراگندہ کر کے دیکھا کہ خیام ذوی الاحترام محفوظ ہیں''۔

علّامہ سیّد محمد مہدی ''لواعج الاحزان جلد اوّل میں لکھتے ہیں:۔

لکھا ہے کہ جب حضرتؑ کے سب عزیز و انصار باری باری درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے اور کوئی فدا ہونے والا باقی نہ رہا تو اُس وقت مظلومؑ کربلا خود مرنے پر آمادہ ہوئے۔ درِ خیمہ پر تشریف لا کر پکارے۔ **یا سکینة یا فاطمةُ یا زینبُ یا اُمّ کلثومِ علیکن مِنّی السلامُ** اے سکینہؑ و فاطمہؑ، اے زینبؑ و اُمِ کلثومؑ تم سب پر حسین کا سلام آخری پہنچے۔ اب حسینؑ تم لوگوں سے رخصت ہوتا ہے۔ یہ فرمایا اور سب بیبیوں اور بچوں کو روتا چھوڑ کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔

میدانِ کارزار میں تشریف لائے اور لشکرِ اعدا سے مخاطب ہو کر ایک کلام بلیغ فرمایا،

(نوٹ: صاحب ناسخ التواریخ جلد ششم میں لکھتے ہیں۔ مکشوف باد کہ اسپ سیدالشہداءؑ کہ در کتب معتبرہ بنام نوشتہ اند افزوں از دو مال سواری نیست یکے اسپ رسولِ خدا کہ مرتجز نام داشت و دیگرے شترے کہ مسنات می نامیدند و اسپے کہ ذوالجناح نام داشتہ باشد در ہیچ یک از کتب احادیث و اخبار و تواریخ معتبرہ من بندہ ندیدہ ام'' اس کلام میں دو مقام قابل تعرض ہیں۔ اوّل یہ کہ کوئی ناقہ مسناۃ نامے اُن جناب کا نہ تھا۔ اور صاحب ناسخ التواریخ کو اشتباہ ہوا ہے۔ اس روایت سے جس میں وارد ہے۔ **وَاشتدالعطش بالحسین فرکب المسناة یُرِیدُ الفرات** حالانکہ مسناۃ کے معنی بند آب کے ہیں اور رکب سے مراد علا ہے۔ یعنی وہ جناب بندِ آب کے اوپر پہنچ گئے تا کہ فرات میں داخل ہوں۔ دوسرے یہ کہ ذوالجناح کا موجود ہونا مجالس ابی اللّیث سمر قندی میں (جو اکابر اہل سنت سے ہیں) موجود ہے البتہ ممکن ہے کہ بمقابلہ روایات مرتجز کے قابل اعتماد نہ ہو۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ وائے ہوتم پر تم کیوں مجھ سے لڑتے ہو کیا میں نے کسی حق کو ترک کیا ہے یا کسی سنت رسول کو متغیر کیا ہے۔ یا شریعت کو بدل دیا ہے۔ جواب میں اُن ملاعنہ نے کہا۔ **بل نقاتِلُكَ بغضاً مِنّا لِاَبِيْكَ** ہم لوگ آپ سے لڑتے ہیں بہ سبب اس عداوت کے جو آپ کے پدرِ بزرگوار سے ہے کہ انہوں نے ہمارے آبا وَاجداد کو قتل کیا ہے۔ یہ جواب سن کے دل میں اس طرح در آئے جس طرح شیر گلہ گوسفند میں در آتا ہے اور وہ جنگ کی کہ کشتوں کے پشتے اور لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ صحرا سے دریا تک خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ دور دور تک میدان صاف ہو گیا۔ یہاں تک کہ لڑتے ہوئے داخل فرات ہو گئے۔ اُس وقت گھوڑے سے فرمایا۔ **اَنت عطشان" وانا عطشان واللّٰه لاذُقتُ المآءَ حتی تشرب** اے گھوڑے تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں واللہ جب تک تو سیراب نہ ہوگا میں بھی پانی نہ پیوں گا، سبحان اللہ وہ گھوڑا بھی کیسا وفادار تھا۔ اس نے پانی کے پاس لے جا کر پھر منہ اُٹھا لیا۔ گویا مطلب یہ تھا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں تو پانی پی لوں اور آپ پیاسے رہیں۔ اُس وقت آپ نے گھوڑے سے فرمایا اچھا تو بھی پانی پی اور میں بھی پیتا ہوں یہ فرما کر چُلّو میں پانی اُٹھایا۔ ناگاہ ایک شقی نے پکار کر کہا اے حسینؑ تم یہاں پانی سے متلذذ ہوتے ہو اور وہاں تمہارے خیمے لوٹ لئے گئے ہیں۔ اب پانی کیا پیا جاتا۔ حضرت نے فوراً چلو سے پانی پھینک دیا اور مع گھوڑے کے پیاسے ہی دریا سے باہر نکل آئے۔ فوج اشقیاء پھر ٹوٹ پڑی۔ آخر تن تنہا کہاں تک لڑتے۔ زخموں سے چُور ہو کر صدر زین سے زمین پر تشریف لائے اور شمر ملعون نے اپنا کام کیا۔ سر اقدس کو بدن سے جدا کر کے نوکِ نیزہ پر چڑھایا۔ لکھا ہے کہ اس وقت گھوڑا حضرت کا بیتاب ہو کر میدان میں دوڑتا پھرتا تھا اور چلا چلا کر روتا تھا۔ آخر اپنی پیشانی کو حضرتؑ کے خون سے رنگین کیا اور مثلِ زنِ پسر مردہ کے روتا نعرے مارتا درِ خیمہ پر حاضر ہوا۔ جب اُس گھوڑے کی آواز اہل بیتؑ نے

سنی یقین ہوا کہ حضرتؑ تشریف لائے ہیں۔ سب بیبیاں بیتابانہ دوڑ کر درِ خیمہ پر آئیں، مگر آہ آہ یہاں آکر کیا دیکھا کہ گھوڑے کی باگیں کٹی ہوئی ہیں۔ سوار سے اُس کا زین خالی ہے۔ پیشانی پر خون لگا ہوا ہے۔ اور اپنے آقا کے غم میں نعرے مار مار کر روتا ہے۔ یہ دیکھتے ہی سب بیبیاں روتی منہ پر طمانچے مارتی واویلا وامصیبتا کی فریاد کرتی مقتل کی طرف دوڑیں۔ جب وہاں پہنچیں تو کیا دیکھا۔ الشمرُ جالس علیٰ صدرہٖ مولع" سیفهٗ علیٰ نحرہٖ قابض" بیدہٖ علیٰ شیبۃٖ ذابح" لهٗ بمهندہٖ دیکھا کہ شمر لعین حضرت کے سینہ پر سوار ہے۔ تلوار گلے پر آپ کے رکھے ہے۔ دستِ نجس سے ریش مبارک تھامے ہے اور اپنی تلوار سے سر مقدس کو جدا کر رہا ہے۔

اَلَالعنۃُ اللّٰہِ علیٰ القوم الظالمین و سیعلمُ الذین ظلموآ ای منقلب ینقلبونَ (لواعج الاحزان، جلد اول، ص ۳۴۹)

مولانا محمد حسین ممتاز الافاضل "مجالس امام حسینؑ" میں لکھتے ہیں:-

ادھر ایک جسم ایک بدن، تیروں کا نشانہ بھی ہے، پتھروں کا ہدف بھی، نیزوں کا مقام بھی اور تلواروں کی جائے ضرب بھی۔ شدتِ پیاس سے کلیجہ پھک رہا ہے۔ پانی طلب کرتے ہیں تو بے دین استہزاء اور تمسخر کرتے ہیں۔ طعن و تشنیع سے کام لیتے ہیں۔ گستاخانہ جواب دیتے ہیں۔ امامِ مظلوم نے جانبِ فرات گھوڑے کی باگ موڑی اور صفوں کو چیرتے ہوئے، ناہنجاروں کو راہ سے ہٹاتے ہوئے، دائیں بائیں ناریوں کو اس طرح کاٹتے چلے جس طرح مالی باغ کے درختوں کی شاخیں اور کسان درانتی سے فصل کاٹتا ہے۔

پیاسا امام لبِ فرات پہنچ گیا۔ ابواعور اسلمی اور عمرو بن حجاج چار ہزار سواروں کے ساتھ گھاٹ کے پہریدار تھے۔ مزاحمت کی مگر مقابلے کی تاب نہ لا سکے۔ کنارہ خالی ہو گیا اور ساقیٔ کوثر کا فرزند دریائے فرات کی وداعی اپنی مغصوبہ جاگیر میں داخل ہو گیا۔

پیاسے راہوار کو پانی کی ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ اس کا جگر جل رہا تھا۔ منہ سطحِ آب کے قریب کیا۔ مولا نے فرمایا کہ گھوڑے! تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں۔ میں اس وقت تک پانی نہ پیوں گا جب تک تو نہ پی لے، وفادار راہوار نے پیاسے آقا کا کلام سنا۔ منہ پانی سے اُٹھالیا۔ گویا وہ اپنی زبان میں کہہ رہا ہے کہ یہ شانِ وفا نہیں کہ سوار اور مالک پیاسا رہے، راہوار پانی پیئے۔ مولا نے چلو بھرا۔ اس اثناء میں ایک تیر آیا، جو حلق میں پیوست ہو گیا۔ آپ نے تیر کھینچا خون کا فوارہ باہر آیا۔ پانی کے بجائے ہاتھ خون سے بھر گیا اور وہ خون جانبِ آسمان پھینک کر کہا: ''خدایا! اس قومِ جفا کار کی شکایت تیری بارگاہ میں کرتا ہوں، جس نے میرا خون بہایا اور پانی سے روکا''۔ اِس اثناء میں آواز آئی: ''حسینؑ! تم تو پانی میں کھڑے ہو اُدھر آپ کے خیام لوٹے جا رہے ہیں''۔ پیاسے امام نے ایک لمحہ دیر کئے بغیر فوراً خیام کی جانب رُخ کیا تو امامِ مظلوم بے حد پیاسے تھے اور پانی پر پہنچ گئے تھے۔ چلّو میں پانی بھی لیا اور اگر پانی پی کر لوٹتے تو کونسی دیر لگتی۔ مگر امام پاک پانی پینا نہیں چاہتے تھے۔ کیا زینبؑ، اُمِّ کلثومؑ، سکینہؑ، فاطمہؑ، ربابؑ اور اولادِ عباسؑ کی پیاس بھول گئے تھے؟ اگر اس وقت پانی سے سیراب ہو جاتے تو یہ کہا جا سکتا کہ امام پیاسے شہید ہوئے؟ اپنے قوتِ بازو سے فرات کا کنارا خالی کرا کے اور اپنے کھوئے ہوئے حق پر قبضہ کر کے ہاشمی شجاعت اور یزیدی فوج کی بزدلی اور بے حیائی دکھا دی، جب تک اہلِ حرم کو پانی نہ پہنچاتے خود کبھی نہ پیتے۔ اس واسطے تشنہ وہاں سے واپس خیمہ گاہ کی طرف پلٹے۔ (مجالس امام حسینؑ، صفحہ ۳۲۰، ۳۲۱)

ہنگامِ عصر ذوالجناح کا امام حسینؑ کی حمایت کرنا:

متکلمین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ عُلیا زینب علیہا السّلام کئی مرتبہ میدانِ قتال میں آئی ہیں اور امام حسینؑ کے حال سے باخبر رہی ہیں لیکن آپ نے امام حسینؑ کی حالت کو اہلِ حرم سے پوشیدہ رکھا ہے۔ البتہ اہلِ حرم کو امام حسینؑ کے گھوڑے سے

زمین پر گرنے کی اس وقت خبر ہوئی ہے کہ جب خالی ذوالجناح درِ خیمہ پر پہنچا ہے۔ اس نے صیحہ کیا اہلِ حرم خیمے سے نکلے دیکھا کہ گھوڑا خالی ہے سمجھ گئے کہ حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گر گئے ہیں۔ ذوالجناح کے بارے میں بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دو مرتبہ درِ خیمہ پر آیا ہے پہلی مرتبہ قبلِ شہادت کہ امامِ مظلوم کے حلقِ مبارک پر تیر یا نیزہ لگا اور آپ ذوالجناح پر سنبھل نہ سکے۔ چند لمحے زمین کی طرف جھکے، سجدہ کرنے کی صورت میں جھکے یا بصورتِ راست و چپ جھکے جیسا کہ روایات میں ہے بہر حال امام حسینؑ گرنے کے بعد زمین سے اٹھے اور بقدرِ قوتِ بشریہ جہاد کیا۔ اس وقت ذوالجناح بغیر راکب، امامِ مظلومؑ کے گرد طواف کر رہا تھا۔

ابنِ شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں، ابی مخنف سے روایت کرتے ہیں اور ابی مخنف جلودی سے روایت کرتا ہے کہ **لما اصرع الحسینؑ فحمل فرسه یحامی عنه و یثیب علی الفارس فیه هبطه عن برمه ویدوسه حتی قتل الفرس اربعین رجلا** ۔ یعنی جب امام حسین علیہ السلام سرنگوں ہوئے اور گھوڑا بغیر سوار ہو گیا تو اس وقت عمر بن سعد ملعون کے لشکر کے چالیس پیادے نظر آئے اور انہوں نے چاہا کہ امام حسینؑ کو قتل کریں۔ اس وقت ذوالجناح نے آپ کی از خود حمایت کی، کس طرح کہ ذوالجناح جست لگاتا تھا اور اپنے دانتوں سے پیادہ کو پکڑتا اور زمین پر پھینک دیتا تھا اور سُموں سے پائمال کرتا تھا اس طرح اس نے چالیس پیادوں کو واصلِ جہنم کیا اور امام حسینؑ کے ساتھ رہ کر ثوابِ جہاد حاصل کیا اور روزِ قیامت ذوالجناح محشور ہوگا حالانکہ اور دوسرے حیوانات کا حشر سے تعلق نہیں ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو مقامِ شفاعت میں ذوالجناح شفاعت کرے گا۔ خدا اس کی شفاعت بہ حُرمتِ امام حسینؑ قبول کرے گا اور اگر خدا قبول نہ کرے تو منزلتِ امام حسین علیہ السلام جو اللہ کے نزدیک ہے اہلِ محشر پر کس طرح ظاہر ہوگی۔ ذوالجناح بھی تین دن بھوکا و پیاسا رہا

ہے اس کے علاوہ ذوالجناح عارفِ امام حسین علیہ السلام تھا اور فنا فی الامام ہونا گویا فنا فی اللہ ہونا ہے۔ امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنا اعلیٰ درجے کی معرفت ہے (مقامِ حیرت ہے کہ مفسرین علما پھر بھی امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں حالانکہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا **والمقصر فی حقکم زاهق** یعنی کہ تقصیر کرنے والے کے اعمالِ حسنہ باطل ہیں۔

صاحبِ کتاب الرّیاض علاّمہ مرحوم فرماتے ہیں **یسبح ذوالجناح فی غمرات بحر الکفاح کالتمساح وملاء الفضاء من الصهیل والصیاح ویرتعد بصهیله فی غبار الهیاج ویسلب دمع العین فی جولته حول الحسین کالغمام الهاطل و یسیل الدم علی مناکبه من العرف والکاهل**

یعنی کہ ذوالجناح نے گھڑیال (نالہ) کی مانند دریائے جنگ میں غوطہ لگایا اور تلاطمِ افواج میں نصرت کی، صیحہ کیا اور دانتوں سے دشمن کے آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر زخمی کرتا اور سموں سے کچل دیتا تھا اس وقت ذوالجناح کا رجز اس کے مثل تھا۔ **الظلیمة، الظلیمة من امة قتلت ابن بنت نبیها** یعنی کہ حسینؑ مظلوم مظلوم ہیں، اُمت نے اپنے نبیؐ کی دختر کے فرزند کو بے گناہ قتل کر دیا۔

''میں شاہِ مظلوم کا مرکب ہوں اور میرا راکب نرغۂ اعدا میں ریگِ گرم پر پڑا ہے اور میں اس غریب پر صیحہ نالۂ بلند کر رہا ہوں اے وائے اُمتِ نبویؐ تیری تباہ کاریاں کہ نواسۂ رسولِؐ خدا کو قتل کر دیا''۔ (ریاض القدس جلد دوم صفحہ ۲۶۰ تا ۲۶۲)

علاّمہ مجلسیؒ ''بحار الانوار'' میں لکھتے ہیں:-

''ابنِ شہر آشوب نے لکھا ہے ابو مخنف نے جلودی سے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے نے حضرت کو زمین پر پڑا دیکھا اسپ باوفا نے حضرت

کی حمایت میں کفار پر حملہ کیا اور چالیس اشقیا کو گھوڑے سے زمین پر گرایا اور ٹاپوں سے روند کر قتل کیا، پھر اپنے آقا کے خون میں لوٹ کر فریاد کناں ونعرہ زناں خیمہ کی جانب روانہ ہوا اور دونوں ہاتھ زمین پر مارتا جاتا تھا، سیّد ابن طاؤس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بعد شہادت امام مظلوم ایسی سیاہ آندھی چلی کہ تمام عالم تیرہ وتار ہوگیا، ساتھ ہی ایک سُرخ آندھی اُٹھی کہ اُس وقت کوئی چیز بالکل سوجھائی نہ دیتی تھی سب کو گمان ہوا کہ قیامت قائم ہوئی اور عذاب خدا نازل ہوا۔ لیکن بہ برکت وجود امام زین العابدین علیہ السلام تھوڑی دیر کے بعد وہ آندھی تھم گئی''۔

علاّمہ مرزا قاسم علی کربلائی ''نہر المصائب جلد چہارم'' میں لکھتے ہیں:-

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ارشاد میں روایت کی ہے کہ امام حسینؑ نے دسویں تاریخ ماہ محرم کو بروزِ جمعہ بعدِ عصر کے کہ ۶۱ ھ اکسٹھ ہجری تھے انتقال فرمایا۔ اس طرح پر کہ وقتِ شہادت کے وہ حضرت غریب الوطن اور تشنہ لب اور مہموم ومظلوم ومذبوح اور مجروح اور صابر وشاکر تھے۔ اور کافی میں منقول ہے کہ اُن حضرت نے دسویں تاریخ ماہ محرم کو بعدِ عصر کے بالب تشنہ دنیا سے رحلت فرمائی اور آن حالیکہ اُس جناب کو اعدا نے مثل گوسفند قربانی ثواب اور مباح جان کر ذبح ونحر کیا اور سن شریف اُس جناب کا اُس روز ستاون برس اور ایک مہینے کا تھا۔ اور تہذیب الاحکام میں منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے بروز جمعہ دنیا سے انتقال فرمایا۔ اس طرح سے کہ سر اقدس اُس مظلوم کا پس گردن سے جدا کیا گیا اور اشقیا لاش انور کو آلودہ بخاک وخون بے غسل وکفن ریگستان گرم پر چھوڑ گئے اور کوئی ملعون متوجہ طرف دفن اُن حضرت کے نہ ہوا اور مناقب میں یوں روایت کی ہے کہ جناب سیّد الشہداء بظلم وستم اعدا بروز جمعہ دسویں محرم کو شہید ہوئے اور شرح جامع صغیر میں یوں روایت کی ہے کہ امام حسینؑ بروز جمعہ دہم محرم ۶۱ ھ اکسٹھ ہجری کو تشنہ لب ذبح ہوے۔ اور مقتل ابومخنف میں منقول ہے کہ جب امام حسین

علیہ السلام نے بروز عاشورا صحرائے کربلا میں شہادت پائی اس طرح سے کہ تمام بدن اطہر زخم نیزہ اور تیر و شمشیر سے مجروح تھا آہ اُس وقت ذوالجناح کا یہ حال تھا کہ تمام بدن اُس اسپ باوفا کا زخم ہائے نیزہ و تیر سے فگار تھا اور زین جھکا ہوا روتا اور نعرے مارتا ہوا سراسیمہ پھرتا تھا۔ پس عمر سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ جلد اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ سنتے ہی حکم اُس شقی کے بہت سے سوار اُس کے طلب میں مستعد ہوے اور ہر طرف سے اُسے گھیر لیا۔ جب اُس اسپ باوفا نے دیکھا کہ سوارانِ لشکر اعدا نے ہر طرف سے محاصرہ کیا ہے اور چاہتے ہیں کہ مجھے گرفتار کریں ہر چند کہ وہ گھوڑا بہت مجروح اور دل شکستہ تھا لیکن باایں ہمہ اُس قوم اعدا پر حملہ کیا اور جس سوار و پیادے پر جا پڑا اُس ملعون کو دانتوں سے پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور ٹاپوں سے روند کر تھوڑے ہی عرصہ میں بہت سے اشقیا کو راہی سقر کیا۔ جب یہ حال عمر سعد نے دیکھا تو اپنی قوم کو آواز دی کہ وائے ہو تم پر اس گھوڑے سے دور ہو جاؤ اور اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دو تا کہ دیکھیں اس کو کیا مقصود ہے۔ سنتے ہی آواز کے سب اشقیا علیحدہ ہو گئے پس جب وہ اسپ باوفا مطمئن ہوا کہ یہ سب ملعون اب مجھ سے دور ہو گئے اور کوئی معترض نہ ہوگا تو اُس وقت پھر بہ آوازِ حزیں نعرے مارنے لگا اور شہادت مظلوم کربلا پر مانند زن پسر جوان مردہ کے چلا کر رونے لگا اور اُس حالت بیتابی میں بقصد تجسس لاش اقدس امام حسینؑ کے ہر شہید کی لاش پر جاتا تھا اور بو اُس کی سونگھ کر ہٹ جاتا تھا یہاں تک کہ وہ اسپِ باوفا لاش اطہر اُن حضرت پر پہنچا اور پیشانی اپنی خون سے اُس مظلوم کے رنگین کی اور خوشبو اپنے مالک کی سونگھی اور گلوے بریدۂ اُن حضرت کے بوسے لیتا تھا اور بیتاب ہو کر نعرے مارتا تھا۔ بعد اس کے نعرے مارتا ہوا طرف خیمہ گاہ کے آیا تا کہ اہلِ بیتؑ رسالت کو شہادت مظلوم کربلا سے مطلع کرے۔ چنانچہ مناقب میں محمد بن ابو طالب نے نقل کیا ہے کہ جب وہ اسپ باوفا درِ خیمۂ اہل بیت رسالت پر پہنچا اُس

وقت بآوازِ حزیں اور دردناک چلایا اور بکمال کرب و قلق رویا اور غم میں اپنے مالک کے سر اپنا زمین پر پٹکتا تھا۔ اور ابوالمفاخر مورخ نے یوں نقل کیا ہے کہ وہ اسپ باوفا جب اہلِ بیتؑ رسولؐ خدا کو شہادت امام حسینؑ سے مطلع کر چکا اُس وقت روتا اور نعرے مارتا ہوا طرف صحرا کے چلا گیا ہر چند کہ بہت سے اشخاص نے تعاقب اُس کا کیا لیکن کسی کو نشان اُس کا نہ ملا اور بعض روایات میں یوں ہے کہ جب صاحب العصر علیہ السلام بحکم خدا ظہور فرمائیں گے تو اُس وقت وہ جناب اس اسپ وفادار پر سوار ہونگے۔

اور ابومخنف نے عبداللہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ جب اُس اسپ باوفا نے اہلِ بیتؑ اطہار کو شہادت مظلوم کربلا سے آگاہ کیا پس مفارقت پر اپنے مالک کی بہت رویا آخر کار اُس نے اُس حالتِ اضطرار میں اپنے تئیں نہر فرات میں ڈال دیا اور روپوش ہوا اور منتخب اور امالی میں یوں منقول ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام روز عاشور درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے اُس وقت ذوالجناح نے پیشانی اپنی خون سے اُن حضرت کے رنگین کی اور نعرے مارتا ہوا درِ خیمہ پر پہنچا اور وہاں بآواز بلند اس کرب سے رویا کہ جیسے کوئی خبر مرگ کی سناتا ہے۔ چونکہ ذوالجناح اسپ ہائے رسولؐ خدا سے تھا اور اُن حضرت نے اپنے فرزند امام حسینؑ کو عنایت فرمایا تھا اس لیے جناب زینبؑ دختر امیر المومنینؑ آواز اُس کی پہچانتی تھیں اور اُس زمانہ تک زندہ رہنا اُس کا اعجاز و کراماتِ حضرت سے بعید نہیں ہے۔ پس سنتے ہی اُس کی آواز کے معلوم کیا کہ گھوڑا میرے بھائی کا درِ خیمہ پر آیا ہے۔ پس وہ معظّمہ متوجہ ہوئیں طرف سکینہؑ خاتون دختر امام حسینؑ کے اور فرمایا کہ اے نورِ نظر درِ خیمہ سے تمھارے باپ کے گھوڑے کی آواز آتی ہے شاید کہ حضرت بہ خیال ہماری تشنگی کے پانی لائے ہوں پس اے نورِ چشم جلد جا کہ جگر ہمارے شدت تشنگی سے خشک و پژمردہ ہیں آہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت اہلِ حرم پر نہایت غلبہ تشنگی کا تھا اور دختران مظلوم کربلا فریاد العطش العطش کرتی

ہونگی۔ پس سنتے ہی اس ارشاد کے سکینہؑ خاتون فوراً درِ خیمہ پر آئیں حضرات خدا کسی امیدوار کو نا امید نہ کرے تصور کیجئے کہ اُس وقت اُس مظلومہ نے کیا دیکھا کہ گھوڑا حضرت کا خالی ہے سوار سے اور زین جھکا ہوا مغموم ومحزون آلودہ بخون در پر رو رہا ہے اور اپنے سر پر خاک اُڑاتا ہے۔ پس دیکھتے ہی اُس کے اُس ستم دیدہ نے منھ اپنا پیٹ لیا اور بیتاب ہوکر آواز دی کہ اے پھوپھی قسم بخدا کہ بابا میرے امام حسینؑ شہید ہو گئے۔

مَاتَ الْفِخَارُ وَمَاتَ الجود و الكرم　　　واغبرت الارض والافاق والحرم

غاب الحسين فوا لهفي لغيبتهٖ　　　قد صارت الشمس يعلونورها ا لظلم

ہائے افسوس خالی ہو گیا زمانہ جود و کرم اور مروت وسخاوت سے اور بعد شہادت امام حسینؑ خورشید امامت کے تمام عالم از مشرق تا مغرب تیرہ و تاریک ہو گیا اور آفتاب بے نور سیاہ نظر آتا ہے۔ پس سنتے ہی اس کے جناب زینبؑ اور سب بچے اور بیبیاں بیتابانہ درِ خیمہ پر آئیں دیکھا کہ واقعی گھوڑا حضرت کا خبر شہادت اپنے سوار کی دیتا ہے دیکھتے ہی حضرت زینبؑ نے منھ اپنا پیٹ لیا اور ہائے بھائی اور ہائے حسینؑ کہا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑیں۔ اور جناب اُمّ کلثوم نے اُس وقت دونوں ہاتھ اپنے گردن میں اُس کی ڈال دیئے اور روتی تھیں اور یہ کہتی تھیں کہ اے ذوالجناح ہمارے سردار اور ہمارے بھائی امام حسینؑ کو کہاں چھوڑ آیا اور ہمارا حامی وسرپرست کہاں ہے۔ اُس وقت سکینہؑ خاتون دختر امام حسینؑ سموں سے ذوالجناح کے لپٹی ہوئی بیتاب ہوکر روتی تھیں اور یہ بین کرتی تھیں کہ اے پدر بزرگوار افسوس ہے کہ بعد آپ کے کوئی ہمارا حامی و سرپرست نہ رہا۔ اب کون ایسا ہے جو اِن بیوؤں اور یتیموں کی حمایت وکفالت کرے گا اور کون ایسا ہے جو ہم کو دست ظلم سے اشقیا کے بچائے گا۔ آہ اس وقت بیکسی میں جناب اُم کلثوم مدینہ کی طرف بحسرت ویاس متوجہ ہوکر یہ کہتی تھیں چنانچہ شاعر بزبان حال اُن مظلومہ کے کہتا ہے۔

ایــاجـدنــا هٰـذا الـحسین معفر　　علی التُرب مجذوذا لوریدین یقطع

و جسمانۂ تحت الخیول وراسه　　عـنـاداً بـاطراف الاسنة یرفع

اے جد بزرگوار یہ فرزند آپ کا حسینؑ مظلوم جس نے آپ کی آغوش میں پرورش پائی تھی اور لباس جنّت سے جس کا بدن اطہر آراستہ ہوتا تھا۔ آج ظلم و ستم سے اعدا کے تشنہ لب مثل گوسفند قربانی ذبح کیا گیا اور گلو بریدہ آلودہ بخاک و خون ریگستانِ گرم پر بے لباس کے پڑا ہے اور اشقیائے امت نے لاش آپ کے فرزند کی پامال سُم اسپاں کی ہے اور سر انور بہ عداوت نوک نیزہ پر بلند کیا ہے۔

اَیَا جـد نـالم یترکوا من رجالنا　　کبیراً ولا طفلاً علیٰ الثدی یرضع

اے جدِ نامدار فریاد ہے کہ اعدا نے کسی کو ہمارے مردوں سے زندہ نہیں چھوڑا ہے آہ سب چھوٹے اور بڑے تشنہ لب شہید کئے یہاں تک کہ طفل شیر خوار علی اصغرؑ کو بھی تیر ستم سے شہید کیا اور پیکان تیر سے حرملہ کے دودھ اُس کا بڑھایا۔

(نہر المصائب، جلد چہارم، ص ۴۰۷ تا ۴۰۸)

سلطان الواعظین علاّمہ محمد علی لکھنوی ''بحور الغمہ جلد ثالث'' میں لکھتے ہیں:۔

لکھا ہے کہ جب راکب دوش رسولؐ خدا پشت مرکب سے زمین پر آیا اور شمر ملعون نے اپنا کام تمام کیا، فرطِ قلق سے ذوالجناح کا یہ حال ہوا کہ گرد لاش مبارک کے پھرتا تھا اور گلوے بریدہ کے خون سے اپنی پیشانی کو ملتا تھا اور اس شدت سے روتا تھا کہ آنسو آنکھوں سے بہہ بہہ کر سموں تک پہنچے تھے اس حال تباہ سے روتا خاک اُڑاتا خیمہ گاہ تک آیا اور خیمۂ امام کے دروازے پر پہنچ کے اس طرح آواز دی کہ سب بی بیاں بچے روتے پیٹتے مضطربانہ خیمہ سے دروازے پر دوڑ آئے، دیکھا کہ زین واژگون ہے، باگیں کٹی ہیں جا بجا بدن پر زخم ہیں اور زخم سے خون جاری ہے دیکھتے ہی سب کو یقین ہوگیا کہ آقا ہمارے شہید ہوگئے یہ گھوڑا خبر شہادت دینے آیا ہے۔ مومنین وہ غربت کا

عالم وارث کا ماتم اپنے بھائی کا غم کیا کیا مصیبتیں پیش نظر تھیں۔ اہل بیتؑ کا مضطرب ہونا بیقرار ہو کے رونا بیان نہیں ہوسکتا۔ کوئی بی بی گردن فرس میں باہیں ڈال کے بین کرتی تھی اے راہوار ہمارے سردار اور اپنے سوار کو کہاں چھوڑ کے اکیلا آیا ہے۔ کوئی دامن زین کو تھا بنے فریاد کرتی تھی۔ اے گھوڑے ہمارے آقا پر قتل گاہ میں کیا گذری کوئی سموں سے لپٹی جان کھوتی تھی۔ کوئی خاک پر پچھاڑیں کھاتی تھی اور گھوڑا سر جھکائے چپکا کھڑا تھا اور برابر آنکھوں سے آنسو جاری تھے اسی اثنا میں فوج اعدا کے کچھ لوگ تاراجِ خیام کے قصد سے قریب آ پہنچے اُس وقت اہلِ بیتؑ کہاں جاتے کیونکر اپنے کو چھپاتے گھبرا گھبرا کر خیمہ کے اندر چلے گئے گھوڑا وہاں سے پھرا اور روتا ہوا دریا کی طرف چلا فوج دشمن کے سواروں نے پیچھے سے تعاقب کیا، آگے سے سدراہ ہوئے مگر ذوالجناح کسی کے قابو میں نہ آیا۔ اُسی طرح نالاں و گریاں ساحل تک پہنچا اور مضطربانہ اپنے کو فرات میں ڈال دیا پھر اُس گھوڑے کا حال کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔

(بحور الغمہ جلد ثالث، ص۴۴ تا ۴۵)

ذوالجناح مقتل میں:

پیہم اور بار بار کی لڑائی سے امامِ عالی مقام کا جسم زخموں سے چُور ہو گیا تھا۔ زخموں کی تعداد ایک ہزار نو سو پچاس بھی لکھی گئی ہے اور چار ہزار بھی بیان کی گئی ہے۔ مخزن البکاء میں بروایتِ بحار چار ہزار زخم تیر اور ایک سو اسّی زخم نیزہ و شمشیر کے مذکور ہیں بہر کیف مظلوم کے زخم گنتی کی حدود سے باہر تھے کیونکہ جو زخم شمار کئے گئے ہیں صرف ظاہر کے لحاظ سے ہیں ورنہ زخم در زخم اور ایک ایک زخم میں کئی کئی زخم تھے اور ظاہری زخموں کے علاوہ باطن کے زخموں کی تو کوئی حد ہی نہیں اور سب کے سب زخم سامنے کی طرف تھے کیوں کہ آپ نے کسی وقت دشمنوں کی طرف پشت ہی نہیں کی تا کہ پیچھے کوئی زخم لگتا۔

پیاس کی شدّت پہلے سے موجود تھی اب زخموں سے بھی نڈھال ہو گئے تھوڑی دیر جنگ سے آرام کرنے کے لئے ایک مقام پر ٹھہر گئے تو اچانک ابوالحتوق جعفی نے ایک ایسا تیر مارا جو امام کی پیشانیِ نورانی میں پیوست ہوا۔ امام نے قوتِ بازو سے وہ تیر کھینچا اور ریشِ مبارک خون سے تر ہو گئی۔

اور مخزن البکا میں بروایتِ بحار مذکور ہے کہ سخت کمزوری کے باعث آپ آرام کے لئے ٹھہرے تو اچانک جبینِ مبین پر ایک پتھر آ لگا کہ خون جاری ہو گیا اور ریشِ مبارک رنگین ہو گئی۔ آپ نے قمیص کا دامن ہاتھ میں پکڑا اور خون پونچھنے کا ارادہ فرمایا کہ اچانک سہ شعبہ تیر سینۂ بے کینہ پر لگا اور خزینۂ علومِ ربانیہ سے پار ہوا کہ اس کی نوکیں پشت سے نکل آئیں۔ پس اسی وقت آپ کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہوا **بِسۡمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ**۔ پس آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کی اے میرے پروردگار! تو جانتا ہے کہ یہ لوگ ایسے شخص کو مار رہے ہیں کہ اس کے علاوہ اس روئے زمین پر تیرے نبی کا نواسہ اور کوئی نہیں ہے۔ آپ نے اس تیر کے کھینچنے کا ارادہ کیا لیکن سامنے کی طرف سے نہ کھچ سکا کیونکہ اس کے پھل ٹیڑھے تھے پس پسِ گردن دونو ہاتھ لے جا کر اس تیر کو پشت کی جانب سے کھینچ لیا اور خون کا فوّارہ جاری ہوا اور خون سے چلّو پُر کر کے دونو ہاتھ سے سر اور ریش کو رنگین کیا اور فرمایا اِسی خضاب شدہ ریش سے اپنے نانا سے ملاقات کروں گا اور مروی ہے ایک چلّو آسمان کی طرف پھینکا کہ ایک قطرہ بھی واپس نہ آیا اور اسی دن سے آسمان پر سرخی کا نشان قائم ہوا جو صبح اور شام نظر آتا ہے اور ابنِ طاؤس کی روایت میں ہے کہ وہ تیر سہ شعبہ زہر آلود بھی تھا اور اس کے پسِ پشت نکالنے کے بعد خون پرنالے کی طرح جاری ہوا۔ بروایت محرق القلوب ص ۱۵۴ کافی خون نکل جانے کی وجہ سے امام پر کمزوری غالب ہوئی اور زینِ ذوالجناح پر بیٹھنا مشکل ہو گیا پس گھوڑے سے اُترنے کا ارادہ فرمایا لیکن بدن میں

طاقت نہ تھی۔ زخموں سے جسم نڈھال ہو چکا تھا اور بے تابانہ دائیں بائیں جھوم رہے تھے۔ زمین لرز گئی ہوگی، آسمان تھرّایا ہوگا، بی بیوں کے دل دہل گئے ہوں گے، حور و غلماں نے ماتم کیا ہوگا، صفِ انبیا میں تہلکہ مچ گیا ہوگا غرضیکہ کائنات کی ہر چیز محوِ گریہ ہوگی نہ معلوم قلبِ مصطفیٰؐ پر کیا گزری ہوگی اور روحِ زہراؑ نے کیسے برداشت کیا ہوگا جب زخمی جسم سے حسینؑ نے گھوڑے کی زین چھوڑی ہوگی۔ دل لرزتا ہے اور قلم کانپتا ہے کیسے لکھوں کہ حسینؑ کیسے زمین پر تشریف لائے اور ناطقِ قرآن کس طرح رحلِ زین کو چھوڑ کر فرشِ زمین پر آیا۔

وامصیبتا ع

بلند مرتبہ شاہی زصدر زیں افتاد   اگر غلط نہ کنم فرش بر زمیں افتاد

شفیعِ روزِ قیامت بخاکِ مسکن کرد   زمینِ ماریہ را ہمچو دشتِ ایمن کرد

علاّمہ شیخ سلیمان قندوزی، حنفی سُنّی مفتیٔ اعظم قسطنطنیہ ''ینابیع المودۃ'' میں لکھتے ہیں

عبد اللہ ابن عباس نے کہا کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جو واقعہ کربلا کے روز خود موجود تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے نے اونچی آواز سے ہنہنانا شروع کر دیا اور شہدا کی لاشوں پر ایک ایک کے پاس جاتا۔ امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک کے پاس جا کر رک گیا اور امام کے جسم کو بوسے دینے شروع کر دیئے۔ عمر بن سعد نے دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔ جب گھوڑے کو اپنی گرفتاری کا علم ہوا۔ تو اس نے ان کو اپنے پاؤں سے مارنا اور منہ سے کاٹنا شروع کر دیا۔ ان کے بہت سے لوگوں کا قتل کر دیا۔ اور بہت سواروں کو گھوڑوں کی پشت سے گرانا شروع کر دیا۔ عمر بن سعد چیخ اُٹھا اور کہنے لگا۔ تمہارے لیے ہلاکت ہو اس سے دور ہو جاؤ پھر اس نے امام کے جسم مبارک ومکرم کو بوسے دینے شروع کر دیئے۔ امام کے پاک اور معطر خون سے اپنی پیشانی کو رنگین کر کے اونچی آواز سے ہنہناتے ہوئے

خیمہ کی طرف روانہ ہوا۔ جناب اُمِّ کلثوم نے کہا اے سکینہؑ میں تیرے باپ کے گھوڑے کی ہنہنانے کی آواز سنتی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ آپ ہمارے پاس پانی لا رہے ہیں۔ تم بھائی حسینؑ کی خدمت میں جاؤ۔ جناب سکینہؑ باہر نکلیں اور گھوڑے کو سوار سے خالی پایا۔ دوپٹے کو پھاڑ دیا۔ اور چلانا شروع کر دیا۔ وا اقتیلا، وا محمداہ، وا علیاہ، وا ابتاء، وا حسیناہ، وا فاطماہ، وا جعفراہ، وا عقیلاہ، وا عباساہ اور آپ یہ اشعار پڑھتی تھیں:-

مات الامام و مات الجود والکرام

واغیرت الارض والافاق والحرم

ترجمہ: امام انتقال کر گئے، سخاوت اور بزرگی اُٹھ گئی، زمین، کائنات اور حرم غبار آلود ہو گئے۔

واخلق اللّٰہ ابواب الجود والکرم

واغیرت الارض والافاق والحرم

ترجمہ:- اللہ نے آسمان کے دروازے بند کر دیئے۔ ہمارے پاس کوئی پیغام نہ آئے گا جس سے غم دور ہوں۔

یاعمتی انظری ھذا الجواد افی

یخیرك ان ابن خیرالخق محترم

اے پھوپھی دیکھو! یہ گھوڑا آ گیا ہے، آپ کو بہترین خلق کے بیٹے کے متعلق آگاہ کرنے کہ جو احترام والا تھا۔

غاب الحسین فوالھفی لمصرعہٖ

فصاریعلو ضیاء الامة العلم

ترجمہ:- ہے افسوس حسین کے غائب ہونے اور بچھڑنے کا۔ اُمت

کی بلند روشنی تاریک ہوگئی۔

یاموت اهل لن فدیٰ یاموت هل عوض

اللّٰه ربی من الکفار ینتقم

ترجمہ:- اے موت! کیا کوئی شخص کسی کا فدیہ ہوسکتا ہے اے موت کیا کوئی شخص کسی کا بدلہ ہوسکتا ہے۔ میرا رب اللہ کفار سے بدلہ لے گا۔

یا امة السوء لاسقیاله یعکموا

یا امة اعجبت من فعلها الامم

ترجمہ:- اے میری امت تم سیر نہ ہوسکو، اے وہ اُمت جس کے کام سے اُمتیں تعجب میں پڑگئی ہیں۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے جب جناب سکینہؑ کے اشعار کو سُنا تو کہا وا اخاہ، واحسیناہ ہائے پردیسی میری جان آپ پر قربان ہو اور میری روح آپ کی نگہبانی کرتی رہے آپ رو پڑیں اور یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

مصیبتی فوق ان ارثی باشعاری

وان یحیط بها وهمی وافکاری

ترجمہ:- میری مصیبت اس سے بلند ہے کہ میں اپنے اشعار کے ذریعہ مرثیہ کہوں، ان مصائب کو میرا خیال اور فکر احاطہ نہیں کرسکتا۔

جاء الجواد فلا اهلا بمقدمه

الّا بوجه حسین مدرك الثار

ترجمہ:- حسینؑ کا گھوڑا آگیا لیکن اس کے استقبال کے لیے کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ مگر ایسا خوبصورت چہرہ لے کر آیا ہے۔ جس نے خون کا بدلہ لیا ہے۔

یــانـفس صبراً علی الدنیا و مختها

هـذا الـحسین قتیلا بالثری عاری

ترجمہ:- اے نفس دنیا اور اس کی مصیبتوں پر صبر کرو۔ یہ حسینؑ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ زخمی جسم کے ساتھ خاک پر پڑے ہوئے ہیں۔

تمام اہلِ حرم نے یہ آواز بلند کی۔ وامحمداہ، واعلیاہ، واحمزہ، واجعفراہ، واحسناہ، وا حسیناہ خدا کی قسم آج محمد مصطفیٰؐ، علی مرتضیٰ، حسن مجتبیٰ اور فاطمہ زہراؑ کا انتقال ہو گیا ہے پھر سکینہ بنت حسینؑ نے یہ اشعار پڑھنے شروع کر دیئے۔

لـقـد حـطـمـتـنـا فی الزمان لوائیہٖ

وحــزقـتـا ایــنــابــہٖ و مــخـالـبــہٖ

ترجمہ:- زمانے کی مصیبتوں نے ہمیں تباہ کر دیا۔ زمانے کے دانتوں اور پنجوں نے ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

دخـان عـلـینا الدھر فی الدارغی بہٖ

وریــت عـلـیـنــا جـوره وعقـاربـه

ترجمہ:- زمانے نے مسافرت کے عالم میں ہمارے ساتھ خیانت کی اپنے ظلم و جور کو ہم پر مسلط کر رکھا ہے۔

ولـم یبـق لـی رکـن الـوذبـظـلـه

اذا غـالـبـنـی الـدھـر مـالا غـالبـه

ترجمہ:- میرے لیے کوئی ایسی جگہ باقی نہیں رہ گئی جس کے تلے میں سایہ حاصل کر سکوں۔ زمانے نے مجھے مجبور کر دیا ہے جس سے کوئی چھٹکارہ نہیں ہے۔

تـمـزقـتـنـا ایدی الـزمـان وجدنا

الرسول الذی عم الانام مواهبہ

ترجمہ:- زمانے کے ہاتھوں نے ہمیں ٹکڑے کر ڈالا ہے۔ ہمارا نانا رسولؐ ہے جس کی بخشش لوگوں پر عام تھی۔

عبداللہ بن قیس نے کہا کہ میں نے گھوڑے کو دیکھا۔ وہ اپنے آپ سے لوگوں کو ہٹاتا تھا۔ پھر اس کے بعد دریائے فرات کے درمیان کود پڑا۔

آخری وداع:

مخزن البکا میں ابنِ طاؤس سے مروی ہے کہ اب قومِ اشقیا میں سے کوئی شخص قریب آنے کی ہمت نہ کرتا تھا تاکہ حسینؑ کا خون گردن پر نہ آئے ہاں ایک سنگدل نے جرأت کی اور عرشِ خدا کو ہلانے کے لئے آگے بڑھا اس شخص کا نام مالک بن بسر تھا جو قبیلۂ کندہ کا فرد تھا۔ پہلے اس ملعون نے اپنی نجس زبان سے ناسزا الفاظ کہے پھر سرِ اقدس پر ایک وار کیا کہ آپ کا کلاہ خون سے پُر ہو گیا اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ کا عمامہ خون سے گلگوں ہو گیا۔

یہی وہ وقت تھا جب زینبؑ خاتون کو خیمے میں قرار نہ تھا۔ کبھی خیمے میں جاتی تھیں اور کبھی بابِ زینبیہ پر آتی تھیں، کبھی اُٹھتی تھیں اور کبھی بیٹھ جاتی تھیں۔ ہائے جس بہن کا حسینؑ ایسا بھائی انتہائی ظلم سے قتل کیا جارہا ہو وہ بہن کیسے آرام سے بیٹھ سکتی تھی۔ بس خیام میں ایک کہرام تھا۔ امامِ عالی مقام سے ضبط نہ ہو سکا پس آپ نے خیام کا رُخ کیا۔

امامِ مظلوم کا اسپِ وفادار:

مخزن البکا میں بروایت منتخب منقول ہے کہ امامِ مظلوم کا پیاسا گھوڑا فریاد کرتا ہوا قتل گاہ میں داخل ہوا اور شہدا کے درمیان اپنے آقا کی لاش کو تلاش کرتا تھا چنانچہ ایک ایک شہید کے پاس آ کر سونگھتا تھا اور جب جانتا تھا کہ یہ میرا آقا نہیں ہے تو پھر دوسری

لاش پر چلا جاتا تھا۔ جب عمر بن سعد نے دیکھا تو حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ چنانچہ اس کو پکڑنے کے لئے شاہ سوار آگے بڑھے تو امام کے وفادار گھوڑے نے اپنے مولا کے انتقام میں ان پر حملہ کر دیا پس پاؤں سے مارتا تھا اور منہ سے کاٹتا تھا اور بعض سواروں کو پشت زین سے زمین پر گرا دیتا تھا اور اسی صورت میں اس نے چالیس ملاعین کو مار ڈالا۔ پس عمر بن سعد نے جب یہ ماجرا دیکھا تو آواز دی کہ گھوڑے کو زیادہ نہ ستاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا کرتا ہے؟ چنانچہ وہ دور ہو کر دیکھنے لگے تو گھوڑے نے اپنے آقا کو ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ جَعَلَ يَتَخَطَّى الْقَتْنِى وَيَطْلُبُ الحسين آخر کار امامِ مظلوم کی لاش پر پہنچ گیا۔ جَعَلَ يَشَمَّ رائحِتَهُ وَيَقَبلهُ بِفَمِهٖ وَيَضَعَ فَا صِيَةَ عَلَيْهِ وَهُوَ مَعَ ذَالِكَ يَبكِي بُكاءُ الثَّكلى حتّٰى اَعجَب كُلُّ مَنْ حَضَرَ ۔ وہ امام کی خوشبو لیتا تھا اور منہ سے بوسے دیتا تھا اور آپ کے جسمِ اطہر سے پیشانی کو رگڑتا تھا اور اس طرح روتا تھا جس طرح پسر مردہ عورت روتی ہے حتّٰی کہ تمام لوگ گھوڑے کی یہ وفاداری دیکھ کر حیران ہوئے۔ اس کے بعد اپنی پیشانی خون سے رنگین کر کے ہنہناتا اور آنکھوں سے آنسو بہاتا ہوا اہلِ حرم کو مطلع کرنے کے لئے خیام کی طرف روانہ ہوا۔ جب جنابِ زینبؑ عالیہ نے گھوڑے کی آواز سنی تو سکینہؑ سے فرمایا جاؤ بیٹی تمہارے بابا پانی لا رہے ہونگے۔ جب سکینہؑ خاتون درِ خیمہ پر پہنچیں تو دیکھا کہ گھوڑے کی پیشانی خون آلود ہے، لگام شکستہ اور زین ڈھلی ہوئی ہے اور بدن میں تیر پیوست ہیں اور اس کی ہنہناہٹ اپنے سوار کی موت کی خبر دے رہی ہے تو سر سے مقنعہ اتار پھینکا اور **واحسینا وا محمدا واعلیّا** کی صدا بلند کی۔ پس گھوڑے کی پیشانی پر منہ رکھ کر اپنی مظلومی اور بے کسی کا رونا روتی رہیں اور فریاد کرتی رہیں۔ پس جنابِ زینبؑ خاتون آئیں اور گھوڑے کی حالت دیکھ کر محوِ گریہ ہوئیں اور اپنے نانا کو پکار پکار کر کہتی تھیں کہ تیرا حسینؑ بے گور و کفن صحرائے کربلا میں دھوپ میں پڑا ہے کہ لوگوں نے اس کے بدن

سے لباس بھی اتار لیا ہے اور بروایت ابومخنف تمام مستورات خیام سے سر برہنہ نکلیں سر منہ پیٹتی ہوئیں در تک پہنچیں۔ اُمِّ کلثومؑ نے گھوڑے کے سر پر ہاتھ رکھ کر بین کیے۔ پس گھوڑے نے ایک سرد آہ کھینچی اور سیدانیوں کے سامنے سر زمین پر مارا اور وہیں ختم ہو گیا۔ پس گھوڑے کی موت سے اہلِ حرم میں اور زیادہ ماتم کی صدائیں بلند ہوئیں۔
ایک روایت میں ہے کہ گھوڑے نے دریا میں چھلانگ لگا دی اور پھر باہر نہ آیا۔ دریا پار کر کے پوشیدہ طور سے مدینے پہنچا اور ہر امام کی خدمت میں رہا اور اب امام مہدی علیہ السلام کے پاس ہے۔

جب امامِ عالی مقام کی شہادت ہوگئی اور سرِ مبارک جدا ہو گیا تو آپ کا گھوڑا جو اسپِ رسولؐ اللہ تھا اور اُس کا نام ''ذوالجناح'' تھا اُس نے چیخنا شروع کر دیا۔ عمر ابنِ سعد سردارِ لشکرِ یزید نے فوج والوں سے کہا کہ یہ رسولؐ اللہ کی سواری کا گھوڑا ہے اِسے میرے پاس لے آؤ۔ یہ سن کر لوگ دوڑے اور گھوڑے کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور گرفتار کرنا چاہا۔ گھوڑے نے دانتوں اور ٹاپوں سے سپاہیوں پر حملہ کر دیا اور صاحبِ ''عوالم'' کی روایت کے مطابق چالیس (۴۰) سپاہی ہلاک کر دیئے۔

یہ دیکھ کر عمر ابنِ سعد نے آواز دی: اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور دیکھتے رہو کہ یہ کیا کرتا ہے۔ لوگ اس کے قریب سے ہٹ گئے۔ جب سب لوگ ہٹ گئے تو گھوڑا امام کے قریب گیا اور اپنے سر اور چہرے کو خونِ حسینؑ میں رنگین کیا پھر خیمے کا رخ کیا اور زور سے چیختا ہوا روانہ ہوا اور اپنے اگلے دونوں پیروں سے خاک اُڑاتا جاتا تھا اور اپنے سر کو زمین پر پٹختا تھا۔ (ناسخ التواریخ جلد ۷، صفحہ ۱۵۰)

منتخب طُریحی میں ہے کہ جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہو چکے تو آپ کے گھوڑے نے چیخنا شروع کر دیا اور میدانِ کارزار میں ہر طرف لاشوں کے درمیان دوڑتا پھرتا تھا۔ عمر بن سعد نے جب یہ حالت دیکھی تو "صَاحَ بِالرِّجَالِ" چیخ کر

لوگوں سے کہا کہ اس گھوڑے کو گرفتار کرلو اور میرے پاس لے آؤ کیونکہ یہ رسولؐ اللہ کی سواری کا گھوڑا ہے اور آپ کے بہترین گھوڑوں میں سے ہے۔ یہ سنتے ہیں فوجی سوار ذوالجناح کے پیچھے جھپٹ پڑے لیکن ذوالجناح ہر اُس شخص کو ٹاپوں سے بُری طرح مارتا تھا جو اس کے قریب جانے کی کوشش کرتا تھا اور دانتوں سے اسے کاٹتا تھا۔ اس طرح اس نے بہت سے سواروں کو ہلاک کردیا اور بہت سے سواروں کو اُن کے گھوڑوں کی پشت پر سے گھسیٹ لیا اور کسی شخص کو جرأت وقدرت نہ رہی کہ وہ اُس کو گرفتار کرسکے۔

یہ دیکھ کر عمر بن سعد نے پکار کے کہا کہ اب تم سب اس گھوڑے کے پاس سے دور ہٹ جاؤ اور کوئی اس کے قریب نہ جائے پھر ہم دیکھیں کہ یہ کیا کرتا ہے۔ چنانچہ سب لوگ دور چلے گئے۔ اس کے بعد ذوالجناح لاشوں میں سے گزرتا ہوا امام حسینؑ کی لاشِ اقدس کے پاس آگیا اور جسمِ اطہر کو سونگھنے لگا اور چومنا شروع کردیا۔ پھر اُس نے اپنی پیشانی امام کے خون میں لٹائی۔ وہ برابر بے چینی کے ساتھ چیخ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں گر رہی تھیں۔ اس طرح رو رہا تھا جیسے کوئی بوڑھی ماں اپنے جوان فرزند کی لاش پر روتی ہے۔ اس اندوہ ناک منظر کے نظارے سے پوری فوج کو حیرت تھی۔ عبداللہ بن قیس کہتا ہے۔ میں نے ذوالجناح کو دوڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ جدھر وہ جاتا تھا لوگ اُس کے سامنے سے بھاگتے تھے۔ وہ خیامِ حسینی کی طرف سے پلٹ رہا تھا۔ کسی کو اس کے گرفتار کرنے پر قدرت نہ تھی۔ پھر اس نے فوج پر حملہ کردیا اور بہت سے سواروں اور پیادوں کو ہلاک کرڈالا۔ اس کے بعد اس نے فُرات کا رخ کیا اور اس کے اندر جست کی اور ایک ہی جست میں نہر کے درمیان پہنچ گیا اور غوطہ لگایا مگر پانی پر پھر نہ اُبھرا اور نہ پانی کے اندر پایا گیا اور آج تک کسی کو نہیں معلوم کہ وہ کہاں گیا لیکن کچھ راوی بیان کرتے ہیں کہ اب وہ امامِ قائم علیہ السلام کے ظہور کے وقت اُن کے زیرِ

رکاب ہوگا۔

عبداللہ بن قیس بیان کرتے ہیں۔ میں نے امیر المومنینؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جنگِ صفین کے موقعے پر جبکہ اعورَ اسلمی نے حضرت علیؑ کے لشکر پر پانی بند کر دیا تھا تو کوئی اُس کا مقابلہ نہ کر سکا اور نہر پر سے اُس کو ہٹا نہ سکا۔ اُس وقت آپ نے اپنے فرزند امام حسینؑ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ اس کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ حسین علیہ السلام نے پہلے ہی حملے میں اعور کو شکستِ فاش دے دی اور نہرِ فُرات پر قبضہ کر لیا۔ امیر المومنین بیٹے کی اس فتح کے بعد فوج کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ مَعَاشِرَ النَّاس! میرا یہ فرزند کربلا میں بھوکا پیاسا شہید کیا جائے گا اور اس کا گھوڑا گھبرا گھبرا کر اِدھر اُدھر دوڑے گا اور فریاد کرے گا۔

"اَلظَّلِیمة، اَلظَّلِیمةَ! مِنْ اُمَّةٍ قتلَتْ اِبنَ بِنْتِ نَبِیهِمْ وَهُم یَقرَؤن القُرآنَ الَّذِیْ جَاء به اللّٰهم" ہائے یہ ظلم وستم! اس اُمّت کا جس نے اپنے نبیؐ کی بیٹی کے فرزند کو قتل کر ڈالا حالانکہ قتل کرنے والے قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں جسے پیغمبرِ اکرم اُن کی ہدایت کے لیے لائے ہیں اللہ کی جانب سے'' اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ہر جاندار اور ہر بے جان چیز کی زندگی اور وجود کی ایک میعاد مقرر ہے جس کا وہ اللہ کے فرمان کے مطابق پابند ہے۔ میں اپنے حسین کو اس کی شہادت سے قبل ہی ابھی سے شہید دیکھ رہا ہوں اور یہ واقعہ پورے یقین کے ساتھ مجھ کو معلوم ہے۔

صاحبِ مناقب اور محمد بن ابی طالب لکھتے ہیں کہ اسپِ حسینی چاروں طرف چیختا ہوا دوڑتا پھرتا تھا اور خیمۂ اہلِ بیت پر پہنچ کر اپنا سر زمین پر مار رہا تھا۔

جَلُودی کہتے ہیں کہ جب امامِ عالی مقام زخمی ہو کر زمین پر گر چکے تو گھوڑے نے آپ کی حفاظت شروع کر دی اور دوڑ دوڑ کر سواروں کو زین پر سے دانتوں سے پکڑ کر زور سے گھسیٹ لیتا تھا اور ٹاپوں سے کچل دیتا تھا۔ اس طرح چالیس[۴۰] سواروں کو اُس

نے ہلاک کر ڈالا پھر خونِ امام میں لوٹنے لگا۔ اس کے بعد خیامِ حسینی کا رخ کیا اسی حالت سے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

اس کی فریاد سے پورا صحرا گونج رہا تھا۔ آخر خیموں کے نزدیک گیا۔ گھوڑے کی آواز سن کر حضرت زینبؑ فوراً دوڑ کر سکینہؑ کے پاس آئیں اور فرمایا بیٹی سکینہؑ تمہارے بابا شاید پانی لے آئے ہیں تمہارے لیے۔ جلدی باہر جاؤ! مگر ہائے جب چہیتی بیٹی باہر آئی تو کیا حشر دیکھا۔ گھوڑا اکیلا تھا، سوار اس کی پشت پر موجود نہ تھا اور آنسوؤں کے ساتھ چیخ رہا تھا گویا بیٹی کو باپ کے مرنے کی خبر پہنچا رہا تھا۔

یہ دیکھتے ہیں فرطِ غم سے سکینہؑ نے اپنی چادر کو پھاڑ ڈالا اور فریاد کی۔ **وَاقَتِیــــلاہ! وَاحَسینــاہ! وا مُحــمــداَہ! وَا عَلِیَّاہ ! وَا فَاطِمَتاہ! وَاغربتاہَ ! وابُعد سَفراَہ! وَاکَبُر باہ!** ۔ اے نانا رسولؐ اللہ آپ کا فرزند حسینؑ جلتی ہوئی ریت پر ہے۔ دشمن عِمامہ اور رِدا تک لوٹ لے گئے۔ پھر اپنے ننھے ننھے ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر کچھ شعر پڑھنے لگیں۔ جن کا مطلب یہ تھا:

اب تو جُود و کرم دنیا سے اٹھ گیا۔ زمین و آسمان اور حرمِ خدا و رسولؐ غبار آلود ہیں میرے بابا کے غم میں!۔ یہ اشعار سن کر حضرت زینب کی حالت غم سے نڈھال تھی اور فرماتی تھیں۔ ہائے اس گھوڑے کو کاش میں خالی نہ دیکھتی جس پر اب میرا بھائی نہیں ہے۔ میرے بھائی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تو پھر یہ گھوڑا کیوں زندہ رہ گیا۔ میرے شیر سے بھائی کی لاش کے پاس اس گھوڑے کی بھی لاش ہوتی۔

اے نفس دنیا کی مصیبتوں پر صبر سے کام لے۔ یہ حسینؑ کی لاش ہے جو آسمانوں کے رب کی طرف نظر اٹھائے ہوئے ہیں۔ جب یہ خبر تمام عورتوں کو معلوم ہوگئی تو پھر کسی سیدانی کو ہوش نہ تھا اور ہر طرف فریاد کی صدائیں آرہی تھیں کہ زمین کا سینہ پھٹا جا رہا تھا اور آسمان لرز رہا تھا۔ رونے والیوں نے اپنے چہرے فرطِ غم سے زخمی کر لیے،

گریبان چاک کر ڈالے، ہر طرف یہی فریاد تھی۔

وَا مُحمّداہ! وَاعَلِیّاہ، وَافَاطِمَتَاہ! وَاحَسنَاہ! وَاحُسَیْنَاہ! وَحَمزَتَاہ! وَاجَعْفَرَاہ! وَاعَبَّاسَاہ! وَا اَخَاہ! وَاسَیِّداہ ۔آج کا دن وہ ہے کہ گویا محمد مصطفیٰؐ دنیا سے اُٹھ گئے ۔آج علی مرتضیٰؑ نے دنیا سے کوچ کیا، آج فاطمہؑ زہرا گویا ہم سے جدا ہو گئیں ۔آج ہی تو خدیجۃؑ الکبریٰ کی گویا موت واقع ہوئی ۔غرض اہلِ بیت کی فریاد زمین و آسمان کی ہر چیز کو مضطرب کر رہی تھی ۔ذُوالجناح کی ان کیفیات و حالات کو اِس طرزِ ادا اور اِس انداز سے بھی بیان کیا گیا ہے۔

"جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو آپ کا گھوڑا چاروں طرف دوڑتا پھرتا تھا۔عمر بن سعد نے کہا کہ فوج والو اس گھوڑے کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔ جب اشقیا اُسے پکڑنے کے لیے نزدیک آئے تو وہ کسی کے ٹاپیں مارتا تھا اور کسی کو منہ سے کاٹتا تھا یہاں تک کہ چالیس سپاہی فوجِ یزید کے اُس گھوڑے نے ہلاک کر دیئے۔اُس وقت عمر بن سعد نے کہا اچھا اب اس سے علیحدہ ہو جاؤ اور دیکھتے رہو کہ یہ کرتا کیا ہے۔جب گھوڑے نے اَمان پائی تو ایک ایک کی لاش کو سونگھتا تھا۔جوں ہی اس نے امام کی لاش دیکھی تو کبھی پیار سے حضرت کو سونگھتا تھا اور جسمِ اطہر کے بوسے لیتا تھا اور اپنی پیشانی امام کے قدموں سے ملاتا تھا اور نعرے مارتا تھا اور روتا تھا پھر اس نے اپنی تمام پیشانی خونِ حسین سے رنگین کی اور زنِ پسرِ مردہ کی طرح فریاد کرنے لگا پھر نعرے مارتا، خاک اُڑاتا درِ خیمہ پر پہنچا۔

جب امام حسین علیہ السلام درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے اُس وقت آپ کے گھوڑے نے میدان میں بڑی شدت سے چیخنا شروع کر دیا۔

مَقاتل کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھوڑے کے واقعات اُس وقت سے شروع ہوتے ہیں جب امام حسین علیہ السلام زمین پر اُس کی پشت سے تشریف لائے تھے اور

آپ میں اُٹھنے کی قوت نہ رہی تھی جیسا کہ ثمراتُ الاعواد کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے جس کو ہم نقل کر چکے ہیں مگر ناسخ التواریخ ج ٦ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ گھوڑے کے واقعات امام کی شہادت کے بعد کے ہیں ___ اس سلسلے میں یہ بات ضرور کھٹکتی ہے کہ جب امام گھوڑے سے زمین پر گرے تھے تو انھیں قتل ہوتے ہوئے کیا گھوڑا دیکھتا رہا تھا! حالانکہ وہ تو امام کی حفاظت کر رہا تھا اور کسی کو اُن کے نزدیک نہیں آنے دیتا تھا۔

اس کی صورت بظاہر یوں معلوم ہوتی ہے کہ جب امام حسینؑ زمین پر گرے ہوں گے تو گھوڑے نے اضطراب کے عالم میں چیخنا شروع کر دیا ہوگا۔ پھر اِدھر اُدھر دوڑنے لگا ہوگا۔ عمر بن سعد نے یہ دیکھ کر اُس کی گرفتاری کا حکم دیا ہوگا۔ فوج کے سپاہی اُس کے پیچھے دوڑے ہوں گے۔ اُس کو تلواریں ماری ہوں گی اُس پر پتھر برسائے ہوں گے۔ گھوڑے نے فوج پر جوابی حملہ دانتوں اور ٹاپوں سے کیا ہوگا جس میں اُس نے چالیس اشقیا کو ہلاک کر دیا تھا۔ ابنِ سعد نے یہ حالت دیکھ کر فوج کو روکا ہوگا اور کہا ہوگا کہ اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دو دیکھو یہ کیا کرتا ہے۔ جب ذرا سکون ہوا ہوگا تو گھوڑا واپس آیا ہوگا لاشِ حسین پر اتنی دیر میں امام حسینؑ کا سرِ اقدس جدا ہو چکا ہوگا۔ یہاں سے ثمرات الاعواد کی عبارت مربوط معلوم ہوتی ہے جسے ہم نقل کر چکے ہیں۔ باقی تفصیل اس سے قبل بیان ہو چکی ہے۔ عبداللہ بن قیس کی روایت کا بھی تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

بعد شہادت حضرت کا گھوڑا گرفتاری کے خوف سے ہر طرف دوڑتا تھا اور خود کو اشقیا سے بچاتا تھا اور پیشانی پر امامِ مظلوم کا خون ملتا تھا، اس کے بعد فریاد کناں جانبِ خیمہ ہائے حرمِ محترم دوڑا۔ جب قریبِ خیمہ پہنچا تو سر اپنا اس قدر زمین پر پٹکا کہ ہلاک ہو گیا مخدّراتِ عصمت نے جب گھوڑے کو خالی دیکھا، ایک کہرام بپا ہوا۔ حضرت اُمِّ کلثوم سر پیٹ کر فریاد کرتی تھیں۔ **وا محمداہ وا جداہ وا ابتاہ وا ابا القاسماہ وا علیاہ وا جعفراہ واحمزتاہ واحسناہ** یہ حسینؑ فرزندِ دلبند مصطفےٰؐ سر بریدہ

خاک وخون میں غلطاں بے عمامہ وردا صحرائے کربلا میں پڑا ہے۔ اسی طرح نوحہ وندبہ کرتی ہوئی بیہوش ہو گئیں۔ اشقیا نے خیموں کو گھیر لیا۔ شمرِ ملعون مع لشکر داخلِ خیام عترتِ خیر الانام ہوا، تمام اسباب وزیور اہلِ حرم کا لوٹ لیا۔ بی بیوں کی چادریں سروں سے اُتار لیں، حضرت اُمِّ کلثوم کے گوشوارے چھینے، کان زخمی کیے، پردہ دارانِ عصمت وطہارت اپنے سروں سے چادریں نہ چھوڑتی تھیں لیکن اشقیا سروں سے چادر کھینچ لیتے تھے قیس ابن اشعث لعین روائے مبارک امام حسین علیہ السلام لے گیا۔ اسی سبب سے اِس لعین کو قیس القطیفہ کہتے تھے اور نعلین حضرت کی اسود ازدی لے گیا۔ اس کے بعد سب اشقیا ٹوٹ پڑے اور جو کچھ لباس وزیورات، اسباب اور اونٹ گھوڑے پائے سب لوٹ لیے۔

اختصاص میں مروی ہے کہ حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا کہ گھوڑا کیوں ہنہناتا ہے؟ آپ نے فرمایا یوں تو گھوڑے کے ہنہنانے کے مختلف اور متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔ ویسے دن میں تین مرتبہ گھوڑا ہنہنا کر تین دعائیں مانگتا ہے۔

صبح کو گھوڑا اپنی ہنہناہٹ میں خالق سے عرض کرتا ہے۔

اللّٰھم وسع علی سیدی الرزق

اے اللہ! میرے مالک کو رزقِ فراواں عطا کر۔

دوپہر کو ہنہنا کر دربارِ ربانی میں عرض کرتا ہے۔

اللّٰھم اجعلنی الی سیدی احب من اھلہ ومالہ

اے اللہ! مجھے میرے مالک کی نظروں میں اس کے اہل ومال سے زیادہ محبوب بنا۔

دن کے آخری حصے میں گھوڑا ہنہنا کر یہ دعا مانگتا ہے۔

اللّٰھم ارزق سیدی علی ظھری الشھادۃ۔

اے اللہ! اگر میرے مالک کے نصیبوں میں شہادت ہے تو میری ہی پیٹھ پر اسے

شہادت سے نواز۔

عزادارو! کسی گھوڑے کی دعا قبول ہوئی یا نہ ہوئی لیکن ذوالجناح کی پہلی دعاؤں کی طرح آخری دعا بھی قبول ہوئی۔ اس سلسلے میں جو کچھ ہمیں مدینۃ المعاجز امالی شیخ صدوق اور مناقب سے مل سکا ہے اس کا خلاصہ پیش کیے دیتے ہیں۔

جب امام حسینؑ زینِ ذوالجناح سے خاکِ کربلا پر تشریف لے آئے تو ذوالجناح نے آپ کی حفاظت کی خاطر آپ کے گرد طواف کرنا شروع کیا۔ اس طواف کے دوران جو بھی آپ کے قریب آنے کی کوشش کرتا تھا ذوالجناح کے حملے کا نشانہ بن جاتا تھا۔ چالیس یزیدی مسلمان واصلِ جہنم ہوئے پھر ذوالجناح آپ کے قریب آیا۔ آپ کے جسمِ اطہر کو سونگھا، بوسہ گاہِ نبوی کا بوسہ لیا، اپنی پیشانی کو خونِ مظلوم سے سرخ کیا، پھر اپنے تمام جسم کو خونِ مظلوم سے رنگین کیا، تمام میدان میں حیران و پریشان چکر لگانے لگا اور حضرت موسیٰ اور حضرت علیؑ سے منقول روایت کے مطابق مرثیہ خوانی کرنے لگا۔

روایت یوں ہے۔

پھر ذوالجناح حیران وار اِدھر اُدھر دوڑے گا اور اپنی ہنہناہٹ میں اس امت سے اللہ کی پناہ، جس نے اپنے نبی زادے کو پیاسا شہید کر دیا، مانگنے لگا۔

دوڑتا دوڑتا خیامِ آلِ محمدؐ میں آیا تو درِ خیمۂ جنابِ سیدالشہداءؑ پر اس زور سے ٹکر ماری کہ وہیں گر گیا۔

جب مستورات نے ذوالجناح کی آواز سنی تو خیمے کے دروازے پر جمع ہو گئیں دیکھا تو گھوڑا خالی زین خیمے کے دروازے پر دم توڑ چکا ہے تو تمام مخدّراتِ عصمت نے بین کرنا شروع کیے۔ اُمِّ کلثومؑ اور زینبؑ تو غش کھا گئیں۔

ابو مخنف نے عبداللہ ابنِ قیس کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے ذوالجناح کو دریائے فرات میں چھلانگ لگاتے دیکھا ہے اور پھر خدا معلوم ذوالجناح کہاں گیا۔

طریحی کے مطابق جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو ذوالجناح نے میدانِ کربلا میں ہنہنانا شروع کر دیا۔

عمرِ سعد نے اپنی فوج سے کہا۔ دیکھو نبی اکرمؐ کے عمدہ ترین گھوڑوں سے ہے اسے پکڑو اور میرے پاس لاؤ۔ ذوالجناح نے اپنے چہرے اور پچھلی ٹانگوں سے اپنا دفاع شروع کیا۔ کتنے یزیدیوں کو کچل ڈالا اور کتنوں کو اپنی سواریوں سے گرا دیا۔ جب عمر سعد نے دیکھا کہ کسی کے ہاتھ نہیں لگ رہا تو اس نے کہا۔

اسے نہ پکڑو اور دیکھو کہ یہ کرتا کیا ہے؟

جب تمام سپاہی اِدھر اُدھر ہٹ گئے تو ذوالجناح نے ایک ایک لاش کو سونگھنا شروع کیا۔ سونگھتے سونگھتے جب لاشۂ فرزندِ زہراؑ کے قریب آیا تو پہلے سونگھا پھر کٹے ہوئے گلے کا بوسہ لیا، پھر اپنی پیشانی کو خونِ غریب سے رنگین کیا۔ تمام دیکھنے والے حیران ہو کر دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد خیامِ اہلِ بیتؑ کی طرف آیا تمام صحرا ذوالجناح کی دردناک ہنہناہٹ سے لرز رہا تھا۔

جنابِ اُمِّ کلثومؑ اور زینبؑ نے جب خیام کے قریب ذوالجناح کی آواز سنی تو درِ خیمہ پر آ کر دیکھا ذوالجناح کی زین خالی ہے۔ بی بی نے با آوازِ بلند بین کیا۔ **قتل واللہ الحسینؑ** بخدا فرزندِ رسول شہید کر دیے گئے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب جنابِ اُمِّ کلثومؑ اور جناب زینبؑ نے گھوڑے کی ہنہناہٹ سنی تو کمسن سکینہ سے فرمایا بیٹی تیرے بابا کا گھوڑا آیا ہے ممکن ہے تیرے بابا پانی لائے ہوں ذرا درِ خیمہ پر جا کر پتہ کر۔ یہ شہزادی خالی جام ہاتھ میں لیے جلدی سے درِ خیمہ پر آئی۔ دیکھا تو ذوالجناح کی زین خالی تھی اور پیشانی خون سے رنگین تھی۔ اس شہزادی نے با آوازِ بلند بین کیا۔ زیارتِ ناحیہ سے اسی روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔ (معالی السبطین جلد دوم صفحہ ۸۲ تا ۸۵)

امام حسینؑ زینِ ذوالجناح سے زمین پر:

گھوڑے پہ ڈگمگا کے جو حضرت نے آہ کی
تھرّا گئی ضریح رسالت پناہ کی

گرتے ہیں اب حسینؑ فرس پر سے ہے غضب — نکلی رکاب پائے مُطہّر سے ہے غضب
پہلو شگافتہ ہوا خنجر سے ہے غضب — غش میں جھکے عمامہ، گرا سر سے ہے غضب

قرآن رحلِ زیں سے سرِ فرش گر پڑا
دیوارِ کعبہ بیٹھ گئی ، عرش گر پڑا

اس وقت کی منظر کشی کے لیے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے گویا عرشِ الٰہی زمین پر گرا۔ راویانِ دلسوز اس طرح رقم طراز ہیں کہ کثرتِ زخم اور لہو کے بہہ جانے کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام گھوڑے پر نہ سنبھل سکے تو آپ اپنے اسپِ وفادار ذوالجناح کی مدد سے زمین پر تشریف لائے۔ اس وقت ذوالجناح نے بزبانِ حال کہا:-

ای راکبِ تاجدار برخیز — وی صفدرِ روزگار برخیز

کہ **معنئ قتل صبراً ای حسا وقال لا تقتلوا الحیوان بالصبر**
کتاب مجمع البحرین میں ہے کہ **فھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ عن قتل شئی من الدواب صبراً**۔ یعنی کہ حیوانات میں سے کسی حیوان کو از روئے صبر یعنی گھیر کر قتل نہ کرو کیونکہ یہ زمانۂ جاہلیت کی رسم ہے۔ اُس زمانے میں ایسا ہوتا تھا کہ جانور کسی جگہ بند کر دیا پھر اس کو لکڑی وغیرہ سے خوب مارتے اور جب وہ نیم مردہ ہو جاتا تو اس کو قتل کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ جب تم گوسفند کو ذبح کرو یا اونٹ کو نحر کرو تو پہلے اس کو پانی پلاؤ پھر اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں باندھ دو اور پھر امامؑ فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار کو گھیر کر قتل

کیا۔ (حضرت سید الشہدا امام حسینؑ علیہ السلام کا شہید ہونے سے قبل حملے کرنا تو اترات میں سے ہے۔ زخمی حالت میں گھوڑے سے گرنا ثابت ہے اور قاتلان امام حسینؑ میں کئی اشخاص کے نام بھی وارد ہوئے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے کہ شمرِ ولد الحرام نے آپ کو ذبح کیا ہے اور سرِ مبارک جدا کیا ہے پس جنابِ سید سجاد علیہ السلام اور جنابِ اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہما کے ایسا فرمانے کی کہ حسینؑ کو گھیر کر قتل کیا ہے تو جیہہ یہ ہے کہ عمر ابنِ سعد معلون کا تمام لشکر ہی قتلِ امام حسینؑ کے لیے کربلا میں جمع ہوا تھا پس آپ کا شہید ہونا ایسا ہی ہے کہ جیسے گھیر کر قتل کیا ہو)۔

مرحوم سید بن طاوسؒ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ ہلال بن رافع کہتا ہے کہ **انی لواقف مع اصحاب عمر بن سعد اذ صرخ مارخ البشراها الامیر فهٰذا شمر لعنه قد قتل الحسین** ہلال بن رافع کہتے ہیں کہ میں لشکرِ عمر بن سعد میں تھا کہ میں نے شور وغل کی آواز سنی کہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اے امیر تجھے مبارک ہو کہ شمر نے حسینؑ کو قتل کر دیا۔ میں چونکہ اس سے بے خبر تھا صفوں کو چیرتا ہوا قتل گاہِ امام حسینؑ تک پہنچا اور حضرت کے سرہانے کھڑا ہو گیا لیکن یہ خبر بالکل غلط اور بے بنیاد تھی آپ کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ حضرت امام حسینؑ نے خود جان دی ہے۔ ایسا نورانی چہرہ جیسا کہ وقتِ جان کندنی حسینؑ کا چہرہ تھا کبھی کسی اور کا چہرہ نہیں دیکھا۔ نورِ جمال سے سارا مقتل منور تھا اور اس وقت امام حسینؑ پانی مانگ رہے تھے مگر کسی نے آپ کو پانی نہیں دیا۔ ان ملعونوں نے پانی کے جواب میں یہ کہا تھا معاذ اللہ تم آبِ گرم پیو گے جس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے نانا رسولِ خداؐ اور اپنے بابا علیؑ مرتضیٰ سے آبِ کوثر پیوں گا۔ لشکرِ بے دین نے جب یہ جواب سنا تو سب کے سب غیض و غضب میں آ گئے۔ ان کے دلوں میں ذرّہ بھر بھی رحم نہ تھا۔ وہ سب کے سب حسینؑ ابنِ علیؑ پر ٹوٹ پڑے **فغضبوا باجمعهم کان اللّٰه لم یجعل فی قلب احدمنهم من**

الرحمة شيئا ۔میں نے اس وقت اس قومِ بدنہاد کی بے رحمی پر سخت تعجب کیا اور میں نے مصمّم ارادہ کرلیا کہ اب اس قومِ جفا کار میں نہیں ٹھہروں گا۔

(ریاض القدس جلد دوم صفحہ ۳۶۸ تا ۳۹۵)

گرتے ہیں اب حسینؑ فرس پر سے ہے غضب:

جب امام حسین علیہ السلام ملاعین کے جور و ستم سے بہ حالت زخمی گھوڑے پر نہ سنبھل سکے زمین پر قرار لیا۔سرِ مبارک خاک پر تھا اور لبوں پر مناجات تھی۔ذوالجناح آپ کے گرد طواف کر رہا تھا اور دشمنوں کو دور کر رہا تھا۔کبھی حضرت کے نزدیک آتا اور قدموں کو چومتا،کبھی صیحہ کرتا،کبھی آپ کے سرہانے کھڑا ہو جاتا اور بہ زبانِ حال کہتا تھا

زجائی خیز کہ زخم تنت فراد انست ‏ برہنہ جسم تو در آفتاب سوز انست

زجائی خیز برم سوئے خیمہ پیکر تو ‏ کہ انتظار تو دارد سکینہؑ دخترِ تو

زجائی برخیز کہ ترسم مقابلِ زینبؑ ‏ بجسمِ زار تو تازند کوفیاں مرکب

زجائی خیز رَرخ از خون دیدہ باتر کن ‏ کفن بکشتۂ زار علی اکبرؑ کن

زبعد ایں ہمہ خدمت کمر آبرو دارم ‏ زحضرت تو ہمیں من یک آرزو دارم

کہ بارِ دیگرم از مہر غمگسار شوی

زجائی خیز و بر پشت من سوار شوی

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ ذوالجناح نے بہ زبانِ حال امامِ مظلوم سے خطاب کیا اے مولیٰ اپنی جگہ سے اٹھیے کہ آپ کے جسمِ مبارک پر کثرت سے زخم ہیں اور آپ کا جسمِ مبارک دھوپ میں پڑا ہے۔مولا اپنی جگہ سے اٹھیے کہ میں آپ کو سوئے خیمہ لے جاؤں کہ آپ کی پیاری بیٹی سکینہ آپ کے انتظار میں ہے۔مولیٰ اپنی جگہ سے اٹھیے مجھے خوف ہے کہ زینبؑ خاتون کے سامنے کوفیوں کے گھوڑے آپ کی لاش کو پائمال نہ کردیں۔اے مولیٰ اٹھیے اور اپنی آنکھوں کو خون سے تر کیجیے اور علی اکبرؑ کے کفن کا

انتظام کیجئے۔ان تمام باتوں کے بعد میری ایک آرزو بھی آپ سے ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ مجھ غمگسار کو موقعہ عطا کیجئے اور میری پشت پر سوار ہو جائیے۔

ذوالجناح جب مایوس ہو گیا کہ اب حسینِ مظلوم خیمے تک نہیں جا سکتے تو خود درِ خیمہ پر پہنچا اور صیحہ کیا۔ اہلِ حرم نے جب ذوالجناح کی آواز سنی تو سب درِ خیمہ پر جمع ہو گئے۔ دیکھا کہ خالی ذوالجناح ہے اُمِّ کلثومؑ فریاد کرنے لگیں ذوالجناح میرے بھائی کو کہاں چھوڑ آیا اور پھر تمام اہلِ حرم نے سوائے سید سجادؑ، ذوالجناح کے ساتھ مقتل کا رخ کیا۔ امامِ زمانہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ **واسرع فرسك** ۔شیخ خلیعی کہتے ہیں کہ وقتِ ذبح امامِ مظلوم تمام مخدراتِ اہلِ بیتؑ موجود تھیں اور جنابِ زینبؑ خاتون نے جب بھائی کے لاشے پر نظر کی تو دیکھا کہ آپ کے دست و پاء گھوڑوں کے سموں سے پائمال ہو گئے ہیں، دل سے آہ کھینچی اور امامِ مظلومؑ کو مخاطب کر کے فرمایا:-

اخی هل للسبایا من ولی

اخی هل للیتامی من کفیل

یعنی اے بھائی اب ہم اسیروں اور یتیموں کا کون ولی و کفیل ہے اور یہ کہہ کر خود کو بھائی کی لاش پر گرا دیا روئیں فریاد کی، نوحہ پڑھا پھر بھائی کے خون میں انگلی تر کر کے کہا

الا یاام قومی واسعدینی

علی نکبات دهری واندبی لی

یعنی اے مادرِ گرامی قدر ذرا قبر سے باہر نکلیے کربلا آیئے اور یہ روز بد دیکھئے کہ آپ کی بیٹی لاشِ برادر پر نوحہ کر رہی ہے۔ صاحبِ مفتاح البکا لکھتے ہیں کہ شمرِ ملعون نے آپ کو اپنی ٹھوکر مار کر برادر سے جدا کیا۔ وہ مظلومہ فرماتی ہیں کہ میں نے شمر سے کہا کہ بھائی کے بدلے مجھے قتل کر دے لیکن اس ظالم نے رحم نہ کیا بلکہ اہلِ حرم کو تازیانہ مار کر لاش امام حسین علیہ السلام سے دور کیا۔

الشیخ الدرمکی فرماتے ہیں۔

فاقبلت زینب تقول له　　　یا شمر یا شمر خل سیدنا

یا شمر نقدیه بالنفوس فان　　　قتلة فالمصاب یقتلنا

یعنی دخترِ امیرِ عرب نے باچشمِ گریاں شمر سے فرمایا اے شمر حسینؑ کو مت قتل کر بلکہ حسینؑ کے بدلے مجھے قتل کر دے کہ میں بہشت میں حسینؑ کے ساتھ رہوں لیکن شمر ملعون نے تازیانہ مار کر بی بی زینبؑ اور اہلِ حرم کو لاش مظلوم سے جدا کیا۔

حضرت میر سید شریف کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

فرزن من خلل السنور نوادیا

یسین من خجل علی استحیا

کہ جب امام مظلوم کا گھوڑا درِ خیامِ اہلِ بیتؑ پر پہنچا تو تمام مخدّرات خیموں سے باہر نکل آئیں اور سب نے قتل گاہ کا رخ کیا اور شمر ملعون سے التماس کیا کہ خدارا قتل کرنے میں جلدی نہ کر، اے شمر یہ فرزندِ رسولِ خدا ہے، فرزندِ علیؑ مرتضٰی ہے، یہ فاطمہ زہراؑ کا نورِ نظر ہے۔ اے شمر اس کے عوض ہمیں قتل کر دے۔ اے ظالم شاید کہ حسینؑ حالتِ غشی سے ہوش میں آ جائیں لیکن اس ملعون نے تمام عورات اور بچوں کے سامنے امام حسینؑ کو ذبح کیا۔ اہلِ حرم دیکھتے اور نوحہ کرتے رہے اور شمر ولد الحرام امامِ مظلوم کو ذبح کرتا رہا۔ زیارتِ ناحیۂ مقدسہ میں ہے کہ والشمر جالس علی صدرک مولع سیفه علی نحرک قابض علی شیبتك بیده ذابح لك بمهنده وقد سكتت حواسك و خفیت انفاسك ورفع علی القنار اسك وسبی اهلك كالعبید وصفدوا فی الحدید فوق اقتاب المطیات تلفح وجوههم حر الهاجرات یساقون فی البراری والفلوات ایدیهم مغلولة الی الاعناق یطاف بهم فی الاسواق فالویل للعصاة الفساق۔

بقول جمہور اہلِ خبر و سیَر ایسا ہے کہ اس وقت اہلِ حرم خیمے کو واپس چلے گئے تھے۔ کس طرح واپس ہوئے اور ان پر کیا گزری۔ صاحبِ ریاض الاحزان لکھتے ہیں کہ جب اہلِ حرم قتل گاہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حالتِ زار دیکھ کر آپ کی حیات سے مایوس ہوگئے تو خیمے میں واپس آ گئے لیکن شمر ولد الحرام نے تازیانوں کے ذریعے اہلِ حرم اور عورتوں کو مقتل سے جانے پر مجبور کیا ہے۔ پھر امام حسینؑ کو ذبح کرنے کے لیے شمر ولد الحرام آیا اور آپ کے سینۂ اقدس پر موزہ پہنے ہوئے قدم رکھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو میرے خونِ ناحق میں کیوں ہاتھ رنگتا ہے، اس نے کہا کہ یزید سے انعام ملے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے ملعون! انعامِ دنیوی بہتر ہے یا شفاعتِ آخرت۔ اِس بدنہاد نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر قتل کرنا چاہتا ہے تو پہلے مجھے پانی پلا دے اور پھر ذبح کرنا لیکن اس ملعون نے پانی نہیں پلایا۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شمر اپنے چہرے سے نقاب اٹھا لے کہ میرے نانا نے فرمایا تھا کہ اے حسینؑ تیرا قاتل مبروص ہوگا۔ اس نے چہرہ اپنا کھولا آپ نے دیکھا تو وہ مبروص تھا اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ صورت میں کتّے سے ملتا جلتا تھا اور اس کے بال خنزیر (سور) کی مانند ہوں گے۔ جب شمر نے سنا تو کہنے لگا کہ اے حسینؑ تم مجھے کتّے اور سور سے تشبیہ دیتے ہو **اذبحنك من القضا**۔ کہ بخدا میں اسی دم تمہیں پسِ گردن سے ذبح کروں گا پس اس نے امامِ مظلوم کو ذبح کیا پس اے شیعوغمِ امام حسینؑ میں ماتم کرو، گریہ کرو۔ نوحہ پڑھو :-

العزیزان در غم سبط نبی افغان کنید
سینہ را از سوز شاہ کربلا بریان کنید
از پی آن تشنہ لب برخاک یزید اشک چشم
درمیان گریہ یاد آنگل خنداں کنید

یعنی کہ اے شیعو غمِ سبطِ نبی میں گریہ وزاری کرو۔ اپنے سینوں کو سوزِ فراقِ شاہِ شہدا میں جلاؤ اور اس تشنہ لب کے لیے اشک بہاؤ اور رو رو کر اس مظلوم کی یاد تازہ کرو۔ خود امامِ مظلوم نے فرمایا ہے کہ اے شیعو تم جب ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد رکھو۔

تحقیقات دربارۂ قطعِ سرِ مطہّرِ امام حسینؑ:

کتاب الریاض میں ریاض الشہادۃ کے حوالہ سے وارد ہوا ہے کہ **انــه لمـاكـان صلـوات الله عليه عهد مع رب الارباب اذا اصاب اول قطرة من دم حلقه الارض ان يتجاوز عن سيئات شيعته ومجيه واشهد بذلك رسول الله وجبرئيل**.....الخ

حضرت امام حسین علیہ السلام کا ''عالمِ ذر'' ہی میں روزِ ازل رب الارباب خدائے تعالیٰ سے یہ عہد باندھا تھا کہ جیسے ہی میرے خون کا ایک قطرہ میرے گلے سے نکلے اور زمین پر گرے گناہانِ شیعہ اور محبّوں کی خطاؤں کو معاف کر دے۔ خداوندِ عالم چونکہ کریمِ مطلق ہے وہ مومنین کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انہیں بخش دے گا اور اس عہد و میثاق پر رسولِؐ خدا بہ نفسِ نفیس اور جبرئیلِ امین گواہ ہوئے ہیں۔ اس وقت جب کہ شمر ولد الحرام نے آپ کے سینۂ چاک چاک پر قدم رکھا اور سر مبارک قطع کرنے میں مشغول ہوا اس وقت آپ کی توجہ حضرتِ ایزد کی طرف ہوئی اور بارگاہِ خدا میں عرض کیا۔ **اللّٰهم الى قد و فيت بعهدى وانت قد عهدت لى ذلك فانت اولى بالوفا بما عهدت لى** ۔یعنی کہ آپؑ نے فرمایا اے خدائے حسینؑ کہ میں نے اپنا وعدہ وفا کیا اب تو بھی اپنا وعدہ وفا کر اور میرے شیعوں کے گناہ بخش دے، **فاذا هتف هـاتف ونـادى يـا حسيـن طـب نـفسا فانا ايضاً قد وفينا بما عهدنا وتـجـاوزنـا عن سيئا اشياعك لاجلك حتىٰ ترضىٰ**۔ اس وقت ہاتفِ غیبی نے ندا دی کہ اے حسینؑ، اے سربلند صدق وصفا حسین، اے پیکرِ وفا حسینؑ اے شہید

کرب وبلا حسینؑ۔ خاطر جمع رکھ کہ میں اپنا عہد وفا کروں گا۔ اور تیرے شیعوں اور محبوں کے گناہ معاف کردوں گا۔ میں تجھ سے راضی اور تو مجھ سے راضی ہے اس وقت شمر ملعون نے آپ کا سر مبارک قطع کیا اب دیکھنا یہ ہے کہ شمر ملعون نے خنجر سے سر مبارک قطع کیا یا تلوار سے سر مبارک کاٹا۔ روایات میں ہے کہ شمر نے امام حسینؑ کو اس طرح ذبح کیا جیسے گوسفند کو ذبح کرتے ہیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ پس گردن سے ذبح کیا۔ حضرت قائم آل محمدؑ امام مہدی علیہ السلام کے کلام مقدس یعنی زیارت ناحیہ میں یہ فقرات وارد ہوئے ہیں کہ **والشمر جالس علی صدرك ومولع سيحه علی نحرك قابض علی شيبك بيده ذابح لك بمهنده** ۔ یعنی کہ شمر ملعون حضرت امام حسینؑ کے سینۂ اقدس پر بیٹھا تھا اور اپنی تلوار سے آپ کو ذبح کیا۔

(ریاض القدس جلد دوم صفحہ ۳۹۵ تا ۴۰۱)

تیروں اور نیزوں کے وار اور زینِ ذوالجناح سے سقوط:

تلوار کا نیام میں ڈالنا تھا کہ بکھری ہوئی فوج پھر جمع ہوگئی۔ اب تنِ تنہا جسم پاک تیروں، تلواروں اور نیزوں کا نشانہ ہے۔ شیعو! تمہارے امام ابھی گھوڑوں پر سوار ہیں۔ ہر چہار طرف سے تیر آرہے ہیں۔ اور نازنینِ بتول تیروں کا استقبال کررہا ہے۔ فوجِ شمر میں سے ایک تیر انداز ہے نام اس کا ابوالحوق جعفی ہے۔ اس شقی نے ایک زبردست تیر چلایا۔ جو غریبِ کربلا کی پیشانی پر لگا۔ پیشانی سے خون کی دھار پھوٹی، چہرۂ مبارک خون سے لالہ گوں ہوگیا۔ مولا نے آسمان کی طرف منہ کرکے کہا: ''یا اللہ! تو دیکھ رہا ہے کہ تیرے سرکش بندے میرے ساتھ کیا سلوک کررہے ہیں۔

بدن زخموں سے چور ہے۔ جسم نڈھال ہوچکا ہے۔ کتنے زخم ہیں ان کا کوئی شمار نہیں۔ ایک ہتھیار کے زخم نہیں تھے۔ تلواروں کے زخم تھے۔ نیزوں کے علیحدہ، تیروں کے الگ اور پتھروں کے علاوہ تھے۔ کتنے زخم تھے، مختلف روایات ہیں مگر اتنا ضرور ہے

کہ بدن پاک کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں دردستائیاں اور مصیبت زدہ زہرا جائیاں بوسے دے سکیں، ایک میں کئی زخم تھے تمام ملا کر ایک ہزار نوسو پچاس زخم شمار کیے گئے ہیں۔

روایت است کہ بر تنِ شہِ ذیجود ہزار و نہ صد و پنجاہ جراحت بُود

ابھی فرزندِ رسولؐ زینِ ذوالجناح پر بیٹھے ستا رہے تھے کہ اس اثناء میں ایک سنگدل ظالم نے پتھر مارا جو پیشانی مبارک پر لگا۔ خون جاری ہوگیا۔ آپ نے پیراہن کا دامن اُٹھایا کہ خون پونچھیں۔ اِدھر خون پونچھ رہے تھے کہ ایک سہ شعبہ تیر فضا کو چیرتا ہوا سینۂ اقدس میں پیوست ہوگیا۔ چونکہ تنِ مبارک زخموں سے کھوکھلا ہو چکا تھا۔ تیر کی نوکیں بدن سے پار نکل گئیں، اس تیر کا پیوست ہونا تھا کہ غریبِ کربلا کی زبان ذکرِ خدا میں مصروف ہوگئی۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ آپ ہر تیر کے استقبال میں یہ جملے فرماتے۔ پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا: اِلٰهِی اِنَّكَ تعلم انهم يقتلون رجلًا ليس علىٰ وجهِ الارضِ ابنِ نبيٍ غيرهٗ۔ الٰہی تو جانتا ہے کہ یہ لوگ ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں کہ روئے زمین پر اس کے سوا کوئی فرزندِ پیغمبر نہیں ہے۔ تیر زور سے آیا تھا۔ نوکیں پشت کی جانب پار ہوگئیں۔ امام نے تیر نکالنا چاہا۔ مولا تیری مظلومی وغربت، بے کسی وتنہائی پر قربان، تو نے دوسرے شہیدوں کے بدنوں سے نوکیں نکالیں۔ آج تیرے بدن سے تیر کھینچنے والا کوئی نہیں۔ آپ نے دونوں ہاتھوں سے تیر کھینچنے کی کوشش کی، مگر یہ تیر نہ نکلا۔ اس واسطے مظلوم کربلا نے جھک کر تیر کو پشت کی طرف سے نکالا۔ حسینیو! اس تیر کے نکالنے سے خون کتنا نکلا ہوگا۔ عربی کے الفاظ ہیں: "فانبعث الدَّمُ کالمیزاب" خون پرنالہ کی طرح جوش مار کر نکلا۔ آپ نے پشت کے پیچھے ہاتھ رکھا۔ خون بھر کر آسمان کی طرف پھینکا۔ جس میں سے ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا۔ دوبارہ ہاتھ بھر کر سر اور ریش پر مل لیا۔ اور کہا:

''اسی طرح خون کا خضاب لگا کر روزِ قیامت نانا کے پاس جا کر کہوں گا: ''نانا! تیری اُمت نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے'' شیعو! تمہارے زخمی امام ابھی تک گھوڑے پر سوار ہیں۔ بے شک خون کثرت سے بہہ چکا ہے۔ اور بہت نڈھال ہیں۔ تاہم زین پر سوار ہیں۔ اب تمہارے امام کا وقت آ گیا ہے کہ زین چھوڑ دیں۔ مولا نے زین خود نہیں چھوڑا۔ مولا سے زین چھڑایا گیا ہے۔ اُترے نہیں۔ بلکہ اُتارے گئے ہیں۔ کس نے زین چھڑایا؟ سنو گے کلیجہ پکڑ کر اور دل تھام کر سنو۔ ایک ملعون صالح بن وہب مزنی نے کمر میں ایسا نیزہ مارا کہ بتولؑ کی فریاد نکل گئی، قبر رسولؐ کانپ گئی، عرش لرز اُٹھا۔ زمین تھرائی اور دلبند بتولؑ نے گھوڑے کا زین چھوڑ دیا۔ آپ وہی جملے جو تیر کے استقبال کے وقت پڑھتے تھے، نیزے کا استقبال اِنہی جملوں سے کیا۔ اور **بسم اللّٰهِ وباللّٰهِ وعلىٰ ملّةِ رسول اللّٰه** ۔ پڑھتے ہوئے دائیں رُخسار کے بل فرشِ زمین کے مہمان ہوئے۔

جناب قائم آلِ محمد زیارتِ ناحیہ میں فرماتے ہیں:۔

فَهَوَيْتَ اِلىٰ الْاَرضِ جَرِيْحاً

آپ زخموں سے چُور ہو کر تیروں اور نیزوں کی تاب نہ لا سکے زمین پر گر پڑے۔

السَّلَامُ علىٰ الْخِدِّ التَّرِيْبَ

خاک آلود رُخسار پر سلام ہو۔

بلند مرتبہ شاہے زصدرِ زین افتاد — اگر غلط نہ کنم عرش بر زمین افتاد
قرآن رحلِ زیں سے سوئے فرش گر پڑا — دیوارِ کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا

شہسوارِ دوشِ رسولؐ اور ناز پروردۂ آغوشِ بتولؑ سینکڑوں زخم کھا کر، خون میں نہا کر، زخموں سے چُور، سنبھلنے سے معذور، زینِ عرش سے فرشِ زین پر آ رہا۔ شہزادیاں جو درِ خیمہ پر برادرِ مظلوم کا یہ دردناک منظر دیکھ رہی تھیں۔ قرآنِ ناطق کا رحلِ زین سے گرتا

دیکھنا لختِ دلِ بتولؑ کو بے بس ہوکر زین کو چھوڑتے دیکھا۔ صحنِ خیمہ سے بے تاب ہوکر باہر نکل آئیں۔ اور زبان پر یہ فریاد تھی۔ **وَاَھْلَ بیتاہِ لیت السماء طبقت علی الارضِ ولیت الجبال تدکرکت علیٰ السھل**۔ پہاڑ ریزہ ریزہ کیوں نہیں ہوتے۔ ہمارے سردار، ہائے اہلِ بیتؑ۔ آسمان زمین پر کیوں نہیں گر پڑتا۔ پہاڑ ریزہ ریزہ کیوں نہیں ہوتے۔ معصومہ مظلومہ شریکۃ الحسین اب خیمہ میں کس طرح قرار سے بیٹھے۔ اِس مقام پر آگئیں جسے ''تل زینبیہ'' کہتے ہیں۔ خیموں سے باہر ایک اونچا مقام تھا۔ جہاں دردستائی اپنے مظلوم بھائی کی دائمی جدائی کا منظر دیکھتی رہی۔ پسرِ سعد کو پکار کر کہا: **ویحك یا عمرو! یقتل ابو عبداللّٰہِ وانت تنظرو الیه**"۔ افسوس ہے تم پر اے پسرِ سعد! فرزندِ رسولؐ، دلبندِ بتول ابوعبداللہ حسینؑ قتل ہو رہا ہے۔ اور تو دیکھ رہا ہے''۔ درد بھری فریاد اور زہرا جائی کا اِس طرح جنگل میں دہائی دینا، بتول کی بیٹی کا اس قدر غریب و بے کس ہو جانا۔ حسینؑ کی مظلومی کا اثر تھا کہ ابنِ سعد منہ پھیر کر رونے لگ گیا۔ اور یہ آنسو اس کے رخسار پر بہنے لگے۔ اِس کے بعد دردستائی اور دل جلی بہن نے بلند آواز سے سنگدل فوج کو مخاطب ہو کر کہا: **ویحکم امافیکم مسلم**'' افسوس ہے تم پر کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں۔ افسوس کہ دخترِ رسولؐ کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی اور کسی بدبخت نے توجہ نہ دی۔ کسی شقی نے جواب نہ دیا۔ اور علیؑ کی بیٹی مایوسی کے ساتھ خیمہ میں چلی گئی۔

شہادتِ حسینؑ اور جنگ کا خاتمہ:

عزادارو! میرے مولائے مظلوم کے مسقط اور مقتل میں فاصلہ ہے۔ جہاں گرے ہیں وہاں قتل نہیں ہوئے۔ گرنے کے بعد کچھ دیر تو زمین پر بے حس پڑے رہے۔ اس کے بعد سنبھلے، اُٹھ بیٹھے اور پہچان گئے کہ یہ جگہ میری مقتل نہیں۔ اس واسطے اپنی مقتل کی جانب روانہ ہوئے۔ مگر دشواری یہ تھی کہ سنبھلنے کی طاقت اور چلنے کی قوت ختم ہوگئی تھی۔

چند قدم چلتے پھر ضعف و نقاہت کی وجہ سے گر پڑتے، بعض مورخ بیان کرتے ہیں، چلتے وقت مظلوم آقا کمزوری کی وجہ سے نہ گرتے تھے۔ بلکہ ہر قدم پر نیزے کا وار اور تلوار کی ضرب لگتی اور غریبِ کربلا گر پڑتے۔ مقامِ سقوط سے جائے قتل تک چند قدموں کا فاصلہ نیزوں اور تلواروں کے واروں میں طے کیا۔

شیعو! اب تمہارا آقا اصلی وعدہ گاہ پر پہنچ چکا ہے۔ ذرا سنبھل کر بیٹھے، منہ آسمان کی طرف کیا اور کہا:

تـركـتُ الـخـلق طُرّا فيِ هواك　　وايـتـمـتُ الـعيـالِ لـكـى اراك

فـلـر قـطـعـتـنى فى الحب ارباً　　كـمـا حـن الـفـوادُ اِلـىٰ سـواك

میرے معبود! میں نے تمام مخلوق کو تیری محبت میں چھوڑ دیا۔ اور تیرے وصال کے شوق میں بچوں کو یتیم بنا دیا ہے۔ اگر تیری محبت کے جرم میں میرا بدن پارہ پارہ کر دیا جائے تب بھی میرا دِل تیرے غیر کی طرف مائل نہ ہوگا۔

اب حسینؑ رزم گاہ میں نہیں بلکہ قتل گاہ میں ہیں۔ تیر اور پتھر متواتر آ رہے ہیں۔ زانوؤں کے بل زمین پر بیٹھے ہیں۔ اور یہ دعا پڑھ رہے ہیں: صبْـراً علىٰ قضائكَ يارب لا اِلٰه سواك يا غياث المستغيلثين مالى رب سواك ولا معبود غيـرك لـصبـراً علىٰ حكمك يا غياث من لا غياث لهٗ دائماً لانفادلهٗ يا مـحـى الـموتىٰ يا قائماً علىٰ كُلِّ نفسٍ بما كسبت احكم بيني وبينهم وانت خيرالـحـاكمين۔

باوجود اس نقاہت و ناتوانی کے قریب جا کر وار کرنے کی کسی کو جرات نہ ہوتی تھی، عمر بن سعد نے حکم دیا"۔ اب اس بے کس و ناتواں کا قتل دشوار نہیں، بھائیوں، بھتیجوں کے گہرے زخم اس کے اندرونِ جسم میں ہیں۔ اور بیرونِ بدن زخموں کی کثرت سے چُور اور اُٹھنے بیٹھنے سے معذور ہے۔ اندرونی اور بیرونی طور پر سخت گھائل ہو چکا ہے۔

جو اس کا سر لائے گا اُسے خاص انعام ملے گا۔ جلدی کرو اس کی شمعِ حیات گل کر دو"۔
تاہم اس گناہِ عظیم کو کوئی اپنے سر لینے کو تیار نہ ہوتا تھا۔ شمر ملعون نے ترغیب دی۔
چالیس سواروں نے آگے بڑھ کر مظلوم کربلا کو گھیرے میں لے لیا۔ اور آپ پر یکے بعد دیگرے حملے کرنے لگے۔ یوں تو تیس ہزار اشقیاء قتلِ امام کے ذمہ دار ہیں۔ مگر جو قتل میں شریک ہیں۔ یعنی جنہوں نے پتھروں، تیروں، تلواروں اور نیزوں سے امام مظلوم کو زخمی کیا۔ بے شک وہ بھی قاتل ہیں۔ اور قتلِ حسینؑ میں شریک اور حصہ دار ہیں۔ مگر خاص قاتل جنہوں نے آخری دم پنجتن پاک کا خاتمہ کیا اور جنابِ زہراؑ کا گھر برباد کیا۔ چراغِ رسولؐ بجھایا اور روزِ حشر تک جناب بتولؑ کو رُلایا وہ سات ملعون ہیں۔

حصین بن نمیر، اس ظالم نے دہن اقدس پر تیر مارا۔ یہ ملعون پہلے بھی اپنے تیروں سے بدنِ امام زخمی کر چکا تھا۔ ابوایوب غنوی نے حلق مبارک کو تیر سے چھید دیا۔ نصر بن خرشہ نے دائیں شانے پر تلوار ماری۔ زراعہ بن شریک نے بائیں بازو پر تلوار کا وار کیا۔ صالح بن وہب مزنی نے نیزہ مارا۔ خولی بن یزید اصحی نے سہ شعبہ تیر مارا۔ جو دل کے مقام پر لگا۔ دل میں ایک رگ ہے جسے "وتین" کہتے ہیں۔ اسی رگ سے تمام جسم میں خون گردش کرتا ہے۔ اِس ملعون نے وہ رگ کاٹ دی جس سے بہت سا خون نکل گیا۔ پھر فوراً سنان بن انس نے ایسا نیزہ مارا کہ زینبؑ کا مظلوم بھائی، زہراؑ کا لال سنبھل نہ سکا، اور منہ کے بل گر پڑا اور تین ساعت دوشِ پیغمبر کا سوار خون میں غلطاں زمین پر پڑا رہا۔ اس دوران لوگوں کو معلوم نہ ہوسکا، بتولؑ کا بیٹا زندہ ہے یا غریبِ کربلا رحلت کر گیا ہے۔ اِس کے بعد جوں توں کر کے سکینہؑ کا بابا اُٹھ بیٹھا اور حلق سے تیر نکالا۔ زینبؑ کا بھائی اپنی زندگی کے آخری لمحات میں ہے۔

مالک بن نصر کندہ خاندان کا ایک سنگدل ملعون ہے۔ جس نے آگے بڑھ کر فرزندِ رسولؐ کو سب وشتم کیا۔ اور سرِ اقدس پر تلوار ماری۔ عمامہ کے نیچے ایک ٹوپی تھی وہ کٹ

گئی۔سر پھٹ گیا۔ٹوپی خون سے بھر گئی۔امام مظلومؑ نے ٹوپی اُتار دی اور سر کو پٹی سے باندھ دیا۔

اِس کے بعد شمر ملعون نے للکار کر کہا کہ اب کیا انتظار ہے۔آگے بڑھو اور جلد ان کا کام تمام کرو۔خولی ملعون تلوار لے کر شمع بتول بجھانے کے لیے آگے بڑھا۔جب غریبِ کربلا کے قریب گیا تو بدن میں لرزہ طاری ہو گیا۔ہاتھ کانپنے لگے،واپس بھاگ آیا۔اس کے بعد شیث بن ربعی اِسی ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا۔مگر اس پر بھی ایسا رعب طاری ہوا کہ ہاتھ سے تلوار چھوٹ پڑی اور گھبرا کر واپس آ گیا۔سنان بن انس نے اِن شقیوں سے پوچھا تمہاری ماں تمہارے سوگ میں بیٹھے۔تیر اور نیزے مارتے رہے۔اب تلوار کا آخری وار ہی اس مجروح کے لیے کافی تھا۔تم کانپتے ہوئے واپس آئے،اِن ملعونوں نے کہا کہ جب قتل کے ارادے سے مظلوم کے قریب گئے اور غریب کربلا نے آنکھیں کھولیں تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رسول اللہ کی آنکھیں ہیں، اور رسول اللہ کی ہیبت آنکھوں کے سامنے آ گئی۔

اس کے بعد سنان بن انس آگے بڑھا کہ امام کا رشتۂ حیات منقطع کرے جب قریب گیا تو اس پر بھی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ بدن کانپنے لگا اور تلوار ہاتھ سے گر پڑی۔شمر نے سنان سے پوچھا تو کیوں واپس آ گیا اور قتل کیوں نہ کیا تو سنان نے کہا جب میں تلوار کے قریب گیا اور حسینؑ نے میری طرف دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ علی مجھے دیکھ رہے ہوں تو مجھ پر شدت طاری ہو گئی۔

شمر ملعون اب آخری قاتل اور بڑا قاتل تلوار سونت کر آگے بڑھا۔اِس ملعون نے جاتے ہی گستاخانہ کلمات کہے اور سینہ اقدس پر نہایت بے ادبی سے چڑھ گیا۔امام مظلوم کی نظر پڑی،پوچھا تو کون ہے۔جواب دیا میں شمر بن ذی الجوشن ہوں۔امام نے فرمایا کہ تو مجھے پہچانتا بھی ہے۔شمر نے کہا ہاں جان کر اور پہچان کر مار رہا ہوں،یزید

سے انعام کی خاطر مجھے آخرت کی ضرورت نہیں ۔ یزید کے انعام کا طلبگار رہوں ۔ امام نے فرمایا، ذرا اپنا سینہ تو کھول دے ۔ اس نے اپنے پیٹ پر سے کپڑا ہٹایا ۔ تو ابلق (چتکبرے) کُتّے کی طرح اس کے پیٹ اور سینے پر سفید داغ ہیں اور بال سور کے بالوں کی طرح ہیں ۔ اس وقت امام نے فرمایا میرا آخری قاتل تو ہی ہے ۔ میرے نانا نے فرمایا زمین کربلا پر میرے فرزند کو ایسا شخص قتل کرے گا جو کُتّے کی مانند مبروص ہوگا ۔ اور سور کی طرح اس کے بال ہوں گے، بے شک میرا قاتل تو ہی ہے ۔

جس حلق کے بوسے لیے زہرؑا و علیؑ نے
فریاد ہے کاٹا اُسے خنجر سے شقی نے

اس ملعون نے جوشِ غضب میں پس گردن پر بارہ ضربیں پہنچائیں ۔ تلوار کند تھی ۔ آخر وقت میں اِس ملعون کی نیت اذیت سے ذبح کرنے کی تھی ۔ فرزندِ رسولؐ کی گردن پر خنجر چلتا رہا اور سیدانیاں درِ قنات پر حالات دریافت کرنے کے لیے بے چینی سے منتظر تھیں ۔ آگے زبان بیان سے قاصر اور قلم لکھنے سے عاجز ہے ۔ کیا ہوا؟ کعبہ منہدم ہوگیا ۔ عرش تھرایا ۔ زمین میں زلزلہ آیا ۔ آسمان سے خون برسنے لگا ۔ مچھلیاں پانی میں بے تاب ہوگئیں ۔ پرندوں نے پرواز چھوڑ دی ۔ حیوانوں نے چرنا چھوڑ دیا ۔ جمعہ کا دن تھا، عصر کا وقت تھا، بتولؑ کی فریاد آئی ۔ رسولؐ کے سر سے دستار گر پڑی ۔ لشکرِ ابنِ سعد میں تکبیریں بلند ہوئیں ۔ ادھر زہرؑا کا گھر اُجڑ گیا ۔ زینبؑ واُمّ کلثومؑ کا آخری سہارا ختم ہوگیا ۔ ادھر فوج میں شادیانے بجنے لگے ۔ جنگ کا غبار چھٹا ۔ کیا نظر آیا ۔ خولی کے نیزہ پر بتول کا لال سوار ہے ۔ زلفیں ہوا میں لہرا رہی ہیں ۔ خون کے قطرے گر رہے ہیں ۔ **اَلا قُتِلَ الحسینُ بکربلا ۔ الا ذبح الحسین بکربلا** ۔ کی آوازیں بلند ہورہی ہیں ۔

امام مظلوم مجروح ہوکر گھوڑے سے گرے ۔ وفادار گھوڑا زخمی آقا کے پاس رہا ۔ پیاسا تھا ۔ دریا پر چلا جاتا، بھوکا تھا، خوراک تلاش کرتا، زخمی تھا کسی جائے امن پر چلا

جاتا۔لیکن اتنا عرصہ معصوم امام اور کریم آقا کی خدمت میں رہا۔اِن ذواتِ مقدسہ کے پاک اور طیب ماحول میں رہنے والے جانور بھی نیک عادات اور محمود اطوار سے متصف ہوجاتے ہیں۔آقا تو کثرتِ جراحت سے خاک پر خون میں لوٹتے رہے اور گھوڑا غریب آقا کی حفاظت وحمایت کرتا رہا۔گھوڑا خیموں میں آیا۔لیکن اس وقت تک ساتھ نہیں چھوڑا جب تک آقا امام کا سر گردن سے جدا نہیں ہوا۔جونہی شمر کمینہ سینے سے اُترا،سر کو جدا کیا اور بالوں سے سر پکڑ کر فوج میں ابن سعد کے پاس چلا گیا،راہوار نے اپنی زبان میں فریاد کرتے ہوئے بے سر لاش کا طواف کیا۔میرے خیال میں بعد از شہادت لاشِ حسینؑ کی زیارت کا سب سے پہلے اسی راہوار کو شرف حاصل ہوا،لاش کا طواف کرنے کے بعد اعضاء بدن کے بوسے لیے،لاش کو چوما اور اپنی گردن اور سر کو خونِ آقا سے سُرخ کیا۔نہایت اُداسی اور پریشانی کے ساتھ موتِ حسینؑ کا قاصد بن کر خیام کی طرف روانہ ہوا۔اس وفادار ذوالجناح کا عجیب حال تھا۔اس انداز سے بے چارہ ہنہنا رہا تھا گویا اپنی زبان میں کہہ رہا ہو،"لوگو!میرا سردار مارا گیا۔میرا سوار مارا گیا" یہ تو حال تھا میدان کا۔

ادھر خیام میں یہ کیفیت تھی کہ مصیبت زدہ عورتیں اور بھوکے پیاسے یتیم بچے سب ایک خیمہ میں قنات کے پیچھے اکٹھے تھے،جب سے امام دوبارہ الوداع کہہ گئے تھے، زہراؑ کی بیٹیاں اور مستوراتِ بنی ہاشم قنات کے پیچھے جھانک جھانک کر صحرا کی جانب دیکھتی تھیں۔ایسا مرد تو کوئی تھا نہیں جو میدان میں جا کر خبر لاتا۔فوجوں کی بھیڑ اور گھوڑوں کے گھمسان میں بچوں کا کام نہ تھا۔جو بچے گئے بھی وہ زندہ واپس نہ آئے۔ گھبراہٹ اور بے قراری کا عالم تھا۔اداسی اور مایوسی چھائی ہوئی تھی،سراسیمہ بچے ماؤں کی انگلیاں پکڑے پریشان کھڑے تھے،بیبیاں بار بار میدان کی طرف دیکھتی تھیں۔مگر جہاں تک نظر کام کرتی تھی اعداء بے دین کی کثرت نظر آتی،فوجوں کے سر

دکھائی دیتے، گو ہمشیر بے کس نے اِس ٹیلہ پر جس کو "تلِ زینبیہ" کہتے ہیں جا کر مظلوم بھائی کی خبر گیری کی کوشش کی، مگر زہراؑ کا نورِ عین اور اُجڑی بہن کے دل کا چین ہمشیرِ دل گیر کو نظر نہ آیا۔ کیونکہ زہراؑ کا چاند ظلم کی گھٹاؤں میں پوشیدہ تھا اور خورشیدِ فاطمہؑ فوجوں کے جفا کار بادلوں میں پنہاں تھا۔

جوں جوں انتظار کی گھڑیاں لمبی ہوتی جاتی تھی حضرت زینبؑ اور حضرت اُمِّ کلثومؑ کے قلب کا اضطراب برابر زیادہ ہو رہا تھا۔ نگاہیں سوئے میدان تھیں، کہ گھوڑے کے ہنہنانے بلکہ رونے اور فریاد کی آواز سُنی دُور سے دیکھا کہ زین خالی ہے۔ راہوار آ رہا ہے، مگر پشت پر سوار نہیں، راہوار کی عجیب حالت ہے کہ زین دائیں طرف جھکی ہوئی، باگیں کٹی ہوئیں۔ پیشانی اور گردن خون آلودہ ہے۔ جو بات دل میں کھٹک رہی تھی۔ سامنے آ گئی۔ بس یقین ہو گیا کہ آخری سہارا ختم ہو گیا۔ حسینؑ مارے گئے۔ راہوار کی اِس خبر نے سیدانیوں کے کلیجے زخمی کر دیئے۔ دِل فگار ہو گیا، دل دوز نالوں، دلخراش، بینوں، دلفگار فریادوں سے صحرا بھر گیا۔ سروں سے چادریں گر پڑیں۔ وا محمداہ، واہ علیاہ، واحسیناہ کی صدائیں دھرتی کو ہلا رہی تھیں:-

زہراؑ کی بیٹیاں جو کھلے سر نکل پڑیں
سب بیبیاں خیام سے باہر نکل پڑیں

ہر بی بی کے الگ الگ بین تھے اور جدا جدا نوحے تھے، سر پر ہاتھ تھے، سروں کے بال کھل گئے تھے، کسی کا منہ مدینے کی طرف تھا اور کوئی نجف کی طرف منہ کر کے سر پیٹتی تھیں۔ منہ پر طمانچے مارتی تھیں۔ سکینہؑ کے ہاتھ میں گھوڑے کی باگ تھی، اور اُمِّ کلثوم کے ہاتھ گھوڑے کی گردن میں تھے، گھوڑا رو رو کر اپنی زبان میں کہتا تھا: "**الظلیمة۔ الظّلیمة**"۔ آج اُمت نے اپنے نبی کے فرزند کو ظلم و جور سے قتل کر دیا۔ زہراؑ کی بیٹیوں کی دلخراش پکار تھی۔ راہوار تو نے سوار کو کہاں اُتارا، ہمارے بھائی پر قضاء الٰہی کہاں

نازل ہوئی، اے راہوار آج دشمنوں کو تشفی حاصل ہوئی اور زہراؑ کا گھر برباد ہو گیا۔ گلشنِ رسولؐ تاراج ہو گیا۔ اب بیواؤں کا کوئی سہارا نہ رہا۔ یتیموں کا مددگار نہ رہا۔ ہمیں وطن کون پہنچائے گا۔

اِس کیفیت کو ہم زیارتِ ناحیہ مقدسہ کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

وَاسَرعَ فَرُسُك شَارِداً اِلٰی خیامِك قَاصِداً مُحمحِماً بَاكِياً فَلَمَّا رَاينَ النِسَآءُ جَوارَكَ مَخْزِياً وَنَظرنَ سَرْجَك عَلَيْهِ مَلْوِياً بَرزَنَ مِنَ الْخُذُور نَاشِرَاتِ الشّعور عَلَى الْخُدورِ لَا طَمَاتِ الوجوه سَافِرَاتِ وبالعويل داعياتٍ و بعْدَ الْعِزّ مذلاتٍ " یہ زیارحضرت قائم آلِ محمدؐ عجل اللہ فرجہم کی طرف منسوب ہے۔ اس میں امام معصومؑ اپنے جد امجد کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ آپ کا راہوار تیزی کے ساتھ بھاگا بھاگا دوڑا۔ ہنہناتے اور روتے ہوئے آپ کی موت کا قاصد بن کر۔ جب مستورات نے گھوڑے کو پریشان دیکھا اور جھکی ہوئی زین پر نظر پڑی تو کھلے ہوئے بالوں کے ساتھ منہ پیٹتی ہوئی باہر نکل آئیں۔ بین اور نوحہ کر کے کلیجے ہلا رہی تھیں۔ سکینہؑ یتیم ہو گئی سیدانیوں کا آخری سہارا اور یتیموں کا آخری آسرا ختم ہو گیا۔ سیدانیاں سر پیٹ رہی تھیں۔ یتیم رو رہے تھے۔ فوج شام میں خوشیاں ہو رہی تھیں، شادیانے بج رہے تھے اور پنجتن پاک کی روح لاشِ حسینؑ کا طواف کر رہی تھیں۔ رسولؐ پاک کے گھروں میں ماتم ہو رہا تھا۔

گھوڑا جس کا نام ذوالجناح مشہور ہے۔ اِسے مرتجز بھی کہتے ہیں۔ اور بعض کتابوں میں اس کا نام ''میمون'' لکھا گیا ہے۔ اپنے آقا کی شہادت کے بعد زندگی سے دل تنگ ہو گیا۔ ابنِ سعد نے اپنے آدمیوں کے ذریعے پکڑوانے کی کوشش کی مگر وفادار گھوڑے نے اپنی زین غیر کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ بعض روایات میں ہے کہ چالیس پیادوں اور دس سواروں کو ہلاک کر ڈالا۔ جب خیام میں آیا، اور خیموں کو مردوں

سے خالی پایا۔ آقا کی جدائی اور سیدانیوں کی مصیبت دیکھی تو خیمہ حسینؑ کے سامنے زمین پر ٹکریں مار مار کر روتا تھا۔ اس طرح وفادار راہوار نے اپنے کریم سردار کا زندگی اور موت میں ساتھ دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ موتِ حسینؑ کی خبر خیام میں پہنچا کر آقا کے دائمی فراق کا صدمہ برداشت نہ کر سکا اور اپنے آپ کو دریائے فرات میں ڈال کر غیب میں چلا گیا۔

صحرائے کربلا میں غریب کربلا کی بے سر لاش پڑی ہے۔ بدن کا کوئی حصہ زخموں سے خالی نہیں۔ سیاہ آندھی تھم چکی ہے۔ خون کی بارش رُک گئی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے تھا۔ تدفین کا انتظام کرتے۔ مگر بے دردی سے شہید کر دینے کو کافی نہ سمجھا۔ آتشِ عناد فرو نہ ہوئی، فرزندِ رسول اور لختِ جگرِ بتولؑ کی لاش پر اُمتِ بے حیا نے لوٹ مچا دی۔ بے وارث سمجھ کر جو بے ادبیاں کیں، بیان کرنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور پتھر کا دل بھی رونے پر مجبور ہوتا ہے۔ مجروح بدن پر جو لباس تھا، وہ بھی بے رحمی سے اُتار لیا گیا۔ اسحاق بن جویرہ حضرمی نے قمیض اُتاری۔ بحر بن کعب نے عبا اُتاری۔ اخنس بن مرثد آپ کا عمامہ لے گیا۔ تلوار جمع بن فلق ازدی نے لے لی، زرہ جس کا نام بترا تھا خود عمر بن سعد نے حاصل کی، خالد بن اسود ازدی نے نعلین اُتاری۔ ردائے مبارک قیس بن اشعث نے اُتاری۔ ذوالفقار اور خاص انگوٹھی جس پر نقش تھا اور ہر دو تبرکاتِ امامت میں ملی تھیں، آپ نے وداع کے وقت اپنے جانشین پسر امام علی زین العابدینؑ کے حوالے کر دی تھی، ایک اور تلوار تھی جو لوٹی گئی، اسی طرح ایک اور انگوٹھی تھی، جسے بجدل بن سلیم کلبی نے ظلم کے ساتھ اُتارا۔ انگوٹھی اُتارنے میں اس ملعون کو دشواری پیش آئی، جلدی کی وجہ سے اس نے مظلوم لاش کے ساتھ بے ادبی کی کہ انگوٹھی کی لالچ میں انگلی کاٹ دی۔

(مجالس امام حسینؑ.... صفحہ ۳۲۰ تا ۳۲۱)

ذوالجناح کا بعدِ شہادت خیمے کی طرف آنا:

جب عصرِ عاشور کو امام حسینؑ ابوالحوق جعفی کے زہریلے تیر سے زخمی ہو کر ذوالجناح کی پشت سے زمین پر گرے تو گھوڑے نے امام حسینؑ کے گرد گھومنا شروع کر دیا اور بار بار اپنی لگام کو دانتوں سے پکڑ کر امام کے ہاتھوں پر رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ آقا اُٹھ کر پھر پہلے کی طرح سوار ہو جائیں لیکن جب اُس نے دیکھا کہ زخمی امام میں اٹھنے کی اب طاقت باقی نہیں رہی تو **خَضَّبَ نَاصِيَةَ بدمه**" گھوڑے نے اپنی پیشانی کو خونِ حسین سے رنگین کر لیا فرسِ رسولؐ جانتا تھا کہ بہنوں اور بیٹیوں کو خبر نہ ہوگی کہ امام شہید ہو گئے کوئی دوسرا موجود نہیں جو خیموں میں شہادتِ امام کی سنائی لے جائے اس لیے میں خود جا کر نبی زادیوں کو خبر کر دوں کہ امام شہید ہو گئے۔ گھوڑے نے اپنی پیشانی کو خونِ امام سے رنگا اور خیمے کی طرف چلا۔ اِس حال میں کہ اُس کی باگیں کٹی ہوئی تھیں، زین ڈھلا ہوا، پیشانی سے خونِ حسین کے قطرے ٹپکتے ہوئے۔ بار بار ہمہمہ اور فریاد کر رہا تھا اور اپنی آواز میں کہتا تھا۔ **اَلظَّلِمِيَة! الظَّلِمِيَة! اَلْهِفِيمَة! اَلْهِفِيمَة! من اُمَّةٍ قَتَلَت ابن بنتِ بيها** یہ ظلم و ستم! اِس اُمت کا کہ اس نے اپنے نبیؐ کی بیٹی کے فرزند کو شہید کر ڈالا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ جب سکینہ نے خالی زین کو دیکھا ہوگا تو دل پر کیا بن گئی ہوگی۔ سیدانیاں ننگے پیر اور ننگے سر دوڑیں، چہیتی بیٹی گھوڑے کے سُموں پر گری اور آواز دی ہائے میرے بابا! میں یتیم ہوگئی۔ آپ کدھر چلے گئے؟ اے ذوالجناح تو میرے بابا کو کہاں چھوڑ آیا! مجھے بھی وہیں لے چل جہاں میرے بابا ہیں! ہاشمی سیدانیوں نے گھوڑے کے گرد گھومنا شروع کیا اور چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ جب امام حسینؑ زخموں سے چور ہو گئے اور سیاہی کے کانٹوں کی طرح تیر آپ کے جسمِ اقدس میں پیوست ہو گئے اِسی عالم میں صالح بن وہب منرنی نے آپ کی کمر پر نیزے کا وار کیا جس کے اثر سے آپ داہنے رخسار کے بل زمین پر تشریف لائے۔

علامہ ابنِ شہر آشوبؒ نے لکھا ہے کہ ابو مخنف ۔جُلو دِی کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ جب امام حسینؑ زخموں سے چُور ہو کر زمین پر گر چکے تو آپ کا گھوڑا (ذوالجناح) آپ کی حفاظت کرنے لگا اور جو سوار بھی قریب آتا تھا وہ اُچھل کر اس پر حملہ کرتا تھا اور اسے زین سے گرا کر اپنی ٹاپوں سے روند ڈالتا تھا یہاں تک کہ اس نے چالیس سواروں کو قتل کر ڈالا۔ پھر وہ امام حسینؑ کے قریب آیا اور۔ امام حسینؑ کے خون میں لوٹنے لگا پھر اُٹھ کر خیامِ حسینی کی طرف روانہ ہو گیا۔ چیختا جاتا تھا اور اپنے پیروں کو زمین پر پٹخ رہا تھا۔

علّامہ مجلسیؒ ''بحارالانوار'' میں لکھتے ہیں:۔

''بعد شہادت حضرت کا گھوڑا گرفتاری کے خوف سے ہر طرف دوڑتا تھا اور خود کو اشقیاء سے بچاتا تھا اور پیشانی پر امام مظلوم کا خون ملتا تھا اس کے بعد فریاد کناں جانب خیمہ ہائے حرم محترم دوڑا جب قریب خیمہ پہنچا تو سر اپنا زمین پر پٹکا مخدرات عصمت نے جب گھوڑے کو خالی دیکھا ایک کہرام بپا ہوا حضرت اُمِّ کلثوم سر پیٹ کر فریاد کرتی تھیں۔ وامحمداہ واجداہ واابتاہ وااباالقاسماہ واعلیاہ واجعفراہ واحمزتاہ واحسناہؑ یہ حسینؑ فرزند دلبند مصطفیٰؐ سر بریدہ خاک و خون میں غلطاں بے عمامہ ورداصحرائے کربلا میں پڑا ہے۔ اسی طرح نوحہ و ندبہ کرتی ہوئی بیہوش ہو گئیں۔

درِ خیمہ پر ذوالجناح کی آمد:

اُس وقت خیمے پر گھوڑا اسی حالت میں پہنچا۔ گھوڑے کا یہ حال دیکھ کر سیدانیوں میں کہرام مچ گیا۔ زین جھکا ہوا، باگیں کٹی ہوئی، منہ خونِ حسینؑ سے رنگین۔ سکینہؑ دوڑیں اور فریاد کی: **واقتیلاہ! وا ابتاہ! واحسیناہ! واحسیناہ! واغربتاہ! وا بعد سفراہ! وا طولَ کُرتباہ! هذا الحسين بالعراء مسلوب العمامة والرداء** !ہائے میرے شہید! ہائے میرے بابا! ہائے حسین! ہائے حسین۔ ہائے ہماری غربت و بیکسی! ہائے ہماری مسافرت و لاوارثی، ہائے ہماری

مصیبت! ہائے میرے بابا حسینؑ کی لاش صحرا میں پڑی ہوئی ہے! ہائے میرے بابا کا عمامہ اور لباس تک لوٹ لیا گیا

عبداللہ بن قیس کہتا ہے کہ میں نے گھوڑے کو دیکھا کہ وہ خیمۂ حسینی سے واپس ہو کر نہرِ فرات کی طرف چلا گیا اور وہاں پہنچ کر فرات میں اپنے کو روپوش کر دیا۔ بتایا گیا ہے کہ اب وہ حضرت امامِ زمانہ علیہ السّلام کے ظہور کے وقت ظاہر ہو گا۔

(منقول ز ثمرات الاعواد ج اول ص ۲۰۷۔ ناسخ جلد ۶ ص ۳۰۸/۳۰۷)

امامِ زمانہ علیہ السّلام کے ارشادات کے تذکرے میں یہ ارشاد ہوا ہے: "فَلَمّا راینَ النساء جد اوَل فخرِ یّا وَنظرنَ مَرجَك علیه مَلْوِیّاً بَرَزْنَ من الخُدورِ نَاشِراتِ الشعور"

اے میرے جدِّ مظلوم! جب آپ کے اہلِ حرم کی نظر پڑی آپ کے گھوڑے پر جس کی لشکرِ یزید نے بڑی توہین کی تھی اور ان سیدانیوں نے دیکھا کہ زین ایک طرف جُھکا ہوا ہے (اور اس کی پشت سوار سے خالی ہو چکی ہے) تو یہ دیکھ کر وہ سب کی سب اپنے سر کے بال کھولے ہوئے خیموں سے باہر نکل آئیں۔

اب ہم ناسخ جلد ۶ کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں الغرض امام حسینؑ کا اسپِ وفادار خیمۂ اقدس پر پہنچا...... باگیں کٹی ہوئی، زین ایک طرف کو جُھکا ہوا، منہ خونِ حسین سے رنگین، سیکڑوں تیر کھائے ہوئے، تبرکاتِ سرورِ کائنات پشت اور گردن سے بندھے ہوئے سب سیدانیاں چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ امامِ عالی مقام کی بہنیں اور بیٹیاں ننگے سر درِ خیمہ پر آ گئیں۔ سکینہؑ نے گھوڑے کے سموں پر اپنے کو گرا دیا اور فریاد کرنے لگیں واقتیلاہ الخ، پھر سکینہ مڑیں بہن کی طرف اے فاطمہؑ! آیئے دیکھئے بابا کا گھوڑا واپس آ گیا ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ ہمارے بابا شہید ہو گئے۔ اے موت کیا میرے بابا کا کوئی فدیہ ممکن نہ تھا۔ تو نے میرے بابا کو مجھ سے چھین لیا۔ سکینہؑ کی فریاد سنتے ہی حضرت

اُمِّ کلثومؑ نے اپنے سر سے چادر پھینک دی اور سر پیٹنے لگیں چاروں طرف سے سیدانیوں نے گھوڑے کو گھیر لیا۔کوئی سیدانی پچھاڑیں کھا رہی تھی، کوئی گھوڑے کے صدقے ہو رہی تھی ۔کوئی سُموں کے بوسے لیتی تھی اور کوئی اُس کے چہرے کو چومتی تھی۔ حسینؑ کی سواری کا گھوڑا ''ذوالجناح'' بغیر سوار کے تھا۔امام حسینؑ کا سرِ اقدس کٹ چکا تھا ......اِن سیدانیوں کا اب سوائے بیمارِ کربلا کے اور کوئی مردوں میں سر پرست باقی نہ تھا۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے جنگِ صفین میں فرمایا تھا:-

وَلَدِیْ هٰذا یقتل بِکَربلَاء عَطَشافان ینفریرسخون یحمجاً۔ ویقول فی حمحتهِ الظلمیة الظلمیة ؟ اُمة قَتَلت ؟؟؟؟ القرآنَ الذی جاربه المنیم۔

یہ میرا فرزند حسینؑ کربلا میں پیاسا شہید ہوگا اور اس کا گھوڑا وحشی جانوروں کی طرح بھاگنے لگے گا اور چیخنا شروع کر دے گا اور اُس ہمہمے میں کہے گا۔ہائے یہ ظلم وستم! اس اُمت کے ہاتھ سے جس نے اپنے پیغمبرؐ کے نواسے کو قتل کر ڈالا درآں حالیکہ وہ اُمت قرآنِ کریم کی تلاوت کرتی ہے جو وہ پیغمبرؐ ان کی ہدایت کے لیے لایا تھا یہ کہہ کر حضرت امیرالمومنینؑ نے یہ اشعار بھی بار بار پڑھے تھے جن کا پہلا مصرع یہ تھا۔

اَرَیَ الْحسینُ قتیلا قبل مَصْرَعه

میں اپنے فرزند حسین کو ابھی سے اس کی شہادت سے قبل شہید دیکھ رہا ہوں۔

خلاصہ ثمرات الاعوادج اول از ص۲۰۱ تا آخر کتاب: **قَالَ الرَّاوِی وَخَرجَ ثُلثاً کَیدِہٖ مَعَ التھمِ** ...الخ (ترجمہ) راوی بیان کرتا ہے کہ جو تین بھال کا زہر یلا تیر ابوالحتوق جعفی نے امام حسین علیہ السلام کے قلبِ اقدس پر مارا تھا جس کا واقعہ یہ ہے۔ جب امامِ عالی مقام پر چاروں طرف سے تلواریں، نیزے اور تیر پڑ رہے تھے

اور سر سے پیروں تک فرزندِ فاطمہ زخموں سے چُور چُور ہو چکا تھے اس وقت کسی شقی نے جبین مبارک پر ایک پتھر مارا جس سے سرِ اطہر شگافتہ ہو گیا اور چہرۂ انور اور ریشِ مقدس پر خون بہنے لگا تو آپ نے فوراً زرہ ہٹا کر اس کے نیچے سے قمیص کا دامن نکالا اور چہرے کا خون پونچھنا شروع کر دیا۔ اس طرح کرنے سے آپ کا سینۂ اقدس کھل گیا۔ اُدھر ابوالحوق جعفی ملعون دور سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا بس فوراً اُس شقی نے ایک تین بھال کا زہریلا تیر چلّہ کمان میں جوڑا اور امام کے قلب کو نشانہ بنا دیا۔ تیر امام حسینؑ کے قلبِ مطہّر میں اُتر گیا اور ساتھ ہی آپ نے آسمان کی طرف سر بلند کر کے درگاہِ خداوندی میں عرض کی۔ خداوندا! تو خوب واقف ہے کہ یہ ظالم لوگ ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں جس کے علاوہ اس وقت پوری زمین پر کوئی دوسرا تیرے رسولؐ کا نواسہ نہیں ہے۔ اس کے بعد امام نے اس تیر کو قلبِ اقدس سے نکالنے کی کوشش فرمائی مگر وہ نہ نکل سکا آخر آپ نے گھوڑے کے زین کے اگلے حصے پر تیر کے آخری سِرے کو رکھا اور جھک کر خوب زور سے دبایا اور تیر کے پھل کو پشت کی طرف سے کھینچا۔ آپ کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ تھے بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ جَدِّيْ رَسُولِ اللّٰه۔ اس کے بعد تیر نکل تو گیا پشت کی طرف سے مگر نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے قلبِ اقدس کے تین حصوں میں سے دو حصے تیر کے ساتھ ہی باہر آ گئے جس کے بعد امامِ عالی مقام پشتِ ذوالجناح سے زمین پر تشریف لے آئے۔ بس یہ دیکھتے ہی ذوالجناح نے زخمی امامِ عالی مقام کے گرد گھومنا شروع کر دیا اور پھر اپنی لگام اپنے ہی دانتوں سے پکڑ کر بار بار اس کی کوشش کی کہ اُسے امام علیہ السلام کے دستِ مبارک میں دے دے تا کہ وہ کھڑے ہو کر پھر اُس کی پشت پر سوار ہو جائیں۔ جب اس اسپِ رسولؐ اللہ نے دیکھا کہ اب امام میں اٹھنے کی قوت و طاقت باقی نہیں رہی تو پھر اس نے خونِ حسینؑ میں اپنی پیشانی رنگنا شروع کر دی اور اس طرح سر اور پیشانی کو خونِ امام میں خوب رنگ کر خیمہ حسینی کا رخ کیا

تا کہ مخدّراتِ عصمت کو خبردار کر دے کہ اُن کا وارث اور آقا شہید ہو گیا۔ گھوڑا منہ پر خونِ حسین ملے ہوئے قتل گاہ سے خیمے کی طرف آ رہا ہے اور اپنے ہمہمہ (فریاد) میں کہتا جا تا تھا "الظَّلیمة الظَّلیمة، الهفیمةِ الهَفیمةَ مِنْ اُمّةٍ قَتَلَتْ ابن بنتِ نَبیّهَا (الظَّلیمة۔ وہ چیز جو ظلم و ستم کے ساتھ چھین لی جائے) الهَفیمةُ۔ ظلم (المنجد) ہائے اس امت کا ظلم و ستم جس نے اپنے نبیؐ کے فرزند کو شہید کر ڈالا! گھوڑے کا یہ عالم دیکھ کر تمام ہاشمی سیدانیاں ذوالجناح کے صدقے ہونے لگیں اور چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ حضرت زینبؑ نے فریاد کی.... اے میرے بھائی کے گھوڑے! میرا بھائی کہاں گیا۔ اے ذوالجناح میرا وہ بھائی کہاں ہے جو میری زندگی کا سہارا اور میرے سر پر سایہ فگن تھا! (ثمرات الاعواد ج اوّل ص ۲۰۱)

دوسری روایت میں ہے: ابومخنف کہتا ہے: اِنَّ فَرَسَ الحُسین .....الخ (ترجمہ) جب امامِ عالی مقام گھوڑے سے زمین پر تشریف لا چکے تو وہ گھوڑا اس ہنگامے میں اِدھر اُدھر گھبرا کر دوڑ رہا تھا اور فریاد کر رہا تھا اور ایک ایک لاش کے قریب جاتا تھا یہاں تک کہ امام کی لاشِ اقدس کے قریب آیا اور ٹھہر گیا۔ اس کے بعد اپنی پیشانی کو خونِ حسین میں ڈبونے لگا اور اپنی اگلی ٹانگوں سے زمین کو کوٹنے لگا اور اس قدر زور سے چیخنے لگا کہ پورا صحرا اُس کی آواز سے گونج اٹھا۔ یہ دیکھ کر ابنِ سعد کی فوج حیرت زدہ ہو گئی۔ جب عمر بن سعد نے گھوڑے کا یہ حال دیکھا تو فوج سے کہنے لگا۔ تمہارا بُرا حال ہو۔ اِس گھوڑے کو میرے پاس لے آؤ کیونکہ یہ رسولؐ اللہ کے بہترین گھوڑوں میں سے ہے۔ ابنِ سعد کا یہ حکم سن کر لوگ گھوڑے کے پیچھے دوڑے مگر جب اُس نے دیکھا کہ فوجی میرے پیچھے آ رہے ہیں تو اُس نے زمین کو اپنی چاروں ٹانگوں سے کوٹنا شروع کر دیا اور کسی کو بھی اپنے نزدیک آنے نہ دیا اور ساتھ ہی لشکریوں کی ایک کثیر تعداد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور بڑے بڑے بہادر شہسواروں کو اُن کے

گھوڑوں کی پشتوں پر سے اپنے دانتوں میں پکڑ کر گھسیٹ لیا اور ٹاپوں سے روند ڈالا۔ یہ دیکھ کر پھر کسی کی بھی ہمت نہ ہوئی کہ وہ ذوالجناح کے قریب آ سکے۔ اُدھر عمر بن سعد نے آواز دی کہ گھوڑے کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور سب دیکھتے رہیں کہ وہ کیا کرتا ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ لوگ اس کے پاس سے دور چلے گئے تو وہ لاشِ امام حسینؑ کے نزدیک آیا اور خونِ امام میں اپنی پیشانی کو رنگنے لگا اور اس طرح روتا تھا جیسے وہ بوڑھی ماں روتی ہے جس کا جوان بیٹا مر گیا ہو۔ پھر اس کے بعد اس نے خیمہ گاہِ حسینی کا رخ کیا۔ جناب زینبؑ نے جب گھوڑے کی آواز سنی تو دوڑ کر سکینہؑ کے پاس آ گئیں اور فرمایا کہ بیٹی! شاید تمہارے بابا میدان سے واپس آ گئے اور تمہارے لیے پانی لے آئے! بابا کا نام سننا تھا کہ سکینہؑ خوش ہو کر خیمے کے باہر کی طرف دوڑیں تو کیسا حشر کا سامان نظر آیا۔ گھوڑا تو تھا مگر سوار نہ تھا۔ گھوڑا اکیلا تھا اور زین خالی۔ بس یہ دیکھنا تھا کہ حسین کی چہیتی بیٹی سکینہؑ نے اپنی چادر سر سے پھینک کر آہ و بکا شروع کی اور رو رو کر فریاد کرنے لگیں۔ ہائے میرے بابا! **واحسینا، واقتیلاہ!** ہائے ہماری غربت و مسافرت! ہائے دوریِ وطن! ہائے ہماری مصیبت! میرے بابا حسینؑ صحرا میں جلتی زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور اشقیائے اُمّت اُن کا عمامہ اور ردا سب کچھ لوٹ لے گئے اور انگوٹھی اور نعلین تک کو نہ چھوڑا۔ ہائے میری جان فدا ہو اس شہید پر جس کا سرِ اقدس تو کسی زمین پر ہے اور تنِ اطہر کسی زمین پر پڑا ہوا ہے۔ میری جان نثار ہو اُس مرنے والے پر جس کا سر تین دن کی بھوک اور پیاس میں کاٹا گیا۔ اُس پر صدقے ہو جاؤں جس کے اہلِ حرم کو لوگوں نے ذلیل کیا اور ان کی حرمت و عزت کا کوئی خیال نہ کیا۔ ہائے میں فدا ہو جاؤں اس شہید پر جس کا چھوٹا سا لشکر پیر کے روز دنیا سے گزر گیا اور شہید ہو گیا۔ اس کے بعد چیخ چیخ کر فریاد کرنے لگیں اور یہ اشعار پڑھے۔

(ترجمہ) ''آج فخر و عزت اور جود و سخا کی موت آ گئی ہے اور حرمِ رسولؐ اور حرمِ

خدااوزآسمان کے تمام کنارے غبار آلود ہیں۔آسمان کے دروازے اللہ نے بند کردیئے ہیں اب کوئی دعا آسمان کی طرف بلند نہ ہوگی کہ لوگوں کے کرب وغم دور ہوسکیں''۔

''اے میری بہن اُٹھیئے اور دیکھئے! بابا کا گھوڑا آیا ہے اور آپ کو بابا کی سنائی سنا رہا ہے کہ ہمارے بابا حسین قتل ہوگئے اور سارا عالم میری نگاہوں میں تاریک ہوگیا! اے موت کیا تو عوض قبول نہیں کرتی۔کیا تو کوئی صدقہ فدیہ نہیں لیتی! مطلب یہ تھا کہ بابا کے بدلے بیٹی کو موت آجاتی ..... میرے پروردگار اِن فاسقوں اور ظالموں سے میرا انتقام لے''۔

منتخب طُریحی وغیرہ میں ہے کہ جب ذوالجناح درِخیمہ پر آیا تو جنابِ زینبؑ خیمے سے بے تاب ہوکر باہر آئیں اور اُن کے ساتھ سب بچے اور تمام عورتیں تھیں۔گھوڑے پر آپ کی نظر جو پڑی تو آپ نے چیخیں مار کر فریاد کرنا شروع کی۔ **وَا اَخــــاہ! وَا سیّداہ!**۔

روتے روتے غش کھا کر گر پڑیں اور شاہزادی سکینہ نے اپنے کو گھوڑے کے سُموں پر گرا دیا اور فریاد کرنے لگیں وَا اَبَاہ! اب یتیموں اور بیواؤں کی کون سرپرستی کرے گا۔ وَاسَیّداہ! اب آپ کے بعد ہمارا کوئی سہارا نہیں رہا۔

بس اس کے بعد ہی خیامِ حسینی میں آگ لگائی گئی اور فوجی خیموں کو لوٹنے لگے۔

ذوالجناح کا یہ معمول تھا کہ جب امام حسین کی سواری درِ دولت پر لاتا تھا تو آواز دیتا تھا اور اُس کے اِس دستور سے سب بیبیاں واقف تھیں۔غرض جب جنابِ زینبؑ نے گھوڑے کی آواز سنی تو سکینہؑ کو آواز دی کہ اے نورِ نظر! درِ خیمہ پر گھوڑا تمہارے بابا کی سواری کا بول رہا ہے۔شاید میرے بھائی حسین آئے ہیں اور یقین ہے کہ تمہارے لیے پانی لائے ہوں گے۔ یہ سنتے ہی وہ صاحبزادی دوڑ کر درِ خیمہ پر آئی تو دیکھا کہ زین خالی ہے، باگیں کٹی ہوئی، پیشانی خونِ حسینؑ سے رنگین۔اپنے آقا کے غم میں نعرہ مار کر

رو رہا ہے اور زمین پر اپنا سر مار رہا ہے۔ یہ دیکھتے ہی حضرت سکینہؑ کہنے لگیں۔ اے پھوپی اماں پانی کہاں! میرے بابا شہید ہو گئے۔ یہ سنتے ہی حضرت زینبؑ اور تمام بیبیاں اور سب بچے اپنے منہ غم سے پیٹنے لگے اور گریبان چاک کر ڈالے اور سب نے گھوڑے کے گرد حلقہ کر لیا۔ کسی نے اُس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں، کسی نے رکاب کے بوسے لئے، کسی نے اُس کے منہ پر اپنا منہ رکھا۔ سکینہؑ نے اپنے تئیں گھوڑے کے سُموں پر گرا دیا۔

بعض شعرا نے اِن کیفیات کو اشعار میں نظم کیا ہے جن کا حاصل نثر میں یہ ہے۔

حضرت زینبؑ گھوڑے کی پیشانی کو چوم کر رونے لگیں اور رو رو کر پوچھنے لگیں اے میرے بھائی کے اسپِ وفادار تو میرے بھائی کو کہاں چھوڑ آیا! ہائے اے ذوالجناح میرا پیاسا اور بھوکا ماں جایا کدھر گیا! اے میرے بھائی کے گھوڑے تو زہراؑ کے لعل کو کہاں چھوڑ کے واپس آ گیا۔ اے ذوالجناح مجھے بتا دے کہ میرا بھائی زندہ ہے یا نہیں! اے اسپِ وفادار تو سکینہؑ کے آنسوؤں کو دیکھ رہا ہے۔ یہ بچی اپنے بابا کو یاد کر رہی ہے۔ اِسے اپنی پشت پر بٹھا کر اس کے باپ تک پہنچا دے تا کہ اِس بچی کو تسکین ہو جائے۔ اُدھر گھوڑا درِ خیمہ پر زمین سے سر ٹکرانے لگا۔ پیشانی سے خونِ حسینؑ کی بوندیں گر رہی تھیں اور الظّلمیة الظّلمیة کی فریاد کرتا ہوا بتا رہا تھا کہ میرا سوار شہید ہو گیا۔ بی بی سکینہؑ تمہیں کس کے پاس لے جاؤں۔ بابا قتل ہو چکے اور پھر زبانِ حال سے کہنے لگا۔ شاہزادی زینبؑ آپ کے بھائی کو جب غش آنے لگا تو مجھے اشارہ کیا کہ میں زمین پر اپنے گھٹنے ٹیک دوں۔ اِدھر میں زمین کی طرف جُھکا اور اُدھر سردارِ جوانانِ جنت میری پشت پر سے زمین پر گرے۔ آقا کے ہاتھوں سے میری لجام چھوٹ گئی۔ ہائے کوئی نہ تھا اُس وقت کہ میرے آقا کا ہاتھ تھام لیتا اور تو وہاں کوئی نہ تھا مگر میرا دل کہتا ہے کہ حسینؑ کے نانا محمد مصطفیٰؐ اور بابا علیؑ مرتضیٰؑ اور ماں فاطمہؑ زہرا اور بھائی حسنؑ مجتبیٰ ضرور آئے

ہو گے اور حسینؑ کو سہارا دیا ہوگا۔ گھوڑے نے زبانِ حال سے بتایا ہوگا کہ بی بی میرے آقا نے کس کس کو آواز دی تھی۔ کبھی نانا کو پکارا کبھی بابا کو پکارا کبھی عباسِؑ باوفا کو آواز دی اور شاید گھوڑے نے یہ بھی بتایا ہو کہ بی بی زینبؑ آپ کے بھائی کو آخری وقت کسی نے پانی نہیں دیا اور پیاسا ہی ذبح کر ڈالا۔

گھوڑے نے یہ بھی زبانِ حال سے کہا ہوگا۔ حسینؑ نے آخری وقت تک بہنوں اور بیٹیوں خصوصاً سکینہؑ کو بہت یاد کیا تھا اور برابر خیمے کی طرف آقا کی نظریں لگی رہیں۔

مقتل سے ذوالجناح کا درِ خیمہ اہلِ بیتؑ پر پہنچنا:

علاّمہ صدرالدین قزوینی ''ریاض القدس'' میں لکھتے ہیں:۔

جب ذوالجناح ملاعین کو ختم کر چکا تو لشکرِ عمر بن سعد نے ہجوم کیا۔ ذوالجناح نے صیحہ کیا اور ٹاپوں سے خاک اُڑاتا ہوا خیامِ اہلِ حرم کا رخ کیا۔ چنانچہ۔

صاحبِ ریاض لکھتے ہیں کہ جب ذوالجناح نے یہ دیکھا کہ لشکرِ عمر ابنِ سعد کا امامِ مظلوم پر ہجوم ہو رہا ہے اور ملاعین آپ کے قتل پر آمادہ ہیں بس ذوالجناح خیام کی طرف روانہ ہوا کہ خبر کرے۔ بروایت مناقب ذوالجناح کی یہ حالت تھی کہ خونِ امامِ مظلوم سے اس کے یال رنگین تھے، باگیں کٹی ہوئی تھیں، زین خالی تھا، رکابیں ڈھلی ہوئی تھیں۔ درِ خیمہ پر پہنچ کر اس نے صیحہ کیا۔ اہلِ حرم درِ خیمہ پر آئے خالی گھوڑا دیکھ کر واحسینا وامظلوما کی صدائیں بلند ہوئیں، ذوالجناح بھی زخمی تھا خون کے قطرے اس کے جسم سے ٹپک رہے تھے۔ سکینہؑ خاتون ذوالجناح کے قدموں سے لپٹی ہوئی کہہ رہی تھیں ذوالجناح میرے بابا کو کیا کیا۔ اُمِّ کلثومؑ کہہ رہی تھیں ذوالجناح جب تو گیا تھا تو تیرا راکب ''حسینؑ'' موجود تھے تو خالی واپس آیا ہے کیا حسینؑ مارے گئے کیا، اماں زہراؑ کا گھر اُجڑ گیا، کیا فاطمہ زہراؑ کا دودھ خون ہو کر بہہ گیا۔ ذوالجناح اس وقت صیحہ کر رہا تھا۔ سموں کو زمین پر مار رہا تھا اور سر سے اشارہ کر رہا تھا کہ حسینؑ میدان میں رہ گئے

میں بے سوار ہو گیا، اہلِ حرم سمجھ گئے کہ حسینؑ مظلوم پر کوئی تازہ بلا آئی ہے۔

الشیخ الدر مکی

فحین ابصرته النسوان مختضبا   خرجن کل امانی لذلیل ختبر

کل تقول فجعلنا بالذی فجعت   به البتول وما تتنا المقادیر

وعند ذلك زلزلن وولَوَلن ولطمن حدودهن ومزقن حبوبهن وبرزن خاسرات حافينات والوجوه كاشفات والروس مكشوفات والشعور منشورات والدموع منشورات والصدور مجذوشات والقلوب ملهوفات۔

یعنی کہ مخدرات حضرات اور امام حسینؑ کی دختران نے جب ذوالجناح کو اِس حالت میں دیکھا تو خیمے سے سب باہر نکل آئیں اور زلزلہ وولولہ پیدا ہو گیا۔ اہلِ حرم منھ پر طمانچے لگا رہے تھے، فریاد وآہ کا غُل تھا بیبیاں سر و پا برہنہ سینہ کوبی کر رہی تھیں، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وا اماما، واسیدا کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں درمیان میں ذوالجناح تھا اور اہلِ حرم حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ تمام مخدرات کہ جن کی تعداد چونسٹھ[۶۴] تھی ذوالجناح کے گرد جمع تھیں (یہ پہلا جلوسِ ذوالجناح تھا کہ جس کی رسم خود ذوالجناح نے ڈالی ہے اور اہلِ حرم ماتم کناں تھے) اور ذوالجناح بھی اہلِ حرم کے ساتھ گریہ کناں تھا۔ اگر اس حیوانِ باوفا کا تقابل شہدائے کربلا سے کیا جائے اور اس چیز سے قطعِ نظر کر لی جائے کہ یہ حیوانِ مطلق ہے مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ذوالجناح عارفِ امام حسین علیہ السلام تھا۔ عارفِ رسولِ خدا تھا کیونکہ آنحضرتؐ کائنات کی ہر شے پر رسولؐ ہیں ذوالجناح نے اشارہ کیا کہ میدان میں حسینؑ کو چھوڑ آیا ہوں۔ ثم يرجع الى المعركة بانزحل والضوضاء تبعته خواتين النساء وزمرة الاماء ولم يبق بالفسطاط غير الامام زين العابدين

فی حنین وانین ۔یعنی کہ ذوالجناح نے میدان کا رخ کیا اور تمام مخدرات واہلِ حرم ذوالجناح کے عقب میں چل رہے تھے سوائے سیدِ سجادؑ کے خیمے میں کوئی نہ تھا۔ جب یہ ماتم کناں قافلہ مقتل میں پہنچا عورتوں نے دیکھا کہ ظالم سر جدا کر رہا ہے اور سینۂ اقدس پر اپنا موزہ رکھے ہوئے ہے جب جنابِ زینبؑ نے دیکھا تو واحسیناہ کی صدا بلند کی۔ وہ ظالم شمرِ ملعون تھا کہ جس نے خنجر سے امام حسینؑ کو ذبح کیا۔

حضرت امامِ عصر علیہ السلام نے ''زیارتِ ناحیہ'' میں اپنے جدِّ نامدار سید الشہدا علیہ السلام کو مخاطب کر کے اس طرح مصائب بیان کئے ہیں۔

قد عجبت من صبرك ملائكة السموٰات فاحدقوابك من كل الجهات واثحتوك بالجراح وحالوا بينك وبين الرواح ولم يبق لك ناصر وانت محتسب صابر تذب عن نسوتك واوهدك حتى نكسوك عن جوارك فهويت الى الارض صريعا جريحا تطوك الخيول بجوا فرها وتعلوك الطغاة بتواترهما قدر شح الموت جيبتك واختلف بالانقباض والانبساط شمالك ويميتك قدير طرفا رجعلنا الى رحلك وبيتك وقد شغلت بنفسك عن ولدك واهاليك واسرع فرسك شار دا الى خيامك قاصدا مهمماً باكيا فلما راين النساء جوارك مخن يا ونطرن سرجك عليه ملوبا برزن من الحذور ناشرات الشعور على الخذو ولاطعات الوجود سافرات وبالعويل را عيات وبعد العزمذلّلات وابى مصرعك مبارزات والشمر لعنه جالس على صدرك (ماخوذ از زیارتِ ناحیۂ مقدسہ)

امام العصر علیہ السّلام نے ذوالجناح کے مقتل سے درِ خیام اہلِ بیتؑ پر پہنچنے کی وضاحت فرمائی ہے۔ پہلی مرتبہ ذوالجناح اس وقت درِ خیام پر آیا ہے کہ جب حضرت

امام حسین علیہ السلام زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں۔

ذوالجناح نے خبر دی اور اہلِ حرم کو اپنے ساتھ مقتل میں اس جگہ لے گیا کہ جہاں عالی مقام ریگِ گرم پر پڑے ہوئے تھے دوسری مرتبہ ذوالجناح درِخیام پر اس وقت آیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو چکے تھے۔ جب اہلِ حرم مقتل میں پہنچے ہیں تو نہ معلوم کس حالت میں امام حسینؑ کو دیکھا ہوگا۔

اربابِ بصیرت پر یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ جب فرزندِ فاطمہ زہراؑ گھوڑے پر جھک گئے اور زمین پر گرے تو **علی حدۃ الایمن یا علی حدۃ الاسیر یا علی شبیھۃ السجود** یعنی کہ یا دائیں بل یا بائیں بل یا سجدے کی صورت میں زمین پر گرے ہیں اس وقت ذوالجناح امام حسینؑ کے گرد گھوم رہا تھا اور دشمنوں کو نزدیک آنے سے روک رہا تھا۔

ابنِ طاؤس کہتے ہیں:-

فوقف یستریح ساعۃ وقد ضعف عن القتال فابینھما ھو واقف اذاتاہ حجر فوقع فی جھمۃ۔

یعنی کہ امامِ مظلوم قدرے سکون کے بعد کھڑے ہوئے لیکن بوجہ ضعف جنگ پر قادر نہ تھے۔ دشمنوں نے دیکھا کہ حسینؑ ابھی زندہ ہیں ایک ظالم نے آپ کو پتھر کا نشانہ بنایا جو آپ کی پیشانیِ مبارک پر لگا۔

خزانۂ آیاتِ الٰہیہ یعنی پیشانیِ مبارک کہ پر سجدۂ معبود کے نشان پر پتھر لگا اور رواقِ سر چاروں طرف سے شکستہ ہو گیا۔ خون جاری ہو گیا۔ خون پاک کرنا چاہا مگر پیشانی سے خون صاف نہ کر سکے کہ واحسرتا ایک تیرِ سہ شعبہ لشکرِ باطل کی طرف سے آیا اور وہ تیر امام حسینؑ کے سینۂ مبارک پر لگا اور دل سے گزرتا ہوا پشتِ مبارک سے نکل گیا۔ امام مظلوم نے اس وقت فرمایا **بسم اللّٰہ وباللّٰہ وفی سبیل اللّٰہ** ۔ تیرِ سہ شعبہ یعنی

تین پھال کا تیر یعنی کہ پیکان۔ پیکان اگرچہ تیر کو بھی کہتے ہیں اصل اس سے مراد برچھی، یہ بھی تین پھال کی ہوتی ہے جو تیر کے سرے پر لگی ہوتی ہے۔ اِس تیر کو نصل اور معلبہ کہتے ہیں۔ نصل سے نیزے کی پھال مراد ہے اور اگر پیکان بڑی اور چوڑی ہو تو اسے معبل کہتے ہیں اور فارسی زبان میں پیکان کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں ایک صورت مسحاۃ یعنی بیلچہ دوسری صورت میزاب ہے یعنی کہ پرنالۂ اسی کو ناوک کہتے ہیں اور ایک قسم سہ نیزہ یعنی تین نیزے اوپر سے الگ الگ اور بانس ایک ہوتا ہے اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک دو پھل والی دوسری تین پھل والی ہوتی ہے اے شیعۂ آلِ محمدؐ کہ جو تیر امام مظلوم کے سینہ پر لگا وہ پیکان تھا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ اس وقت امامِ مظلوم کی کیا حالت ہوگی۔

صاحبِ ''ریاض'' فرماتے ہیں کہ وہ تیر سینے کو توڑتا ہوا پشت کی طرف نکل آیا تھا۔ اہلِ خبر کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ اس تیر سے دل بھی زخمی ہوگیا تھا۔ زیارتِ امام حسینؑ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ السلام علی المقطوع الوتین۔ وتین دل کی ایک رگ کا نام ہے جو اس تیر سے قطع ہوگئی تھی اور آپ گھوڑے پر سواری کے قابل نہیں رہے تھے۔

شیخ جعفر شوستری امام حسینؑ کی اس حالت کو بیمار و ناتواں کی نماز پڑھنے کی صورت سے تشبیہ دیتے ہیں کہ امام عالی مقام نے اس وقت مثل بیماروں کے وضو فرمایا اور نماز بھی بیٹھ کر پڑھی۔ آپؑ کے وضو کرنے کے متعلق فرمایا ہے کہ وضو خونِ دل سے کیا۔ کیونکہ جب امامِؑ مظلوم نے تیرِ سہ شعبہ سینے سے کھینچا ہے تو خون جاری ہوا اور حضرت مشغول بہ وضو ہوئے۔

فوضع یده علی الجرح فلما امتلات بطخ بهاراسه ولحیه کہ آپ نے خونِ دل سے چلّو بھرا اور اپنے چہرۂ مبارک پر ملا۔ گویا وضو فرمایا اور بعدۂ نماز ادا کی۔ آپ نے نماز بیٹھ کر پڑھی بعدۂ سجدہ ادا کیا۔ دوسری رکعت بھی بیٹھ کر ادا کی۔

مرحوم سیّد فرماتے ہیں کہ **فجعل ینو و یکبو** ۔یعنی کہ اس سے مراد ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں رکوع و سجود ادا کیا اور پھر بعدِ نماز سجدۂ شکر ادا کیا لیکن امامِ مظلوم کا سجدۂ شکر کی حالت میں رکوع اس وقت یہ عالم تھا کہ **علی خدہ الایمن وگاھی علی خدہ الایسر** یعنی کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب رخسارِ مبارک خاک پر رکھتے تھے آپ اسی حالت میں تھے کہ شمرِ ولد الحرام آیا اور اُس نے خنجر بکف سینۂ اقدس پر موزہ سمتِ قدم رکھا اور سرِ امام حسینؑ جدا کیا۔ **الا لعنة اللّٰه علی القوم الظالمین۔**

(ریاض القدس جلد دوم صفحہ ۳۶۲ تا ۳۶۸)

لوط بن یحییٰ نے مقتلِ الحسینؑ معروف بہ مقتلِ ابی مخنف مطبع نجف اشرف صفحہ ۹۳ تا ۹۶ پر، محمد باقر ملبوبی نے کتاب الوقائع والحوادث جلدِ دوم مطبع علمیہ قم ص ۲۳۰ پر لکھا ہے:

''عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ جو لوگ واقعۂ کربلا میں موجود تھے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا ہنہناتا تھا اور میدان میں جتنے مقتولین پڑے تھے اُن کو یکے بعد دیگرے دیکھتا تھا یہاں تک کہ جسدِ اطہرِ امام حسینؑ پر جا پہنچا اور اپنی پیشانی حضرت کے خون میں مل کر رنگین کر لی۔ زمین پر ٹاپیں مارتا تھا اور اس زور سے ہنہناتا تھا کہ تمام میدان گونج اُٹھتا۔ یزیدی فوج گھوڑے کی ان باتوں پر حیران تھی۔ جب عمرِ سعد نے امام حسینؑ کے گھوڑے کو دیکھا تو اپنی فوج کو ڈانٹ کر کہا اسے میرے پاس پکڑ لاؤ۔ یہ رسولؐ اللہ کی سواری کے گھوڑوں میں سے تھا۔ حکم ملتے ہیں اشقیا اسے پکڑنے کے لیے سوار ہوئے، گھوڑے نے جب تلاش کرنے والوں کی چاپ سنی تو الف ہو کر اور دولتیاں چلا چلا کر اپنے آپ کو بچاتا تھا۔ بہت سے آدمیوں کو تو مار ڈالا اور بہت سے سواروں کو اُن کے گھوڑوں پر سے گرا دیا۔ جب کچھ بس نہ چلا تو عمرِ سعد نے آواز دی کہ اس کو چھوڑ دو دیکھیں تو سہی وہ آخر کرتا کیا ہے۔ جب گھوڑے کو ان گرفتار کرنے والوں سے امن ملا تو لاشۂ امام حسینؑ پر پہنچا اور اپنی پیشانی کو آپؑ کے

خون میں مس کرنے لگا۔ ہنہناتا جاتا تھا اور زنِ فرزند مردہ کی طرح رو رو کر آنسو بہاتا تھا۔ اس کے بعد خیمہ گاہ پر پہنچا۔ جب حضرت زینبؑ نے گھوڑے کی آواز سُنی تو حضرت سکینہؑ کے پاس تشریف لائیں اور ارشاد فرمایا کہ سکینہؑ تمہارے بابا پانی لے کر آئے ہیں۔ حضرت سکینہؑ بابا اور پانی کا ذکر سن کر خوش دوڑیں تو گھوڑا خالی اور زین بے سوار کے پایا۔ گھوڑے کی گردن کے بال خون میں غرق تھے اور زین ایک طرف جھکا ہوا تھا تو اپنے پردے کا کپڑا اپھاڑ کر بین کرنے لگیں ہائے شہید! ہائے بابا جان، ہائے حسینؑ، ہائے اُن کی مسافرت، ان کی دوری۔

سفر پر افسوس ہے ہائے ہائے اُن کی تکلیفوں کی زیادتی پر افسوس ہائے یہ حسینؑ اور جنگل میں ان کی چادر اور عمامہ اتار لیا جائے، ان کی انگوٹھی اور نعلین چھین لی جائے میں قربان جاؤں ان کا سر تو ایک زمین پر اور لاشہ دوسری زمین پر پڑا ہوا ہے، قربان جاؤں اس حسینؑ پر کہ جس کا سر شام کو ہدیۃً بھیجا جائے گا، میں فدا جاؤں اس ذات پر جس کے اہلِ حرم دشمنوں میں رہ جائیں، میں صدقے ہو جاؤں اس ذات پر جس کے لشکر کا پیر کے دن خاتمہ ہو گیا پھر آپ دھاڑیں مار کر رونے لگیں۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ اس کے بعد باقی اہلِ حرم باہر نکل آئے گھوڑے کو خالی اور بے سوار کے پایا تو رُخساروں پر طمانچے مارنے لگے، اور یہ بین کرنے لگے۔ ہائے محمدؐ! ہائے علیؑ! ہائے حسینؑ آج محمدؐ مصطفےٰ نے ہی رحلت فرمائی بس آج علیؑ مرتضیٰ نے شہادت پائی ہے آج فاطمۃ الزہراؑ نے اس دنیا سے رحلت کی۔ اہلِ بیتؑ گھوڑے کے ارد گرد جمع ہوئے تو وہ ایک طرف چلا گیا نالہ و فریاد کرتا تھا اور اس قدر زور سے اپنا سر زمین پر مارا کہ وہیں گر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ کربلا سے پوشیدہ ہو گیا اس کے بعد کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ عبداللہ بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ گھوڑا خیمے سے لوٹ کر فرات کی طرف چلا اور اپنے آپ کو اس میں گرا دیا نیز یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ یہ گھوڑا حضرت صاحب الزماںؑ کے ساتھ ظاہر

ہوگا۔ محمد باقر ملبوبی نے کتاب الوقائع والحوادث جلد سوم مطبع علمیہ قم ۲۳۵ پر لکھا ہے کہ یہ گھوڑا رسولِ اکرمؐ کی خاص سواریوں میں سے تھا۔

"علامہ ابواسحق اسفرائنی نے نور العین فی مشہد الحسین مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷ و ۴۸ پر امام حسینؑ کے گھوڑے کے متعلق یہ واقعات لکھے ہیں"۔

"پھر حضرت امام حسینؑ کا گھوڑا ہنہناتا ہوا اور مقتولین کے اوپر سے گزرتا ہوا حضرت امام حسینؑ کے جسدِ اطہر کے قریب آکر ٹھہر گیا اور آپ کے جسدِ اطہر کو بغیر سر کے پایا پھر لاشہ امام حسینؑ کے اردگرد پھرنا شروع کیا اور اپنی پیشانی کو حضرت امام حسینؑ کے خون میں رنگین کرنا شروع کیا۔ جب عمر بن سعد نے اُسے دیکھا اور اپنی فوج سے کہا کہ تمہارے لیے ہلاکت ہو۔ اس گھوڑے کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ، پس چند سوار اس کے پیچھے دوڑے وہ گھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اچھے گھوڑوں میں سے تھا اور صحیح یہ ہے کہ وہ گھوڑا میمون تھا جب میمون نے دیکھا کہ فوجِ مخالف کے سپاہی اسے پکڑنے کے لیے اُس کا تعاقب کر رہے ہیں تو اُس نے مدافعت کرنا شروع کی اور اپنے منہ اور سموں سے مارتا تھا یہاں تک کہ اُن لوگوں میں سے چھبیس ۲۶ سوار اور نو گھوڑے مار دیئے پھر عمر بن سعد چیخا اور کہا تمہارے لیے ہلاکت ہو اس کو رہنے دو تا کہ میں دیکھوں یہ کیا کرتا ہے۔ پھر وہ لوگ اس سے ہٹ گئے۔ جب گھوڑے نے دیکھا کہ لوگ اس کے تعاقب سے باز آ گئے ہیں تو اُسے اطمینان حاصل ہوا اور حضرت امام حسینؑ کے جسدِ اطہر کے پاس آیا اور اپنے منہ اور آنکھوں سے بوسے دیتا تھا اور ہنہناتا تھا یہاں تک کہ اُس کے ہنہنانے سے فضا بھر جاتی تھی پھر خیامِ اہلِ بیتؑ کی طرف روانہ ہوا۔ جب مخدّراتِ نبوت نے اس کی ہنہناہٹ سنی تو بی بی زینبِؑ عالیہ نے جنابِ سکینہؑ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ پانی آ گیا ہے ادھر چل کر پی لو پھر حضرت سکینہؑ خیام سے نکلیں تو گھوڑے کی زین کو خالی پایا اور گھوڑا ہنہناتا تھا اور حضرت امام حسینؑ کی

شہادت کی خبر دیتا تھا۔ پھر بی بی سکینہؑ نے رو کر کہا: ہائے شہید! ہائے مسافر! ہائے حسینؑ کہ آپ دشمنوں میں بغیر رِدا اور عمامہ پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا بدنِ اطہر زمینِ کربلا میں اس حالت میں پڑا ہے کہ سرِ اقدس کٹا ہوا ہے اور آج اس کے مال و اسباب اور مخدّرات پردہ دشمنوں میں موجود ہیں جن کو مصیبت کی آگ نے پناہ دی ہے۔ ہائے مسافر جس کو کسی سے اُمید نہیں ہے اے زخمی بابا! جس کے زخموں کا کوئی علاج نہیں ہے پھر جنابِ سکینہؑ نے میمون کی طرف منہ پھیرا تو دیکھا کہ گھوڑا رو رہا ہے اور ہنہنا رہا ہے تو معصومہ نے عربی زبان میں نوحہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اے میمون تم پر افسوس ہے واپس جا کر جلد پیغمبرِ خدا کے نواسے کی جو رشد و ہدایت کے نشان ہیں خبر لا۔

اے میمون تُو ہمیں بتا کہ تُو نے سبطِ پیغمبر کو کہاں چھوڑا اور وہ اس وقت کہاں ہیں جو کہ بہترین خطیب تھے۔ اے میمون تو نے امام حسینؑ کے ساتھ بے وفائی کی ہے اور نہ ہمارا کوئی کفالت کرنے والا ہے اور نہ ہمیں کوئی سہارا دینے والا ہے۔

اے میمون! تو حضرت امام حسینؑ کو چھوڑ کر ہمارے خیام کی طرف ہنہناتا ہوا آیا ہے۔

اے میمون! کیا تو حضرت امام حسینؑ کو شہید کرا کر آیا ہے اور انہیں دشمنوں کے درمیان خاک و خون میں غلطاں چھوڑ آیا ہے۔

اے میمون! تُو نے اپنے آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام پر فدا کیوں نہیں کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر حضرت امام حسینؑ پر نازل ہو چکی ہے۔

اے میمون! کیا تو نے دشمنوں کی دلی خواہش کو ہمارے آقا و سردار کے بارے پورا کر دیا اور کیا تو نے آنحضرتؑ کو دشمنوں کے سامنے پتھریلی زمین پر چھوڑ دیا؟

اے میمون تو واپس لوٹ جا، تو ہمارے ساتھ خطاب کو طویل نہ کر کیونکہ تو ہماری دوستی کی اُمید رکھ کر نہیں آیا ہے۔

افسوس میری مصیبت پر: اے میرے باپ میں آپ کے شہید ہونے سے یتیم ہوگئی اور عزت اور بزرگی کے بعد میں تکلیفوں میں پھنس گئی۔

اے میرے باپ میں آپ کے شہید ہو جانے کے بعد، اشقیا میں سے کسی کو ہم پر حملہ کرنے والے کو دور کرنے والا نہیں دیکھتی ہوں۔

اے میرے باپ! ہم کس کو اپنا حامی و ناصر سمجھیں کیونکہ آج کے دن میری اُمیدیں ختم ہوگئی ہیں۔

پس جنابِ سکینہؑ نے ابھی نوحے کے اشعار پورے نہیں کیے تھے کہ سب مخدّرات پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں پھر جنابِ فاطمہؑ بنتِ امام حسینؑ روئیں اور کہا ہائے میرے ابّا ہائے مسافر! آپ کے بعد آپ کے اہلِ بیتؑ اور سب مال واسباب کو لوٹ لیا گیا۔ عبداللہ بن قیس کہتا ہے کہ میں نے گھوڑے کو دیکھا جو مخدّرات سے ہو کر واپس لوٹا اور فوجِ اشقیا پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ کے جسدِ اطہر تک جا پہنچا پھر آپ کو الوداع کرنے لگا اور اپنی پیشانی کو آپ کے قدموں پر ملنے لگا اور ہنہناتا ہوا فرات کی طرف روانہ ہوا اور اس میں غائب ہوگیا اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہ ملی۔ روایت کی گئی ہے کہ جب امام مہدی علیہ السّلام ظہور فرمائیں گے تو یہ گھوڑا بھی ظاہر ہوگا اور امام مہدی علیہ السّلام اس پر سوار ہوں گے۔ (جامع التواریخ... جلد دوم)

ذوالجناح کا انجام؟ ذوالجناح اب تک زندہ ہے:

ذوالجناح کے انجام کے سلسلے میں تاریخ میں متضاد بیانات ملتے ہیں لیکن زیادہ تر مورخین کہتے ہیں کہ وہ اب تک زندہ ہے اور امام عصر علیہ السلام کے پاس ہے۔

''ذوالجناح کے بارے میں صاحبِ ''روضۃ الشہداء'' مُلّا واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ اہلِ بیتؑ کرام نوحہ کر رہے تھے اور ذوالجناح گردن جھکائے رو رہا تھا اور اپنے چہرے کو

امام زین العابدینؑ کے پاؤں پر مَل رہا تھا۔

ابوالموئید خوارزمی روایت کرتے ہیں کہ اس ذوالجناح نے تھوڑی دیر زمین پر سر مارا چیخ چیخ کے روتا تھا اور فریاد کرتا تھا۔ اور ابولمفاخر نے کہا ہے کہ "ذوالجناح صحرا کی طرف نکل گیا اور کسی شخص کو اس کا کوئی نشان نہ مل سکا"۔

(عزاداریٔ امام حسین از جواد نوری)

ذوالجناح نہرِ فرات میں روپوش ہو کر غائب ہوگیا تھا اور اَب ظہورِ امامِ عصرؑ کے وقت وہ بھی ظاہر ہوگا۔ (ناسخ التواریخ جلد ٦ ص ۳۰۸)

علّامہ صدرالدین قزوینی ریاض القدس جلد دوم میں لکھتے ہیں:-

صاحب کتاب الریاض فرماتے ہیں کہ ذوالجناح صیحہ کرتا ہوا زمین پر گرا اور اس نے اپنی جان دے دی، محمد ابن ابی طالب کتاب مناقب میں درج کرتے ہیں کہ **انہ رمی بنفسہٖ علی الارض وجعل یصھل ویضرب براسہٖ علی الارض عند الخیمۃ** روتے روتے وہ سر پٹک پٹک کر خیمہ کے سامنے ہی گر گیا۔ بروایت روضۃ الشہداء ابوالموید خوارزمی نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسینؑ ذوالجناح صحرا کی طرف چلا گیا اور کسی کو اس کا نشان نہیں ملا۔

دربندی لکھتے ہیں کہ ذوالجناح پر شہربانو دختر یزدجرد زوجۂ امام حسین علیہ السلام سوار ہوئیں اور ذوالجناح شہرِ رے (تہران) کی طرف چلا گیا۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے ابی مخنف نے عبداللہ بن قیس سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ذوالجناح نے لوگوں کو حضرت امام حسینؑ سے دور کیا۔ خیمہ اہلِ حرم پر پہنچا اور وہاں سے نہر فرات پر پہنچا اور داخل نہر ہوا اور نہ معلوم کہاں چلا گیا اِس کے بعد کی خبر نہیں۔ بعض لوگوں نے تحریر کیا ہے کہ ذوالجناح کربلا سے مدینہ منورہ میں مقابل مسجد نبویؐ لایا گیا اور خبر قتل امام حسینؑ آنحضرتؐ کو پہنچائی۔ اور اب ذوالجناح حضرت قائم آلِ محمد امام مہدی

علیہ السلام کی خدمت اقدس میں موجود ہے۔ (ریاض القدس، جلد دوم، ص ۴۰۹)

عمادزادہ اصفہانی لکھتے ہیں:-

''بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ذوالجناح نے بعدِ شہادتِ امام حسینؑ صحرا کا رُخ کر لیا اور پھر کسی نے اس گھوڑے کو نہیں دیکھا، بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اہلِ حرم کے خیام سے جب ذوالجناح واپس چلا ایک نقاب پوش شخص اِس پر سوار ہوا جو اہلِ بیتؑ کے دشمنوں پر نفرین کر رہا تھا وہ سوار اُسے لے کر چلا گیا، اس کے بعد کسی نے ذوالجناح کو نہیں دیکھا نہ ہی کسی نے سوار کو شناخت کیا''۔ (سیرتِ امام حسینؑ ص ۱۴۱)

ذوالجناح کا میدانِ حشر میں آنا:

علامہ سیّد محمد مہدی ''لواعج الاحزان'' جلد اوّل میں لکھتے ہیں:

انسان پر کیا منحصر ہے۔ قیامت کے دن خداوندِ عادل جانوروں کو بھی محشور کرے گا۔ اور جو اُن پر ظلم ہوا ہے خواہ انسان کی طرف سے یا کسی حیوان کی طرف سے۔ جیسے کسی حیوان شاخ دار نے حیوان بے شاخ کو مارا ہوگا تو اُس کا بھی انصاف کرے گا۔ اور اُن کو اس کا اجر دے گا۔ جیسا کہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ **"وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ"** اور اُس وقت کو یاد کرو کہ جب جانور بھی محشور کیے جائیں گے۔ جناب شہید ثالث مجالس المتقین میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی چڑیا کو بے وجہ مار ڈالے گا تو وہ چڑیا قیامت کے دن قائمہ عرش سے لپٹ جائے گی اور فریاد کرے گی کہ خداوند! میرے اور اس شخص کے درمیان انصاف فرما کہ اس نے ناحق مجھے ہلاک کیا تھا اور اُس دن خداوندِ عالم ملائکہ کو حکم دے گا کہ اُن گھوڑوں کو جو جہاد میں کفار کے ہاتھ سے زخمی ہوئے ہیں۔ لاؤ۔ پس عجب نہیں کہ پہلے وہ گھوڑے جو کربلا میں زخمی ہوئے اور پےّ گئے ہیں آئیں۔ اور اُن سب کے آگے آگے جناب امام حسینؑ کا گھوڑا ہو۔ کس صورت سے کہ باگیں کٹی ہوئی۔ زین ڈھلا ہوا، پیشانی خون سے رنگین۔ تلواروں سے سارا

بدن زخمی۔ سموں سے کنوتیوں تک تیروں سے چھنا ہوا۔ اُس کے پیچھے حضرت عباس کا گھوڑا اپے کیا ہوا اور اپنے سوار کے خون میں آلود۔ اُس کے بعد حضرت علی اکبرؑ کا گھوڑا سر سے پا تک زخمی۔ اُس کے بعد اور شہدا کے گھوڑے ہوں۔ جن کی زبانیں پیاس کی شدت سے باہر نکلی ہوں۔ یہ سب کے سب حاضر ہوں اور فریاد کریں۔ (اے دادرس۔ اے عادل ہمارے ان لوگوں کے درمیان جنہوں نے ناحق ہم بے زبانوں کو زخمی کیا فیصلہ فرما)۔ (لواعج الاحزان، جلد اوّل، ص ۳۴۴)

ذوالجناح روزِ قیامت شفاعت کرے گا:

علّامہ صدرالدین قزوینی ''ریاض القدس'' جلد دوم میں لکھتے ہیں:-

روز قیامت ذوالجناح محشور ہوگا۔ حالانکہ اور دوسرے حیوانات کا حشر سے تعلق نہیں ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو مقام شفاعت میں ذوالجناح شفاعت کرے گا۔ خدا اس کی شفاعت بحرمت امام حسینؑ قبول کرے گا اور اگر خدا قبول نہ کرے تو منزلت امام حسین علیہ السلام جو اللہ کے نزدیک ہے اہل محشر پر کس طرح ظاہر ہوگی ذوالجناح بھی تین دن بھوکا و پیاسا رہا ہے اِس کے علاوہ ذوالجناح عارفِ امام حسین علیہ السلام تھا۔ اور فنا فی الامام ہونا گویا فنا فی اللہ ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنا اعلیٰ درجہ کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ **والمقصر فی حقکم زاھق** ۔یعنی کہ تقصیر کرنے والے کے اعمال حسنہ باطل ہیں۔ (ریاض القدس، جلد دوم، ص ۳۶۱)

گھوڑا جنّت میں بھی ہوگا:

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ جنت میں گھوڑا بھی ہوگا کہ وہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تجھ کو گھوڑا پسند

ہے تو یاقوتِ سُرخ کا گھوڑا تجھے ملے گا کہ جنت میں جہاں تو چاہے تجھ کو لیے ہوئے اُڑتا پھرے گا‘‘۔(احیاء علوم الدین، امام غزالی (باب جنت) جلد چہارم صفحہ ۲ ۸۷)

ذوالجناح جنت میں بھی امام حسینؑ کی سواری میں ہوگا:

دو روز سے تھا راکب و رہوار کو فاقہ — حضرتؑ کو تھا غم گھوڑے کا گھوڑے کو غمِ آقا
روتے تھے وفاداری پہ اُس کی شہِؑ والا — شبیرؑ کا منھ دیکھ کے رو دیتا تھا گھوڑا
چمکار کے شاباش اسے فرماتے تھے حضرتؑ
کس پیار سے گردن سے لپٹ جاتے تھے حضرتؑ

فرماتے تھے گھوڑے سے بصد گریہ و زاری — کی بھوک میں اور پیاس میں تونے مری یاری
کل ہونگے نہ رخصت ہے بس اب تجھ سے ہماری — آج آخری یہ ہے ترے آقا کی سواری
خوش ہو تو کہ رتبہ ترے راکب کا بڑھے گا
سرتن سے جو اُترے گا تو نیزے پہ چڑھے گا

وہ کہتا تھا میں آپ کی مظلومی کے صدقے — غم یہ ہے کہ آپ آج جدا ہوتے ہیں مجھ سے
پر بھول نہ جانا مجھے تب شاہؑ یہ بولے — کیا مجھ کو وفادار سمجھتا نہیں گھوڑے
مر کر بھی نہ مجھ کو ترے بن چین پڑے گا
فردوس میں بھی تو ہی سواری مری دے گا

گھوڑے سے یہ کہتے تھے کہ پھر فوج نے گھیرا — منھ سیّد بے کس نے ہزاروں سے نہ پھیرا
پر ضعف سے آنکھوں تلے آتا تھا اندھیرا — دل کہتا تھا اب حال بہت غیر ہے میرا
اُس وقت بھی حیدرؑ کی طرح لڑتے تھے شبیرؑ
جو ٹوکتا تھا شیر سے جا پڑتے تھے شبیرؑ

(مراثی انیس جلد سوم صفحہ ۴۰۸)

ساتواں باب

شبیہ ذوالجناح کا جواز

ساتواں باب

۱۔ شبیہ ذوالجناح بنانا جائز ہے

۲۔ آغاز شبیہ ذوالجناح

۳۔ حالات و تیاری شبیہ ذوالجناح

۴۔ قرآن کی روشنی میں ذوالجناح قابلِ تعظیم ہے

۵۔ عرب گھوڑے کی حیثیت اور بنی ہاشم (رسولِ اکرمؐ کے وحی آموز ارشادات)

۶۔ شہسواری پر نصِّ نبوی

۷۔ ذوالجناح ہندوؤں کی کتابوں میں

۸۔ کلکتہ میں جلوسِ ذوالجناح

۹۔ اندور مالوہ میں جلوسِ ذوالجناح

۱۰۔ ذوالجناح کی خدمات اور آخری سواری میں عذر

۱۱۔ گھوڑے کا لقب جواد بھی ہے

شبیہ ذوالجناح کا جواز

عزاداری میں جو شبیہ ذوالجناح کے نام سے نکلتی ہے وہ صرف واقعۂ کربلا کی یادگار اور میدانِ جنگ میں، جس کی پشت پر جہاد ہو چکا ہے اس اسپ باوفا کی شبیہہ نہیں ہے بلکہ حیاتِ اولیٰ ان گھوڑوں کے دورِ نبویؐ کی خدمات ہیں۔ جس طرح آلِ محمدؑ کی مقدس حیات پر قلم اُٹھانے میں کوئی بابِ زندگی ایسا نظر نہیں آتا جس کو دشمن کی ترجمانی نے مسخ کرنے کی کوشش نہ کی ہو، کوئی فضیلت ایسی نہیں جس کو اِدھر سے اُدھر نہ پہنچایا گیا ہو، کوئی کارنامہ اور کردار نہیں جس کو دوسروں کے سر نہ تھوپا گیا ہو اسی طرح پیغمبرؐ کی سواریوں کے ذیل میں بھی غضب کا حسد، قیامت کا کینہ، زیادہ سے مخالفت موجود ہے۔ ہم اگر تعمیر چاہتے ہیں تو تعمیر ممکن نہیں جب تک تخریب نہ ہو ورنہ بیان انفرادی ہو کر رہ جائے گا ممکن نہیں کہ اس گردوغبار کو صاف کئے بغیر شاہدِ معنی کا جلوہ ہو۔ حضرت ختمی مرتبت نے عزیز ترین راہوار دُلدُل حضرتِ علیؑ کو دیا (منتخب اللغات شاہجہانی از رشید الدین مدنی صفحہ ۱۷۴ چھاپ نولکشور و جامع اللغات مفتی غلام سرور اردو صفحہ ۱۶۲ طبع اوّل نولکشور و کریم اللغات مولوی کریم الدین طبع ہفت دہم صفحہ ۸۶ طبع نولکشور ۱۹۳۳ء) فضیلت مرکز پر آگئی تھی مگر یارانِ طریقت پر بار ہوا۔ حق میں باطل کی آمیزش شروع ہوئی۔ انعام اور بخششیں ازلی طمع میں راوی گویا ہوئے اور کہا کہ دُلدُل کی تو آنکھ خراب تھی اور (احول) بھینگا تھا (خزائن الاصول طبع اصفہان صفحہ ۲۸۰، ۱۲۹۵ھ) غیروں کی صدائیں تھیں جو ہماری کتب تک پہنچیں اور مؤلفین کا کوئی شکوہ نہیں وہ اصول بتا چکے جو

خلافِ عقل ہے اور خلافِ قرآن اور متضاد ہو اس کو نظر انداز کرو۔ اس صدا کو مدارج النبوت میں اور زیادہ آراستہ پیراستہ کیا۔ دُلدُل اندھا تھا، اس پر دوسرے لوگ بھی سوار ہوئے، یہ بازار میں بعدِ رسولؐ فروخت ہوا۔ (جلد دوم صفحہ ۶۰۲ طبع نولکشور تقطیعِ کلاں) یہ خس و خاشاک بحار الانوار ایسی مایہ ناز کتاب تک بہتا ہوا آیا اور اس کے باقی رہ جانے سے علامہ مجلسی علیہ الرحمہ پر الزام نہیں اور ان مکروہ آوازوں کا صرف یہ جواب ہے کہ جنگِ جمل میں حضرت علیؑ کے زیرِ ران دلدل ہی تھا (ملاحظہ ہو غرر الخصائص فاضل وطواط صفحہ ۲۰۶ طبع مصر ۱۳۱۸ھ بحار الانوار و مناقبِ آلِ ابی طالب)

اگر دُلدُل کی نظر کمزور ہوتی یا وہ اندھا ہوتا یا فروخت ہوکر دوسرے کے قبضے میں جاچکا ہوتا تو پھر ان تاریخی حقائق کے کیا معنی ہیں۔ کربلا میں پیغمبر کے جو گھوڑے موجود تھے ان میں زیرِ تحریر مقالہ دُلدل اور ذوالجناح پر بحث ہو رہی ہے۔ تعصب کی آندھیاں اس قدر تیز ہوئیں کہ معتبر مصادر میں واقعۂ کربلا کے ذوالجناح کا نام ہی نہ تھا اور نہ رسولؐ کے گھوڑوں کی جہاں تفصیل ہے کتبِ سیرت میں وہاں فہرست میں ذوالجناح کا ذکر ہے۔ فخر الدین بن طریح نجفی نے رسولؐ کے گھوڑوں کے ذیل میں ذوالجناح کا نام لیا۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ میر انیسؔ کے وقت سے ذاخر، جاوید، رشید وغیرہ نے سواری کی ثنا میں کیا کچھ نہیں کہا۔ کیا وہ سب مبالغہ تھا۔ واجد علی شاہ آخری تاجدارِ اودھ کا ایک قول مجھے یہ نظر آیا کہ عمرِ طبعی اسپ کی ۳۲ سال ہے اور اس سے زیادہ گھوڑا زندہ نہیں رہتا۔ (اقتباس الانوار صفحہ ۳۱۶) عہدِ رسولؐ اور واقعۂ کربلا میں نصف صدی کا فاصلہ تھا لٰہذا واقعۂ کربلا میں رسولؐ کے جو گھوڑے موجود تھے ان کا سن پچاس برس سے زیادہ تھا اور اس عمر کا گھوڑا سواری کے قابل نہیں رہتا۔ اس بحث کو ختم کرتے ہوئے میں فریقین کی دو معتبر کتابوں کا اقتباس پیش کر کے جواب عرض کرتا ہوں۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں **کان رسول اللّٰہ صلعم اذارکب دابة لاتوث لاتبول**

دھو (راکب کشف الغمہ عن جمیع الامہ ج ۲ صفحہ ۱۴۵ طبع مصر) حضورؐ جس سواری پر رونق افروز ہوتے تھے وہ جب تک آپ کے زیرِ ران رہتی نہ اسے پیشاب آتا اور نہ وہ لید کرتی۔ یہ تھا طہارتِ رسالت کا عالم اور علامہ بن شہر آشوب مازندرانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں **کان دابة (کبها) النبی بقیت علی سنها لاینهرم قط** جس چوپایے پر رسولؐ سوار ہوتے تھے اس کا شباب باقی رہتا تھا اور اس پر آثارِ ضعف اور پیری طاری نہیں ہوتے (مناقب جلد ا صفحہ ۹۷ طبعِ بمبئیٰ ونفحات الریاحین صفحہ ۵۶ طبع لدھیانہ) واقعہ کربلا میں دُلدُل ہو یا ذوالجناح کوئی کمزور نہ تھا اور اس کے صبارفتار ہونے میں کم از کم مسلمان کو عذر نہیں۔ ہر گھوڑا عالمِ شباب میں تھا۔ ہمارا ذوالجناح رسولِ عربی کی طرف منسوب ہے اور دُلدُل ان کے دوسرے گھوڑے کی تصویر ہے۔ عقیدت سے لبریز دل ثنا کئے بغیر نہیں رہتا اور رسولؐ کی سواریوں کا استعمال باعتبارِ وراثت ہے اس لئے شاعر اس واقعے کو پردۂ خفا میں رکھنے پر تیار نہیں ہے۔ تین مصرعوں کو پیش کر کے قلم روکتا ہوں۔ سعدیؔ

چہارم علی شاہِ دُلدل سوار، خدا بحقّ نبی فاطمہ، کہ بقول ایماں کنی خاتمہ۔

"بوستان" صفحہ ۶ مطبع مرتضوی قدیم (حوالہ)

شبیہ ذوالجناح بنانا جائز ہے:

اب ہم اس موضوع پر بات کرتے ہیں کہ ذوالجناح کی شبیہ کیوں نکالی جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے اور اس کی ضرورت کیوں ہے؟ ذوالجناح کی شبیہ ایک یاد ہے بہت سی باتوں کی اور اس کا تعلق ہے خاص ذات جناب محمد مصطفیٰؐ رسولؐ خدا سے کہ ذوالجناح کی آمد، اس کی پرورش و تربیت اور اس کا امام حسینؑ کے زیرِ تصرف آنے کا حال بیان ہو چکا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذوالجناح کسی خاص مقصد کے لیے خلق ہوا تھا اس کی آمد رسولؐ پاک تک بھی کسی خاص مقصد کی نشاندہی کرتی ہے وہ خاص مقصد تھا یوم

عاشور میں امام مظلومؑ کا ساتھ نبھانا۔اس جاندار کو یہ خاص شرف حاصل ہوا کہ رسولؐ اللہ نے اس پر نہ صرف سواری فرمائی بلکہ اس کو پسند بھی فرمایا۔اس پر حضرت علیؑ نے بھی سواری فرمائی اس نے امام حسنؑ کا دور بھی دیکھا اور اس کے بعد اس کو امام حسینؑ کی سواری بننے کا شرف بھی حاصل ہوا۔امام حسینؑ اور جناب رسولؐ اللہ دراصل ایک جان دو قالب ہیں کیونکہ ارشاد رسولؐ ہے کہ ''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں'' اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ رسولؐ اللہ کو دو طرح سے شہادت حاصل ہوئی اول شہادت سری امام حسنؑ کی طرف سے اور شہادت جہری امام حسینؑ کی طرف سے۔کربلا میں ذوالجناح نے جو ساتھ حضرت امام حسینؑ کا نبھایا وہ دراصل رسولؐ اللہ کا ساتھ تھا۔ اس لیے اگر ذوالجناح کی شبیہ نکالی جاتی ہے تو یہ اظہار ہوتا ہے امام مظلومؑ سے یکجہتی کا جو کہ دراصل رسولؐ اللہ سے یکجہتی کا اظہار ہے اس لیے شبیہ ذوالجناح یاد کو قائم رکھتی ہے نہ صرف مظلومیت امام حسینؑ بلکہ یہ اقرار بھی ہے عظمت رسالت کا کہ ان کے جانشین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ گھر بار لٹا کر بھی اللہ کے دین کو بچا لیتے ہیں اس کے علاوہ اصول زندگی اور روح عبادت بھی ہے کہ اچھے عمل کی یاد کو قائم رکھا جاتا ہے تاکہ آنے والے دور میں اس اچھے عمل کی افادیت، یاد کم ہوجانے سے ختم نہ ہوجائے۔جیسے کہ کعبہ شبیہ ہے بیت معمور کی اور صفاء ومروہ میں جو سعی کی جاتی ہے وہ یاد کو قائم رکھتی ہے حضرت حاجرہؑ کی اس کوشش کی یاد کو جو کہ انہوں نے اپنے بچے کی جان بچانے کے لیے کی۔ذوالجناح کی شبیہ یاد دلاتی ہے امام حسینؑ کی اس کوشش کی جو کہ آپ نے اللہ کے دین کو بچانے میں کی۔اس سے یہ بات بھی عیاں ہوجاتی ہے کہ ضرورت شبیہ نکالنے کی کیوں ہے کیونکہ مندرجہ بالا نکات کے علاوہ ذوالجناح کی شبیہ علامت ہے جدوجہد حسینی کی اور شبیہ یاد دلاتی ہے کہ میری خالی زین کا سوار کون تھا اور اس کا مشن کیا تھا اس طرح سے شبیہ کو ایسی علامت کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے جو حق پرستی کا اظہار ہے ایک ایسے

مظلوم کی جس نے طاغوتی طاقتوں کے آگے جھکنے سے انکار کیا ہے اور جس کا کوئی مونس ومددگار نہ ہوتا۔ یہ شبیہ علامت ہے تین روز کے بھوکے پیاسوں کی طاقت وجرات کی جو افواج قاہرہ اور لامحدود رسد کے حامل حریص اور بزدلوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے مقصد پر قربان ہو گئے یہ شبیہ علامت ہے ایسے سخی کی جو اپنے اثاثے راہِ حق میں قربان کرتے ہوئے مسکراتا رہا۔ یہ شبیہ ذوالجناح علامت ہے ایسے عاشق صادق کی جو اپنے محبوب یعنی رب کی رضا کی راہ میں سنگ میل کے نشان کبھی نوجوان کے ٹکڑوں میں تقسیم شدہ بدن سے قائم کرتا رہا کبھی بتیس برس کے کڑیل دلاور کے قلم شانوں سے اور کبھی چھ ماہ کے معصوم علی اصغرؑ کے چھیدے ہوئے حلقوم سے قائم کرتا رہا۔ یہ شبیہ علامت ہے محمد مصطفیٰؐ کے اُجڑے ہوئے گلشن کی کہ جس کے اُجڑنے سے اسلام کے خزاں رسیدہ باغ میں بہار آ گئی۔ یہ شبیہ علامت ہے وحی ورسالت کا انکار کرنے والے ملعون کے چہرہ پر اس طمانچے کی جو محافظ اسلام ورسالت کا سر نیزے پر بلند ہونے پر انسانیت نے رسید کیا۔ اس طمانچے کی گونج قیامت تک اس شبیہ ذوالجناح کے ہمراہ ماتم کی آوازوں سے سنائی دیتی رہے گی۔

آغاز شبیہ ذوالجناح:

ذوالجناح کی شبیہ نکالنے کا آغاز کب اور کہاں ہوا؟ یہ بہت طویل موضوع ہے اور اس کی تفصیلات بیان کرنے کے لیے ایسی بہت سی کتابوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ حاصل تحقیقات یہ ہے کہ ذوالجناح کی شبیہ نکالنے کا آغاز برِصغیر ہندوپاک کے علاقوں میں ہوا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان علاقوں میں تو اسلام کئی صدیوں کے بعد پھیلا اگر آغاز ہوتا تو عرب علاقوں سے پہلے کیوں نہ ہوا اس سلسلے میں عرض ہے کہ عرب قوم میں مذہبی اور معاشرتی طور پر یہ رواج ہے کہ جس کا سوگ منانا ہوتا ہے یا کسی کی یادِ غم منانی ہوتی ہے اس کے گھر یا اس کے اقرباء کے پاس جا کر یہ رسم سرانجام دیتے

ہیں۔عرب دنیا کے اہم شہر بہت عرصے تک مکۂ مکرّمہ، مدینۂ منوّرہ، نجف اشرف، کربلائے معلٰی، بغداد اور دمشق رہے ہیں ان تمام جگہوں پر اہلِ بیتؑ کے مزارات موجود ہیں اس لیے عرب دستور کے مطابق عوام ان مزارات کو جن کو عرف عام میں حرم کہہ کر پکارا جاتا ہے وہاں چلے جاتے ہیں اوران روضوں کی حدود میں مجالس عزا منعقد کرتے اور صفِ ماتم قائم کرتے اس طرح سے ان کے اس نظریے کو استحکام حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے دستور کے مطابق پرسہ داری سرانجام دے رہے ہیں عرب علاقوں کے باہر ایران میں مشہد مقدس اور قم میں بھی اہلِ بیتؑ کے حرم موجود تھے اور عوام وہاں بھی مذکورہ طریقے سے حاضری دیتے ہیں برصغیر پاک و ہند میں جب اسلام پھیلا تو یہاں بھی مجالس عزا کا سلسلہ قائم ہوگیا عوام میں اہلِ بیتؑ کی عقیدت کی بناء پر مخصوص مقام ان کے غم کی مجالس کے لیے مختص کئے گئے جہاں پر باقاعدگی سے مجالس عزا اور ماتم داری کا سلسلہ قائم ہوتا گیا۔عقیدت کی بناء پر یا روحانی القا سے شبیہ حرم بنانے کا سلسلہ شروع ہوا جس کو تعزیہ کا نام دیا گیا۔اس طرح سے مصائب اہلِ بیتؑ میں جس غیر انسانی کردار کا ذکر سب سے زیادہ ہوا ہے وہ ذوالجناح کا کردار ہے۔ذوالجناح کی شبیہ کا سلسلہ بھی اس قدر قدیم ہے جتنا قدیم مجالس عزا کا سلسلہ ہے یہ بات ثابت ہے کہ روحانی اثرات کو شبیہ ذوالجناح کے منظر عام پر لانے میں بہت اہم گردانا جاسکتا ہے عام روایات کے مطابق جو دستیاب ہوئی ہیں کہ اکثر لوگوں کو بذریعہ بشارت اس شبیہ کو نکالنے کے احکامات ملے۔اس کی وجہ بظاہر یہ نظر آتی ہے کہ یہ کوئی رازِ قدرت ہے کہ بشارت کے ذریعے اس امر کے بجالانے کا حکم موصول ہوا۔

برصغیر میں ذوالجناح کی شبیہ نکالنے کا ثبوت تقریباً ہر علاقے سے بیک وقت دستیاب ہے۔مگر غالب خیال یہ ہے کہ لاہور میں اس سلسلہ کا سب سے پہلے آغاز ہوا کیونکہ ۶۱ ھ کے ہولناک دور کے بعد خاندان نبوت کے افراد دنیا بھر میں پھیل گئے تھے

جہاں جہاں یہ افراد گئے وہاں وہاں اسلام بھی متعارف ہوتا چلا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ سلسلہ عزاداری بھی قائم ہوتا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس شہر میں بڑے معروف عزادار مثلاً گامے شاہ اور مائی عیداں جیسے لوگ پیدا ہوئے۔ لاہور میں عزاداری کا سلسلہ باقی علاقے سے جلد شروع ہو گیا اس کے بعد یہ سلسلہ ریاست اودھ اور دکن کے علاوہ بنگال اور بہار تک پھیل گیا دکن کے علاقے میں تو باقاعدہ شیعہ ریاستیں قائم ہو گئیں جن میں عزاداری کو سرکاری سرپرستی حاصل رہی۔ بنگال اور بہار کے علاقوں میں بھی عزاداری کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ لکھنؤ اور دہلی کے علاوہ ان دونوں شہروں کے درمیان اور اردگرد کے شہروں میں عزاداری کو قابل ذکر طور پر قائم کیا گیا ان تمام علاقوں اور شہروں میں عزاداری کے بارے میں راقم کی تحقیق تکمیل کے مراحل میں ہے انشاءاللہ اس میں عزاداری کے بارے میں مکمل تفصیلات درج ہوں گی۔

بہرحال یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ مجالس، ماتم اور عزاداری کے تمام سلسلے ہندوستان میں بہت جلد قائم ہو گئے اور ان کی وجہ سے لاکھوں افراد اسلام قبول کرنے لگے۔ جب امیر تیمور نے برصغیر پر چڑھائی کی تو اس وقت یہاں عزاداری پوری طرح قائم ہو چکی تھی مگر بطور بادشاہ امیر تیمور کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اس نے باقاعدہ طور پر شبیہ تعزیہ و ذوالجناح کو برآمد کروایا۔ اس کے بعد مغل دورِ حکومت میں عزاداری تمام ہندوستان میں پوری طرح قائم ہو چکی تھی۔

حالات و تیاری شبیہ ذوالجناح:

ذوالجناح کو منسوبیت حاصل ہے امام حسینؑ سے مگر شبیہ بھی کیا اصل ذوالجناح کی مانند ہوتی ہے یہ اہم سوال ہے جو حالات سے ناواقف اکثر کرتے ہیں، ذوالجناح کی شبیہ کے لیے خاص گھوڑے کو مختص کیا جاتا ہے عموماً انتہائی نوعمر اور اعلیٰ النسل گھوڑے کے بچے کو حاصل کیا جاتا ہے پھر اس کو خاص ماحول میں اعلیٰ خوراک کے ساتھ پروان

چڑھایا جاتا ہے اکثر اوقات امام بارگاہوں سے ملحقہ خاص کمرے تعمیر کئے جاتے ہیں جہاں ذوالجناح کو رکھا جاتا ہے بعض مقامات پر صاحبان ثروت شبیہ ذوالجناح کی پرورش کے لیے الگ مکان تعمیر کرواتے ہیں مگر جہاں بھی شبیہ ذوالجناح کا قیام ہوتا ہے وہاں اس کے ساتھ ایک خادم بھی ضرور ہوتا ہے اس خادم کے ذمے ذوالجناح کی دیکھ بھال ہوتی ہے اس کے علاوہ خادم وقت پر خوراک اور صفائی کا کام بھی سرانجام دیتا ہے نیز خادم عام دنوں میں شبیہ ذوالجناح کو سیر کے لیے لے کر جاتا ہے اور ایام عزا میں شبیہ کو برآمد کروانے کے لیے تیار کرتا ہے۔

شبیہ ذوالجناح کو جب بھی سیر کے لیے یا برآمدگی کے لیے اس کے مقام سے لے کر جاتے ہیں تو اسے چادر ڈال کر لے جاتے ہیں اس چادر کا رنگ بیشتر طور پر سیاہ ہوتا ہے جب شبیہ ذوالجناح کو برآمد کرنا ہوتا ہے تو برآمد کرنے کے لیے ایک جگہ کو مخصوص کر لیا جاتا ہے اس مخصوص جگہ سے ملحق شبیہ ذوالجناح کو نیم گرم پانی اور عرق گلاب سے غسل کروایا جاتا ہے اس کے بعد شبیہ ذوالجناح پر سفید رنگ کی چادر ڈالی جاتی ہے جس پر خون کی علامت کے طور پر سرخ رنگ کے چھینٹے پڑے ہوتے ہیں پھر سینہ بند اور راسیں وغیرہ درست کی جاتی ہیں اور زین کس دی جاتی ہے بعد ازاں آرائش کی چیزیں لگائی جاتی ہیں ان میں قیمتی نیم قیمتی پتھر اور جواہر ٹنکے ہوتے ہیں لگام، زین اور رکابیں تو چمڑے کی بنی ہوتی ہیں مگر ان پر بھی اور دیگر چمڑے کی چیزوں پر بھی سونے یا چاندی کے پھول وغیرہ جڑے ہوتے ہیں۔ بعض مقامات پر زین کے نیچے قیمتی کپڑے کی پاکھر ڈالی گئی ہوتی ہے اور اس کے نیچے چادر ہوتی ہے جس کو عرف عام میں تنگ کہتے ہیں یہ چادر یا تنگ عام کپڑے کی ہوتی ہے۔ شبیہ ذوالجناح کی ایک طرف تلوار اور ڈھال آویزاں کی جاتی ہے بعض علاقوں میں کمان اور ترکش بھی آویزاں کیے جاتے ہیں شبیہ ذوالجناح کی گردن میں سونے یا چاندی سے بنی ہوئی ایک زرہ پہنائی جاتی ہے

اس کو گردنا کہا جاتا ہے اس کے اوپر بعض مقامات پر کپڑے کے دو پٹے باندھ دئے
جاتے ہیں اس کی وجہ آگے بیان ہوگی زین پر ایک علامتی عمامہ رکھ دیا جاتا ہے اس
عمامہ کا کپڑا بہت اعلیٰ اور قیمتی ہوتا ہے اس پر ایک کلغی بھی نصب ہوتی ہے جس میں
جواہر آویزاں ہوتے ہیں زین کے عقب میں دم تک نو کیلے طلائی یا نقرئی لٹوں کی دو
رویہ قطار ہوتی ہے اس قطار کے دونوں طرف پُٹھوں پر رانوں سے شروع تک گردنے
والی زرہ کی طرح کی جھالر ہوتی ہے بعض مقامات پر شبیہ ذوالجناح کے پاؤں میں
فولادی کڑے بھی ڈالے جاتے ہیں۔ آرائش کے اس سامان میں گردن اور پُٹھوں کی
زرہ والی جھالر قدیم جنگی آلات سے گھوڑے کو محفوظ رکھنے کا کام دیتی تھی جب کہ پشت
پر لگے لٹو قدیم زمانے میں اس لیے لگائے جاتے تھے کہ دوران معرکہ آرائی دشمن کا کوئی
سپاہی اچھل کر گھوڑ سوار کی پشت پر نہ سوار ہو جائے اور سوار کو نقصان پہنچائے، گردن اور
پشت کے پٹھوں کی جھالر کے علاوہ جو آرائشی سامان ہوتا ہے یہ عام طور پر طلائی ہوتا ہے
جبکہ بعض جگہ یہ نقرئی بھی ہوتا ہے چند مقامات پر دیگر دھاتوں سے بنا ہوا سامان بھی
استعمال کیا جاتا ہے مگر اس پر بھی طلائی یا نقرئی ملمع کیا گیا ہوتا ہے اس تمام تیاری کے
بعد شبیہ ذوالجناح کے برآمد ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے جب شبیہ برآمد کی جاتی ہے تو
اس کے بعد اس پر انتہائی قیمتی اور اعلیٰ چھتری تان دی جاتی ہے۔

جو گھوڑا شبیہ ذوالجناح کے لیے مختص کر لیا جاتا ہے اس پر تاحیات کوئی فرد سواری
نہیں کر سکتا۔ اس کو مختص ہونے کے بعد وقف کہہ کر پکارا جاتا ہے اکثر وقف شبیہ
ذوالجناح کو اہم تنظیمیں خرید کر وقف کرتی ہیں اور ان کے اخراجات برداشت کرتی ہیں
مگر بہت سے صاحب ثروت ذاتی طور پر بھی یہ سب کچھ کرتے ہیں اس کے علاوہ بہت
سے ایسے افراد جن کی کوئی منت پوری ہوئی ہوتی ہے وہ بھی معیاری گھوڑے کو خرید کر
کسی تنظیم کے حوالے کر دیتے ہیں جہاں اس کو شبیہ ذوالجناح کے لیے وقف کر لیا جاتا

ہے۔شبیہ ذوالجناح کو بہت اعلیٰ اور معیاری خوراک فراہم کی جاتی ہے گھاس دانہ وغیرہ کے علاوہ مرغوب چیز دودھ میں بھیگی ہوئی چنے کی دال کے علاوہ میٹھا بھی وافر مقدار میں کھلایا جاتا ہے۔

شبیہ ذوالجناح کی تمام تر دیکھ بھال اور سجاوٹ وآرائش اس طرز پر کی جاتی ہے کہ جیسے وہ کسی اعلیٰ حکمران یا سردار کی سواری ہو اگر یہ سب کیا جاتا ہے تو یہ غلط نہیں ہے کیونکہ شبیہ ذوالجناح منسوب ہے امام حسینؑ سے جو کہ بقول رسولؐ اللہ سردار ہیں جنت کے جوانوں کے اس طرح یہ نظریہ پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے کہ امام حسینؑ کے زمانے میں بھی ان کی راہوار کی دیکھ بھال اور سجاوٹ اسی طریقے سے ہوتی ہوگی۔ ذوالجناح کی آرائش کے لیے جو بھی سامان استعمال ہوتا ہے اس کا معیار اعلیٰ ہوتا ہے مثال کے طور پر ہر زمانے میں قیمتی ترین کپڑا استعمال کیا جاتا ہے اکثر اس معیار کے کپڑے کو استعمال کرنے کی ہمت بہت سے امراء میں بھی نہیں ہوتی۔ چرمی اشیاء کو پاک واعلیٰ درجے کے چمڑے سے ماہر کاریگروں سے پاکیزہ ماحول میں تیار کروایا جاتا ہے۔ دھاتی سامان جو کہ زیادہ تر طلائی ونقرئی ہوتا ہے اس میں معروف سناروں سے جواہر کا جڑاؤ کروایا جاتا ہے یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ اگر کسی مقام پر تازہ سلسلہ عزاداری قائم کیا جاتا ہے تو بظاہر مالی وسائل آسانی سے دستیاب نہ ہونے کے شبیہ ذوالجناح کے سامان کے لیے وسائل کے اسباب از غیب فراہم ہو جاتے ہیں۔ اِس کے علاوہ صاحب ثروت افراد بھی اپنی حُب داری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔(رسالہ ذوالجناح اے ذوالجناح)

قرآن کی روشنی میں ذوالجناح قابلِ تعظیم ہے:

مولانا علی نقی لکھنوی لکھتے ہیں:۔

جب حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کو قربان کرنے کے لیے میدان منیٰ میں لے

ہے۔ بکرے، دنبے اور گائے ذبح کی جاتی ہیں۔ کس کی یادگار ہے۔ آپ کہیں گے اسماعیلؑ کی۔ وہ تو بچ گئے تھے۔ ذبح تو دنبہ ہوا تھا۔ پھر کیا اُس دنبے کی یادگار منائی جاتی ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام پر قربان ہوا تھا جانور تھا۔ لیکن چونکہ اس کی نسبت ایک پیغمبرؑ کی طرف ہوگئی۔ اس لیے وہ قابل تعظیم ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

یَـا ایُّهَـا الـذّیْـنَ آمـنـوا ولا تـحـلُوّا شَعْـائرَاللّٰهِ ولا شهرالاحرام ولاالهُدیٰ ولا القلامك۔ (پ۶۔المائدہ)

اے صاحبان ایمان خدا کی نشانیوں کی بے توقیری نہ کرو نہ حرمت والے مہینے کی نہ پٹے والے جانور کی (جو نذرِ خدا کے لیے نشان دے کر منیٰ میں لے جاتے ہیں)

قربانی کا جانور قابل تعظیم ہے پھر امام حسین علیہ السلام کا وہ گھوڑا جس نے انتہائی مصیبتوں میں امامؑ کا آخری وقت تک ساتھ دیا۔ وہ امام عالی مقام کے ساتھ اُن کے بہتر ساتھیوں کو لینے کے لیے گیا۔ گھوڑا بے زبان تھا نہیں تو اپنی زبان سے کہتا مجھ پر سب سے کڑا وقت وہ تھا جب بے زبان علی اصغرؑ نے میری پشت پر دم توڑا۔ حسینؑ اسی گھوڑے پر لاشیں اُٹھاتے رہے۔ لاش ہاتھ سے اُٹھا کر زین فرس پر بیٹھ جاتے۔ ظہر تک امامؑ کے جسم میں طاقت تھی۔ لیکن جناب قاسمؑ کی شہادت کے وقت کمزوری کی علامات ظاہر ہوگئیں۔ گھوڑے نہ صرف جنگ میں بلکہ پیاس میں بھی امامؑ کا ساتھ دیا۔ فنون جنگ سے تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ گھوڑا سپاہی کا پورا مددگار ہوتا ہے اور یہ تو نہ صرف عرب کا گھوڑا تھا بلکہ اہلِ بیتؑ کا چھانٹا ہوا فرس تھا۔ فرس، فراست سے نکلا ہے۔ یہاں کوئی عرب کا گھوڑا آ جاتا ہے تو وہ اور گھوڑوں سے ممتاز ہوتا ہے۔

غرض جب امام حسین علیہ السلام بہت کمزور ہو گئے تو گھوڑے نے آخری خدمت انجام دی۔ پاؤں سمیٹ کر بیٹھ گیا کہ تا کہ زین اور زمین کا فاصلہ کم ہو جائے۔ پھر دشمنوں کا حلقہ توڑتا ہوا باہر نکلا تا کہ ہنہنا کر کسی کو امامؑ کی مدد کے لیے بلائے۔ لیکن جب

سب دشمن دکھائی دیئے تو اُس نے کسی کو امام کی مدد کے لیے نہ کہا۔ آخراب خیمہ کی جانب آیا اور درِ خیمہ پر پہنچ کر ہنہنایا۔ جب امامؑ خیمہ میں آتے تھے جو جناب سکینہؑ دروازے پر آجاتی تھیں۔ گھوڑے کی آواز سن کر جناب سکینہؑ سمجھیں کہ بابا آئے ہیں۔ اب جو درِ خیمہ پر جا کر دیکھا تو گھوڑے کی پشت خالی نظر آئی۔ باگیں کٹی ہوئی خون میں بھرا ہوا عمامہ نظر آیا۔

کل تک عاشور سے قبل یہ خیمہ آباد تھا۔ اکبرؑ، عباسؑ، عونؑ و محمدؑ، قاسمؑ، علی اصغرؑ، امام حسینؑ سب موجود تھے۔ اصغرؑ کا جھولا آباد تھا لیکن آج خیمہ کی جگہ راکھ کا ڈھیر ہے۔ خیمہ میں بیٹھنے والے کچھ گنج شہیداں میں تھے اور کچھ خیمہ میں بیٹھنے والیاں خیمہ سے باہر آسمان کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں۔

اب تک جناب عباسؑ حفاظت کرتے رہے تھے۔ آج جناب زینبؑ ایک ٹوٹا ہوا نیزہ ہاتھ میں لیے پہرہ دے رہی تھیں۔

اچانک اس تاریکی میں کسی سوار کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ آپ آگے بڑھیں۔ سوار جب قریب آیا تو آواز دی کہ اے سوار اس وقت ہمارے بچے تھک کر غنودگی کے عالم میں ریت پر بیٹھے ہیں۔ اگر تجھے لوٹنا ہے تو صبح آ کر لوٹ لینا۔ لیکن سوار بڑھتا ہی رہا۔ بار بار کہنے کے باوجود جب نہ رُکا تو حیدرِ کرار کی بیٹی کو غیظ آگیا اور آگے بڑھ کر لگام فرس پر ہاتھ ڈال دیا اور کہنے لگیں کہ میں بار بار منع کر رہی ہوں تو باز نہیں آتا۔ یہ سننا تھا کہ سوار رُکا۔ اور اپنی نقاب اُلٹ کر آواز دی زینبؑ میں تمہارا باپ ہوں۔ تم جاؤ میں پہرہ دوں گا۔

جناب زینبؑ نے جو دیکھا بابا آئے ہیں۔ فریاد کی کہ بابا اب آپ آئے ہیں جب گھر لٹ گیا، بابا بھائی شہید ہو گیا۔ اکبرؑ کے سینے پر برچھی لگی۔ عباسؑ کے بازو کٹ گئے۔ علی اصغرؑ کا گلا چھید دیا گیا۔ بابا خیمے میں آگ لگا دی۔ بابا اب خاک اُڑ رہی

ہے۔ (المنتظر لاہور، فروری ۱۹۷۷ء ص، ۴۶ تا ۴۸)

عرب گھوڑے کی حیثیت اور بنی ہاشم

رسولِ اکرمؐ کے وحی آموز ارشادات

چوپایہ جانوروں میں گھوڑا سب سے زیادہ خوبصورت، تیز رو اور وفادار ہوتا ہے۔ علم الحیوان کے ماہر کہتے ہیں کہ گھوڑے میں انسان سے ملتے جلتے خصائل پائے جاتے ہیں اور حضرتِ اسماعیل نبی سے پہلے پشتِ اسپ پر کوئی انسان نہیں بیٹھا۔ صحرا کے دوسرے وحشی جانوروں کی طرح گھوڑا ابھی جنگل میں نظر آتا تھا۔ ناواقف انسان اس کی خوبیوں سے واقف ہونے نہیں پایا تھا کہ سرزمینِ بطحا میں کعبے کی بنیاد استوار ہوئی اور گھوڑے پر اسماعیل پہلی دفعہ سوار ہوئے اور رفتہ رفتہ دوسرے شہروں اور ممالک میں بھی یہ عام رواج ہوا اور عرب میں یہ عقیدہ پھیلا کہ جس گھر میں گھوڑا ہو وہاں شیطان نہیں آتا۔ (حیات الحیوان دمیری جلد۲ صفحہ ۲۰۹ طبع مصر)

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ حدیث ہے **الخیر معقود بنو اصی الخیل** اچھائی وابستہ ہے گھوڑوں کی پیشانی سے۔ عرب میں اچھی نسل کے گھوڑے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور کئی کئی پشت تک ان کی نسل کے نام زبانوں پر آتے ہیں اور نجابت انسان کی طرح گھوڑوں میں ہنر خیال کی جاتی رہی ہے۔ عرب اپنے عزیزوں کی طرح گھوڑے کو بھی سمجھتے ہیں اور کبھی اس کو تازیانہ نہیں لگاتے صرف اپنی آواز اور لگام سے کام لیتے ہیں۔ عرب کے بچے گھوڑوں کے ساتھ کھیلتے ہیں اور ممکن نہیں ہے گھوڑا لات مار دے۔ گھوڑے پر ہمارے علما اور ادبا نے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ وصف الخیل ملّا محسن کاشانی علیہ الرحمہ کا شاہکار، جس میں گھوڑوں کی پہچان اور وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جن میں راہوار کے فضائل ہیں

(۲)فرس نامہ علامہ شیخ علی حزین (۳) تشریح الفرس مؤلفہ راجہ راجیسور راؤ۔ (۴)فرس نامۂ رنگین از سعادت علی خان رنگین دہلوی (۵) زینت الخیل یہ کتاب ۱۸۵۷ء میں طبع ہوئی۔ حضرت سرورِ کائنات صلعم کی ایک دوسری حدیث ہے۔ **ارکبوا الخیل فانہا میراث ابیکم اسماعیل** (مدارج النبوت جلد۲ صفحہ۶۰۱ طبع نولکشور)۔گھوڑوں پر بیٹھو اس لئے کہ یہ ورثہ ہے تمہارے مورثِ اعلیٰ کا۔گھوڑے میں یہ بھی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے سوار کو پہچانتا ہے (عجائب المخلوقات قزوینی صفحہ۱۹۱ برحاشیہ حیات الحیوان (دمیری) حضرت رسولِ خدا نے میدانِ نبرد میں لڑنے والے گھوڑوں کی قدر کی ہے چنانچہ جنگِ خیبر میں پیدل لڑنے والوں کے برخلاف سواروں کو فی نفر تین حصے مالِ غنیمت میں دیئے جاتے تھے چنانچہ ابنِ سعد محدث کا بیان ہے۔ **عن مکحول ان رسول اللّٰہ انہم یوم خیبر اللفارس ثلاثہ اسہمان نفرسۂ وسہم الہ** (طبقاتِ ابنِ سعد جلد۲ صفحہ۱۱۴ صحیح سنن داؤد جلد۱ ص ۲۹ طبع مصر) دو حصے گھوڑے کے حق کے اور ایک سوار کا۔راہوار کی صحت وتندرستی یا تنومندی سے فوج کی رونق ہے اور رحمت اللعالمینؐ یہ نہیں چاہتے تھے کہ غازی لاغر گھوڑوں پر جنگ کریں۔قرآن مجید میں سورۂ والعادیات پرشکوہ نوید ہے مجاہدینِ راہِ خدا کے فضل وشرف پر جس کی مثال انسانی کردار میں تلاش کرنے پر بھی نہیں ملتی اور ذوقِ سلیم فیصلہ کرتا ہے کہ جب گھوڑوں کی تعریف قدرت کی زبان سے ہو رہی ہے تو سوار کس قدر معزز ہوں گے۔نظرِ قدرت میں یہ ثنا وصفت مسلمانوں کے لئے ایک نثری قصیدہ ہے جو قاریِ قرآن کے لئے سامعہ نواز ہے اور اس قسمیہ کلام پر صبحِ قیامت تک کوئی خطِ تنسیخ نہیں کھینچ سکتا۔محمد رسولؐ اللہ آخری نبی،قرآن آخری کتاب جس کے بعد نہ نبوت ہے نہ الہامی کلام۔جنابِ ختمی مرتبت کی دوربین نظرِ اقدس نے اپنے مابعد کے جملہ ادوار کو وحی آموز باتوں میں سامنے رکھا اور زبانِ حق ترجمان کو جب جنبش دی

قیامت کے اختلافات کو طے کر دیا۔ اموی طبقے کا مشہور مفسر علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں ایک حدیث نذرِ قرطاس کرتا ہے جس کے نشر میں مجھے فخر محسوس ہوتا ہے اور وحی آموز ملفوظات مخالفینِ عزاداری کے پول کھولتے ہیں۔ آپؐ کا ارشاد ہے **من لم یعرف حرمته فرس الغازی فضیه شبه من النفاق**، جو مردِ نبرد آزما گھوڑے کی عظمت نہ پہچانے اس کے مزاج میں نفاق کا شبہ ہوتا ہے۔

(جامع الاحکام القرآن جلد ہشتم صفحہ ۵۵ طبع مصر)

عربی نژاد رسولؐ کی صدا عرب کو طے کرتی ہوئی بحر ہند سے گزری اور بڑی دور کے مسلمانوں نے مجاہدین راہِ خدا کے گھوڑوں کے نام اپنی اولاد کے ناموں میں سمو دیئے اور ایسے باپ بھی تھے جنھوں نے فرطِ عقیدت میں اپنی اولادِ نرینہ کے نام میں محمد و علی کے ساتھ ذوالجناح کی مناسبت سے جناح کا اضافہ کیا۔ شمس العلما خواجہ حسن نظامی دہلوی نے قائدِ اعظم محمد علی جناح کے نامِ نامی کو ذوالجناح کے لقب سے مشتق بتایا ہے اور یہ ان کے معزز ماں باپ کا یمن و برکت کے لئے پُرخلوص اقدام تھا۔ وہ کہتے ہیں اس نونہال نے بڑے ہو کر حضرت امام مظلوم کی قربانی سے سبق لیا بلکہ قوم کو ان کی پیروی کی تلقین کی (منادی دہلی ۱۹۳۹ء) قرآن مجید میں حضرت سلیمان کی اسپ دوستی کا ذکر ہے اور تفسیر میں ہے کہ انھوں نے ہزار گھوڑے اپنے والد جناب داؤدؑ کے ورثے سے پائے تھے (حیات الحیوان دمیری جلد۲) اس وقت کوئی کہنے والا نہ تھا لانورث ولانرث ہر بیٹا اپنے باپ کی میراث سلف سے پا رہا ہے۔ حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے ذیل میں غیر ذمے دار مسلمین کے قلم سے ان کی عصمت پر جو حملہ ہوا ہے وہ صفحاتِ تفسیرِ قصص الانبیا میں موجود ہے۔ اس ذکر کو چھیڑ کر میں تلخی پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ حاصلِ کلام ہے کہ اسماعیل کے زمانے سے شہسواری کی ابتدا ہوئی۔ سلیمان نے فروغ دیا۔ فرعون کو ذوالاوتاد کا لقب جو حاصل ہوا ہے اور قرآن شریف میں اس کا جو

ذکر ہے اس کا راز یہ بھی تھا کہ فرعون کے اصطبل میں گھوڑے باندھنے کی میخیں سونے اور چاندی کی تھیں (حاشیہ قرآن مترجم بدو ترجمہ صفحہ ۶۳۹ شاہ رفیع الدین واشرف علی چاپ دہلی)

شہسواری پر نصِ نبوی:

ذیل میں ایک اور حدیث نقل کرنے کے قابل ہے جو مشہور سیرت نگار عبید اللہ امرتسری نے ابو حاتم المتوفی ۳۲۷ھ اور حافظ محمد احمد بن محمد عاصمی کے حوالے سے سوانحِ عمری حضرت امیر المومنین علیہ السلام باب چہارم موسوم بہ عروۃ الوثقیٰ خصائص المرتضیٰ میں انس بن مالک سے روایت ہے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے، ہم خلقت کی پیدائش سے پہلے عرش کی داہنی طرف خدا کی تسبیح کرتے تھے جب خدائے تعالیٰ نے آدم کو بہشت میں سکونت کا حق دیا تو ہم ان کے صلب میں موجود تھے اور جب حضرتِ نوحؑ کشتی میں سوار ہوئے تو ہم اس وقت بھی ان کی پشت میں رہے۔ جب حضرتِ ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو ہم ان کے صلب میں تھے اسی طرح ہم کو پروردگار ایک پشت سے دوسری پشت میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ ہم صلبِ عبدالمطلبؑ میں آ کر دو حصوں میں تقسیم ہوئے۔ مجھے عبداللہ کے صلب میں اور علیؑ کو ابو طالب کے صلب میں منتقل کیا۔ **جعل فی النبوۃ والرسالت وجعل فی علی الفروسیت والفصاحۃ** مجھ کو نبوت اور رسالت سے اور علی کو شہسواری اور فصاحت سے ممتاز کیا (ارجح المطالب ص ۵۳۰ طبع قدیم نول کشور۔ لاہور) اس روایت میں فصاحت و شہسواری کو نبوت و رسالت کے توازن سے اہمیت دی ہے اور پس منظر فضیلت کا ممکن ہے یہ ہو کہ کارِ رسالت اور مقصدِ تبلیغ حضرت علی کے فصیح و بلیغ خطبات سے جیسا ادا ہوا وہ کسی اور ذریعے سے نہیں ہو سکتا تھا اور جہاد جو اسلام کا اہم ترین فریضہ ہے وہ بدر سے حنین تک پشتِ فرس پر ہی انجام پایا۔ یہ بیان شہسواری کے ثبوت پر مشتمل ہے۔ زین الفتیٰ عاصمی کا خطی نسخہ مکتبہ مجد علام ممتاز العلماء لکھنؤ (بھارت) میں موجود

ہے۔ اس کتاب کا مسلمانوں میں علمی وقار اپنی جگہ ایک مستقل باب ہے جو بخوفِ طوالت ترک کیا جاتا ہے۔

عدی بن حاتم کی دوسری روایت مظہر ہے کہ پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ کے سوا دوسرے شہسوارانِ عرب کی اس کمال میں نفی بھی کی ہے۔ یہ واقعہ بھی فاضل امرتسری کے اصل لفظوں میں ملاحظہ ہو۔ یہ شخص سرکارِ رسالت میں باریاب ہوا تو کہنے لگا۔ یارسولؐ اللہ ہم لوگوں میں ایک بڑا شاعر اور ایک بڑا شہسوار گزرا ہے۔ اشعر النّاس امراؤالقیس تھا اور سخی ترین مردم حاتم اور بڑا شہسوار عمر بن معدی کرب ہے۔ آپؐ نے فرمایا جیسا تو کہتا ہے ویسا نہیں ہے اشعر النّاس نساءِ عرب عمرو کی بیٹی ہے اور سخی النّاس محمد رسولؐ اللہ واما افرس النّاس فعلی بن ابی طالب

(الکواکب المضیہ فی فضائل العلویہ باب سوم ارجح المطالب صفحہ ۲۰۹)

گھوڑے پر بیٹھنا تو ایک فن ہے جو اکتساب سے حاصل ہو سکتا ہے مگر یہ فضیلت کہ رکاب میں قدم رکھتے ہی یا زین تک پہنچتے پہنچتے قرآن ختم ہوا، اعجاز ہے اور حضرت علیؑ کی بشریت سے بلند منزل اور اس بات کا ثبوت ہے کہ صاحبِ معراج کا وصی ایسا با اقتدار ہو کہ رکاب میں قدم رکھتے ہی تلاوتِ قرآن ختم ہو، حسبِ ذیل بلند پایہ اسلامی کتابوں میں یہ حقیقت موجود ہے (شواہد النبوت ملا عبدالرحمٰن جامی ص ۱۹۸) (۲) شرح شفا ملا علی قاری جلد ا صفحہ ۳۲۹ (۳) اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ جلد ۴ ص ۳۴۷)

ذوالجناح ہندوؤں کی کتابوں میں:

اے ذوالجناح سبطِ پیمبرؐ کے راہوار
انصار میں حسینؑ کے تیرا بھی ہے شمار

عبداللہ بن قیس کی روایت ہے کہ جب امامِ مظلوم کی سواری کا گھوڑا درِ خیمہ سے خبرِ شہادت دے کر پلٹا تو لوگ اس کے قریب نہ جا سکے اور بھاگے، کوئی قادر نہ تھا کہ قریب

جائے۔ وہ اس جماعتِ کفار پر حملہ کرتا ہوا فرات تک آیا اور پانی میں پوشیدہ ہو گیا اور آج تک کسی کو اس کی خبر نہیں۔ ظہورِ قائمِ آلِ محمدؐ پر ظاہر ہو گا۔

(مجالسِ واعظین آقا اسمٰعیل یزدی اردکانی طبعِ ایران ۱۳۲۰ھ فارسی)

یہ خصوصیات تھیں جس کے تحت میں واقعۂ کربلا کے ظاہر ہونے سے پہلے انبیا کی بزم میں ذکر ہوا اور شہادتِ عظمٰی کے بعد ہر عزاخانے میں اس کی شبیہ ہے تو اگر اقوامِ عالم میں ہندو صاحبان کی مقدس کتابوں میں ذکر ہو تو تعجب نہیں۔

مرحوم غیاث الدین صاحب مدیر معارفِ اسلام لاہور شہیدِ نینوا نمبر جلد ۱۳ شمارہ نمبر ۱، ۲ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ میں لکھتے ہیں راقم الحروف کے زیرِ مطالعہ اہلِ ہنود کی کتب کے چند بیانات تھے پڑھتے پڑھتے یجرو وید کی مندرجہ عبارت پر آنکھیں رک گئیں جو کہ یقیناً قارئینِ معارف اسلام اور اہلِ تحقیق کے لئے ہیں۔

نمے سبھا بھیم سبھا پتی بھیشچ و نمو نمو دشو بھیر (شو پتی بھیشچ نمونے۔ (۲۴ غ)

ترجمہ: مجلسوں اور مجلسوں کے مالکوں کو بار بار نمسکار ہے۔ گھوڑوں اور گھوڑوں والوں کو بھی بار بار سجدہ ہو۔ ترجمہ از شری یت پنڈت آتما جی۔ بحوالہ یجرو ویداد ھاے ۱۶ منتر ۲۴ کتاب ویدارتھ پرکاش حصۂ اول ص ۶۱۷ مطبوعہ ۱۹۳۵ء ساٹی برقی پریس ہال بازار امرتسر۔

فاضل مضمون نگار نے لکھا ہے کہ ہندو تہذیب یہ ہے کہ وہ جسے قابلِ عزت سمجھتے اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں اور سر جھکاتے ہیں لہٰذا اس جگہ سجدہ یا نمسکار سے مجلسوں میں گھوڑے کی عزت و تکریم برقرار رہے (معارفِ اسلام از صفحہ ۶۵ و ۶۶ خلاصہ)

کلکتہ میں جلوسِ ذوالجناح:

میں ۱۳۶۸ کا عشرہ ہوا۔ عام راستوں سے جلوس ۱۰ محرم کو گزرتا ہوا آگے بڑھا تو مسلم اور غیر مسلم عورتیں اور مرد ذوالجناح کے آگے گھڑوں میں پانی لا کر زمین پر بہاتے

اور آبِ جاری ظاہر کرتا کہ ہم وہ ہیں جو اپنے مہمان کو پیاسا نہیں رکھتے۔ بے زبان جانور کے لئے بھی پانی حاضر ہے اور یہ تعلیم بھی اسی پیشوائے اعظم کا اسوۂ حسنہ ہے جس نے حُرِ نامدار کے لشکر کو مع راکب و مرکب سیراب کیا۔

اندور مالوہ میں جلوسِ ذوالجناح:

اندور مالوہ (مدھیہ پردیش) میں عصر کے وقت کربلا سے بڑے گھوڑے کا نکلنا اور زائروں کا اژدہام، اس مجسمے کے بارے میں وہاں کی روایات ایک منظرِ غم اور پُردرد حکایت ہے۔ اسپِ چوبین فارسی کی کہاوت میں پایا جاتا ہے اور اپنی آنکھ سے دیکھا شیعی نظریے کے لحاظ سے قابلِ اعتراض سہی مگر مسلم حلقوں میں کسی نے صدائے اختلاف بلند نہ کی۔ نہ کہیں فساد ہوا۔ وہ ہندو جو گائے کی پوجا کرتے ہیں کبھی جلوسِ عزا میں اس نے بھی تصادم نہیں کیا۔

ذوالجناح کی خدمات اور آخری سواری میں عذر:

مجاہدینِ راہِ خدا کے لئے ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ جس گھوڑے پر وہ شہید ہوئے اسی پر محشور ہوں گے اور حدیث ہے: **خیول الغزاۃ خیولھم فی الجنۃ** جنگ کرنے والے سوار سپاہی اُنھیں گھوڑوں پر بہشت کی ابدی قیام گاہ میں پہنچیں گے اور وہاں بھی ان کی خاص سواری یہی ہوگی۔ (معالم زلفےا ص ۲۸۰) ذوالجناح کے لئے مستقبل کا شرف اس کے افتخار میں کافی تھا اور یہ وہ لافانی عزت ہے جس کی تفصیل براقِ نبویؐ کی سیرت سے پائی جاتی ہے۔ علامہ مجلسی شبِ معراج کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں **وفی روایت اُخریٰ انّ البراق لم یکن بسکن لرکوب رسول اللّٰہ الّا بعد شرطہ ان یکون من رکوبہ یوم القیامہ** روایت ہے کہ براقِ اس شرط کے بعد رسولؐ اللہ کی سواری میں آیا کہ روز قیامت حضورؐ براق ہی پر

سوار ہوں جانوروں کے اس نفسیاتی فعل کے بعد اب ہمیں قدر ہوتی ہے امام مظلوم کے راہوار کی رخصتِ آخر کے بعد جب امام پشتِ زین پر آئے تو گھوڑا قدم نہیں اٹھا رہا تھا جب تک صادق الاقرار سے کہلوا نہیں لیا کہ حشر کے میدان میں وہ جناب اسی سواری پر تشریف لائیں (وسیلۃ النجات فارسی باب ششم) ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ براق کو بھی یہ آرزو تھی کہ وہ اوّلین و آخرین اور فرشتگانِ مقربین کے بے پناہ مجمعے میں اسی پر سوار گزریں اور ذوالجناح بھی یہی چاہتا ہے کہ حشر کے میدان میں اہلِ محشر کو کربلا کا منظر دکھائے اور اس کی وفا تا ابد فراموش نہ ہو۔ یہ ایک مستقل بحث ہے کہ گھوڑے کے سوار پر کیا حقوق ہیں۔ رسولِ خدا کا ارشاد ہے کہ مسافر جب منزل پر پہنچے تو سواری کے جانور کے آب و دانے کا انتظام کرے ویبدء علفها قبل نفسك۔ خود کھانا نہ کھاؤ راہوار کے سامنے گھاس پہلے ڈالو (مکارم الاخلاق طبرسی)۔ نانا کے فرمان کے مطابق جب چار ہزار سواروں کو جو فرات پر راہ روکے تھے شکست دے کر گھاٹ تک پہنچے تو گھوڑے سے کہا انت عطشان وانا عطشان واللّٰہ ذقت الماء حتی تشرب۔ تو بھی پیاسا اور میں بھی تشنہ لب ہوں خدا کی قسم میں پانی نہ پیوں گا جب تک تو سیراب نہ ہو۔ راہوار سوار کا حکم سمجھا اور پانی سے سر اٹھا لیا اور بتایا کہ جب تک آپ نہ پئیں گے میں سیراب نہ ہوں گا (ناسخ التواریخ ص ۴۶۲ طبع بمبئی) گھوڑے کی وفا کا تقاضا تھا کہ وہ مالک کے سیراب ہونے سے پہلے سیراب نہ ہو۔ حضرت عباس کے راہوار کا بھی پانی نہ پینا یقینی ہے۔ اگر نوحؑ کا اپنے سفینے میں جگہ پانے کے لئے جانوروں سے کلام صحیح تھا، اگر یعقوب نے اطرافِ کنعان کے بھیڑیوں سے بات کی، گھوڑے سے کہا آخری سلاح مرا در فلاں جزیرہ برسان ان جزیرہ کہ جدم رسولؐ اللہ نشان دادہ۔ اب میرے آلاتِ حرب وہاں پہنچا دینا جس کا میرے جد نے حکم دیا تھا۔ جب امام شہید ہو چکے تو راہوار نے اپنی غم آگیں آواز سے خبر دینے کے لئے خیمے کا رخ

کیا۔ اُدھر عمر بن سعد نے حکم دیا کہ رسولؐ کے اسپ کو گرفتار کر کے میرے سامنے لاؤ۔ فوجِ یزید بڑھی اور اسپِ مجروح نے اپنے سموں اور دانتوں سے سواروں کو زمین پر گرایا اور بروایت صاحبِ عالم چالیس اشخاص کو قتل کیا۔ عمرِ سعد نے کہا چھوڑ دو اور دیکھو کیا ہوتا ہے۔

گھوڑے کا لقب جواد بھی ہے:

اِذْ عُرِضَ عَلَيهِ بِالعِشيِ الصّافِنات الجِيَادُ (سورہ ص آیت ۳۱)

''جواد'' ہر دوڑنے والے گھوڑے کو کہتے ہیں ''جیاد'' اس کی جمع ہے۔ ''جیاد'' جواد کی جمع ہے اور یہ اُس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو تیز رفتار ہو اور بعض کے نزدیک ''جیّد'' کی جمع ہے۔

عرب میں تیز رو گھوڑے کو اس کی حالت رفتار میں جواد کہتے ہیں چنانچہ شاہزادہ علی اکبرؑ جب رخصت ہو کر میدان کی طرف گئے تو ان کے راہوار کی روانگی پر مقاتل میں ہے کلّما سرع الجواد سرع الحسینیؑ فرزند کا گھوڑا جتنا تیز ہوتا جاتا امام پیادہ پا دوڑتے ہوئے چلے۔ اس لفظ کا استعمال ذوالجناح کے لئے میر انیسؔ نے اس طرح پیش کیا ہے:-

خوش خو تھا ، خانہ زاد تھا ، دُلدُل نژاد تھا
شبیرؑ بھی سخی تھے فرس بھی جواد تھا

گھوڑے کی تعریف میں ان کا یہ مصرعہ فراموش نہ ہوگا۔ بہر حال گھوڑا دشمنوں کو روندتا ہوا درِ خیمہ پر پہنچا اور بلند آواز سے سنائی سنائی فلما رائین النساء جوارك زین ڈھلا ہوا، باگیں کٹی ہوئی۔ خیمے سے بیبیاں نکل آئیں، نوحہ وشیون کرنے لگیں۔ کوئی خاتون گردنِ اسپ میں بانہیں ڈالے ہوئے، کوئی عنانِ فرس سے لپٹی ہوئی، بچے سموں سے۔

محمود طریحی نے ذوالجناح کے درِخیمہ پر آنے میں حضرت زینب کے نوحے کے ۶۷ اشعار جو نقل کیے ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے۔ مظلوم (بھائی) کا سینہ زخموں سے چور ہے اور بہن بھائی کو اس حال میں دیکھ کر اپنے قلب وجگر میں جلن محسوس کرتی ہیں اور حالتِ اضطرار میں وہ اجتماعِ مصائب سے منہ پیٹ رہی ہیں اور تنگیِ دل سے زنِ پسرِ مُردہ کی طرح ہیں۔

پکارے۔ اے زینبؑ اُٹھو اور میرے سفرِ آخرت سے پہلے رخصت ہولو۔ میں تم کو پرہیزگاری کی وصیّت کرتا ہوں محمدؐ کے گھرانے کا میں ہوں جو بہترین کنبہ ہے تم کو اب سجّاد کی پیروی کرنا ہے وہ مرکزِ قرآن اور علمِ کثیر رکھتے ہیں۔ جنابِ زینبؑ نے جب مقتل میں بھائی کو زخموں سے چور دیکھا اور گھوڑے لاش کو پائمال کر رہے تھے اپنے تیئں گھوڑے کے سموں میں ڈال کر اپنی جان کو خطرے میں لئے ہوئے تھیں اور یہ بین کرتی تھیں بھیّا قیدیوں کا اب کون سرپرست ہے اور یتیموں کا کون خبر گیر"۔ بہن نے بھائی کی نعش پر اپنے تیئں گرایا اور خونِ برادر اپنے ہاتھوں سے رخسار پر ملا اور اپنی ماں کو پکاریں۔ (دیکھو الغدیر جلد ششم ص ۱۲)

آٹھواں باب

شاعری میں ذوالجناح کا تذکرہ

آٹھواں باب

۱۔ کلامِ میر انیسؔ میں ذوالجناح

۲۔ ذوالجناح سے غالبؔ کی عقیدت

۳۔ میر مونسؔ کے مرثیوں میں ذوالجناح کی تعریف

۴۔ میرزا عشقؔ

۵۔ علّامہ سیّد ضمیر اختر نقوی

۶۔ نوحے در حال ذوالجناح

☆ متینؔ دہلوی ☆ عصمتؔ لکھنوی ☆ مہ جبینؔ بیگم

☆ کوثرؔ ☆ فرمانؔ حسن ☆ عترتؔ ہلوری

☆ قیصرؔ ☆ زمانؔ اکبرآبادی ☆ اوسطؔ اکبرآبادی

☆ نجمؔ آفندی ☆ محسنؔ اعظم گڑھی ☆ سیّد فداؔ بخاری

☆ ڈاکٹر ماجدؔ رضا عابدی

۷۔ رباعیات در وصفِ ذوالجناح

☆ سیّد حیدر حسن ناظمؔ شکارپوری

کلامِ میر انیسؔ میں ذوالجناح

گھوڑے کے لیے شاید ہی کوئی عربی یا فارسی کا ایسا لفظ ہو، جسے انیسؔ نے کسی نہ کسی طرح اپنے مرثیوں میں صرف نہ کیا ہو۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ گھوڑے کے لیے اُنھوں نے کوئی ہندی لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ اِس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ہندوستان میں گھوڑے کی صرف ایک ہی قسم پائی جاتی تھی جسے ''گوٹ'' کہتے تھے۔ یہ گھوڑا ٹھنگنا اور قد و قامت میں عربی نسل کے گھوڑوں کے مقابلے میں بہت پست اور کمزور ہوتا تھا۔ (گھوڑوں کی نئی نسلیں مغلوں نے تیار کرائیں۔ عہد جہانگیری میں یہ کام ترقی کی معراج پر پہنچ گیا تھا)۔ اِس لیے انیس نے اُسے قابل توجہ نہ سمجھا۔ اسپ اور فرس تو خیر عام الفاظ ہیں، اُنھوں نے گھوڑوں کی حسبِ ذیل اقسام کا ذکر کیا ہے جن سے صرف ماہرینِ فن ہی واقف ہو سکتے ہیں:

توسن: (گھوڑے کا بچہ جو تند خو، شوخ اور سرکش ہو)۔

اشہب: (سبزہ گھوڑا۔ جس کے بالوں کی سفیدی سیاہی پر غالب ہو)۔

رخش: (اصطلاحاً رخش کا اطلاق اُس گھوڑے پر ہوتا ہے، جس کے رنگ میں سفیدی اور سرخی کی آمیزش ہو۔ رستم کے گھوڑے کا نام بھی رخش تھا)۔

کمیت: (سُرخ رنگ کا گھوڑا جس کی گردن کے بال اور دم سیاہ ہو)۔

اَدھم: (مشکی رنگ کا گھوڑا)۔

رَف رَف: (اُس گھوڑے کا نام جس پر رسولؐ اللہ شبِ معراج سوار تھے)۔

تازی: (عربی گھوڑا)۔

اَبلق: (چتکبرا، سفید ہاتھ پاؤں کا گھوڑا)۔

سُرنگ: (لال رنگ کا گھوڑا)۔

کوتل: (شاہی سواری کا گھوڑا، وہ گھوڑا جو محض سجاوٹ کے لیے ہوتا ہے، بے سوار کا گھوڑا)۔

سمند: (زردی مائل گھوڑا)۔

انیسؔ ایک ماہر شہسوار کی طرح گھوڑے کے اعضائے بدن۔ ٹاپ، سم، ایال (گھوڑے کی گردن کے بال)۔ کنوتی (گھوڑے کے کان)، تھوتھنی وغیرہ، ساز مثلاً زین، رکاب، لجام، ہرنا (وہ تھیلی جو زین کے آگے ذرا بلندی پر لٹکی رہتی ہے)، تنگ (وہ تسمہ جس سے زین کسا جاتا ہے)، فتراک (وہ تسمہ جو زین کے دائیں بائیں شکار باندھنے کے واسطے لٹکایا جاتا ہے)، وغیرہ سے بھی پوری واقفیت رکھتے ہیں۔

انیسؔ گھوڑے کی چالوں، مثلاً۔ پوئی، سرپٹ وغیرہ سے بھی واقف ہیں۔ اُنہوں نے گھوڑے کو ''کاوے پہ ڈالنا'' یا ''کاوے پہ لگانا'' وغیرہ کی اصطلاح جگہ جگہ استعمال کی ہے مثلاً ''شبدیز کوا کبرؑ نے بھی کاوے پہ لگایا''، یا ''رہوار کو جھنجھلا کے کبھی کاوے پہ ڈالا''۔ ''کاوا'' دراصل گھوڑے کی اُس چال کو کہتے ہیں جس میں وہ دائرہ بناتا ہوا گھوم کے ساتھ چلتا ہے۔ ''کاوا'' دینے کی مشق کرانے کے لیے کسی میدان میں ایک بانس نصب کر دیا جاتا ہے، جس میں سات آٹھ فٹ لمبی رسّی سے گھوڑے کو باندھ دیا جاتا ہے۔ اُسے کاوا دینا بولتے ہیں۔ گھوڑے کی تعریف کے ذیل میں انیسؔ کا ایک مصرع

ہے۔ ''کاوے میں جو پرکار، تواڑنے میں پری تھا۔'' کا داد دینے کی متذکرہ بالا تعریف کی روشنی میں انیسؔ کے اِس مصرعے کا مطلب سمجھ میں آتا ہے۔ ظاہر ہے، اِس تعریف سے وہی واقف ہوسکتا ہے، جو شہسواری کا ذوق رکھتا ہے، اور یہ بھی طے ہے کہ جو لوگ اِس تعریف سے واقف نہیں ہیں، وہ اس مصرعے سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہوسکتے۔

وہ ماہر شہسوار کی طرح شہ سواری سے متعلق محاورے بڑی بے تکلفی سے صرف کرتے ہیں۔ مثلاً ''جب باگ ہلی، برچھیوں پھرّا (اچھلنا) گیا گھوڑا، یا ''کوڑا (چابک مار کر گھوڑے کا دوڑانا) کیا فرس کو جو باگ اس نے پھیر کے''۔ یا ''ٹھکرا کے راہوار کو بڑھتے تھے واں سے جب''۔ اِسی طرح ایک بیت ہے۔

صیحہ جو وہ کرتا تھا تو ہٹ جاتے تھے گھوڑے
ہر صف میں الف ہو کے اُلٹ جاتے تھے گھوڑے

(یہاں کاتب نے ''سیہہ'' لکھ دیا ہے۔ جو غلط ہے۔ نولکشور کی ان جلدوں میں جو ۱۹۳۷ء میں تیج کمار نے شائع کیں اور جو میرے استعمال میں ہیں کتابت کی بے شمار غلطیاں ہیں)۔

اِس میں انیسؔ نے گھوڑے سے متعلق دو اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ ''صیحہ کرنا'' اور ''الف ہونا''۔ ''الف ہونا'' عام اصطلاح ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ گھوڑا جب چمکتا ہے تو اپنے دونوں اگلے پاؤں اوپر اُٹھا کر پچھلے دو پاؤں پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ لیکن ''صیحہ کرنا'' ایسی اصطلاح ہے، جس سے شہسواری کے کاملین بھی بہت کم واقف ہوں گے۔ ''صیحہ'' کے لغوی معنی سخت، مہیب آواز کے ہیں۔ اصطلاحاً ''صیحہ'' اُس آواز کو کہتے ہیں، جو گھوڑا کسی خاص انداز سے یا غصہ میں نکالتا ہے۔ انیسؔ نے ایک اور مقام

پر بھی اِس لفظ کو استعمال کیا ہے۔ ''وہ شور فَرَس اَبلق و سرنگ''۔ اِس سے ''صیحہ کرنا'' کے معنی صاف ہو جاتے ہیں۔

انیسؔ گھوڑے کی عادات ونفسیات سے بھی آگاہی رکھتے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ چابکدست راکب کو مرکب پہچاننے لگتا ہے۔ (دس بارہ سال پہلے کی بات ہے کہ مظفر نگر کے رئیس اصغر علی خاں ایم۔ ال۔ اے۔ (مرحوم) نے جو اپنی مہمان نوازی وضعداری اور روایات پسندی کے لیے مشہور تھے خاتمہ زمینداری کے بعد فیصلہ کیا کہ موٹر کی موجودگی میں گھوڑوں کو فروخت کر دیا جائے۔ چنانچہ گھوڑے میرٹھ کی نوچندی میں فروخت ہونے کے لیے بھیج دیئے گئے۔ نوچندی کا میلہ دیکھنے جب وہ خود گئے تو خیال آیا، لاؤ گھوڑوں کو بھی دیکھتا چلوں۔ گھوڑوں کے پاس پہنچے تو گھوڑے انھیں پہچان کر ہنہنائے۔ انہوں نے فوراً اپنی رائے بدلی اور گھوڑوں کو اپنے ساتھ واپس لے گئے۔ یہ واقعہ مجھے میرے دوست حکیم اسلام الحق صاحب نے سنایا جو کنور صاحب کے معالج خصوصی تھے)۔ اور راکب کے اشاروں پر چلتا ہے۔ امام حسینؑ کا گھوڑا ہوا سے باتیں کرتا تھا۔ فوجوں کے ٹوکنے سے اسکا رکنا محال تھا، البتہ اگر خود حضرت اُسے چمکار کے روکتے، تو وہ رک سکتا تھا۔

ممکن نہ تھا فوجیں اُسے ٹوکیں، تو رُکے وہ
چمکار کے حضرت ہی جو روکیں تو رُکے وہ

جنابِ عباسؑ کا گھوڑا اُن کے ارادے کو پہچانتا ہے۔ جب جنابِ عباسؑ میدانِ کارزار میں جانے کے لیے گھوڑے پر سوار ہونے کی غرض سے بڑھے، تو گھوڑے نے اپنی دم کھڑی کر لی۔ ''دم کو چنور کیا فرسِ بیمثال نے''۔ گویا اپنے راکب کو سواری دینے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ یہ گھوڑے کی سچی تصویر ہے، جس میں داخلیت نمایاں ہے۔

جب گھوڑا بگڑتا ہے تو اُس کی آنکھیں اُبل پڑتی ہیں، منہ سے جھاگ نکلنے لگتے ہیں، اور کنوتیاں مل جاتی ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''غصہ میں وہ شبدیز کی آنکھوں کا اُبلنا''۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''کف منہ سے گرا کر وہ کنوتی کو بدلنا''۔ مندرجہ ذیل بند میں گھوڑے کی سچی تصویر کھینچ دی ہے:-

مانندِ شیر غیظ میں آیا وہ پیلتن ۔۔۔ آنکھیں اُبل پڑیں صفتِ آہوئے ختن
ماری زمین پہ ٹاپ کہ لرزا تمام بن ۔۔۔ چلّائے سب کہ گھوڑے پہ بھی لو چڑھا ہے رن
میخیں زمیں کی اُس کی تگاپو سے ہل گئیں
دونوں کنوتیاں بھی کھڑی ہو کے مِل گئیں

اِس بند کے تیسرے اور پانچویں مصرعوں میں بات ذرا مبالغے سے کہی گئی ہے۔ پہلے اور دوسرے مصرعوں میں حقیقت نگاری ہے، مگر اُن کا انداز بھی شاعرانہ ہو گیا ہے، البتہ چھٹے مصرعے میں خالص حقیقت نگاری سے کام لیا گیا ہے۔ یہاں انیسؔ نے گھوڑے کی ایسی متحرک لفظی تصویر کھینچ دی ہے، جو مصور کے موقلم کے قابو سے باہر تھی۔

اچھے گھوڑے کی جسمانی صفات ایک شہسوار ہی خوب جان سکتا ہے۔ ذیل کے تین مصرعوں میں جو مختلف مرثیوں میں وارد ہوئے ہیں، انیسؔ نے گھوڑے کے حسنِ ظاہری کی خصوصیات بیان کی ہیں: (۱) ''تیار کفل، تنگ کمر، سینہ کشادہ''، (۲) ''سینہ کشادہ، تنگ کمر، چست جوڑ بند''، (۳) ''وہ تھوتھنی، وہ آنکھ، وہ سینہ، وہ پیش و پس''۔ ذیل کے بند میں انیسؔ نے جنابِ عباسؑ کے گھوڑے کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی ہے، جس میں اُن کی شہسواری اور شاعری دونوں معراجِ کمال پر دکھائی دیتی ہیں:-

وہ تھوتھنی کہ غنچہ سوسن سے تنگ تر ۔۔۔ وہ انکھڑیاں، خجل ہو ہرن جن کو دیکھ کر
کیلیں نجوم، نعل ہلال اور سم قمر ۔۔۔ باریک جِلد، سینہ کشادہ، بلند سر

کھاتی تھی ہر پری بھی قسم اُن کی جان کی
غصہ یہ تھا کہ تنگ ہے وسعت جہان کی

اِس بند میں جو نادر تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں، اُن سے قطع نظر، یہاں گھوڑے کی جو خصوصیات نظم کی گئی ہیں، اُن تک پہنچنے کی صلاحیت کسی ماہر شہسوار ہی میں پائی جاسکتی ہے۔

دوسری محرم کو ذوالجناح کا رُکنا

کوفے کو نماز سحری پڑھ کے چلے شاہ　　روتے ہوئے سب قافلے والے ہوئے ہمراہ
اک دشتِ خطرناک میں جا پہنچے جو ناگاہ　　گھوڑا نہ بڑھا آگے تو بولے شہِ ذیجاہ
کس غم نے کیا خائف وترساں تجھے گھوڑے
پیاری ہے مری جان سے کیا جاں تجھے گھوڑے

منھ پھیر کے گھوڑے نے کہا عرض کروں کیا　　تھرّاتا ہوں ہرگز قدم آگے نہیں بڑھتا
کیا جانے زمیں کیسی ہے کیسا ہے یہ صحرا　　پوچھے تو کسی سے کوئی کیا نام ہے اس کا
پوچھا تو کوئی بولا یہی دشتِ جفا ہے
نام اس کا ہے اک ماریہ اک کرب و بلا ہے

یہ سن کے اُتر گھوڑے سے حضرت نے پکارا　　صد شکر کہ تقدیر نے منزل پہ اُتارا
اب آگے ہے اس دشت سے کب جانے کا یارا　　مسکن ہے یہی اور یہی مدفن ہے ہمارا
سادات کے یہ خون کے بہنے کی جگہ ہے
تا حشر ہمارے یہی رہنے کی جگہ ہے

(مراثی انیس جلد اوّل صفحہ ۱۲۷)

لکھا ہے فرس آپ نے بدلے کئی یک بار　　اس دشت سے لیکن نہ بڑھا ایک بھی رہوار
گھبرا کے یہ کہنے لگے عباسِ علمدار　　یہ تو فرسِ خاص ہے یا سیّدِ ابرار

اُڑتے اسے دیکھا ہے پہ جمتے نہیں دیکھا
سوکوس کے دھارے میں بھی تھمتے نہیں دیکھا

اس ہاتھ سے شہ نے لیا اس ہاتھ میں کوڑا   غیرت سے عرق آگیا تھرّا گیا گھوڑا
منھ شہ کی طرف اسپ وفادار نے موڑا   کی عرض کہ خود میں نے یہ رستا نہیں چھوڑا
مانا ہے سدا حکمِ شہنشاہِ اُمم کو
ناچار ہوں مولا کوئی تھامے ہے قدم کو

یہ سنتے ہی رہوار سے اُترے شہِ ابرار   فرمایا کہ بس کھول دو اونٹوں کے یہیں بار
طالب تھا یہیں کا پسرِ حیدرؑ کرار   عباسؑ سے فرمایا کہ اُترو مرے غمخوار
ہوئے گا مقام اب یہیں زہرؑا کے پسر کا
لو شکر کرو خاتمہ ہے آج سفر کا

(مراثی انیسؔ جلد چہارم صفحہ ۲۸)

صبحِ عاشور ذوالجناح کی سواری میر انیسؔ کی نظر میں:

دیکھا گیا نہ شاہ سے سیدانیوں کا حال   بس الوداع کہہ کے چلا فاطمہؑ کا لال
باہر جو آئے روتے ہوئے شاہِ خوش خصال   دیکھا کہ فوج سب ہے مسلح پئے جدال
جھک کر سلام غازیوں نے با ادب کیا
گھوڑا سوار دوش نبیؐ نے طلب کیا

آیا عجب شکوہ سے شبدیز تیز گام   طاؤس و کبک دیکھتے تھے جلوۂ خرام
دامن قبا کا رکھ کے کمر میں بڑھے امام   عباسؑ نے رکاب کو تھاما باحترام
چھوٹی قدم سے میں ، یہ ہوا غم زمین کو
جبریلؑ جھاڑنے لگے شہپر سے زین کو

حاصل ہوا جو فیضِ قدم بوسیٔ جناب   اللہ ری ضیا مہ نو بن گئی رکاب

روشن تھے بدر سے سُمِ اسپِ صبا شتاب ثابت تھا صدرزیں سے کہ ہے برج آفتاب
انساں تو کیا ہیں دیدۂ انجم بھی بند ہیں
تارِ شعاع موئے ایالِ سمند ہیں

کس اوج سے خدیوِ زمین و زماں چلا رہوار کیا زمیں پہ چلا آسماں چلا
لے کر نشاں علیؑ ولی کا نشاں چلا دامن بھرے ہوئے علم زرفشاں چلا
اختر نثارِ بخششِ سبطِ رسولؐ تھے
ذرے نہ تھے زمین پہ سونے کے پھول تھے

چڑھ چڑھ کے مرکبوں پہ بڑھے جب وہ گلعذار اس دم فرس پہ قبلۂ عالم ہوئے سوار
مہمیز کی مگر نہ بڑھا واں سے راہوار حضرت کے منھ کو تکتا تھا پھر پھر کے بار بار
کوہ الم گرا تھا دلِ دردناک پر
آنکھوں سے اس کے اشک ٹپکتے تھے خاک پر

آزردہ ہو کے اس سے یہ بولے شہ امم تو ساتھ گر نہ دے تو پیادے ہی جائیں ہم
بولا یہ کانپ کانپ کے وہ اسپ خوش قدم قدموں کو میں نہ چھوڑوں گا جب تک ہے دم میں دم
میری طرف حضور نہ رک رک کے دیکھئے
مولا مرے قدم کی طرف جھک کے دیکھئے

جھک کر جو پشت زیں سے شہ دیں نے کی نظر دیکھا سموں سے لپٹی ہے زینبؑ برہنہ سر
کہتی ہے آنکھ مل کے قدم پر وہ نوحہ گر اے ذوالجناح دخترِ زہراؑ پہ رحم کر
پاؤں گی پھر نہ فاطمہؑ کے نور عین کو
لے جا نہ تو بہن سے چھڑا کر حسینؑ کو

پچھلے سموں پہ رکھے ہے سر دوسری بہن پکڑے شکار بند کو ہے بیوۂ حسنؑ
روکے ہے راہ زوجۂ عباسؑ صف شکن گھونگھٹ دھرے ہے یال پہ اک رات کی دلھن

صدمے سے تھرتھری ہے تنِ خوش خرام میں
ڈالے ہے ننھے ہاتھ سکینہؑ لگام میں
گردن سے لپٹی کہتی ہے بانوئے نامدار　صدقے میں تیرے اے مرے آقا کے راہوار
کرتا ہے مجھ کو رانڈ محمدؐ کا یادگار　کام آ کہ ہوں علیؑ کی بہو میں جگر فگار
مر جاؤں گی میں ساتھ جو وارث کا چھٹ گیا
آگے قدم بڑھا تو مرا راج لٹ گیا
فرمایا تم کو فاطمہؑ کی روح کی قسم　جاؤ ابھی تو آئیں گے مقتل سے پھر کے ہم
بچوں کو ساتھ لے کے چلے پیٹتے حرم　رستے سے پھر کے بولی یہ زینبؑ بچشم نم
تسکیں نہیں مرے دل پُراضطراب کو
گھوڑے پہ تم چڑھو میں سنبھالوں رکاب کو
روتے ہوئے فرس پہ چڑھے بادشاہ دیں　تھے پشت زیں پہ شاہ کہ خاتم پہ تھا نگیں
رخسار آفتاب تو مہتاب تھی جبیں　کوسوں فروغِ حسن سے روشن ہوئی زمیں
جن کے تنوں میں جان نہ تھی زندہ ہوگئے
ذرّے زمیں پہ اختر تابندہ ہوگئے
میداں میں جب سواریٔ شاہِ امم چلی　کس شان سے جلو میں سپاہِ حشم چلی
فتح و ظفر ادب سے قدم با قدم چلی　بدلی ہوا نسیمِ ریاضِ ارم چلی
سرتاجِ عرش تھا جو مکیں صدرِ زین پر
قدسی پروں کو فرش کیے تھے زمین پر
جوں جوں قدم بڑھاتا تھا سرور کا خوش خرام　بنتے تھے نقشِ سُم سے زمیں پر مہ تمام
تھا ارضِ کربلائے معلّٰی کا یہ کلام　گو فرش تھی پہ اب میں ہوئی عرش احتشام
ذرّوں کا اس زمیں کے فلک پر دماغ تھا

ہر سنگ ریزہ رشکِ دُرِ شب چراغ تھا

______ مراثیِ انیسؔ جلد اوّل (شیخ غلام علی لاہور صفحہ ۴۲۔۴۳)

یہ کہہ کے نکلے خیمے سے شبیرؑ دل فگار دیکھا کھڑا ہے ڈیوڑھی پہ اسپِ وفا شعار
گردن پہ ہاتھ پھیر کے بولا وہ نامدار طاقت نہ ہو تو جائے پیادہ ترا سوار
یہ گردشِ فلک یہ جفائے زمانہ ہے
تو بھی تو تین روز سے بے آب و دانہ ہے

منھ رکھ کے شہ کے بازو پہ بولا وہ باوفا اے شہسوارِ دوشِ محمدؐ ترے فدا
کچھ حق نہ دانہ خوری کا مجھ سے ہوا ادا فاقہ ہو جب کہ آپ کو مولا تو میں ہوں کیا
حیواں ہوں پر نہ ترکِ رفاقت کروں گا میں
جیتا ہوں گر تو آپ کے آگے مروں گا میں

پھیلا کے دونوں ہاتھ جھکا وہ سوئے زمیں گھوڑے پہ جلوہ گر ہوا حیدرؑ کا نازنیں
پُرنور ہوگیا رُخِ انور سے صدرِ زیں مرکب پہ تھے حسینؑ کہ خاتم پہ تھا نگیں
شورِ ورود غرب سے تا شرق ہوگیا
بیٹھے جو تن کے آپ فرس برق ہوگیا

بوئے بہشت لے کے نسیمِ سحر چلی آگے فرش کے فتح تو پیچھے ظفر چلی
خود سر پہ چتر بن کے ضیائے قمر چلی گھوڑا چلا کہ فتح کی گویا خبر چلی
غرفوں سے حوریں دیکھتی تھیں شہسوار کو
پریاں طبق لیے تھیں سروں پر نثار کو

______ (مراثیِ انیسؔ۔ جلد اول صفحہ نمبر ۳۶۵۔ شیخ غلام علی لاہور)

مولا چڑھے فرس پہ محمدؐ کی شان سے ترکش لگایا ہرنے پہ کس آن بان سے
نکلا یہ جن و انس و ملک کی زبان سے اُترا ہے پھر زمیں پہ براق آسمان سے

سارا چلن خرام میں کبک دری کا ہے
گھونگھٹ نئی دولھن کا ہے چہرہ پری کا ہے
غصے میں انکھڑیوں کے اُبلنے کو دیکھئے　　جوبن میں جھوم جھوم کے چلنے کو دیکھئے
سانچے میں جوڑبند کے ڈھلنے کو دیکھئے　　تھم کر کنوتیوں کے بدلنے کو دیکھئے
گردن میں ڈالیں ہاتھ یہ پریوں کو شوق ہے
بالا دوی میں اُس کو ہما پر بھی فوق ہے
تھم کر ہوا چلی فرسِ خوش قدم بڑھا　　جوں جوں وہ سوئے دشت بڑھا اور دم بڑھا
گھوڑوں کی لیں سواروں نے باگیں علم بڑھا　　رایت بڑھا کہ سروِ ریاضِ ارم بڑھا
پھولوں کو لے کے بادِ بہاری پہنچ گئی
بستانِ کربلا میں سواری پہنچ گئی

(مراثیٔ انیس جلد چہارم، صفحہ نمبر ۲۳۲۔ شیخ غلام علی لاہور)

اسوار ہوا جب وہ دو عالم کا خوزادہ　　لشکر کا ہوا جاہ و حشم اور زیادہ
گھوڑا جو بڑھا کاہکشاں بن گیا جادہ　　جبریلؑ چلے ساتھ سواری کے پیادہ
ہمراہ علم دھوپ میں تھا ظلِ خدا بھی
جبریلؑ بھی تھے سایہ فگن سر پہ ہما بھی

(مراثیٔ انیس، جلد دوم صفحہ ۸۷، شیخ غلام علی لاہور)

ذوالجناح اور امام حسینؑ کی رخصتِ آخر

یہ کہہ کے گریبان مبارک کو کیا چاک　　اور ڈال لی پیراہنِ پرنور میں کچھ خاک
میّت ہوئے شبیرؑ کفن بن گئی پوشاک　　بس فاتحۂ خیر پڑھا بادلِ غمناک
مڑ کر نہ کسی دوست نہ غم خوار کو دیکھا
پاس آئے تو روتے ہوئے راہوار کو دیکھا

گردان کے دامن علیؑ اکبر کو پکارے — تھامو مرے گھوڑے کی رکاب اے مرے پیارے
لختِ دلِ شبیرؑ کدھر اس وقت سدھارے — بھائی ہیں کہاں ہاتھ میں دیں ہاتھ ہمارے
آتے نہیں مسلم کے جگر بند کہاں ہیں
دونوں مری ہمشیر کے فرزند کہاں ہیں
تنہائی میں ایک ایک کو حضرت نے پکارا — کون آئے کہ فردوس میں تھا قافلہ سارا
گھوڑے پہ چڑھا خود اسداللہ کا پیارا — اونچا ہوا افلاکِ امامت کا ستارا
شوخی سے فرس پاؤں نہ رکھتا تھا زمیں پر
غل تھا کہ چلا قطب زماں عرش بریں پر
شبدیز نے چھل بل میں عجب ناز دکھایا — ہر گام پہ طاؤس کا انداز دکھایا
زیور نے عجب حسن خداداد دکھایا — فتراک نے اوجِ پر پرواز دکھایا
تھا خاک پہ اک پاؤں تو اک عرش بریں پر
غل تھا کہ پھر اترا ہے براق آج زمیں پر

مراثی انیس جلد اوّل (شیخ غلام علی لاہور صفحہ ۲۳)

بیت الشرف سے نکلے جو سلطانِ بحر و بر — دیکھا کہ ذوالجناح کھڑا ہے جھکائے سر
حضرت نے باگ تھام کے دیکھا اِدھر اُدھر — کوئی نہ دوست تھا نہ برادر نہ تھا پسر
تنہائی حسین پہ زہراؑ نے رو دیا
غربت پہ اپنی خود شہِ والا نے رو دیا

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۳۱۱، شیخ غلام علی لاہور)

دیکھا شہِ دیں نے جو قریبِ فرس آکر — کوئی نہ پسر تھا، نہ بھتیجا نہ برادر
زینبؑ نے پکارا کہ تھمو آتی ہے خواہر — زہراؑ کی صدا آئی کہ موجود ہے مادر
کیا رُتبہ عالی تھا رکابِ شہِ دیں کا

اک فاطمہؑ کا ہاتھ تھا اک روحِ امیں کا

پہنچا جو درِ خانۂ زیں تک قدمِ شاہ — تھرّا کے جھکا خود باادب توسنِ چالاک
گھوڑے پہ چڑھا لختِ دلِ سیّدِ لولاک — جبریلِ امیں ساتھ ہوئے تھام کے فتراک
کس منھ سے کہوں حُسنِ نشستِ شہِ دیں کو
معلوم ہوا جڑ دیا خاتم پہ نگیں کو

تھا زینِ فرس، رحل، تو قرآں شہِ والا — وہ تخت ہوا تھا تو سلیماں شہِ والا
وہ دوشِ صبا بوئے گلستاں شہِ والا — وہ بُرجِ شرف نیّرِ تاباں شہِ والا
بو گُل کی نسیمِ سحری لے کے چلی ہے
غل تھا کہ سلیماں کو پَری لے کے چلی ہے

ضیغم کی جو تھی جست تو آہو کے طرارے — آنکھوں کو چُراتے تھے خجالت سے چکارے
ہر نعل سے خم تھا مہِ نو شرم کے مارے — اُٹھتے تھے قدم جب تو چمکتے تھے ستارے
ہو رشک نہ کیوں کر فلکِ ماہ جبیں کو
نقشِ سُمِ توسن سے لگے چاند زمیں کو

مرکب پہ ہیں مولا کے تجلی ہے سرِ طور — چہرے کی ضیا سے ہے زمیں آئینۂ نور
ہر سنگ یہ تاباں ہے کہ شرمندہ ہے بلّور — ڈھلتا نہیں دن دھوپ ہوئی جاتی ہے کافور
حیراں ہیں خبر نورِ خدا کی نہیں جن کو
ہے شور کہ لو کھیت کیا چاند نے دن کو

(مراثیِ انیس، جلد دوم صفحہ ۳۶۱۔ شیخ غلام علی لاہور)

آمد فرس کی تھی دولھن آتی ہے جس طرح — تھم تھم کے نکہتِ چمن آتی ہے جس طرح
تصویرِ آہوئے خُتن آتی ہے جس طرح — یا شمع سوئے انجمن آتی ہے جس طرح
باہم طیور کہتے تھے کبکِ دری ہے یہ

گھوڑے چراغ پا تھے کہ بے شک پری ہے یہ

آیا عجب شکوہ سے اسپِ قمر رکاب　　تھامے تھی فتح زین کا دامن ظفر رکاب
چشمک زنی ہلال پہ کرتی تھی ہر رکاب　　حلقہ تھا نور مہر کا یا جلوہ گر رکاب
فتراک تھی کہ کھولے ہوئے تھا عقاب پر
زیں پر تھا گرد پوش کہ بر آفتاب پر

اختر خجل ہیں زینِ جواہر نگار سے　　ذرّوں نے چُن لیے ہیں ستارے غبار سے
تھمتا تھا کب سوارِ فراست شعار سے　　گردن میں ہاتھ باگ نے ڈالے ہیں پیار سے
نازاں ہے خود رکاب کے پاؤں کو دیکھ کر
بل کر رہا ہے خاک پہ سائے کو دیکھ کر

قربان اُس تگاورِ ضیغم شکار کے　　پامال کردے شیر کو ٹاپوں سے مار کے
شائستگی کو پوچھیے دل سے سوار کے　　چاہے تو ایک طفل چڑھے باگ اُتار کے
رکھ دے قدم تو رنگ نہ میلا ہو پھول کا
پیارا فرس ہے راکبِ دوشِ رسولؐ کا

چاروں سُموں سے بدر خجل نعل سے ہلال　　کھیلیں شکارِ شیر یہ آنکھیں ہیں وہ غزال
کہیے نہ یال حور نے بکھرا دیئے ہیں بال　　پھرنے پہ جھوم جھوم کے صدقے پری کی چال
رستے ہیں یاد گنبدِ نیلی رواق کے
دُلدُل کی تیزیاں ہیں طرارے براق کے

سینہ کُشادہ ، تنگ کمر چست جوڑ بند　　گردن میں خم ہلال کا اور اس پر سر بلند
جاں دار ، بردبار ، عدو کش ظفر پسند　　بجلی کسی جگہ ، کہیں آہو کہیں پرند
سُرعت ہے ابر کی تو لطافت ہوا کی ہے
اتنے ہُنر فرس میں ، یہ قدرت خدا کی ہے

دونوں کنوتیاں جو بہم ہیں بہ شکل لا　　سوچیں تو اہلِ بزم کہ مطلب ہے اس کا کیا
ہاں بے زباں ہے گو پہ یہ کہتا ہے برملا　　آقا ہے میرا صاحبِ لاسیف و لافتا
افسوس اہلِ شام کو کچھ پیش و پس نہیں
آقا حسینؑ سا نہیں ، مجھ سا فرس نہیں

لو اب سوار ہوتا ہے زہراؑ کا یادگار　　تھامے رکاب کون ، نہ یاور نہ غم گسار
رو کر فرس سے کہتے ہیں شبیرؑ نام دار　　اے ذوالجناح دیکھ یہ نیرنگِ روزگار
سب دوپہر میں ابنِ علیؑ سے جدا ہوئے
جو تیرے گرد رہتے تھے وہ دوست کیا ہوئے

یہ سُن کے ذوالجناح تو روتا تھا زار زار　　چلّاتی تھی یہ زوجۂ عباسؑ نام دار
صاحب اُٹھو ترائی سے میں آپ پر نثار　　آقا سوار ہوتے ہیں آتا ہے راہوار
یاں آ کے ساتھ جاؤ امامِ غیور کے
سایہ کرو کہ دھوپ ہے سر پر حضور کے

لکھا ہے یاں لجامِ فرس پر تھا دستِ شاہ　　فریاد وا حسینؑ سے ہلتی تھی قتل گاہ
خیمے سے نکلی اک زنِ بالا بلند آہ　　رُخ پر نقاب پاؤں میں موزے عبا سیاہ
حُسنِ رسولؐ شانِ علیؑ کا ظہور تھا
گویا لباسِ کعبہ میں خالق کا نور تھا

پردہ ہٹا جھکی ہوئی آئی وہ دل کباب　　تھامی لرزتے ہاتھوں سے رہوار کی رکاب
گھوڑے پہ جلوہ گر ہوئے شاہ فلک جناب　　بیت الشّرف میں پھر گئی وہ مثلِ آفتاب
جس کا یہ ذکر تھا وہ نواسی نبیؐ کی تھی
زینبؑ بہن حسینؑ کی ، بیٹی علیؑ کی تھی

رن کو سواریِ شہ جن و بشر چلی　　پیچھے تمام فوجِ ملک ننگے سر چلی

گھوڑے کے ساتھ فاطمہؑ تھامے جگر چلی   شبدیز کیا چلا کہ نسیمِ سحر چلی
طبقہ تمام نورِ سواری سے عرش تھا
سونے کی تھی زمیں تو ستاروں کا فرش تھا

غل تھا فرس پہ سیدِ والا کو دیکھ لو   ہاں برق و شرقِ طورِ تجلیٰ کو دیکھ لو
پڑھ کر درود صورتِ مولا کو دیکھ لو   بالائے رحل مصحفِ زہراؑ کو دیکھ لو
پایا کسی بشر نے یہ پایا ہے خلق میں
قرآں انھیں کے واسطے آیا ہے خلق میں

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۴۰۳ تا ۴۰۶۔ شیخ غلام علی لاہور)

زینبؑ نے پکارا مرے ماں جائے برادر   ناشاد بہن لینے رکاب آئے برادر
اب کوئی مددگار نہیں ہائے برادر   صدقے ہو بہن گر تمھیں پھر پائے برادر
غش آئے گا دو گام پیادہ جو بڑھو گے
اس ضعف میں رہوار پہ کس طرح چڑھو گے

حضرت نے صدا دی کہ نہ خواہر نہ نکلنا   جب تک کہ میں زندہ رہوں باہر نہ نکلنا
لِلّٰہ بہن کھولے ہوئے سر نہ نکلنا   سر کھول کے کیا اوڑھ کے چادر نہ نکلنا
کیا تم نے کہا دل مرا تھرا گیا زینبؑ
بھائی کی مناجات میں فرق آ گیا زینبؑ

رخصت ہوئے روتے ہوئے سارے ملک و جن   گھوڑے پہ چڑھا تھم کے وہ کونین کا محسن
آفت کا وہ تھا وقت قیامت کا وہ تھا دن   سایہ نہ کسی جا تھا نہ پانی کہیں ممکن
عباس کے حملے جو لعیں دیکھ چکے تھے
دریا بھی نظر بند تھا یوں گھاٹ رکے تھے

(مراثی انیس جلد اوّل صفحہ ۳۸۹)

گھوڑے کی طرف بڑھتے ہیں جب سبطِ پیمبرؐ　　سیدانیاں قدموں سے لپٹ جاتی ہیں آکر
اور چھوٹی سی اک لڑکی ہے پہنے ہوئے گوہر　　ہاتھوں سے نہیں چھوڑتی وہ دامنِ سرور
بہلاتے ہیں گودی میں بھی لے لیتے ہیں شبیرؑ
پر جب وہ مچلتی ہے تو رو دیتے ہیں شبیرؑ

شہؑ کہتے تھے ماں پاس رہو ہم بھی ہیں آتے　　تم پیاسی ہو ہم پانی کے لینے کو ہیں جاتے
وہ کہتی ہے جی ڈرتا ہے اب پانی منگاتے　　پانی ہی اگر لاتے تو عباسؑ نہ لاتے
بس اب نہ رُلاؤ میں بہت رو چکی بابا
عمو کو تو پانی کے لیے کھو چکی بابا

بہلا کے اُسے گھوڑے پہ جب چڑھنے لگے شاہ　　کوئی نہ تھا جو تھامے رکابِ شہِ ذی جاہ
حسرت سے اِدھر اور اُدھر دیکھ کے کی آہ　　خیمے سے عیاں ایک ضعیفہ ہوئی ناگاہ
زہراؑ سے نہ کچھ شانِ بزرگی میں وہ کم تھی
پر بال پریشاں تھے کمر ضعف سے خم تھی

چلاتی تھی اس طرح وہ گردوں کی ستائی　　ٹھہرو کہ میں لینے کو رکاب آتی ہوں بھائی
افسوس ہے کس وقت میں ہوتی ہے جدائی　　مرنے کو چلے آپ مجھے موت نہ آئی
صدمہ عجب اس دم ہے شہِ جن و بشر کو
رہوار بھی روتا ہے جھکائے ہوئے سر کو

اس بی بی نے جب پکڑی رکابِ شہِ ابرار　　تب فاطمہؑ کا لال ہوا گھوڑے پہ اسوار
لپٹی ہوئی گردن سے وہ کہتی تھی یہ ناچار　　اے گھوڑے محمدؐ کے نواسے سے خبردار
ہے وقتِ رفاقت یہ مصیبت کی گھڑی ہے
اسوار ترا راکبِ دوشِ نبوی ہے

تھی فتح وظفر پکڑے رکابِ شہِ ابرار　　آنکھوں سے لگاتے تھے ملائک سُمِ رہوار

اقبال جو خادم تھا تو نصرت تھی نمودار — اور فاطمہؑ کی روح تھی بیٹے کی جلودار
پہلو میں نواسے کے نبیؐ خاک بسر تھے
پر کھولے ہوئے حضرتِ جبریل سپر تھے

(مراثی انیسؔ جلد دوم صفحہ ۲۷۶)

بیت الشرف سے نکلے جو سلطانِ بحر و بر — دیکھا کہ ذوالجناح کھڑا ہے جھکائے سر
حضرت نے باگ تھام کے دیکھا اِدھر اُدھر — کوئی نہ دوست تھا نہ برادر نہ تھا پسر
تنہائیِ حسینؑ پہ زہراؑ نے رو دیا
غربت پہ اپنی خود شہِ والا نے رو دیا

چپکا کھڑا تھا دھوپ میں زہراؑ کا نازنیں — ٹاپیں فرس اُٹھاتا تھا جلتی تھی یہ زمیں
رُخ سے پسینہ پونچھ کے کہتے تھے شاہِ دیں — لیجے خبر غلام کی یا ختم مرسلینؐ
سر پر خدا ہے یا مرے مالک حضورؐ ہیں
اُمت کا حال کس سے کہوں آپ دور ہیں

(مراثی انیسؔ جلد دوم صفحہ ۳۱۱)

خیمے سے برآمد ہوئے آخر شہِ صفدر — سب بی بیاں ڈیوڑھی پہ رہیں کھولے ہوئے سر
کیا کیجے بیاں بے کسیِ سبطِ پیمبرؐ — بیٹا نہ بھتیجا نہ علمدار نہ لشکر
تھامے جو رکاب آپ کی اتنا نہ کوئی تھا
رہوار تھا یا راکب دوشِ نبوی تھا

کس یاس سے ہر چار طرف تکتے تھے سرور — دکھلائی نہ دیتا تھا کوئی مونس و یاور
رو کر کبھی چلاتے تھے آؤ علی اکبرؑ — دل تھام کے کہتے تھے کبھی ہائے برادر
لو جلد خبر بے کس و بے یار ہوں عباسؑ

رو رو کے یہ کہتے تھے شہنشاہِ دو عالم　　مظلومی شبیرؑ پہ تھا خیمے میں ماتم
ہرگز دلِ زینبؑ کو قرار آیا نہ اُس دم　　چلاتی ہوئی ڈیوڑھی سے نکلی وہ بصد غم
اے بھائی دکھاؤں کسے تنہائی تمہاری
تھامے گی رکاب آج یہ ماں جائی تمہاری

شہؑ نے کہا زینبؑ تری اُلفت کے میں قربان　　بھائی کے لیے پردے کا تم کو نہ رہا دھیان
پھر گھوڑے کے نزدیک گئے سرورِ ذی شان　　رو رو کے کہا لو بہن، اللہ نگہبان
زینبؑ نے رکھا ہاتھ رکابِ شہِ دیں پر
شبیرؑ ہوئے جلوہ نما خانۂ زیں پر

میداں کو چلی سیّدِ بے کس کی سواری　　زینبؑ گئی خیمے میں بصد گریہ و زاری
جنگاہ میں پہنچا اسدِ ایزدِ باری　　اس غیظ سے دیکھا کہ لگے کانپنے ناری
کیا رُعب تھا کیا دبدبہ تھا ابن علیؑ کا
قبضے کی طرف ہاتھ نہ بڑھتا تھا کسی کا

بچپن کا تھا مرکب تہہ راں برق کی تمثال　　ہر مرتبہ چمکارتا تھا فاطمہؑ کا لال
کہتے تھے ستم گار زہے حشمت و اجلال　　دیکھو تو ذرا شوکتِ شبیرؑ خوش اقبال
لب تشنہ کئی دن شہِ مظلوم رہے ہیں
پر ! شیر سے میداں میں کھڑے جھوم رہے ہیں

(مراثی انیس جلد دوم صفحہ ۳۲۷)

کہہ کر یہ سخن شاہ چلے خیمے سے باہر　　رانڈوں میں بپا ہوگیا ہنگامۂ محشر
چلاّ کے کوئی کہتی تھی ہے ہے مرے سرور　　کہتی تھی کوئی اب نہیں آئیں گے برادر
بابا کو قسم دے کے بلاتی تھی سکینہؑ
سر پیٹتی پیچھے چلی جاتی تھی سکینہؑ

چلّاتی تھی قربان ہو بیٹی چلے آؤ　　مرجاؤں گی بابا مجھے تم چھوڑ نہ جاؤ
صدقے گئی ننھا سا مرا دل نہ کڑھاؤ　　بیتاب ہوں مڑ کر مجھے صورت تو دکھاؤ
شہ کہتے تھے ماں پاس رہو نکلو نہ گھر سے
اب حشر میں ہوئے گی ملاقات پدر سے

یہ کہہ کے قریبِ فرس آئے شہِ ابرار　　گردن کو جھکائے ہوئے روتا تھا وہ رہوار
چمکار کے حضرت نے کیا اس کو بہت پیار　　فرمایا کہ تو دیکھ تو اے اسپِ وفادار
فرزند نہیں بھائی بھتیجا نہیں کوئی
تھامے جو رکاب آن کے اتنا نہیں کوئی

زہراؑ کی صدا آئی یہ باگریۂ و زاری　　کیا بھول گئے پالنے والی کو میں واری
پہلو میں تو حاضر ہے یہ ماں درد کی ماری　　اے لال میں تھاموں گی رکاب آج تمھاری
نقشِ سُم رہوار سے آنکھوں کو ملوں گی
سر کھولے جلو میں ترے گھوڑے کے چلوں گی

گھوڑے پہ چڑھا راکبِ دوشِ شہِ لولاک　　جوں برق ہوا گرمِ عناں توسنِ چالاک
جبریلؑ نے آ کر بادب تھام لی فتراک　　اقبال نے چومے بہ تفاخر قدمِ پاک
تھا شور کہ مرنے کو حسینؑ آج چلے ہیں
معراج کو یا صاحبِ معراج چلے ہیں

تازی پہ عجب شان سے شہ تیغ بکف تھے　　گویا کہ مہیائے وغا شاہِ نجف تھے
ناقوں پہ ملک نور کی باندھے ہوئے صف تھے　　سر ننگے چپ و راس رسولانِ سلف تھے
ہر گام پہ آتی تھی صدا روحِ امیں کی
بس آخری ہے آج سواری شہِ دیں کی

اے اہلِ جہاں آج کے دن کر لو زیارت　　دنیا سے محمدؐ کے نواسے کی ہے رحلت

یہ شکل نہ آئے گی نظر پھر کسی صورت سمجھو پسرِ فاطمۂ زہرا کو غنیمت
ڈھونڈو گے تو شبیرؑ سا آقا نہ ملے گا
پھر تم کو محمدؐ کا نواسا نہ ملے گا

کیا سرعت توسن کو قلم کرسکے ارقام صحرائے وسیعِ دوجہاں جس کا ہے اک گام
کاوے پہ جو پھرتے اُسے دیکھے سحر و شام گردش کو فراموش کرے ابلقِ ایام
اس تیزی سے صرصر کو گزرتے نہیں دیکھا
جوں برق کبھی اُس کو ٹھہرتے نہیں دیکھا

ہیں یال کے بال ایسے کہ شرمندہ ہو سنبل ہم سر نہ ہو کاکل سے کبھی حور کی کاکل
اسوار ہے اُس کا پسرِ صاحبِ دُلدُل کہیئے جو ملک اس کو نہیں جائے تامل
ہے دوشِ محمدؐ کا مکیں خانۂ زیں پر
اس ناز سے رکھتا ہی نہیں پاؤں زمیں پر

دو روز سے لب تشنہ ہیں پر راکب ورہوار چمکار کے فرماتے ہیں یہ سیّدِ ابرار
دریا میں تجھے لے چلوں اے اسپِ وفادار تو پی لے کہ مانع نہ ترے ہوں گے ستمگار
اعدا کو نہیں ہے کسی پیاسے سے عداوت
گر ہے تو محمدؐ کے نواسے سے عداوت

کہتا ہے وہ رہوار بصد اشک فشانی آقا کے تو لب تر نہ ہوں اور میں پیوں پانی
صدقے ترے اے حیدرِ کرار کے جانی صورت ہے مجھے حشر میں دُلدُل کو دکھانی
پیاسا تو ہوں لیکن فرسِ شاہِ اُمم ہوں
عباسؑ کے گھوڑے سے بھی کیا صبر میں کم ہوں

رو دیتے تھے مرکب سے یہ سُن کرشۂ خوش خو گھوڑے کی بھی آنکھوں سے ٹپک پڑتے تھے آنسو
تانے ہوئے نیزے چلے آتے تھے جفا جو ہاں تیر چلیں شہ پہ یہی شور تھا ہر سو

لب خشک تھے آنکھیں شہِ مظلوم کی نم تھیں
اک دم کے لیے سینکڑوں تلواریں علم تھیں

(مراثی انیس جلد چہارم صفحہ ۲۹۴۔۲۹۵)

ذوالجناح کی میدانِ جنگ میں آمد:

آئے حسینؑ یوں کہ عقاب آئے جس طرح　　کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح
تابندہ برق سوئے سحاب آئے جس طرح　　دوڑا فرس نشیب میں آب آئے جس طرح
یوں تیغِ تیز کوند گئی اس گروہ پر
بجلی تڑپ کے گرتی ہے جس طرح کوہ پر

(مراثی انیس، جلد چہارم صفحہ نمبر ۲۳۸۔شیخ غلام علی لاہور)

ذوالجناح میدانِ جنگ میں

ہل چل وہ ان صفوں کی وہ گھوڑے کی جست وخیز　　تھا ترک وتاز میں کہیں صرصر سے تند وتیز
صدقے تھے گندھی ایال پہ گیسوئے مشک بیز　　گرد آوری میں ابر تو بجلی دم ستیز
ذرّے قدم کے فیض سے سارے چمک گئے
جب پتلیاں اُٹھیں تو ستارے چمک گئے

جرأت میں رشک شیر تو ہیکل میں پیل تن　　پوئی کے وقت کبک وری جست میں ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابر قطرہ زن　　بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن
سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا
دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

آنکھیں وہ جن کو دیکھ کے حیران ہو غزال　　گردن وہ جس کی شرم سے ہو سرنگوں ہلال
آہو کی جست شیر کی چتون پری کی چال　　دل اس کے دست وپائے حنائی سے پائمال
ہر نعل پا کا حسن یہ تھا اس جلوس میں

آئینہ جس طرح سے دست عروس میں

کیوں اعتقاد میں حکما کے نہ آئے فرق　　اشراقی اس سے بحر تفکر میں سب ہیں غرق
راکب گر اس کو غرب سے دوڑائے سوئے شرق　　اور آسماں سے ساتھ ہی چمکے نکل کے برق
بجلی کی واں چمک نہ فلک پر تمام ہو
یاں کب سے غرب میں فرس تیز گام ہو

دیکھی نہیں کسی نے یہ نرمی شباب میں　　ہے جس کے زین صاف پہ مخمل بھی خواب میں
سرعت کا اس کی وصف لکھیں گر کتاب میں　　سطریں رہیں یہ صورت موج اضطراب میں
اس کی ثنا اگر کوئی لائے زبان پر
ساکن جو حرف ہو وہ نہ آئے زبان پر

روئیں سوار ہاتھ سے قمچی اگر گرائے　　اور یہ فرس جنوب سے سوئے شمال جائے
وہ تازیانہ یاں نہ زمیں تک پہنچنے پائے　　اس حد سے ایک دم میں وہ حد دیکھ کر پھر آئے
تنگی سے آسماں کی خفا یہ سمند ہے
کیوں کر اڑے پری ہے کہ شیشے میں بند ہے

کل کی طرح اشارے میں سو بار پھیر لو　　بجلی ہے جس طرف دم پیکار پھیر لو
کاوے میں شکل گنبد دوّار پھیر لو　　نقطے کے گرد صورت پرکار پھیر لو
دوڑے بروے آب تو پتلی بھی تر نہ ہو
آنکھوں میں یوں پھرے کہ مژہ کو خبر نہ ہو

طاؤس سا جدھر گیا دم کو چنور کیے　　دم میں پرے سپاہ کے زیر و زبر کیے
کچلے کبھی بدن کبھی پامال سر کیے　　کشتوں کو روند روند کے سم خوں میں تر کیے
میداں میں تھا کسی کو نہ یارا ستیز کا
عالم ہر ایک نعل میں تھا تیغ تیز کا

زیبا ہے گر کہیں شعرا باد پا اسے　　آہستہ گر چلے تو نہ پائے ہوا اسے
طائر جہاں کے جانتے ہیں سب ہما اسے　　مہمیز و تازیانہ کی حاجت ہے کیا اسے
فتراک گر ہوا سے کبھی اک ذری اڑی
یوں اڑ گیا کہ سب نے یہ جانا پری اڑی

تھرا گیا بدن نہ رہی طاقت فرار　　گھوڑے کی باگ پھیر کے بھاگا وہ نابکار
بچ کر نکل چلا تھا کہ چمکا کے راہوار　　نیزے کا اک کمر پہ کیا شاہ دیں نے وار
موذی تھا وہ لعین پہ اَنی فتنہ کوب تھی
سر میں سناں تھی پشت کے مہروں میں چوب تھی

(مراثی انیسؔ جلد اول صفحہ ۲۲۲۔۲۲۳، شیخ غلام علی لاہور)

غصے میں سب کھڑے ہوئے ہیں ریش کے جو بال　　زیر و زبر ہیں صاف پئے مصحفِ جمال
نقطے عیاں ہیں سورۂ والشمس پر کہ خال　　سرخی کے مد کہ آنکھوں کے ڈورے ہیں لال لال
وہ خط و رنگِ چہرۂ تاباں کھلا ہوا
دیکھو دھرا ہے رحل پہ قرآں کھلا ہوا

کیا مدح ہو حسینؑ کے جنگ و جدال کی　　تصویر بن گئے تھے علیؑ کے جلال کی
وہ آو جاؤ اشہب ضیغم خصال کی　　روندا جو یہ پرا تو وہ صف پائمال کی
ان ابلی انکھڑیوں کے اشارے غضب کے تھے
چل پھرتھی قہر کی تو طرارے غضب کے تھے

حیرت میں یکہ و تاز تھے سب شام و روم کے　　پھرتی تھی برق گرد قدم چوم چوم کے
سیر اس کی دیکھتے تھے شناسا نجوم کے　　پھرتا تھا اس ہجوم میں کیا جھوم جھوم کے
حیراں سیاہ گوش تو چیتے خموش تھے
شیروں میں جاں تھی نہ چکاروں میں ہوش تھے

جم کر ادھر اڑا اُدھر اترا وہ جا پڑا　　نکلا ادھر صفوں سے وہ پلٹا یہ آپڑا
جب اس پہ رو میں سایۂ زلف دوتا پڑا　　سمجھا کہ تازیانۂ موجِ ہوا پڑا
تسمہ ہر اک جو باگ کا تھا ناگ ہوگیا
آنکھیں ابل پڑیں یہ مزاج آگ ہوگیا

گرما کے سب رگوں میں لہو دوڑنے لگا　　فرفر کی دونوں نتھنوں سے آنے لگی صدا
اُٹھنے لگے زمین پہ جم جم کے دست و پا　　غصہ کہ مجھ تک آکے کدھر رہ گئی ہوا
نزدیک تھا کہ پھاند کے ندی کے پار ہو
روکے وہی حسینؑ سا جو شہہ سوار ہو

آہو کی آنکھ شیر کی چتون غضب کی چال　　وہ یال تھے کہ حور نے بکھرا دیے تھے بال
گردن کے خم کو دیکھ کے ہو سرنگوں ہلال　　پوچھے کوئی سوار سے شائستگی کا حال
اُڑ کر زمیں تلک کبھی گرد قدم گئی
جب بس کہا چمکتی ہوئی برق تھم گئی

خوش خو خوش خرام وخوش اندام وخوش لجام　　خوش رو و خوش جمال و ادا فہم و تیز گام
جاں وار و شوخ چشم و سعید و خجستہ کام　　گل پوش و تیز ہوش و سمن گوش و سرخ فام
غالی تھا سرفراز تھا عالی دماغ تھا
گویا ہوا کے دوش پہ اک زندہ باغ تھا

چالاکیاں بھی غیظ بھی غربت بھی جنگ بھی　　بالادوی براق کی دلدل کا ڈھنگ بھی
بر میں اسد بھی بحرِ وغا میں نہنگ بھی　　گھوڑا بھی شیر نر بھی ہرن بھی پلنگ بھی
ہے آگ کا مزاج تو سرعت ہوا کی ہے
اضداد اتنے جمع ہیں قدرت خدا کی ہے

وہ ساز اور وہ زینِ مرصع کی زیب وزین　　اس میں ہوا میں ارض وسما کا تھا فرق وبین

کلغی سے سر کی صاف عیاں فرِّ فرقدین   سینے میں دل قوی تھا کہ ہیں پشت پر حسینؑ
دعویٰ کہ میں براق کی توقیر پائے ہوں
ناز اس پہ ہے کہ بارِ امامت اُٹھائے ہوں

وہ چھوٹی چھوٹی گامچیاں گول گول سم   سرعت وہ تھی کہ عقل تھی یونانیوں کی گم
طاؤس کی طرح جو وغا میں چنور تھی دم   آتی تھی آسماں سے ندا مدِّظلّہم
پھرنا تجھے نصیب ہو راہِ ثواب میں
قائم یہ دونوں پاؤں رہیں اس رکاب میں

وہ گشت اور وہ اس کے طرارے وہ آؤ جاؤ   پانی پہ گر حباب تو آبِ رواں میں ناؤ
گھونگھٹ میں دیکھ پائے اگر چال کا بناؤ   دولھا کہ دل میں پھر نہ رہے کچھ دلھن کی چاؤ
دعویٰ غلط خرام میں کبک دری کا ہے
اس باد پا کے سائے میں جلوہ پری کا ہے

کوہی ہے وہ تدرد ہے کیا اس کی چال کیا   طاؤس کیا ہُمائے سعادت خصال کیا
کیا پیک عقل شاطر وہم و خیال کیا   اس کے قدم کی گرد کو پہنچے مجال کیا
دیکھی نہیں کسی نے یہ چھل بل سمند میں
پارا بھرا ہوا ہے ہر اک جوڑ بند میں

پیکاں ہیں دو کنوتیاں ہنگام دار و گیر   حلقے سے یوں نکلتا ہے جیسے کماں سے تیر
روئیں وہ نرم جلد و باریک و بے نظیر   چینی پرند جس کے مقابل نہ ہے حریر
ایسی سبک روی نہیں دیکھی شہاب میں
دوڑے تو فرق آئے نہ مخمل کی خواب میں

ہر چند تیز رو ہے بہت ادہم قلم   پر اس کی شوخیوں کو یہ کیوں کر کرے رقم
کچھ کچھ مداد کی بھی روانی ہوئی ہے کم   دوڑا بہت تو ذہن کا بھی بھر گیا ہے دم

تازی کوئی ہو بات تو لطفِ کلام ہے
بس اے قلم ٹھہر تری تر کی تمام ہے

(مراثی انیس۔جلداول صفحہ نمبر ۳۷۱۔۳۷۲،شیخ غلام علی لاہور)

سیماب تھا ہوا تھا چھلاوہ تھا راہوار   اس کو نہ چین تھا نہ اسے ایک جا قرار
قربانِ ذوالجناحِ شہنشاہِ نامدار   جاتا تھا یوں حریف کے گھوڑے پہ بار بار
جس طرح جائے شیر گرسنہ غزال پر
ہر بار تھیں کلائیاں گھوڑے کی یال پر

ملتی ہوئی کنوتیاں لال آنکھیں منھ میں کف   بجلی سا اس طرف تھا کبھی گاہ اس طرف
حیراں تھی اس کی تیز روی پر اُدھر کی صف   نتھنوں سے تھی نفس کی صدا یا شہہ نجف
ظالم سے معرکہ جو پڑا تھا لڑائی کا
مطلب یہ تھا کہ وقت ہے مشکل کشائی کا

گھوڑا کبھی نہ پھول کی جس پر چھڑی پڑی   کھولی گرہ وہ تیغ نے جب گل جھڑی پڑی
ضرب اس کی جو پڑی وہ زرہ پر کڑی پڑی   فوجوں میں شور تھا کہ لڑائی بڑی پڑی
قوت علیؑ کی ہاتھ میں ہے اس دلیر کے
کیوں کر بچائیں صید کو پنجے سے شیر کے

(مراثی انیس۔جلداول صفحہ نمبر ۳۷۹،شیخ غلام علی لاہور)

اللہ ری لڑائی میں سبک تازیٔ شبدیز   شہباز بھی ہے قائل جانبازیٔ شبدیز
وہ سینہ وہ گردن وہ سرافرازیٔ شبدیز   وہ آنکھ وہ چہرہ وہ خوش اندازیٔ شبدیز
جس طرح فرو رہتی ہے مایوس کی گردن
گردن سے یوں ہی جھکتی ہے طاؤس کی گردن

آہو جو کہوں اس کو تو آہو ہے چکارا   ساتھ اس کے ہما کو نہیں پرواز کا یارا

وہ نعل وہ ہر کیل وہ سم معرکہ آرا   تپلی وہ پری سمجھے جسے آنکھ کا تارا
دیکھی ہے سموں میں کسی گھوڑے کے یہ ضو بھی
اک جا ہیں ستارے بھی قمر بھی مہ نو بھی

اللہ ری جانبازیٔ شبدیز وغا میں   تلوار کے چلنے سے بھی تھا تیز وغا میں
دل کا تھا اشارا اسے مہمیز وغا میں   ہر نعل تھا شمشیرِ شرر ریز وغا میں
ہاتھ اس کے جدھر آئے اجل پا گئی اس کو
اک ٹاپ پڑی جس پہ زمیں کھا گئی اس کو

تلوار کے مانند نہ بھرتا تھا دم اس کا   گردن وہ مہ نوسی وہ منکے کا خم اس کا
دریا سے روانی میں فزوں تر قدم اس کا   کس طرح کرے وصف کمیت قلم اُس کا
دوڑاؤں کہاں تک فرسِ ذہن رسا کو
کہہ دو کسی شاعر نے جو باندھا ہو ہوا کو

غل تھا کہ چھلاوے میں یہ چھل بل نہیں دیکھی   پھرتی ہوئی یوں آج تلک کل نہیں دیکھی
باریک یہ جلد اور یہ ہیکل نہیں دیکھی   ایسی تو کبھی خواب میں مخمل نہیں دیکھی
نازک ہے کہ مہمیز کی طاقت نہیں رکھتا
ابریشم چینی یہ ملاحت نہیں رکھتا

جو رگ ہے عوض خوں کے وہ سرعت سے بھری ہے   جلدی جو ہے سب جلد بھی جودت سے بھری ہے
شعلے کی طرح طبع شرارت سے بھری ہے   ابلی ہوئی ہر آنکھ شرارت سے بھری ہے
اُڑ جاتا تھا برچھوں میں محل جست کا پا کر
تلواروں کے پنجے سے نکل جاتا تھا آ کر

جس جا پہ پھرے برق کی واں جلوہ گری کیا   چلنے میں ہوا کیا ہے نسیم سحری کیا
یاں اوج سعادت کا ہما کیا ہے پری کیا   طاؤس ہے کیا نسر ہے کیا کبک دری کیا

راکب جو ذرا چھیڑ دے اس برق شیم کو
سائے کو نہ وہ پائے نہ یہ گرد قدم کو
اس صف کو الٹ کر ادھر آیا ادھر آیا   فوجوں کو پلٹ کر ادھر آیا اُدھر آیا
جوں شیر جھپٹ کر ادھر آیا اُدھر آیا   بجلی سا سمٹ کر اِدھر آیا اُدھر آیا
تھمتا ہے چھلاوہ بھی مگر یہ نہیں تھمتا
طائر بھی ٹھہر جاتا ہے پر یہ نہیں تھمتا
پامال نہ ہوں پھول جو گلزار پہ دوڑے   سم تر نہ ہوں گر قلزمِ زخار پہ دوڑے
اس طرح رگِ ابر گہربار پہ دوڑے   جس طرح کہ نغمے کی صدا تار پہ دوڑے
اغراق ہے یاں کچھ نہ تعلّی شعرا کی
کافی ہے یہ تعریف کہ قدرت ہے خدا کی

______ (مراثیِ انیسؔ جلد اوّل صفحہ ۳۹۸، صفحہ ۳۹۹۔ شیخ غلام علی لاہور)

رستم تھا درع پوش کہ پا کھر میں راہوار   جرار بردبار سبک رو وفا شعار
کیا خوش نما تھا زین طلا کار و نقرہ کار   اکسیر تھا قدم کا جسے مل گیا غبار
خوش خو تھا خانہ زاد تھا دلدل نژاد تھا
شبیرؑ بھی سخی تھے فرس بھی جواد تھا

______ (مراثیِ انیسؔ، جلد چہارم صفحہ نمبر ۲۳۵۔ شیخ غلام علی لاہور)

تیغ ایسی فرس ایسا کہ آندھی بھی جہاں گرد   بجلی کی بھی تھی گرمی بازار جہاں سرد
پھرتا تھا تڑپتا ہوا ہر سو دمِ ناورد   ہوتا تھا پسینے سے خجل عطرِ گلِ ورد
بوئے تنِ رنگینِ نگار آ گئی گویا
آیا وہ جدھر بادِ بہار آ گئی گویا
کیا وصف لکھوں اشہبِ سرور کے قدم کا   سرپٹ ہے رواں حال یہ ہے رخشِ قلم کا

پوئی تھی قیامت کی طرارہ تھا ستم کا　　تھرا گیا اُس صف کو یہ اُترا تو وہ چمکا
حیرت زدۂ ششدر و دلگیر تھے آہو
اُڑتا تھا یہ اور آہوئے تصویر تھے آہو

کھینچی جو کبھی نظم میں اُس رخش کی تصویر　　ٹکڑے ہوئی ہر مصرعۂ پیچیدہ کی زنجیر
مضموں کا بندھا رنگ نہ اُس میں کسی تدبیر　　اُڑ اُڑ گئی کاغذ سے سیاہی دمِ تحریر
رنگِ رُخِ قرطاس بھی فق ہاتھ میں دیکھا
جھپکی جو پلک سادہ ورق ہاتھ میں دیکھا

زیبا ہے جو کہیئے کہ ہوا کا تھا وہ گھوڑا　　تھا وسعتِ عالم کا بھی میداں اُسے تھوڑا
مشرق میں لیا دم اُسے مغرب سے جو چھوڑا　　جب ہل گئی راکب کی کمر پڑ گیا کوڑا
ممکن تھا کہ فوجیں اُسے ٹوکیں تو رُکے وہ
چمکار کے حضرت ہی جو روکیں تو رُکے وہ

وہ رشکِ صبا خاک پہ کس طرح رکھے گام　　ہوئے جو فلک سیر زمیں سے اُسے کیا کام
خوش قامت و خوش رو و خوش انداز و خوش انجام　　تھا نعل در آتش کہیں دم بھر تھا نہ آرام
دھرتا ہوا لاشوں پہ قدم جاتا تھا گھوڑا
دامانِ جراحت کی ہوا کھاتا تھا گھوڑا

نعل آئینہ رنگ ایسے کہ آئینہ بھی شرمائے　　برہم ہوا گر شکل و رنگ اُس میں نظر آئے
ہر دم جو گندھی چوٹیوں کا دام نہ اُلجھائے　　فتراک کے پر کھولے ہوئے چرخ پہ اُڑ جائے
ششدر ہوں فلک زینِ جواہر کی چمک پر
سم رکھ دے ابھی جا کے سرِ سبزِ فلک پر

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۷۰۔ شیخ غلام علی لاہور)

گھوڑے سے یہ بولا پسرِ شاہِ ولایت　　فاقے پہ تو فاقہ ہے یہ ہے وقتِ رفاقت

ہاتھوں سے کہا آج دکھا دو ہمیں طاقت　　قدموں سے کہا بڑھ کے نہ ہٹنا کسی صورت
ہم ہوں گے نہ دنیا میں پہ انصاف رہے گا
اس جنگ کا غل قاف سے تا قاف رہے گا

گھوڑے نے کہا جان ہے جب تک تو ہوں ہمراہ　　طاقت ہے کہ تو پُشت پہ ہے اے شہ ذی جاہ
ہاتھوں سے صدا آئی کہ اے فاطمہؑ کے ماہ　　ہم قوتِ خیبر شکنی رکھتے ہیں واللہ
قدموں نے کہا سر پہ جو آرے بھی چلیں گے
وہ کوہِ گراں ہیں کہ کبھی ہم نہ ٹلیں گے

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۲۸۰، شیخ غلام علی لاہور)

یہ سن کے لگی پیٹنے سر زینبِ مضطر　　واں شہ پہ جھکا چار صفیں باندھ کے لشکر
تیروں کی ہوئی مار چلے نیزہ و خنجر　　یا شیرِ خدا کہہ کے دھنسے فوج میں سرور
ٹاپوں سے پیادوں کو کچل جاتا تھا گھوڑا
بجلی سا ہر اک صف سے نکل جاتا تھا گھوڑا

اک صف سے گئے دوسری صف سے نکل آئے　　دہنے سے گئے بائیں طرف سے نکل آئے
لڑ بھڑ کے ہر اک تیغ بکف سے نکل آئے　　گھر کر مددِ شاہِ نجف سے نکل آئے
اک برق گری اُڑ کے جدھر آ گیا گھوڑا
جب باگ ہلی برچھیوں پھرا گیا گھوڑا

جس رخ کو سواروں کا رسالا نظر آیا　　دم میں وہیں اسپِ شہِ والا نظر آیا
برچھی بھی نظر آئی نہ بھالا نظر آیا　　سب شام کا لشکر تہہ و بالا نظر آیا
گھوڑے تو الف ہو کے سواروں پہ گرے تھے
اسوار پیادوں کی قطاروں پہ گرے تھے

(مراثی انیس، جلد دوم صفحہ ۳۴۱، شیخ غلام علی لاہور)

وہ شہسوار دوش محمدؐ کا [illegible] کہ وہ سماں سے آگ

تلوار کیا فرس کو بھی تھی شامیوں سے لاگ ایک ایک کو پکار رہا تھا کہ بھاگ بھاگ
زور اس سے چل سکے گا نہ رُستم نہ گیو کا
اس پیل تن کی ٹاپ طمانچہ ہے دیو کا
پھرتا تھا کیا صفوں میں فرس جھوم جھوم کے سُرعت بلائیں لیتی تھی منھ چوم چوم کے
پامال تھے پرے سپہ شام و روم کے غل تھا یہ غول میں پسرِ سعدِ شوم کے
رخش ایسا روم ورے میں نہیں شام میں نہیں
یہ شوخیاں تو گردشِ ایام میں نہیں

(مراثیٔ انیس، جلد دوم صفحہ ۴۱۱، شیخ غلام علی لاہور)

اللہ ری شان واہ رے حملے جناب کے خاک اُڑ گئی جدھر گئے گھوڑے کو داب کے
دکھلا دیئے وغا میں چلن بوتراب کے فتراک تھے کہ پر فرسِ لاجواب کے
تیلی جدھر سوار نے پھیری یہ مُڑ گیا
اُترا براق بن کے پری ہو کے اُڑ گیا

(مراثیٔ انیس، جلد دوم صفحہ ۴۱۱، شیخ غلام علی لاہور)

فرما کے یہ گھوڑے کو جورانوں میں دبایا شب دیزِ نظر کیا کہ ہوا نے بھی نہ پایا
روباہوں کے انبوہ پہ اک شیر سا آیا اللہ ری سرعت کہ ہرن ہوگیا سایہ
غل تھا کبھی یوں آگ سے پارا نہیں اڑتا
اس شان سے جنگل میں چکارا نہیں اُڑتا
ملعونوں کو ٹاپوں سے کچلتا ہوا آیا ہر سو دلِ کفار کو ملتا ہوا آیا
انبوہ میں اُڑ اُڑ کے سنبھلتا ہوا آیا غصے سے کنوتی کو بدلتا ہوا آیا
سب زیرِ قدم جرأت و سرعت کا چلن تھا
اِس غول میں تھا شیر تو اس صف میں ہرن تھا
کیجیے جو خیال آنکھوں میں بجلی سی چمک جائے یوں فکرِ منجم بھی نہ بالائے فلک جائے

ساتھ اس کے خیال شعرا دوڑ کے تھک جائے　　　چتون وہ کہ شیروں کی نگہ جس سے جھپک جائے

صیحہ جو وہ کرتا تھا تو ہٹ جاتے تھے گھوڑے

ہر صف میں اَلَف ہو کے اُلٹ جاتے تھے گھوڑے

مشرق سے جو راکب اُسے ہاں کہہ کے اُڑائے　　　عقل حکما دنگ ہو سرعت وہ دکھائے

"ہے" سے الف ہاں ابھی یاں وصل نہ پائے　　　مغرب سے یہ خورشید فلک جا کے پھر آئے

دھوکا پر پرواز کا ہے دامنِ دیں پر

طاؤس ہوا پر ہے تو بجلی ہے زمیں پر

ہیں صانع قدرت نے کفل سانچے میں ڈھالے　　　ہے پیار سے گردن میں عنان ہاتھوں میں ڈالے

کہتے ہیں رکابوں کو جو ہیں دیکھنے والے　　　ہیں دو مہِ نو زین کے دامن کو سنبھالے

گردن پہ عجب حُسن سے یال اس کی پڑی ہے

گویا کہ پری کھولے ہوئے بال کھڑی ہے

یہ تا حدِ امکاں صفتِ عقل رسا جائے　　　بالائے فلک صورتِ شبدیز دعا جائے

کہسار سے دریا کی طرف مثلِ سدا جائے　　　دریا پہ جو دوڑاؤ تو مانند ہوا جائے

سیر اس کی اگر چشم کو منظور نظر ہو

آنکھوں میں پھرے یوں کہ نہ پتلی کو خبر ہو

اُڑ جانے میں رنگِ رُخِ عاشق سے سُبک خیز　　　کاکل وہ کہ زلفِ سرِ لیلیٰ سے دلآویز

پوئی میں غزالوں کے طراروں سے کہیں تیز　　　آقا کے ارادے کو سمجھتا تھا وہ مہمیز

جو سایۂ آہو نہ قرار اس کو کہیں تھا

راکب نے جدھر آنکھ سے دیکھا یہ وہیں تھا

(مراثی انیس، جلد سوم صفحہ ۲۱۸۔ شیخ غلام علی لاہور)

لڑتا تھا وہ نہنگِ محیطِ دلاوری　　　کرتی تھی تیغ قلزمِ خوں میں شناوری

ہوتے تھے قتل کوفی و شامی و خیبری　　اُڑتا تھا رخش یوں کہ اُڑے جس طرح پری

غل طائروں میں تھا کہ عجب راہوار ہے

تختِ ہوا پہ آج سلیماں سوار ہے

صرصر سے تیز تر تھا وہ اسپِ خجستہ فر　　یکساں تھا اس کو صورتِ خورشید دشت ودر

پانی پہ تھا جو موج تو آتش میں تھا شرر　　گیتی نورد و برق تک و آسماں سفر

ٹاپوں سے سرکشوں کی صفیں پائمال تھیں

زیں آفتاب تھا رکابیں ہلال تھیں

طے کی جو راہِ بحر تو بر سے نکل گیا　　مانندِ خیر لشکرِ شر سے نکل گیا

آیا اِدھر سے گر تو اُدھر سے نکل گیا　　پُتلی کے گرد پھر کے نظر سے نکل گیا

سُرعت میں تھا ہرن تو وغا میں ہزبر تھا

پستی میں سیل تھا تو بلندی میں ابر تھا

مثلِ نگاہ فوج کی صف سے نکل گیا　　غلطاں گہر تھا اک کہ صدف سے نکل گیا

وہ گر پڑا یہ جس کی طرف سے نکل گیا　　اِک تیر تھا کہ صاف ہدف سے نکل گیا

فر فر رواں ادھر سے دمِ جست و خیز تھا

اُلٹا پھرا اُدھر سے تو رفرف سے تیز تھا

(مراثی انیس، جلد سوم صفحہ ۲۵۲، شیخ غلام علی لاہور)

ہیں یال کے بال ایسے کہ شرمندہ ہو سنبل　　ہم سر نہ ہو کاکل سے کبھی حور کی کاکل

اسوار ہے اُس کا پسر صاحبِ دُلدُل　　کہیئے جو ملک اس کو نہیں جائے تامّل

ہے دوشِ محمدؐ کا مکیں خانۂ زیں پر

اس ناز سے رکھتا ہی نہیں پاؤں زمیں پر

دو روز سے لب تشنہ ہیں پر راکبِ رہوار　　چمکار کے فرماتے ہیں یہ سیّد ابرار

دریا میں تجھے لے چلوں اے اسپِ وفادار　　تو پی لے کہ مانع نہ ترے ہوں گے ستمگار
اعدا کو نہیں ہے کسی پیاسے سے عداوت
گر ہے تو محمدؐ کے نواسے سے عداوت

کہتا ہے وہ رہوار بصد اشک فشانی　　آقا کے تو لب تر نہ ہوں اور میں پیوں پانی
صدقے ترے اے حیدر کرار کے جانی　　صورت ہے مجھے حشر میں دُلدُل کو دکھانی
پیاسا تو ہوں لیکن فرسِ شاہِ اُمم ہوں
عباسؑ کے گھوڑے سے بھی کیا صبر میں کم ہوں

رو دیتے تھے مرکب سے یہ سن کر شہِ خوش خو　　گھوڑے کی بھی آنکھوں سے ٹپک پڑتے تھے آنسو
تانے ہوئے نیزے چلے آتے تھے جفا جو　　ہاں تیر چلیں شہ پہ یہی شور تھا ہر سو
لب خشک تھے آنکھیں شہِ مظلوم کی نم تھیں
اک دم کے لیے سینکڑوں تلواریں علم تھیں

(مراثی انیس، جلد چہارم صفحہ ۲۹۷۔ شیخ غلام علی لاہور)

رہوار تھا تلوار سے چلنے میں یہ کچھ تیز　　شمشیر جو بجلی تھی تو آندھی تھا وہ شبدیز
تھے حور کے گیسو کی طرح بال دل آویز　　واقف ہی نہ تھا وہ کہ کسے کہتے ہیں مہمیز
عالم پرِ پرواز کا تھا دامنِ زیں پر
دریا پہ وہ تھا موج تو بجلی تھا زمیں پر

صرصر تھا کبھی گاہ نسیمِ سحری تھا　　طاؤسِ فلک سیر دم جلوہ گری تھا
بن بن کے اٹھانے میں قدم کبکِ دری تھا　　کاوے میں جو پرکار تو اُڑنے میں پری تھا
رفتار کو کب اپنی دِکھاتا تھا کسی کو
سایہ بھی نہ اُس کا نظر آتا تھا کسی کو

تھا کاہ کشاں چوٹیوں سے حلقۂ گردن　　سم بدر سے اور نعل مہِ نو سے بھی روشن

آہو سے بڑی آنکھ مگر شیر سی چتون　　ٹاپ اُس کی طمانچہ تھا اجل کا پئے دشمن
مستِ مئے نخوت جو وہ مغرور ہوئے تھے
شیشوں کی طرح کاسۂ سر چور ہوئے تھے

(مراثی انیسؔ، جلد چہارم صفحہ ۳۱۴، شیخ غلام علی لاہور)

کیا اسپ فلک سیر کی سرعت کا لکھوں حال　　میداں میں وہ تھا گرم عناں برق کی تمثال
تھے حور کی کاکل کی طرح مشک فشاں بال　　پہنچے نہ صبا اُس کے کبھی گرد کے دنبال
سائے سے بھی کچھ آگے بوقت تگ و دو تھا
سم بدر تھے ہر نعل درخشاں مہِ نو تھا
جب تیغ سے تیروں کو قلم کرتے تھے شبیرؑ　　جاتا تھا اشارے میں کماں داروں پہ جوں تیر
پے کر کے اُنھیں پھیرتے جب رُخ شہِ دلگیرؑ　　آتا تھا پیادوں پہ سواروں کی صفیں چیر
سیماب کی صورت نہ قرار اُس کو کہیں تھا
کرتے تھے جہاں قصد شہِ دیںؑ یہ وہیں تھا

(مراثی انیسؔ جلد سوم صفحہ ۴۰۷)

ذوالجناح فرات میں:

کرتا ہے علم سیفِ زباں راوی پُرغم　　لڑتے ہوئے دریا پہ جو پہنچے شہِ عالم
تھے گھاٹ جو روکے ہوئے واں سیکڑوں اظلم　　اک حملے میں اُن سب کو کیا درہم و برہم
آئی جو ہوا اسپ شہِ تشنہ دہاں کو
لٹکا دیا پانی پہ نظر کر کے دہاں کو
حضرت نے جو دیکھا کہ بہت تشنہ ہے رہوار　　ٹھکرا کے اُسے ڈال دیا نہر میں اک بار
فرمایا کہ سیراب ہوا اے اسپِ وفادار　　پر چھا ہے ابھی گھیر نہ لیں پھر کہیں کفار

اور میں تو کبھی پانی سے لب تر نہ کروں گا
پیاسے موئے عباسؑ، میں پیاسا ہی مروں گا

بے جاں ہوئے پانی سے تڑپ کر علی اکبرؑ　　ہاتھوں پہ مرے تشنہ دہن مر گئے اصغرؑ
دم توڑتی ہے خیمے میں پیاسی مری دختر　　اے گھوڑے تو منصف ہو میں پانی پیوں کیونکر

اب دل کو مرے ساغر کوثر کی ہوس ہے
اور حلق کو آبِ دمِ خنجر کی ہوس ہے

راکب کی جو تقریر سنی گھوڑے نے ساری　　اک ندی ہوئی آنسوؤں کی چشموں سے جاری
رو رو کے یہ کی عرض کے اے عاشق باری　　سیراب ہوں میں اور نہ مجھے پیاس تمھاری

حضرت کی طرح آب سے بے زار ہوں آقا
میں بھی نہ پیوں گا کہ وفادار ہوں آقا

رونے لگے یہ سُن کے شہِ بیکس و بے پر　　پھر سوچ کے کچھ پانی بھرا چلّو کے اندر
چاہا جونہی شہ نے کہ لبِ خشک کریں تر　　چلّا کے یہ تب کہنے لگا ایک ستم گر

پانی سے ابھی حلق نہ تر کیجیے حضرت
گھر لٹتا ہے ہاں جلد خبر لیجیے حضرت

تاراج ہوا اہلِ حرم کا زر و زیور　　سیدانیاں خیمے سے نکل آئی ہیں باہر
یہ سنتے ہی شاہِ دو جہاں ہو گئے مضطر　　اُس پانی کو بس پھینک دیا نہر کے اندر

لے تیغِ دو دم ہاتھ میں گھوڑے پہ سنبھل کر
خیمے کو لگے دیکھنے دریا سے نکل کر

گھر سیّدِ مظلوم کا سالم نظر آیا　　مطلق اثر، اُس شامی کی باتوں کا نہ پایا
عباسؑ کے لاشے کو جو دیکھا تو سنایا　　اے بھائی! خبر لو ہمیں اعدا نے ستایا

گھر ہو گیا ویراں علی اکبرؑ گئے مارے

اُٹھ کر ہمیں پُرسا دو کہ اصغرؑ گئے مارے

(مراثیٔ انیس جلد دوم صفحہ ۳۲۹)

ذوالجناح سے وقتِ عصر امام حسینؑ کی گفتگو

آقا شہید ہوتا ہے گھوڑے کو ہے یہ غم — حربوں سے شاہِ دیں کو بچاتا ہے دم بدم
فرماتے ہیں حسینؑ کہ اے ذوالجناح تھم — پھر میں اُتر پڑوں گا ہٹا یاں سے گر قدم
وعدہ ہے خوں میں بھرنے کا ربِّ قدیر سے
اللہ اب بچا نہ مجھے تیغ و تیر سے

سینے پہ اب چڑھے گا مرے شمرِ روسیاہ — تجھ سے نہ دیکھا جائے تو جا سوئے خیمہ گاہ
دو دن سے میرے ساتھ ہے بے دانہ و گیاہ — شرمندہ تجھ سے ہوں بہت اے میرے خیرخواہ
عادل کا سامنا ہے شہِ مشرقین کو
مارا ہو گر کبھی تو بحل کر حسینؑ کو

کہتا ہے رو کے شاہ سے اسپِ وفا شعار — جب تک ہے دم قدم کو نہ چھوڑے گا جاں نثار
رخصت کے وقت مجھ پہ جو حضرت ہوئے سوار — بنتِ علیؑ نے مجھ سے کہا تھا بہ حالِ زار
پھر ایک بار ڈیوڑھی پہ لانا حسینؑ کو
اے ذوالجناح ! چھوڑ نہ آنا حسینؑ کو

دو دن سے خود حضور ہیں بے آب و بے طعام — میں کیا کہوں اے حسینؑ سکینہؑ ہے تشنہ کام
بچپن سے میرے حال پہ شفقت رہی مدام — میں کس زباں سے شکر کروں اے شہِ انام
برسوں چڑھے، یہ دل سے اُتارا کبھی نہیں
تقصیر پر بھی آپ نے مارا کبھی نہیں

(مراثیٔ انیس، جلد دوم صفحہ ۴۳۷۔۴۳۸، شیخ غلام علی لاہور)

ذوالجناح وقتِ عصر

آواز غیب سنتے ہی تھرّا گئے امام　　کی ذوالفقار میان میں اور روک لی لگام
گردن پھرا کے منھ کو لگا تکنے خوشخرام　　فرمایا تجھ سے ہوتا ہے رخصت یہ تشنہ کام
رک جا کہ خاتمہ ہوا جنگ و جدال کا
اب سر چڑھے گا نیزے پہ زہراؑ کے لال کا

پہنچی جو ضرب پھٹ گئے زخمِ تنِ حسینؑ　　سب خاک وخوں میں بھر گیا پیراہنِ حسینؑ
سر خاک پر پٹکنے لگا توسنِ حسینؑ　　سجدے کو سوئے قبلہ جھکی گردنِ حسینؑ
اعدا نے کائنات کا دفتر الٹ دیا
نیزوں سے لاش شہ کو زمیں پر الٹ دیا

مراثی انیس جلد اول (شیخ غلام علی لاہور، صفحہ ۵۰)

حربے ہزار ہا کسے روکے کسے بچائے　　بے یار و آشنا کسے ڈھونڈے کسے بلائے
دکھ میں سپر ہو کون حمایت کو کون آئے　　کیا وقت ہے نبیؐ کے نواسے پہ ہائے ہائے
جھکتے ہیں زیں پہ منھ سے لہو ڈال ڈال کے
گھوڑے سے غش میں کون اُتارے سنبھال کے

گھوڑے سے گاہ غش میں اِدھر کو اُدھر جھکے　　تیغیں چلیں جدھر کو شہ بحر و بر جھکے
سیدھے کبھی ہوئے کبھی پکڑے جگر جھکے　　تھامی کبھی ایال کبھی زین پر جھکے
صدمہ جو تھا بہن کے نکلنے کا شاہ کو
گردن پھرا کے دیکھتے تھے خیمہ گاہ کو

(مراثی انیس جلد اول صفحہ ۲۲۶۔ شیخ غلام علی لاہور)

نیزہ لگا جو پشت مبارک پر آن کر　　سر رکھ دیا حضور نے گھوڑے کے یال پر
جب آ کے سامنے سے لگا گرز گاؤ سر　　دُلدُل کی پشت پر جھکے سلطانِ نامور

سنبھلے جو سانس لینے کو گھوڑے پہ جھوم کے
زہراؑ بلائیں لینے لگی شانے چوم کے

چلائیں سر کو پیٹ کے لِلّٰہ کوئی آئے — گھوڑے سے گرتا ہے مرا بچہ کوئی اٹھائے
ہے کون میرے نازوں کے پالے کو جو بچائے — سولہ پہر کی پیاس میں یہ رنج ہائے ہائے
یاور نہیں جو کوئی سنبھالے حسینؑ کو
اے ذوالجناح تو ہی بچالے حسینؑ کو

اے ارض کربلا مرا بچہ ہے بے گناہ — اے دشت نینوا مرا بچہ ہے بے گناہ
اے نہر علقمہ مرا بچہ ہے بے گناہ — اے دہر بے وفا مرا بچہ ہے بے گناہ
گھیرا ہے ظالموں نے مرے نور عین کو
اے ذوالفقار تجھ سے میں لوں گی حسینؑ کو

(مراثی انیسؔ۔ جلد اول صفحہ ۲۴۷۔ شیخ غلام علی لاہور)

کہہ کر یہ سخن میان میں شہ نے رکھی تلوار — سب اسلحہ گھوڑے پہ رکھا کھول کے اک بار
راہوار لگا رونے تو بولے شہ ابرار — اس میرے بزرگوں کے تبرک سے خبردار
رو رو کے تو اس وقت نہ ٹکڑے مرا دل کر
کوڑا کبھی مارا ہو جو تجھ کو تو بحل کر

اب جا کے مرا حال نہیں جائے گا دیکھا — قاتل ترے اسوار کے سینے پہ چڑھے گا
ڈیوڑھی پہ کھڑا ہو جیو تو روک کے رستا — تا دیکھے نہ سر کٹتے مرا دخترِ زہراؑ
کہہ دیجو بہن سے کہ تبرک یہ دیا ہے
اور گھر سے نکلنے کو تمہیں منع کیا ہے

رو کر کہا گھوڑے نے اے عاشقِ باری — حضرت نے چھڑی پھول کی مجھ کو نہیں ماری
آقا تری کس منھ سے کروں شکر گزاری — اور آج تو ہے آخری حضرت کی سواری

مجھ سے یہ نہ ہوگا کہ میں منھ موڑ کے جاؤں
حضرت کو مصیبت میں یہاں چھوڑ کے جاؤں

مولا مجھے منھ اپنا ہے دلدل کو دکھانا — خدمت میں محمدؐ کی ہے یاں سے مجھے جانا
پھر مجھ کو وفادار کہے گا نہ زمانا — فرمائیں گے فردوس میں یہ آپ کے نانا

دشمن ہوئی سب خلق یہ قدرت ہے خدا کی
گھوڑے نے بھی پیارے سے ہمارے نہ وفا کی

بچپن سے ہوئے آپ مری پیٹھ پہ اسوار — بوڑھا ہوا اب زندگی مجھ کو نہیں درکار
اسوار نہ ہو اور رہے خلق میں راہوار — ہے کون مرا قدر شناس اے شہؑ ابرار

حضرت نہیں جاتے ہیں نہ گھر جاؤں گا میں بھی
سر اپنا پٹک کر یہیں مر جاؤں گا میں بھی

اے اہلِ عزا اشک بہانے کی یہ جا ہے — روتا ہوں میں تنہا پسرِ شیرِ خدا ہے
تلواریں ہزاروں ہیں اور اک خشک گلا ہے — اور سامنے لاشہ علی اکبرؑ کا پڑا ہے

فرماتے ہیں بابا کو بچاتے نہیں اکبرؑ
ہم گھوڑے سے گرتے ہیں تم آتے نہیں اکبرؑ

(مراثی انیس۔ جلد اول صفحہ ۳۱۴۔ شیخ غلام علی لاہور)

دیکھا شہِ والا نے ہزاروں کو جو بے دم — جوش آ گیا رحمت کا ہوا غیظ و غضب کم
دل دُکھنے لگا دیدۂ حق بیں ہوئے پُرنم — بس میان میں صابر نے رکھی تیغِ شرر دم

صدمہ ہوا اُمت کے لیے جانِ حزیں پر
روتے ہوئے گھوڑے سے اُتر آئے زمیں پر

ہرنے پہ رکھے آپ نے سب کھول کے ہتھیار — فرمایا کہ رخصت ہو بس اے اسپِ وفادار
پوچھے جو خبر بھائی کی زینبؑ جگر افگار — کہہ دیجو کہ اب حلق ہے اور خنجرِ خونخوار

تم قصد نکلنے کا نہ کچھو ابھی گھر سے
واں فاطمہؑ لپٹی ہوئی روتی ہیں پسر سے

در پر نکل آئے جو عصا تھام کے سجاد — کہنا مری جانب سے کہ اے بیکس وناشاد
اب آنہیں سکتے کہ ہمیں گھیرے ہیں جلاد — بابا کی وصیت نہ بھلانا یہ رہے یاد
مشکل ہے جو کچھ سہل ہوئی جاتی ہے بیٹا
بچوں سے خبردار کہ فوج آتی ہے بیٹا

ماں بہنوں کی تم رکھیو خبر اے مرے پیارے — یہ قافلہ رانڈوں کا حوالے ہے تمہارے
چادر کوئی زینبؑ کے نہ سر پر سے اُتارے — سیلی کوئی نادان سکینہؑ کو نہ مارے
گُھٹ جائے گا دم جان نکل جائے گی تن سے
ننھا سا گلا اُس کا بچا لیجو رسن سے

(مراثیٔ انیس، جلد دوم صفحہ ۱۷، شیخ غلام علی لاہور)

فرما کے یہ شمشیرِ شرر ریز کو روکا — روکا اُسے کیا شعلۂ سر تیز کو روکا
بے کل تھا مگر اسپِ سبک خیز کو روکا — کس پیار سے چمکار کے شبدیز کو روکا
فرمایا کہ اُمت کا بھلا ہوتا ہے گھوڑے
راکب ترا اب تجھ سے جدا ہوتا ہے گھوڑے

(مراثیٔ انیس، جلد دوم صفحہ ۹۴، شیخ غلام علی لاہور)

یہ کہتے تھے حضرت جو لگا پشت پہ بھالا — قربوس پہ تھرّا کے گرے سیّدِ والا
جبریلؑ نے قدموں سے رکابوں کو نکالا — اور ہاتھوں کو گردن میں یداللہ نے ڈالا
غش ہوگیا طاری جو شہِ عرش نشیں پر
بس ٹیک دیا گھوڑے نے گھٹنوں کو زمیں پر

مرکب سے جدا ہو کے جو تڑپے شہِ ابرار — گردِ شہِ دیں اُٹھ کے لگا پھرنے وہ رہوار
فرمایا کہ منزل پہ تو پہنچا ترا اسوار — رخصت ہو کہ سر اُترے تو ہم بھی ہوں سبک بار

اب تیغ لیے ذبح کو جلّاد بڑھے گا
قاتل ترے اسوار کی چھاتی پہ چڑھے گا

نیزے کی سواری ہے اب اور فاطمہؑ کا لال الفت ہے تجھے دیکھ سکے گا نہ مرا حال
ٹاپوں کے تلے لاش مری ہوئے گی پامال زینبؑ نہ نکل آئے کہیں کھولے ہوئے بال
سجادؑ کو آگاہ مرے حال سے کر دے
جا بانوئےؑ بے کس کو رنڈاپے کی خبر دے

اب آئیں گے خیمے کے جلانے کو ستم گار کہہ دیجو بہن سے کہ سکینہؑ سے خبردار
سجادؑ سے کہنا کہ میں صدقے ترے بیمار گر بیڑیاں پہنائیں تو کچھ کیجو نہ تکرار
خاصانِ خدا کے لیے ایذا و محن ہے
بندھوائیو گردن کہ یہ دادا کا چلن ہے

گھوڑے کو شہِ دیں نے یہ پیغام دیا جب مقتل سے چلا سر کو پٹکتا ہوا مرکب
خالی اسے دیکھا تو لگی پیٹنے زینبؑ یاں قبلۂ عالم پہ عدو ٹوٹ پڑے سب
زخمی تھا سراپا نہ کہاں زخم لگے تھے
تیغیں وہیں لگتی تھیں جہاں زخم لگے تھے

(مراثیٔ انیس، جلد سوم صفحہ ۲۱۹۔۲۲۰، شیخ غلام علی لاہور)

چلائی اُٹھ کے خاک سے نانا مدد کو آؤ بھائی مرا ہے تیغ تلے یا علیؑ بچاؤ
اماں خدا کے واسطے تشریف جلد لاؤ یا مجتبیٰ حسینؑ کو آغوش میں اُٹھاؤ
ہے ہے کوئی نہیں جو سنبھالے حسینؑ کو
اے ذوالجناح تو ہی بچالے حسینؑ کو

اے ذوالجناحِ سبطِ نبیؐ میں ترے نثار بچپن سے میرے بھائی نے تجھ کو کیا ہے پیار
قاتل ترے سوار کی چھاتی پہ ہے سوار تیرے سوا نہیں کوئی اس وقت غم گسار

میں بنتِ فاطمہؑ ہوں جو بھائی کو پاؤں گی
تیرے سُموں کو آنکھوں سے اپنے لگاؤں گی

(مراثی انیس، جلد سوم صفحہ ۲۵۷۔ شیخ غلام علی لاہور)

سناں وہ سینے سے سبطِ نبیؑ نے جب کھینچی — کلیجہ ٹکڑے ہوا خوں کی بہی ندی
غش آیا پھر نہ سنبھلنے کی شہ کو تاب رہی — قدم رکابوں سے اور ہاتھ سے لگام چھٹی
جدا جو گھوڑے سے وہ نامدار ہونے لگا
تو ذوالجناح بھی گردن جھکا کے رونے لگا

ابھی زمیں پہ گرے تھے نہ ذوالجناح سے شاہ — کہ آئی فاطمہ زہراؑ کی یہ صدا ناگاہ
خبر حسینؑ کی لو جلد آ کے یا ابتاہ — خدا کے شیر کو بھی لیتے آئیو ہمراہ
دُہائی ہے مرا پیارا زمیں پہ گرتا ہے
خدا کے عرش کا تارا زمیں پہ گرتا ہے

کوئی نہیں مرے بچے کا تھامنے والا — ہر ایک زخم سے بہتا ہے خوں کا پرنالا
کوئی لگاتا ہے تیرِ ستم کوئی بھالا — بڑے دُکھوں سے اُسے فاطمہؑ نے تھا پالا
شہید لال مرا بے گناہ ہوتا ہے
مدد کرو کہ مرا گھر تباہ ہوتا ہے

پکاری فاطمہؑ پھر ذوالجناح کو اک بار — سوارِ دوشِ رسولِؐ خدا ہے تجھ پہ سوار
گرے کہیں نہ تری پشت سے مرا دلدار — دو زانو خاک پہ آہستہ بیٹھ جا راہوار
خدا نہ کردہ جو یہ نیم جاں زمیں پہ گرا
یقیں سمجھ لے کہ بس آسماں زمیں پہ گرا

یہ تیری پیٹھ کا بچپن سے چڑھنے والا ہے — اسے رسولؐ نے آقا نے تیرے پالا ہے
یہ برگزیدۂ محبوبِ حق تعالیٰ ہے — مگر فلک نے مصیبت میں اس کو ڈالا ہے

زمیں پہ گر کے جو غلطاں بگرد ہووے گا
مرے حسینؑ کے زخموں میں درد ہووے گا

تو جانتا ہے یہ چڑھتا ہے دوشِ احمدؐ پر   بنا تھا عید کے دن اس کا اونٹ پیغمبرؐ
برائے سجدۂ معبود جب جھکاتے تھے سر   سوار ہوتا تھا پشتِ نبیؐ پہ یہ دلبر
خدا کے دوست سے ایسا پیار کرتا تھا
نہ سر اُٹھاتا تھا جب تک نہ یہ اُترتا تھا

سنی جو گھوڑے نے یہ بنتِ مصطفےٰؐ کی صدا   تو گُھٹنے ٹیک کے تازی زمیں پہ بیٹھ گیا
اُتر کے ریتی پہ گھوڑے سے دلبرِ زہراؑ   لہو میں ماہئ بے آب سا تڑپنے لگا
وہ گیسو خاک سے اس بَن کی اَٹ گئے سارے
بدن کے زخم تڑپنے سے پھٹ گئے سارے

(مراثی انیس، جلد سوم صفحہ ۲۶۲۔ شیخ غلام علی لاہور)

ساتھ اسوار کے زخمی ہے سراپا رہوار   کئی سو تیر ہیں گردن سے بھی پہلو سے بھی پار
یال سے خون کی بوندیں ہیں ٹپکتی ہر بار   نہ کھڑے ہونے کی طاقت ہے نہ تابِ رفتار
تیر جب لگتا ہے کچھ کہہ تو نہیں سکتا ہے
پھیر کر منھ شہِ والا کی طرف تکتا ہے

شاہ فرماتے ہیں اے میرے رفیق و ہمدم   ہے مجھے اپنے عزیزوں کے برابر ترا غم
ہم سے تو چھٹتا ہے اب تجھ سے جدا ہوتے ہیں ہم   مر کے بھی تجھ کو نہ بھولوں گا میں خالق کی قسم
خلق سے سوئے عدم کوچ کی تیاری ہے
آخری اب ترے آقا کی اسواری ہے

دیکھ لے تیری طرح میں بھی ہوں زخمی واللہ   فاقہ مجھ پر بھی ہے اور تو بھی ہے، بے دانہ و کاہ
ہے اگر تشنہ دہانی سے ترا حال تباہ   تین دن گذرے ہیں پانی سے نہیں ہوں آگاہ

تو زباں خشک جو منھ پھیر کے دکھلاتا ہے
پسر ساقیٔ کوثر کو حجاب آتا ہے

عرض کرتا ہے یہ گھوڑا کہ میں حضرت پہ فدا — پیاس کا میری نہ غم کھایئے ہرگز مولا
تشنہ لب اکبرؑ و اصغرؑ موئے پانی نہ ملا — کیا میں معصوم سکینہؑ سے بھی پیاسا ہوں سوا
پھیر کر منھ کو جو تکتا ہوں الم ہے مجھ کو
خاک پر گر نہ پڑیں آپ یہ غم ہے مجھ کو

آپ بچپن میں کبھی مجھ پہ جو ہوتے تھے سوار — بازو تب آپ کے پکڑتے تھے رسولِ مختار
تھی تقید قدم آہستہ اٹھائے رہوار — پشت سے تیری کہیں گر نہ پڑے یہ دلدار
تیر پڑتے ہیں لگا جاتا ہے بھالا کوئی
آپ کا آج نہیں تھامنے والا کوئی

رو کے کہنے لگے رہوار سے شاہِ دو جہاں — اب تو بیکس ہوں میں وہ چاہنے والے ہیں کہاں
سر پہ نانا ہیں نہ بابا ہیں نہ اَب ہیں امّاں — دوست سب گلشنِ ہستی سے گئے سوئے جناں
یاس و اندوہ سے ہے فرق توانائی میں
کوچ دنیا سے ہے کس عالمِ تنہائی میں

(مراثی انیسؔ، جلد سوم صفحہ ۲۶۶۔ شیخ غلام علی لاہور)

دل میں اس وقت لگا سوچنے زخمی رہوار — راکبِ دوشِ نبیؐ پشت پہ میری ہے سوار
خاک پر گر جو پڑے گا یہ شہِ عرشِ وقار — رو کے فرمائیں گے محشر میں رسولِ مختارؐ
بیٹھنے کا نہ ذرا رنج اٹھایا تو نے
خاک پر میرے نواسے کو گرایا تو نے

خاک پر بیٹھ گیا وہ فرسِ تیز قدم — تڑپے گھوڑے سے جدا ہو کے شہنشاہِ امم
گرد آ کر لگے تلواریں لگانے اظلم — ننگے سر پیٹتے خیمے سے نکل آئے حرم

رو کے چلاتی تھی زینبؑ کہ یہ کیا کرتے ہو
تن سے کیوں سر مرے بھائی کا جدا کرتے ہو

(مراثیٔ انیس، جلد سوم صفحہ ۲۶۷۔ شیخ غلام علی لاہور)

یہ کہہ کے بس ٹھہر گئے سلطانِ کربلا ماتھے پہ ہاتھ پھیر کے گھوڑے سے یہ کہا
بس تو مری سواری کا حق کر چکا ادا تیرا سوار ہوتا ہے بس تجھ سے بھی جدا
یہ بات کہہ کے شاہِ حجازی نے رو دیا
حضرت کے منہ کو دیکھ کے تازی نے رو دیا

(مراثیٔ انیس، جلد چہارم صفحہ ۳۳۹۔ شیخ غلام علی لاہور)

جھک جاتے تھے ہرنے پہ جو غش میں شہ ابرار منھ پھیر کے آقا کی طرف تکتا تھا رہوار
چمکار کے فرماتے تھے شبیرؑ دل افگار اب خاتمۂ جنگ ہے اے اسپ وفادار
اُتریں گے بس اب تجھ سے چھُٹا ساتھ ہمارا
نے پاؤں ترے چلتے ہیں نے ہاتھ ہمارا

زخمی ہے نہیں اب تری تکلیف گوارا گرتے ہیں سنبھلنے کا ہمیں اب نہیں یارا
کیا بات تری خوب دیا ساتھ ہمارا آپہنچا ہے منزل پہ یداللہ کا پیارا
تو جس میں پلا ہے وہ گھر اک دم میں لُٹے گا
بچپن کا ہمارا ترا اب ساتھ چھُٹے گا

گھیرے ہیں عدو خیمے تلک جا نہیں سکتے کھوئی ہے جو طاقت اسے اب پا نہیں سکتے
مشکل ہے سنبھلنا تجھے دوڑا نہیں سکتے پہلو ترے مجروح ہیں ٹھکرا نہیں سکتے
حیواں کو بھی دکھ ہوتا ہے زخموں کے تعب کا
میں درد رسیدہ ہوں مجھے درد ہے سب کا

کس طرح دکھاؤں کہ ترے زخم ہیں کاری میں نے تو کسی دن تجھے قمچی نہیں ماری

گھوڑے نے سنیں درد کی باتیں جو یہ ساری　　دونڈیاں اشکوں کی ہوئیں آنکھوں سے جاری
حیواں کو بھی رقت ہوئی اس لطف و کرم پر
منہ رکھ دیا مڑ کر شہ والا کے قدم پر

گردن کو ہلایا کہ مسیحا نہ اُترئیے　　دم ہے ابھی مجھ میں مرے آقا نہ اُترئیے
تلواریں لیے گرد ہیں اعدا نہ اُترئیے　　سب فوج چڑھی آتی ہے مولا نہ اُترئیے
اے وائے ستم صدر نشیں خاک نشیں ہو
حسرت ہے کہ مرجاؤں تو خالی مرا زیں ہو

شہؑ نے کہا تا چند مسافر سے محبت　　وہ تو نے کیا ہوتا ہے جو حق رفاقت
بتلا تو سنبھلنے کی بھلا کون ہے صورت　　نے ہاتھ میں نے پاؤں میں نے قلب میں طاقت
بہتر ہے کہ اُتروں، نہیں تیورا کے گروں گا
پھٹ جائیں گے سب زخم جو غش کھا کے گروں گا

ہے عصر کا ہنگام مناسب ہے اُترنا　　اس خاک پہ ہے شکر کا سجدہ ہمیں کرنا
گو مرحلۂ صعب ہے دنیا سے گزرنا　　سجدے میں کٹے سر کہ سعادت ہے یہ مرنا
طاعت میں خدا کی نہیں صرفہ تن و سر کا
ذی حق ہیں ہمیں اس کے کہ ورثہ ہے پدر کا

اُترا یہ سخن کہہ کے وہ کونین کا والی　　خاتم سے نگیں گر گیا زیں ہو گیا خالی
اس دکھ میں نہ یاور تھے نہ مولا کے موالی　　خود ٹیک کے تلوار کو سنبھلے شہ عالی
کپڑے تنِ پُرنور کے سب خوں میں بھرے تھے
اک ہاتھ کو رہوار کی گردن پہ دھرے تھے

منہ یال پہ رکھ رکھ کے یہ فرماتے تھے ہر بار　　جا ڈیوڑھی پہ اے صاحب معراج کے رہوار
اب ذبح کریں گے ہمیں اک دم میں ستمگار　　زینبؑ سے یہ کہنا کہ سکینہؑ سے خبردار

رہنا وہیں جب تک مرا سرتن سے جدا ہو
لے جائیو بانو کو جدھر حکم خدا ہو

(مراثیٔ انیسؔ جلداوّل صفحہ۲۹)

برچھی آ کر کوئی پہلو میں لگا جاتا ہے — مارتا ہے کوئی نیزہ تو غش آ جاتا ہے
بڑھتے ہیں زخم بدن زور گھٹا جاتا ہے — بند آنکھیں ہیں سرِ پاک جھکا جاتا ہے
گِرد زہراؑ و علیؑ گریہ کناں پھرتے ہیں
غل ہے گھوڑے سے امام دوجہاں گرتے ہیں

گرتے ہیں قطرۂ خوں زخم جبیں سے پیہم — دستِ مجروح سے کھنچ سکتے نہیں تیرِ ستم
فکر ہے بخشش امت کی کچھ اپنا نہیں غم — کرتے ہیں شکر خدا خشک زباں سے ہردم
ہے عبا تیروں سے غربال قبا گلگوں ہے
ہونٹ یاقوت سے زخمی ہیں دہن پُرخوں ہے

زیں سے ہوتا ہے جدا دوش محمدؐ کا مکیں — چمنِ فاطمہؑ کا سرو ہے مائل بہ زمیں
برچھیاں گرد ہیں اور بیچ میں ہیں سرورِ دیں — ہے یہ نزدیک گرے مہرِ نبوت کا نگیں
پاؤں ہر بار رکابوں سے نکل جاتے ہیں
یا علیؑ کہتی ہے زینبؑ تو سنبھل جاتے ہیں

لاکھ تلواریں ہیں اور ایک تنِ اطہر ہے — ایک مظلوم ہے اور ظالموں کا لشکر ہے
سیکڑوں خنجرِ فولاد ہیں اور اک سر ہے — نہ کوئی یار نہ ہمدم نہ کوئی یاور ہے
باگ گھوڑے کی لٹکتی ہے اُٹھا سکتے نہیں
سامنے اہلِ حرم روتے ہیں جا سکتے نہیں

(مراثیٔ انیسؔ جلداوّل صفحہ۲۸۱ تا ۲۸۲)

فاقے میں دیر تک جو لڑے شاہِ تشنہ کام — غرقِ عرق تھے کانپ رہا تھا بدن تمام

ہاتھوں سے چھوڑ دی تھی جو رہوار کی لگام آنکھیں تھیں بند ہانپتا تھا اسپِ تیز گام
غش میں سوارِ دوشِ نبی کا یہ حال تھا
بے تھامے خود فرس سے اُترنا محال تھا
دیکھا جو یہ کہ بھاگ گئے رن سے حیلہ ساز تلوار رکھ کے میان میں بولے شہِ حجاز
مہلت ہے اے حسینؑ پڑھو عصر کی نماز یہ آخری ہے بندگیٔ ربِ بے نیاز
فکرِ نجاتِ اُمتِ خیرالبشر کرو
سوکھی زباں کو ذکرِ الٰہی میں تر کرو
ناگاہ سوے لاشِ پسر جا پڑی نظر چلائے دل کو تھام کے سلطانِ بحر و بر
اکبرؑ اُٹھو کہ گھوڑے سے گرتا ہے اب پدر سوتے ہو تم دھرے ہوئے رخسارہ خاک پر
بھولے پدر کو نیند میں قربان آپ کے
آؤ نماز عصر پڑھو ساتھ باپ کے

(مراثیٔ انیس جلد اوّل صفحہ ۳۸۰)

سن کر یہ صدا آپ نے تلوار کو روکا تلوار کو کیا برق شرربار کو روکا
بے چین تھا پر اسپِ وفادار کو روکا گردوں کی طرف دیکھ کے رہوار کو روکا
فرمایا کہ جینے سے دل اب تنگ ہے گھوڑے
تھم جا کہ بس اب خاتمۂ جنگ ہے گھوڑے
اب سینے کو وقفِ تبر و تیر کریں گے اب طاعتِ معبود کی تدبیر کریں گے
اب عصر کی نیت میں نہ تاخیر کریں گے اب سجدۂ باری تہِ شمشیر کریں گے
ایذا ہو کہ دکھ سہل ہے سب راہِ خدا میں
سر دے کہ بس اب جائیں گے درگاہ خدا میں
عاشق کو نہیں دوریٔ معشوق گوارا سر جلد کٹاؤ یہ ہے خالق کا اشارا

مشتاقِ اجل ہے اسداللہ کا پیارا　　اب خنجر بے آب ہے اور حلق ہمارا
طالب ہوں رضا مندیٔ ربِّ دوسرا کا
صد شکر کہ وقت آگیا وعدے کی وفا کا
یہ کہہ کے رکھی میاں میں شبیرؑ نے تلوار　　حکمِ شہ والا سے کھڑا ہوگیا رہوار
بجلی جو تھمی ہونے لگی تیروں کی بوچھار　　دو لاکھ کے نرغے میں گھرے سیّدِ ابرار
مجروح ہوا صدر بھی زخمی ہوا سر بھی
چلنے لگیں تیغیں بھی سنانیں بھی تبر بھی

(مراثیٔ انیسؔ جلد اوّل صفحہ ۴۰۳)

حسینؑ ذوالجناح سے زمین پر آ گئے:

جھکتا تھا کہ تیغوں کے برابر سے چلے وار　　قدموں سے رکابیں بھی جدا ہوگئیں اک بار
جب گرنے لگا خاک پہ وہ بیکس و ناچار　　زہراؑ کی صدا آئی کہ یا حیدرِ کرار
گھیرا ہے لعینوں نے اکیلا اسے پا کر
گرتا ہے مرا لال مدد کیجئے آ کر
گھوڑے نے جو دیکھا کہ سنبھلتے نہیں زیں پر　　بس بیٹھ گیا ٹیک کے گھٹنوں کو زمیں پر
زخموں سے جو تھا چور تنِ سبطِ پیمبرؐ　　غش ہوگئے رہوار سے ریتی پہ اُتر کر
افراطِ جراحت سے بدن رشکِ چمن تھا
سب فوج کے حربے تھے اور اک شاہ کا تن تھا

(مراثیٔ انیسؔ جلد سوم صفحہ ۲۴۴)

ذوالجناح کی آمد درِ خیمہ پر

دیکھا یہ ذوالجناح کا سیدانیوں نے حال　　خالی ہے زین اور ہے ماتھا لہو سے لال
گردن پہ اس طرح سے ہے بکھری ہوئی ایال　　جس طرح کھولتی ہے زن سوگوار بال

روتا ہے یوں وہ غم میں شہ نامدار کے
جیسے پسر کو روتی ہے ماں دھاڑیں مار کے

دنیا نظر میں بیبیوں کے ہوگئی سیاہ
سمجھے یہ سب کہ قتل ہوا فاطمہؑ کا ماہ
عابدؑ پکارے ہائے غضب گھر ہوا تباہ
چلائی بنت فاطمہؑ اے ذوالجناحِ شاہ
بتلا سوار دوشِ پیمبرؐ کو کیا کیا
ہے ہے مرے غریب برادر کو کیا کیا

زیں سے مرے رسولؐ کا پیارا کہاں گرا
دو دن کی بھوک پیاس کا مارا کہاں گرا
وہ عرشِ کبریا کا ستارا کہاں گرا
آقا ترا امام ہمارا کہاں گرا
سایہ ہے کچھ کہ لاش ہے جلتی زمین پر
لختے یہ کس کے خون کے ہیں تیری زین پر

سر خاک پر پٹک کے پکارا وہ راہوار
سیدانیو بچھڑ گیا مجھ سے مرا سوار
جلدی اتار لو یہ تبرک یہ ذوالفقار
کٹتا ہے واں گلوئے شہنشائے نامدار
زہراؑ قریب لاش پسر خاک اڑاتی ہے
خیمے میں جاؤ لوٹنے کو فوج آتی ہے

(مراثی انیس جلد اول صفحہ ۲۲۷ شیخ غلام علی لاہور)

ذوالجناح جنت میں بھی امام حسینؑ کی سواری میں ہوگا

دو روز سے تھا راکب و رہوار کو فاقہ
حضرتؑ کو تھا غم گھوڑے کا گھوڑے کو غمِ آقا
روتے تھے وفاداری پہ اُس کی شہِؑ والا
شبیرؑ کا منھ دیکھ کے رو دیتا تھا گھوڑا
چمکار کے شاباش اسے فرماتے تھے حضرتؑ
کس پیار سے گردن سے لپٹ جاتے تھے حضرتؑ

فرماتے تھے گھوڑے سے بصد گریہ وزاری
کی بھوک میں اور پیاس میں تو نے مری یاری

کل ہونگے نہ رخصت ہے بس اب تجھ سے ہماری　　آج آخری یہ ہے ترے آقا کی سواری
خوش ہو تو کہ رتبہ ترے راکب کا بڑھے گا
سرتن سے جو اُترے گا تو نیزے پہ چڑھے گا
وہ کہتا تھا میں آپ کی مظلومی کے صدقے　　غم یہ ہے کہ آپ آج جدا ہوتے ہیں مجھ سے
پر بھول نہ جانا مجھے تب شاہؑ یہ بولے　　کیا مجھ کو وفادار سمجھتا نہیں گھوڑے
مر کر بھی نہ مجھ کو ترے بن چین پڑے گا
فردوس میں بھی تو ہی سواری مری دے گا
گھوڑے سے یہ کہتے تھے کہ پھر فوج نے گھیرا　　منھ سیّد بے کس نے ہزاروں سے نہ پھیرا
پر ضعف سے آنکھوں تلے آتا تھا اندھیرا　　دل کہتا تھا اب حال بہت غیر ہے میرا
اُس وقت بھی حیدرؑ کی طرح لڑتے تھے شبیرؑ
جو ٹوکتا تھا شیر سے جا پڑتے تھے شبیرؑ
(مراثی انیسؔ جلد سوم صفحہ ۴۰۸)

پڑا جو سایۂ گیسوئے پیچدارِ حسینؑ　　تو ذوالجناح یہ سمجھا کہ تازیانہ ہوا
(انیس کے سلام صفحہ نمبر ۱۸)

شہیدوں کے اسپِ وفادار عاشور کے بعد:

۱۱ رمحرم کو اشقیا جب نیزوں پر شہیدوں کے سر رکھ کر لے چلے اور اہلِ حرم کو ناقوں پر کھلے سر سوار کیا تو کربلا کے شہیدوں کے گھوڑوں کو بھی باندھ کر ساتھ لے چلے۔ میر انیسؔ نے بیکسوں کے قافلے میں ان زخمی گھوڑوں کی منظر کشی اس طرح کی ہے:-

پیچھے ان لوگوں کے مقتولوں کے کوتل گھوڑے　　تسمے باگوں کے کٹے گردنوں پر تیر لگے
زین ڈھلکے ہوئے اور خوں میں سراسر ڈوبے　　بال سے ان کے ٹپکتے تھے لہو کے قطرے
گردنیں ڈالے ہوئے چپکے چلے جاتے تھے

آنسو، اُن گھوڑوں کی آنکھوں سے بہے جاتے تھے

(مراثی انیس..جلد اوّل.ص ۳۱۷)

میر انیسؔ کی نظر میں شبیہ ذوالجناح:

دُلدُل بنا کے لاتے ہیں وہ سب بچشم تر　　مجلس کے لوگ پیٹتے ہیں اُٹھ کے اپنا سر

چھینٹیں لہو کی زین پر اور تیر اِدھر اُدھر　　ہرنے سے وہ لٹکتی ہوئی تیغ اور سپر

غش آتے ہیں کلیجوں پہ شمشیر پھرتی ہے

آنکھوں میں ذوالجناح کی تصویر پھرتی ہے

(مراثی انیس..جلد اوّل.ص ۲۹۴)

ذوالجناح سے غالبؔ کی عقیدت

عجم کا وہ مقولہ کہ عورت، تلوار اور راہوار ہمیشہ بے وفا ہوا کرتے ہیں۔ شوہر کے بعد زوجہ کسی دوسرے کی رفیقِ زندگی اور مقتول کے بعد اس کی تیغ پر قاتل کا قبضہ اسی طرح گھوڑا کبھی کسی کے زیرِ ران، کبھی اس پر کوئی اور سوار، ہمیشہ راکب بدلتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اسد اللہ خان غالبؔ نے مذکورہ بالا ضرب المثل کو مدحِ اہلِ بیت کی منزل پر پہنچ کر منقلب کر دیا اور یہ حکایت واقعاتِ غالبؔ میں موجود ہے کہ ان کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔ پوچھا کون۔ جواب ملا میر حامد۔ اندر آنے کے اجازت اور صاحب سلامت ہو کر حاضری کا سبب زبان پر آیا۔ میر صاحب سے اس مصرعے پر مصرع نہیں لگتا تھا ۔ اسپ وزن وشمشیر وفادار کہ می دید۔ انتھک کوششوں کے بعد سیّد مرزا کے در پر آیا۔ جس طرح بلاتشبیہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شیخ مفید کے درس میں آئے تھے مصرعہ سنتے ہی مرزا غالبؔ نے کارخانۂ الوہیت سے فیض حاصل کیا اور جوشِ ولا میں جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے ٹہلنے لگے اور بلند آواز سے بڑے ہی ولولہ انگیز لہجے میں کئی بار کہا :-

اسپ وزن وشمشیر وفادار کہ می دید   واللہ علیؑ دید ، علیؑ دید ، علیؑ دید
غالبؔ

میر حامد حاضر جوابی اور خداداد صلاحیتِ سخن دیکھ کر اچھل پڑے اور گوہرِ مراد لے کر

گھر آئے۔ یہی وہ اشعار ہیں جوان الشعر لحکمہ"۔ اور بقول نواب صدیق حسن خاں مشہور مؤلف الشعراء تلامیذ الرحمٰن (شمعِ انجمن صفحہ ۱۱ طبع بھوپال ۱۲۹۲ھ)۔ شاعر براہِ راست اللہ کے شاگرد ہیں اور بنا بر تحریر علامہ بونی شیخ احمد بن علی متوفی ۶۲۲ھ۔ ان اللّٰہ سراً مکنونا یظھرہ علی لسان الشعراء و قیل ان اللّٰہ نوراً "مخفیۃ مفاتیح لسان الشعرا (ملاحظہ ہو شمس المعارف ولطائف العوارف، ج ۲ صفحہ ۷۰ طبعِ مصر)

خدا کے کچھ بند بھید ہوتے ہیں جو شاعروں کی زبان پر (بعض اوقات) ظاہر ہوتے ہیں" یہ تھی حدیثِ نبویؐ حضراتِ اہلِ سنّت کے یہاں کی اور دوسری حدیث مفہوم یہ ہے کہ جو مالِ غیر ہے خدا کا چھپا ہوا ایک نور ہوا کرتا ہے اور اس کی کنجی شاعروں کی زبان ہے۔ ان غیر شیعہ کتب کے حوالوں سے واضح ہوا کہ نورِ الٰہی کے لئے غیبت بھی ہے اور غالبؔ اس محل پر ترجمانِ قدرت تھے۔ شعرائے اربابِ ادب کے سامنے تشنۂ تشریح نہیں اور مراد شاعر کی یہ ہے کہ فاطمہ زہراؑ کی وفاداری، اطاعت، ذوالفقار کا دوام، وہ مجوبہ اوصاف ہیں جو سیرتِ علویہ میں مسلم ہیں۔ علیؑ کی عورت نہ بے وفا تھی نہ تلوار نہ گھوڑا ہر عنوان ایک مستقل موضوعِ سخن ہے جس پر بحث اپنے مقام پر ہو سکتی ہے۔

غالبؔ کو دُلدُل سے اتنی عقیدت ہے کہتے ہیں:-

طبع کو الفتِ دُلدُل میں یہ سرگرمیٔ شوق
کہ جہاں تک چلے اس سے قدم اور مجھ سے جبین

یعنی اس قدر شوق ہو کہ جب تک دُلدُل قدم رکھے یعنی چلے میں اپنی پیشانی کو اس کے لیے فرش کر دوں۔

بیخودؔ موہانی لکھتے ہیں:-

"اس سے قدم اور مجھ سے جبیں"

اس ٹکڑے پر ادبِ اردو کو جہاں تک ناز ہو بجا ہے۔

غالبؔ کے عہد میں دہلی کے لوگ ذوالجناح کو دُلدُل کے نام سے ہی موسوم کرتے تھے، یوپی کے دیہاتوں میں عاشور کے جلوسوں میں اب تک عوام ذوالجناح کو دُلدُل کے نام سے پکارتے ہیں، غالبؔ نے اپنے قصیدوں میں دُلدُل کی عقیدت میں بہت سے اشعار کہے ہیں:۔

ہے دو عالم صیدِ اندازِ شہِ دُلدُل سوار
یاں ، خطِ پرکارِ ہستی ، حلقۂ فتراک ہے

دشتِ تسخیر ہو، گر ، گردِ خرامِ دُلدُل
نعل در آتشِ ہر ذرّہ ہے تیغِ کہسار

بالِ رعنائیِ دُم ، موجۂ گلبندِ قبا
گردشِ کاسۂ سُم ، چشمِ پری آئینہ دار

گردِ رہ اس کی بھریں شیشۂ ساعت میں اگر
ہر نفس راہ میں ٹوٹے، نفسِ لیل و نہار

نرم رفتار ہو جس کوہ پہ وہ برق گداز
رفتنِ رنگِ حنا ہے تپشِ بالِ شرار

ہے سراسر رویِ عالمِ ایجاد اُسے
جیبِ خلوت کدۂ غنچہ میں، جولانِ بہار

جس کے حیرت کدۂ نقشِ قدم میں، مانی
خونِ صد برق سے باندھے بکفِ دست نگار

وصفِ دُلدُل ہے مرے مطلعِ ثانی کی بہار
جنتِ نقشِ قدم سے ہوں میں اُس کا گلچیں

گردِ رہِ، سُرمہ کشِ دیدۂ اربابِ یقیں
نقشِ ہر گام، دو عالم صفہاں زیرِ نگیں

برگِ گل کا، ہو جو طوفانِ ہوا میں عالم
اُس کے جولاں میں نظر آئے ہے یوں دامنِ زیں

اُس کی شوخی سے بہ حیرت کدۂ نقشِ خیال
فکر کو حوصلۂ فرصتِ ادراک نہیں

جلوۂ برق سے ہو جائے نگہ، عکس پزیر
اگر آئینہ بنے حیرتِ صورت گرِ چیں

میر مونس کے مرثیوں میں ذوالجناح کی تعریف

کس دبدبے سے رن پہ شہِ بے وطن چڑھے ۔۔۔ گویا جہاد پر شہ خیبر شکن چڑھے
رہوار وہ کہ جس پہ رسولِ زمن چڑھے ۔۔۔ بعد از نبیؐ حسینؑ چڑھے یا حسنؑ چڑھے
صرصر ہے بوئے گل ہے نسیمِ صباح ہے
اُڑنے کا اِس کے کیا ہے عجب ذوالجناح ہے

دوشِ رسولِ حق کا جو راکب سوار ہے ۔۔۔ رکھنا زمیں پہ اُس کو قدم ناگوار ہے
کلغی سے اوجِ بالِ ہما آشکار ہے ۔۔۔ جتنا ہے اُس کا ساز جواہر نگار ہے
گرتی ہے ضو سے دھوپ میں بجلی زمین پر
زہراؑ کے آفتاب کا جلوہ ہے زین پر

طبع رواں ہے تنگ صفات سمند میں ۔۔۔ سو خوبیاں ہیں اسپِ سلیماں پسند میں
رم میں ہرن خجل ہیں چکارے زغند میں ۔۔۔ پارا بھرا ہوا ہے ہر اک جوڑ بند میں
کرتا ہے سیر گنبدِ نیلی رواق کی
گھوڑا چڑھا ہوا ہے نظر پر براق کی

اسوار نے اشارۂ مژگاں جدھر کیا ۔۔۔ اُس صف کو توڑ کر وہیں زیر و زبر کیا
آنکھوں میں گہہ چھپا کبھی پُتلی میں گھر کیا ۔۔۔ حضرت پہ گرد آئی تو دُم کو چنور کیا
کیونکر نہ ہوئے پاسِ ادب اُس جناب کا
ہے صدرِ زیں پہ لختِ جگر بوترابؑ کا

میرزا عشقؔ

درحال ذوالجناح

بند......۱۳۴

۱

شہرت جہاں میں اپنے کمیت قلم کی ہے | تحریر مدح حور ملایک شیم کی ہے
پیش نگاہ شکل بہار ارم کی ہے | تعریف ذوالجناح امام اُمم کی ہے
کیونکر نہ اُس فرس کو شرافت حصول ہو
جس کا سوار راکب دوشِ رسولؐ ہو

۲

گھوڑوں میں بے نظیر ہے یکتا ہے ذوالجناح | دل سے فدائے سیّد والا ہے ذوالجناح
دشت بلا کا مرحلہ پیما ہے ذوالجناح | کیونکر نہ ہو حسینؑ کا گھوڑا ہے ذوالجناح
دیکھو تو مرکب شہ گردوں وقار کو
ایسا ہی رخش چاہیئے ایسے سوار کو

۳

مشہور ہے کہ ہوتے ہیں رہوار بے وفا | پر تھا نہ اسپ سیّد ابرار بے وفا
ہوتا نہیں انیس و وفادار بے وفا | دیتے ہیں ساتھ کب دمِ پیکار بے وفا
وہ مر کے ساتھ منزل آخر میں دے گیا
گویا چھپا کے خلد میں آقا کو لے گیا

اب ذوالجناح شہ کی حکایت بیاں کروں — منظور ہے کہ صورت وسیرت بیاں کروں
۴
حسن وخرام پیاس کی شدت بیاں کروں — افسانہ ہائے روز شہادت بیاں کروں
نقشہ دکھاؤں اسپ شہ مشرقین کا
پھر جائے سب کی آنکھوں میں گھوڑا حسینؑ کا

کیوں آہوئے ختن اُسے کہہ کے خطا کریں — آہو نہ اُس سے آنکھ چُرائیں تو کیا کریں
۵
پہنچیں نہ اُس کے رم کو طرارے بھرا کریں — اہلِ تتار ناقۂ آہو فدا کریں
یہ وہ ہرن ہے زور چھپے جس کے پاؤں میں
آنکھیں لڑائے شیر سے تیغوں کی چھاؤں میں

بیشک ہے پست فہم جو اُس کو ہما بتائے — رہوار شہ کو اوجِ مراتب سے کیوں گرائے
٦
کیونکر یہ راہوار ہما پر شرف نہ پائے — ہے رحم دل شکار کرے اُستخواں نہ کھائے
پھر پھر کے گرد جانب چرخ کہن گیا
یہ سچ ہے ہُما اُسی کے تصدق میں بن گیا

جھکتا ہے اس سے توسن بدخوئے آسماں — اُس کے ہلالِ نعل ہیں ابروئے آسماں
۷
ہے ذوالجناح قوتِ بازوئے آسماں — نقش قدم میں آئینہ بروئے آسماں
نازاں جو مہر پر فلک بے حجاب ہے
اس کا سوار فاطمہؑ کا آفتاب ہے

قربان پائے رخش صبا گام ہے صبا — اس وجہ سے بشر اسے کہتے ہیں بادپا
۸
ہے باغ امتحان میں یہ جھونکا نسیم کا — روزِ ازل سے اس کی ہواخواہ ہے صبا
جب زین اُڑا ہوائے بہشتِ بریں لگی
مضمون یہ وہ ہے جس کو ہوا تک نہیں لگی

۹
بجلی میں گرمیاں ہیں مگر خوبیاں کہاں — یہ خو یہ بو یہ شکل یہ تاب وتواں کہاں
برق اس کی پیروی میں گری ہے کہاں کہاں — ہر چند ذوالجناح شہِ دیں یہاں کہاں
پر ہو جو ذکرِ پاک فرس کی رکاب کا
کہ دیں تڑپ ؟؟؟ ؟؟؟

۱۰
اس سے نہیں ہے طائر سیماب کو مثال — ہو کیوں نہ بیقرار کے ہے عاشق جمال
کرتا ہے جست دیکھ کے رہوار شہ کی چال — خاکہ سُمِ فرس کا اُتر پائے کیا مجال
اُس کے غبارِ راہ سے اکسیر گرد ہے
زریں تمام دامن دشتِ نبرد ہے

۱۱
طاؤس کا شرف یہ ہمایوں رکاب ہے — خود اپنے پاؤں دیکھ کے اُس کو حجاب ہے
ہر پر میں نقوش سے ایک آب وتاب ہے — خطِ غلامِ فرسِ لاجواب ہے
لب داغ ذوالجناح کی الفت میں کھائے ہیں
یہ آئینے خدا نے پروں پر بنائے ہیں

۱۲
کہیئے اُسے دلہن تو دُلہن میں کہاں یہ بات — رہوار شہ بنی ہے سمٹ کے خوشی کی رات
پر ہے عروس حجلۂ خوبی یہ خوش صفات — گھونگھٹ ہے اس کا دامنِ سلطانِ پاک ذات
کی بھوک پیاس میں شیر افگنی رہی
؟؟؟؟ ؟؟؟؟ ؟؟ بنی رہی

۱۳
کس سے مثال دیں کوئی ایسا ہے کب حَسین — انسان یا فرشتہ ہے شبدیز شاہِ دیں
گھوڑا حسینؑ کا ہے فقط یہ تو ہے یقیں — اس کے سوا بس اور ہمیں کچھ خبر نہیں
پوچھے جو کوئی ہے فرس تیز گام کیا
کہہ دیں خموش قدرتِ حق میں کلام کیا

لکھتے ہیں اب یہ فارسِ مضمارِ اعتبار بیٹھے تھے ایک روز رسولؐ فلک شعار
۱۴
تھا پرتو جبیں سے مکاں آفتاب زار تھے کاالنجوم گرد رفیقان ذی وقار
جلوہ حسینؑ کا بھی برِ مصطفیؐ میں تھا
تارا علیؑ کا پہلوئے عرش خدا میں تھا

آ کے وکیل شاہِ یمن نے کیا سلام کی عرض ہاتھ باندھ کے یا سیّد انام
۱۵
ہے میرے بادشاہ کا خدمت میں یہ پیام دن رات اشتیاق زیارت میں ہے غلام
بھیجا ہے راہوار پسندِ رسولؐ ہو
اے شہسوار دیں مرا ہدیہ قبول ہو

آیا ہوں اس کو چھوڑ کے پاس ادب سے دور آئے ملاحظہ میں اجازت جو دیں حضور
۱۶
شائستہ ہے غریب ہے گھوڑا مثالِ حور جب یہ سُنا تو بولے حسینؑ ملک شعور
کہتا ہے فرطِ شوق وہیں جا کے دیکھیے
ہنس کے کہا رسولؐ نے بلوا کے دیکھیے

پھر صاحب براق نے گھوڑا کیا طلب آیا عجیب حسن سے وہ صاحبِ ادب
۱۷
بے اختیار کہنے لگے واہ واہ سب ہے قابل سواریِ شاہنشہ عرب
آیا نہ اُس کو دیکھ کے چین اُٹھ کھڑے ہوئے
ایسے خوشی ہوئے کہ حسینؑ اُٹھ کھڑے ہوئے

آیا جھکا کے سر کو محمدؐ کے روبرو جیسے پئے سلام ہو خم کوئی نیک خو
۱۸
دربارِ مصطفیؐ میں ہوا شور چار سُو ہے کیا بہار جلد سیہ رنگ و مشک بو
ہے درفشاں عرق سے بدن راہوار کا
ٹکڑا ہے ابرِ رحمتِ پروردگار کا

محوِ ملاحظہ تھے ابھی سیّد البشر یوں مرکب و سوار کی باہم لڑی نظر
۱۹
پہچانے جیسے عاشق و معشوق یک دگر بڑھنے لگے حسینؑ اُدھر ذوالجناح اِدھر

وقفہ وفورِ شوق سے کرتے نہ تھے حسینؑ
آغوشِ مصطفےٰؐ میں ٹھہرتے نہ تھے حسینؑ

سمجھے جو شاہِ یثرب و بطحا پسند ہے فرمایا کیوں حسین یہ گھوڑا پسند ہے
۲۰
کی عرض ہم کو مرکب یکتا پسند ہے ارشاد مصطفےٰؐ نے کِیا کیا پسند ہے

حاضر ہے بیقرار نہ زنہار ہوجیے
آپ اُٹھ کے میرے دوش پہ اسوار ہوجیے

کی عرض کیوں دیا ہمیں نانا یہ راہوار گویا ہوئے رسولؐ کہ ہاں میں ترے نثار
۲۱
کی اُٹھ کے بس حسینؑ نے تسلیم چندبار نانا سے پھر لپٹ گئے شبیرؑ نامدار

پوچھا کہ ہوں سوار نہیں تاب شوق سے
بولے رسولؐ غیرتِ مہتاب شوق سے

تھے پانچ چھ برس کے حسینؑ ملک سیر بچپن کا حُسن پیار کی باتیں جبین قمر
۲۲
تعویذوں میں بھرے ہوئے روح القدس کے پر سر پر عمامہ چھوٹا سا باندھے ہوئے کمر

گھوڑے کی سمت محوِ ادب جان کر بڑھے
دامن قبائے سبز کا گردان کے بڑھے

آیا قریبِ اسپ جو زہراؑ کا نونہال گردن جھکا کے بیٹھ گیا اسپِ خوشخصال
۲۳
تھامی سوارِ دوش محمدؐ نے اُس کی یال دست ملک میں آگئے حورِ جناں کے بال

خالق کرے نصیب یہ انصار نے کہا
بسم اللہ آپ احمدِ مختار نے کہا

۲۴
رونق فزائے زیں قمرِ مرتضاؑ ہوا   بیٹھے سنبھل کے شاہ فرس اُٹھ کھڑا ہوا
سب نے کہا پکار کے فضلِ خدا ہوا   دیکھو سوار فاطمہؑ کا مہ لقا ہوا
مرکب ہے خوب راکب ذیشاں بھی خوب ہے
سچ ہے پری بھی خوب سلیماں بھی خوب ہے

۲۵
سبطِ نبیؐ نہیں فرس ذی شعور پر   گویا چراغِ خانۂ زہراؑ ہے طور پر
سرور ہیں زین اسپ رسولؐ غیور پر   جنت کا پھول ہے سبد پشتِ حور پر
رہوار پر ہے جلوۂ سلطانِ کربلا
یہ نوح ہیں وہ کشتیٔ طوفانِ کربلا

۲۶
بالائے چرخ عیسیٰؑ گردوں وقار ہیں   دلدل پر آج بادشہ ذوالفقار ہیں
بامِ جناں پر آدم عالی تبار ہیں   محبوب حق بُراق پر اسدم سوار ہیں
مرغوب ہے فلک کا نظارا رسولؐ کو
معراج ہوگی آج دوبارہ رسولؐ کو

۲۷
ہے کیا بلند قامتِ اسپِ شہ جلیل   سب دیکھ لیں کہ زینت طوبا ہیں جبرئیل
کلگوں ہے شکل نکہتِ فردوس بےعدیل   ہیں ناقہ بہشتِ بریں پر مگر خلیل
بولا کوئی یہ راز خفی اب جلی ہوے
صد شکر زیبِ تختِ خلافت علیؑ ہوے

۲۸
ٹہلا تمام صحن میں گھوڑا قدم قدم   ہر سُو پھرا اشارۂ شہ میں وہ برق دم
دیکھا کیا حسینؑ کو مُڑ مُڑ کے دمبدم   شہزادۂ جہاں کا نیا تھا حشم خدم
تھے ملتفت حسینؑ جو اُس خوشخرام پر
چمکارتے تھے پیار سے ہر ایک گام پر

۲۹
تھے سامنے رسولؐ نگہبان تھے ملک	وہ باگ ہاتھ میں وہ رخِ پاک کی چمک
رہوار تھا بلند قد و غیرتِ فلک	پہنچے نہ پائے شاہ رکابِ سمند تک
گرنا تھا ایک دن فرس لاجواب سے
پہلے ہی تھے جدا قدمِ شہ رکاب سے

۳۰
کیا ذوالجناح پر رُخِ شہ کا جمال تھا	چہرہ گُل علیؑ کا بشاشت سے لال تھا
انجام کا حبیب خدا کو خیال تھا	تھا زرد روئے پاک قلق کا یہ حال تھا
آنسو رواں تھے چشم رسالتؐ مآب سے
تھا دامنِ جناب مشابہ سحاب سے

۳۱
اُس وقت اور حال پیمبرؐ ہوا تباہ	سینہ ملا زمین سے جھکا مرکبِ سیاہ
اُترا خوشی خوشی اسداللہ کا وہ ماہ	تعریف کی ہر ایک نے اے شہسوار واہ
خدام رہوار کو ٹہلا کے لے گئے
گھر میں نبی حسینؑ کو بہلا کے لے گئے

۳۲
اصطبل مصطفےٰؐ میں رہا بس وہ راہوار	گھوڑوں میں تھا رسولؐ کا اُس پہ زیادہ پیار
لیل و نہار ابلق ایام تھا نثار	ہیکل نبی کبھی کبھی زینِ گہرنگار
بنوا دیا نبیؐ نے جو درکار ہوگیا
گہنا عروس کے لیے تیار ہوگیا

۳۳
جب مرگئے رسولؐ زمانا بدل گیا	سامان راحتِ شہ والا بدل گیا
چھوٹا وطن بھی رنگ کچھ ایسا بدل گیا	اصطبل کا رسولؐ کے نقشا بدل گیا
گھوڑوں کے بھی مکان پریشان ہوگئے
پریاں گئیں تباہ پرستان ہوگئے

۳۴
شہ پر ستم جو اہلِ ستم نے کیے شروع مشرق سے اپنے مہر علیؑ نے کیا طلوع
دل مغربِ بلا کی طرف ہوگیا رجوع آخر غروب ہونے کی جا پر ہوا وقوع
مولا قریبِ ماہِ محرم بلا میں تھے
پہلی کو بادشاہِ زمن کربلا میں تھے

۳۵
پانی مسافروں کو نہ ممکن ہوا وہاں کیا تشنگی تھی آلِ محمدؐ کو الاماں
گویا بغیر آب تڑپتی تھیں مچھلیاں تھے ذوالجناح سے یہ کلامِ شہِ زماں
بچپن کے جاں نثار بہت غیر حال ہے
پر تیری پیاس کا مجھے صدمہ کمال ہے

۳۶
ناگہ ہوئی تمام شبِ صبحِ کارزار کی بانوے سحر نے عیاں زلفِ زرنگار
یعنی شعاعِ شمس ہوئی رن میں آشکار گھوڑوں پہ اُس طرف ستم آرا ہوئے سوار
ہر ایک اِدھر بھی تیغ کمر سے لگا چکا
گھوڑا حضور کا درِ دولت پہ آچکا

۳۷
نکلے محل سے آپ جو اُلٹے ہوئے نقاب رہوار پر سوار ہوئے شاہِ لاجواب
آ آ کے پاس غازیوں نے تھام لی رکاب گھوڑوں کو دے رہے تھے اُدھر آب بے حجاب
تھا ضعف ذوالجناح کو دو دن کی پیاس سے
منھ دیکھتے تھے حضرت شبیرؑ یاس سے

۳۸
اعدا نے طورِ جنگِ شہِ کربلا کیے اِس سمت بھی دلیروں نے عزمِ وغا کیے
جا جا کے سر نثارِ امامِ ہدا کیے پس ظہر تک عزیز و موالی لڑا کیے
تھی دوپہر قریب کہ سب قتل ہوگئے
شبیرؑ جاگتے رہے جانباز سوگئے

مردے لِٹا رہے تھے برابر شہ انام ٣٩ خاک اُڑ رہی تھی اور کھلا تھا سرِ امام
تھا ساتھ ذوالجناح شہنشاہِ تشنہ کام چلّا رہی تھی لیکے سکینہؑ پدر کا نام
غش آرہے تھے فاطمہؑ کے نورِ عین کو
سیدانیاں پکار رہیں تھیں حسینؑ کو

اُس دھوپ میں یہ شکل شہ خوشخصال تھی ٤٠ آنسو ٹپک رہے تھے طبیعت نڈھال تھی
بیٹھے جہاں لہو سے زمین رن کی لال تھی تلوار بیقرار تھی پُر گرد ڈھال تھی
صدمے مسافری میں ہزاروں گذر گئے
حضرت کی گود میں علی اصغرؑ بھی مر گئے

لاشا لگائے سینہ سے بیٹھے شہِ زمن ٤١ آہستہ رن میں لاش کو رکھا دمِ محن
تر تھا لہو سے ننھی سی میت کا پیرہن خودقبلہ رو کھڑے ہوئے سلطان بے وطن
دیکھا کسی کو پاس نہ شاہِ انام نے
تنہا پڑھی نماز شہ تشنہ کام نے

پڑھ کر نماز آپ نے کی دیر تک دعا ٤٢ لاشہ اُٹھا کے گوشۂ مرقد میں رکھ دیا
گل سا بدن زمیں کی حرارت سے گرم تھا تربت بنا چکے تو کہا شکر اے خدا
اُٹھے لحد کی خاک چھڑائی سلاح سے
پھر کے لپٹ گئے شہ دیں ذوالجناح سے

بولے کہ یادگار مسافر کا حال ہے ٤٣ اے ذوالجناح اب ہوسِ انتقال ہے
میرے لیے تباہ سکینہؑ کا حال ہے ہو آؤں بیقرار محمدؐ کی آل ہے
یہ کہہ کے اہلِ بیتؑ میں تنہا گئے حسینؑ
ڈیوڑھی میں ذوالجناح کو ٹھہرا گئے حسینؑ

زینبؑ کی پڑ گئی جو نظر پیٹنے لگیں ۴۴ دیکھا لہو میں شاہ کو تر پیٹنے لگیں
رو کے تمام تشنہ جگر پیٹنے لگیں بانُو یہ کہہ کے سینہ و سر پیٹنے لگیں
صاحب بتایئے علی اصغرؑ کو کیا کیا
کِس یاس سے کہا اُنھیں نذر خدا کیا

زینبؑ پکاریں حق کے فدائی غضب ہوا ۴۵ ڈوبے ہوئے ہو خون میں بھائی غضب ہوا
آنے کی گھر میں بار نہ پائی غضب ہوا بولے ہوئی ہے گھر کی صفائی غضب ہوا
لاشوں کے اہتمام و سرانجام میں رہے
خواہر ہم آج صبح سے اس کام میں رہے

یہ میرے پیرہن میں برادر کا خون ہے ۴۶ کچھ اس میں سینۂ علی اکبرؑ کا خون ہے
سب سے زیادہ گردنِ اصغرؑ کا خون ہے اس خون میں ہر ایک گُلِ تر کا خون ہے
پہنچے وہ خدمتِ شہ بدر و حنین میں
جن غازیوں کا خون ملا تھا حسینؑ میں

گھر آج میہمان کا جل جائے گا بہن ۴۷ دنیا سے اب یہ محوا جل جائے گا بہن
دم تن سے کوئی دم میں نکل جائے گا بہن گردن کٹے گی قلب سنبھل جائے گا بہن
آیا ہوں اس لیے کہ سکینہؑ سے دور تھا
وقت اخیر آپ سے ملنا ضرور تھا

میں نے جو کچھ کہا نہ کسی نے ذرا سُنا ۴۸ ایسا بھی اس جہان میں کوئی ماجرا سُنا
اب ہے قریب مرگ پے آشنا سنا خواہر معاف کیجئے میرا کہا سنا
جز ذوالجناح کوئی نہیں بارگاہ میں
خنجر کی باڑھ پھرتی ہے میری نگاہ میں

۴۹
پھر آئے سوئے عابدؑ بیمار نوحہ گر غش میں پڑے تھے حضرت سجادؑ ناموَر
بیٹھے سرہانے سبطِؑ نبی تھام کے جگر فرمایا نبض دیکھ کے ہشیار ہو پسر
اُٹھو گلے مِلو سوئے مُلکِ عدم چلے
اے لال ہم کو دیکھ لو دنیا سے ہم چلے

۵۰
کچھ ہوش میں جو حضرتِ سجادؑ آگئے دیکھا پدر کو ابرِ غم و یاس چھا گئے
بالکل عرق میں عابدِؑ مضطر نہا گئے سارے نشاں اپنی یتیمی کے پا گئے
چھائے تھے ابر ضعف دلِ رشکِ ماہ پر
تکیے سے سر اُٹھا کے دھرا پائے شاہ پر

۵۱
گردن میں شہ کی ڈال دیے دستِ رعشہ دار سب عضو جل رہے تھے یہ شدت سے تھا بخار
جھک کے کیا امام غریب الوطن نے پیار تفویض کردیے انھیں اسرار کردگار
بیہوش فرطِ رنج سے وہ ناتواں ہوے
راہی پئے جہاد امامِ زماں ہوے

۵۲
چلاّئے سب کہ شاہِ حجازی کہاں چلے اے موجد غریب نوازی کہاں چلے
زہراؑ و مصطفٰیؐ کے نمازی کہاں چلے گھر سے سفر میں سیّد غازی کہاں چلے
اب کیا کریں گے آہ ہمیں ساتھ لے چلو
ہم سب کے بادشاہ ہمیں ساتھ لے چلو

۵۳
جو پاؤں پر گریں اُنھیں سمجھا کے رو دیا لازم ہے تمکو صبر یہ فرما کے رو دیا
مانند ابر ادھر سے اُدھر جا کے رو دیا بیبوں کے اضطراب سے گھبرا کے رو دیا
کیا جلد جلد شاہِ زمن سب سے مل چکے
ڈیوڑھی میں آئے حضرت زینبؑ سے مل چکے

۵۴
رو کے نگاہ کی فرس بے مثال پر　　فرمایا ہاتھ پھیر کے گھوڑے کی یال پر
نرغہ ہے ذوالجناح محمدؐ کی آل پر　　مائل ہے اپنی طبع بھی اس دم جدال پر
منظور یہ نہیں کہ زیادہ لڑے حسینؑ
تجھ میں نہ زور ہو تو پیادہ لڑے حسینؑ

۵۵
گردن اُٹھا کے خوش وہ پری زاد ہوگیا　　بولا کہ ذوالجناح کا دل شاد ہوگیا
کلمہ عجیب لطف کا ارشاد ہوگیا　　آئی مراد رنج سے آزاد ہوگیا
گو ضعف ہے قلق سے پسینے میں غرق ہوں
پر آپ ہوں سوار تو آقا میں برق ہوں

۵۶
تھی آرزو کہ رن میں اِدھر اور اُدھر پھروں　　خوش خوش میان خنجر و تیغ و تبر پھروں
دیکھے نہ کوئی اور میں پیشِ نظر پھروں　　کہیے تو سینہ عمرِ سعد پر پھروں
ہو جلد کارزار ذرا باگ لیجیے
چمکا کے ذوالفقار ذرا باگ لیجیے

۵۷
ڈھالیں گریں سیاہ ہو صحرائے کیں کا رنگ　　بدلوں سموں کی ضرب سے فوجِ لعیں کا رنگ
یا شاہ ایک دم میں کہیں ہو کہیں کا رنگ　　بدلا ہو آسماں کی طرح سے زمیں کا رنگ
ٹاپوں سے میری درد سبھوں کے جگر میں ہو
کہیے تو کاسۂ سرِ اعدا کمر میں ہو

۵۸
چوتھے فلک پر اُڑ کے ابھی جائے ذوالجناح　　عیسیٰؑ کے پاس آپ کو پہنچائے ذوالجناح
فرمایئے جہاں وہیں ہو آئے ذوالجناح　　بیمار کی وطن سے خبر لائے ذوالجناح
کیوں لے چلوں مدینے میں فرمایئے حضور
نانا کی قبر پاک سے مِل آیئے حضور

کیونکر نہ فیض پائے مبارک سے ہوں دلیر رکھ دوں میں پاؤں سر پر اگر پاس آئے شیر
۵۹
رکھیں قدم رکاب میں حضرت یہی ہے دیر آقا کروں گا توسنِ پیر فلک کو زیر
توڑوں گا میں حصار صف بدخصال کا
ہوں راہوار فاتح خیبر کے لال کا

جس دم ہوے سوار چلے سیّد امم پائی خبر سروں کو لگے پیٹنے حرم
۶۰
سجادؑ غش سے چونک کے بولے ہوا ستم کیوں پیٹتے ہو جلد بتاؤ خفا ہے دم
بانُو پکاریں کیا کہوں پیارے غضب ہوا
مرنے چلے ہیں باپ تمہارے غضب ہوا

تھے عازمِ جہاد اُدھر شاہِ داد رس ناگاہ سر جھکا کے رُکا شاہ کا فرس
۶۱
گویا ہوے حسینؑ ابھی تھی بہت ہوس اس وقت کیوں ہوا تجھے چلنے میں پیش وپس
روتا ہے کِس لیے کوئی صدمہ گذر گیا
اے ذوالجناح خیر تو ہے کیوں ٹھہر گیا

کی عرض اُس نے کیا کہوں اے فاطمہؑ کے لال فرمائیں آپ میں نہ چلوں یہ تو ہے محال
۶۲
لیکن قدم اُٹھاؤں نہیں میری یہ مجال مجھ پر غضب کا وقت ہے سلطان خوشخصال
دفع ملال کی کوئی صورت نکالیے
گرتا ہوں کانپ کے مجھے مولا سنبھالیے

پیچھے تو پھر کے دیکھیے سلطان بحر و بر گھبرا کے بادشاہ دو عالم نے کی نظر
۶۳
دیکھا فرس کے پاؤں سے لپٹا ہے وہ قمر ہے کچھ عجیب حالتِ سجادؑ نامور
چہرا ہے زرد ہانپتے ہیں فرش خاک ہے
سر پر نہیں کلاہ گریبان چاک ہے

پھیلا کے ہاتھ ہو گئے خم سیّدِ جلیل ۶۴ لپٹے گلے سے باپ کے بس عابدؑ عقیل
کی عرض دم نکلنے میں عرصہ ہے اب قلیل میں مر چکا ہوں آپ نہ سمجھیں مجھے علیل
مرنے کو شاہِ یثرب و بطحا نہ جایئے
مُردے کو گھر میں چھوڑ کے بابا نہ جایئے

مرتا ہوں میں چلے ہیں امامِ زمن کہاں ۶۵ سیّدانیاں کریں گی تلاشِ کفن کہاں
پانی برائے غسل غریب الوطن کہاں بابا بنے گی قبر پئے خستہ تن کہاں
مر کے بھی بخت کی یہ بُرائی نہ جائے گی
بستر سے اپنی لاش اُٹھائی نہ جائے گی

شہ نے کہا بہت ابھی صدمے اُٹھاؤ گے ۶۶ تم قید ہو کے آہ سوئے شام جاؤ گے
خالق سے اجر صبر کا اے لال پاؤ گے زندہ رہو گے خانۂ زہراؑ بساؤ گے
سر جسم سے ملا کے ہمیں دفن کیجیو
تم معجزے سے آ کے ہمیں دفن کیجیو

لوٹیں گے میرے گھر کو ستمگر نہ بولنا ۶۷ آنا نہ غیظ میں مہ انور نہ بولنا
چھینیں تمھیں ہٹا کے جو بستر نہ بولنا گو بے ردا ہوں زینبِؑ مضطر نہ بولنا
شکوہ نہ بخت سے نہ سپاہ جفا سے ہے
بیٹا معاملہ ہمیں اپنے خدا سے ہے

لو الوداع بیکس و ناشاد الوداع ۶۸ رخصت ہو مل کے باپ سے سجادؑ الوداع
اب میں ہوں اور خنجر فولاد الوداع مہماں ہے یہ کشتۂ بیداد الوداع
سجادؑ مل کے شاہِ خوش اقبال سے چلے
جھک کے کیا سلام عجب حال سے چلے

درد امیان اہلحرم آکے گر پڑے ۔ بالائے خاک صحن میں تیورا کے گر پڑے
۶۹
ہم ہوگئے یتیم یہ فرما کے گر پڑے ۔ زینبؑ پکاریں کیا ہے جو تھرا کے گر پڑے
رو کے کہا کہ بال پریشان کیجئے
اب ماتم حسینؑ کا سامان کیجئے

ناموس شاہ نالہ و آہ و بکا میں تھے ۔ تنہا حسینؑ لشکرِ اہلِ جفا میں تھے
۷۰
تلوار چل رہی تھی ستمگر بلا میں تھے ۔ اسپ وذوالجناح وتیغ علیؑ کی ثنا میں تھے
دو ہو کے جو گرا وہیں پامال ہوگیا
گھوڑے کے پاؤں تیغ کا منھ لال ہوگیا

پہنچے نہ تیغ شاہ کو چمکے ہزار برق ۔ بنتا ہے عکسِ تیغ دو دم بار بار برق
۷۱
شمشیر کے خیال میں ہے بیقرار برق ۔ تھا ذوالجناح ابر سیہ ذوالفقار برق
ہر ایک ابر و برق سے ڈر کے گذر گیا
رو رو کے مرگیا کوئی جل جل کے مرگیا

گھوڑے میں خوبصورتیاں ہیں عجب عجب ۔ زینت میں ہے دلھن فرسِ سیّد عرب
۷۲
کہتا ہے دل کہ جمع ہیں ارباب فہم سب ۔ ہاں ذوالجناح شہ کا سراپا بیاں ہو اب
تعریف حسنِ مرکبِ شاہِ ہُدا سنا
اُٹھ کر کہیں دُلھن کا سراپا نیا سنا

کیا یال ہے حسینؑ کے گھوڑے کی واہ واہ ۔ ہر ایک کو ہے گیسوئے جاناں کا اشتباہ
۷۳
پلکیں ہیں مہر چشم فرس باعث پناہ ۔ ہیں خنجروں کی امن میں وہ آہوئے سیاہ
آنکھوں کو لوگ کہتے ہیں طوس وعراق کے
دیکھو یہ دونوں تارے ہیں چشم براق کے

۷۴
ہیں کیا ہی گوش اسپ شہ نامدار کے — کچھ شک نہیں شگوفے ہیں نخل بہار کے
استادہ کب ہیں گوش بھلا راہوار کے — نکلے ہیں کوہِ طور سے پھل ذوالفقار کے
آلودۂ عرق ہے جبیں شک گذر گیا
ماتھا نئی دلھن کا ستاروں سے بھر گیا

۷۵
آئے جو پاس خوف جلا دے پرِ مگس — شفاف شکل آئینہ ہے گردن فرس
حوروں کو بھی گلے سے لگانے کی ہے ہوس — حصن حصین حسن و تجلی ہیں پیش و پس
جھکتا ہے چرخ اس کے قرینے کو دیکھ کے
پریوں کے دل تڑپتے ہیں سینے کو دیکھ کے

۷۶
طاؤس بن گیا جو ذرا کھنچ گئی لجام — بولا مثالِ شیر ہوا دشمنوں کا کام
ہے ذوالجناحِ شہ کی زباں غیرت حسام — کیا دل قریب ہے دہن اسپ تیز گام
دندانِ راہوار میں کثرت ہے نور کی
الماس کے نگینے ہیں مٹھی میں حور کی

۷۷
اعدا پر اس نے عرصۂ ہستی کیا ہے تنگ — ظاہر ہیں سب رگیں تہ جلد سیاہ رنگ
شب سے عیاں ہیں خط شعاعی عدو ہیں دنگ — ہے کوہ سے قوی کمر اس کی میانِ جنگ
یکتا ہے پشتِ اسپِ شرافت گواہ ہے
پشت و پناہ سبطِ رسالت پناہ ہے

۷۸
ہیں قطرۂ عرق سبب رونق شکم — جگنو سیہ گھٹا ہیں چمکتے ہیں دمبدم
لیتا یہ ٹھوکروں سے رکابوں کی سب کے دم — ہوتا نہ درمیان جو شہ تشنہ کا قدم
کیا زین نقرئی بھی جواہر نگار ہے
شب سے ظہور جلوۂ صبح بہار ہے

منھ صاف دیکھ لیجئے پہلو کو دیکھیے ہے کیا سیہ سمند کے زانو کو دیکھیے
معشوق سوگوار کے بازو کو دیکھیے طور نشست سیّد خوشخو کو دیکھیے
۷۹
ہے طرفہ نقل رخش کا اسلوب زیر پا
دیکھے ہلال ابروئے محبوب زیر پا

لشکر میں شکل صاعقہ وہ دمبدم گیا کاووں میں روندروند کے اعدا کو تھم گیا
شق ہوگئی زمین جہاں پاؤں جم گیا جب سوے چرخ اسپ امامِ امم گیا
۸۰
پایا یہ اوج رخش امامِ جلیل نے
دی پاس سے پروں کو ہوا جبرئیلؑ نے

افلاک پر پھرا فرس شاہ بحر و بر تھی دھوپ سے پسینے میں زلف حسینؑ تر
قطرے ٹپک رہے تھے عرق کے اِدھراُدھر فضل خدا سے ہیں وہی کوکب سپہر پر
۸۱
رکھتے ہیں یاد زلف شہ پاک ذات کو
تارے اِسی سبب سے نکلتے ہیں رات کو

گھوڑے کا حوصلہ دمِ جنگ وجدل بڑھا دس بیس پس کے مرگئے جب برمحل بڑھا
پامالیِ سپاہ کو مثلِ اجل بڑھا ہمراہ اِسپِ تیغ سر افگن کا پھل بڑھا
۸۲
اعدا کو اِسپِ و تیغ کی آفات نے لیا
مجرم کے ساتھ مرگ مفاجات نے لیا

نکلے اُدھر سے چار ستمگر زبوں شیم گھوڑا اُڑا کے آئے حضورِ شہ امم
بولے کہ ہیں جہاں میں فقط چار شخص ہم للکارے تیغ تول کے شاہِ فلک حشم
۸۳
شہرہ ہے چار سمت محمدؐ کا لال ہوں
سلطانِ شرق وغرب و جنوب وشمال ہوں

تم کون ہو بتاؤ کرو جنگ میں نہ دیر	اُن میں سے ایک شخص پکارا کہ ہوں میں شیر
۸۴
دی دوسرے لعین نے صدا یا شہ دلیر	ہوں لاجواب میں نے کیا سرکشوں کو زیر

بولا یہ شومی کہ تکبر سے مست ہوں
رستم سے تیغ چھین لوں وہ تیز دست ہوں

چوتھے نے بھی کمال تکبر سے دی صدا	مجھ سا جہاں میں قدر انداز کب ہوا
۸۵
یہ کہہ کے گرد آگئے وہ بانیِ جفا	یک دفعہ وار سب نے کیے تھی نہ کچھ حیا

شمشیر و تیر نیزہ و گرز گراں چلے
حفظ خدا نے راہ میں روکا کہاں چلے

دشمن کی تیغ آتے ہی نزدیک سر پھری	جو آفت آئی پاس رُکی اور اُدھر پھری
۸۶
چاروں طرف امامِ زمن کی نظر پھری	وار اُن کے رد ہوئے شہ دیں کی سپر پھری

تیغ دو سر کا مثل علیؑ وار کردیا
سب کو علیؑ کی تیغ نے بیکار کردیا

چاروں کے زخم لگ گئے طرفہ مزا ہوا	گھبرا کے ایک ایک سے بولا یہ کیا ہوا
۸۷
چلائی موت میری بن آئی بھلا ہوا	جاؤ گے اب کہاں کہ بُرا سامنا ہوا

کیا بھاگتے نظر شہہ والا سے لڑ گئی
اُٹھے نہ پاؤں موت کی زنجیر پڑ گئی

اپنے کو جس نے شیر کہا تھا دمِ جدال	اُس کی طرف غضب میں بڑھا فاطمہؑ کا لال
۸۸
فرمایا تو تو شیر ہے دل کو ذرا سنبھال	ہم شیر کو سمجھتے ہیں روبہ دمِ قتال

خوش ہوتے ہیں دلیر دلیروں سے کھیل کے
بچے یہاں بہلتے ہیں شیروں سے کھیل کے

۸۹
اپنے کو تو نے شیر کہا اس لیے مگر ڈر جائے نام سے اسداللہ کا پسر
لے روک ذوالفقار علیؑ کو اُٹھا سپر مارا جو شہ نے ہاتھ ہوا غل اِدھر اُدھر
دو کردیا عدو کو امامِ دلیر نے
مارا ہے شیر حیدرؑ و صفدر کے شیر نے

۹۰
اپنے کو جس لعین نے بتایا تھا لاجواب حیرت سے تھا خموش وہ نافہم و بے حجاب
تیور بدل کے اُس سے کیا شاہ نے خطاب ہشیار ہو کہ چلتی ہے تیغ ابوتراب
باقی ہے کچھ غرور بد اختر جواب دے
ہے تو تو لاجواب ستمگر جواب دے

۹۱
کہتے ہیں لاجواب ہمیں ہیں جو اہلِ ہوش یہ کہہ کے آ گیا پسر فاطمہؑ کو جوش
سن سے چلی حسامِ شہنشاہِ مہر دوش دو ہو کے وہ میان جہنم گیا خموش
چلائی فتح شہرۂ جنگِ امام ہے
ہیں آپ لاجواب یہاں کیا کلام ہے

۹۲
تھا جس شقی کا قول کہ ہیں تیز دست ہم ہاتھ اُس کے ایک ہاتھ میں شہ نے کیے قلم
پیک قضا نے اُس سے کہا تھام کے قدم اب تو چلا سقر میں یداللہ کی قسم
کیا ہاتھ آ گیا شہ بیکس خفا ہوئے
کیسا ہے تیز دست ترے ہاتھ کیا ہوئے

۹۳
چوتھے عدو کی سمت بڑھے شاہ قلعہ گیر تھا اُس کا قول ہوں قدر انداز بے نظیر
للکارے شاہ گوشہ نشیں کیوں چلے نہ تیر ترکش کے منھ کو دیکھ کے شرما گیا شریر
ڈر کے کہا گناہ کیا تھا سزا ہوئی
ابرو کمان فاطمہ زہراؑ خطا ہوئی

۹۴

رکھی یہ سن کے سامنے حضرت نے ذوالفقار قتل عدو کو لیس ہوئے شاہِ نامدار
کھینچی کماں اُتار کے شانے سے ایک بار چلّے سے تیر کو جو ملایا ہوئی پکار
کب تیر ہے کمانِ شہ خوشخصال میں
رکھا قمر نے خط شعاعی ہلال میں

۹۵

حسن کشش سبھوں کے دلوں میں سما گیا چلّا کماں کا گوش منور تک آ گیا
کانپا ہر ایک زاغِ کماں خوف چھا گیا تا کا جو دل عدو کا پیام قضا گیا
بولا نکل کے تیر نشانے سے پار ہوں
چلا کے مرغ دل نے کہا میں شکار ہوں

۹۶

سَن سے خدنگِ سیّدِ خوشخو نکل گیا شہباز مرگ جوڑ کے بازو نکل گیا
ہو کے دلِ عدو میں ترازو نکل گیا تیر شہاب توڑ کے پہلو نکل گیا
گذری سری بھی جسم عدوئے الٰہ سے
غل تھا پری نکل گئی کوہِ سیاہ سے

۹۷

وہ سہم کے گرا تو ہنسے شاہِ دیں پناہ تھا شور سیّد قدر انداز واہ واہ
ناوک کہاں گیا نہیں کھلتا خدا گواہ ہے مستحب شکار یہی اے علیؑ کے ماہ
اب تک تاسّیِ شہ عالی جناب ہے
بیشک جبھی سے تیر لگانا ثواب ہے

۹۸

تھا چار سمت جرأت شبّیرؑ کا بیاں ہر جا ہوا حسینؑ کی شمشیر کا بیاں
باہم کماں کشوں نے لیا تیر کا بیاں آپس میں تھا یہ لشکر بے پیر کا بیاں
مارے عجیب چار جواں گومحن میں ہیں
کیونکر نہ ہو حسینؑ بھی تو پنجتنؑ میں ہیں

بولا سپاہ سے پسر سعد زشت کار — یوں تو نہ قتل ہونگے کبھی شاہ نامدار
۹۹
ماں فاطمہؑ ہے باپ علیؑ شیرِ کردگار — گھوڑا ہے اسپِ خاصِ نبیؐ تیغ ذوالفقار
یہ فوج کیا خفا جو شہ نیک ہوگئے
تو دم میں آسمان و زمیں ایک ہوگئے

دوڑی تمام فوج ہزاروں میں گھر گئے — زخمی ہوئے حسینؑ سواروں میں گھر گئے
۱۰۰
واحسرتاہ ظلم شعاروں میں گھر گئے — گلگوں قبائے فاطمہؑ خاروں میں گھر گئے
گھوڑے کا دم وفورِ حرارت سے چڑھ گیا
حضرت کی آنکھیں بند ہوئیں ضعف بڑھ گیا

دیکھا جو حالِ سیّد ابرار شمر نے — کھویا لحاظ احمدؐ مختار شمر نے
۱۰۱
کی شکل رنج حیدرؑ کرار شمر نے — آکے لگائی پاس سے تلوار شمر نے
فرق حسینؑ گردن توسن سے مل گیا
زہراؑ کی قبر کانپ گئی عرش ہل گیا

گھوڑے سے غش میں کہنے لگے شاہ مشرقین — لے ذوالجناح اب ہے دم رخصتِ حسینؑ
۱۰۲
زخموں سے ہے ضعیف دلِ فاتح حنین — آثار نزع ہیں کسی پہلو نہیں ہے چین
تنہا کا ساتھ آج دمِ احتضار دے
اے ذوالجناح بیٹھ کے مجھ کو اُتار دے

دنیا سے عزم کوچ کا غمخوار ہو چکا — جینے سے دل حسینؑ کا بیزار ہو چکا
۱۰۳
رخصت ہو ساتھ یارِ وفادار ہو چکا — بیوؤں میں جا تمام یہ ناچار ہو چکا
سیدانیاں اگر مجھے پوچھیں کدھر گئے
کہنا خدا کی راہ میں شبیرؑ مر گئے

گھوڑے نے رو کے شہ سے کہا آہ کیا کروں ٹکڑے ہے جسم سیّد ذیجاہ کیا کروں
۱۰۴
گھیرے ہوئے ہے فرقۂ گمراہ کیا کروں کیونکر اُتاروں فاطمہؑ کے ماہ کیا کروں
ہوگی اذیت آپ جو اُتریں گے زین سے
یا شاہِ دیں نکلتے ہیں شعلے زمین سے

بالائے خاک بیٹھ گیا کہہ کے آہ آہ زخموں میں خاک بھر گئی حالت ہوئی تباہ
۱۰۵
لٹکے زمیں پر قدمِ شاہِ دیں پناہ گردن میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا علیؑ کا ماہ
مڑ مڑ کے رخش تکنے لگا اضطراب سے
طاقت نہ تھی کہ پاؤں نکالیں رکاب سے

دیکھا جو منھ کو پھیر کے روئے شہ انام گھوڑا سمجھ گیا شہِ والا ہوئے تمام
۱۰۶
گھبرا کے سر پٹکنے لگا اسپِ خوش خرام آئے جو ہوش میں تو یہ گویا ہوئے امام
خیمے جلے دم آلِ محمدؐ کے گھٹ گئے
مضطر ہے کیوں حسینؑ کے ناموس لُٹ گئے

رو کے عجیب درد سے کہنے لگا سمند سامان یاد ہیں کہ لرزتے ہیں بند بند
۱۰۷
بچپن میں آپ نے جو کیا تھا مجھے پسند مجھ پر ہوئے تھے جلوہ نما شاہِ ارجمند
یوں پاؤں تا رکاب نہ جاتے کسی طرح
اُس روز بھی میں بیٹھ گیا تھا اسی طرح

وہ شان آپ کی وہ زمانہ رسولؐ کا ہر مرتبہ گلے سے لگانا رسولؐ کا
۱۰۸
پڑھنا دعائیں دیکھتے جانا رسولؐ کا شفقت سے مجھ کو پاس بلانا رسولؐ کا
ہوتے جو آج گیسوئے پُرخوں سنوارتے
اس حال میں گلے سے لگا کے اُتارتے

افسوس ہے کہ آج رسولؐ خدا نہیں　　اعدا کو پاسِ روحِ محمدؐ ذرا نہیں
شبیرؑ نے کہا تجھے معلوم کیا نہیں　　کوئی بزرگ آج بھی مجھ سے جدا نہیں ۱۰۹
بھائی بھی ہیں بتولؑ بھی حیدرؑ بھی ساتھ ہیں
بازو ہیں میرے اور پیمبرؐ کے ہاتھ ہیں

یہ میرا حال دیکھ کے اُن کا ہے غیر حال　　اپنا سنبھالنا بھی پیمبرؐ کو ہے محال
یہ کہتے ہی اُترنے لگا مرتضٰی کا لال　　پہلو کی سمت اور جھکا اسپِ خوشخصال ۱۱۰
گھوڑے نے کس ادب سے اُتارا حسینؑ کو
قاتل نے تیغ ظلم سے مارا حسینؑ کو

زینبؑ پکاریں مر گئے بھائی ستم ہوا　　رن سے سدائے فاطمہ آئی ستم ہوا
مارا گیا خدا کا فدائی ستم ہوا　　بیٹی ہوئی ہے گھر کی صفائی ستم ہوا ۱۱۱
سر کٹ گیا بدن مہ زہراؑ کا سرد ہے
پہلو کا درد بھول گئی دل میں درد ہے

باجوں کا شور محو طرب دشمنِ حسینؑ　　چاروں طرف ہجومِ زمیں پر تنِ حسینؑ
تھے فکر میں کہ لوٹیے پیراہنِ حسینؑ　　پر مثل شیر غیظ میں تھا توسنِ حسینؑ ۱۱۲
لٹنے دیا نہ اُس نے لباس و سلاح کو
تلواریں مارتے تھے عدو ذوالجناح کو

گھیرے تھے ذوالجناح شہ دیں کو نیزہ دار　　مارے سموں سے گھوڑے نے کتنے ہی بدشعار
دی بڑھ کے ابنِ سعد نے آوازا یکبار　　دیکھو تو کس خیال میں ہے شہ کا راہوار ۱۱۳
بولے نہ کوئی اسپ شہ نیک اساس سے
ہٹ آؤ لاشۂ شہ والا کے پاس سے

ہٹ ہٹ کے جو وہاں سے کھڑے ہو گئے عدو　　لاشے کے گرد پھرنے لگا اسپِ نیک خو
چوما لہو بھرا ہوا مظلوم کا گلو　　صیحہ کیا کبھی کبھی سونگھی بدن کی بو ۱۱۴
تڑپا لہو میں حقِ محبت ادا کیا
رو رو کے پائے شاہ پر آنکھیں ملا کیا

نالے کبھی تھے لاش کے پاس آہ اے حضور　　ہے خون میں بھی پھولوں کی باس آہ اے حضور
دردا بجھی نہ آپ کی پیاس آہ اے حضور　　مٹی میں بھر رہا ہے لباس آہ اے حضور ۱۱۵
چھوڑا ہے مجھ کو گریہ و زاری کے واسطے
آقا جیوں میں کس کی سواری کے واسطے

ہو کے خفا کیا نہ اشارا حضور نے　　زیور سے مجھ کو روز سنوارا حضور نے
کوڑا تمام عمر نہ مارا حضور نے　　مجھ سے کیا کبھی نہ کنارا حضور نے ۱۱۶
حضرت شہید ہو گئے تقدیر پھر گئی
آقا گلے پر آپ کے شمشیر پھر گئی

صدمے سے ذوالجناح کو اپنی نہ تھی خبر　　تیغوں سے کٹ کے زین جھکا تھا اِدھر اُدھر
طاؤس جیسے ضعف سے ڈالے ہوئے ہو پر　　روتا پھرا ہر ایک طرف کو وہ خوش سیَر ۱۱۷
دریا میں اضطراب سے آخر اُتر گیا
پایا نہ پھر نشان کہ گھوڑا کدھر گیا

لکھتے ہیں یوں بھی راویِ حالِ غم و بلا　　جس وقت شمر کاٹ چکا شاہ کا گلا
مقتل سے ذوالجناح تڑپتا ہوا چلا　　آیا محل میں توسنِ سلطان کربلا ۱۱۸
گھوڑے کے گرد جمع محمدؐ کی آل تھی
پیشانی اُس کی خون شہ دیں سے لال تھی

بس دیکھتے ہی صورت مرکب لپٹ گئیں | بوئے حسینؑ آنے لگی سب لپٹ گئیں
تھا حشر دختران علیؑ جب لپٹ گئیں | بکھرا کے بال حضرتِ زینبؑ لپٹ گئیں

۱۱۹

دیکھا پدر کا خون سکینہؑ نے زین پر
لپٹی سموں سے لوٹ رہی تھی زمین پر

غل تھا غریب صابر و شاکر کہاں گیا | دینِ رسولؐ پاک کا ناصر کہاں گیا
مظلوم نینوا کا مسافر کہاں گیا | دو تین تربتوں کا مجاور کہاں گیا

۱۲۰

جنگل میں تین روز کے پیاسے کو کیا کیا
گھوڑے بتا نبیؐ کے نواسے کو کیا کیا

اُس نے کہا کہ حشر ہوا میرے سامنے | آقا کو میرے ذبح کیا میرے سامنے
تر ہوگئی لہو سے قبا میرے سامنے | تڑپا کیے امامِ ہدا میرے سامنے

۱۲۱

جیتا ہے ذوالجناح قضا کر گئے حسینؑ
میں آج بے سوار ہوا مر گئے حسینؑ

سیدانیو شہید ہوے شاہِ مشرقین | ماتم کرو کہ مرگئے زہراؑ کے نورِ عین
پھر بانوئےؑ حزیں سے کہا بس کرو نہ بین | اے بنتِ بادشاہِ عجم مونس حسینؑ

۱۲۲

آتی ہے فوج لوٹنے کو ہوشیار ہو
حاضر ہوا ہوں لینے کو جلدی سوار ہو

روئیں زیادہ بانوئے سلطان کربلا | پہلے نقاب میں رُخِ انور چھپا لیا
کیا شرم تھی نقاب پر اوڑھی سیہ رِدا | موزے پہن کے سب سے ملیں وامصیبتا

۱۲۳

تھا حشر اہلِ بیتؑ رسالت مآب میں
رکھا قدم علیؑ کی بہو نے رکاب میں

۱۲۴
بولی سکینہؑ تھام کے داماں کہاں چلیں — اس وقت ہم کو چھوڑ کے اماں کہاں چلیں
زینبؑ نے دی صدا دمِ افغاں کہاں چلیں — ماتم نشینِ سیّد ذیشاں کہاں چلیں
رنج فراق دیتی ہو کس حال میں ہمیں
بھابھی چلی ہو چھوڑ کے اِس حال میں ہمیں

۱۲۵
ہے رونقِ غمِ شہِ دیں گر رہو گی تم — ہم بھائی کہہ کے روئیں گے وارث کہو گی تم
زینبؑ کے ساتھ قید کے صدمے سہو گی تم — سلطان بے وطن کی عزادار رہو گی تم
ماتم کی صف بچھائیں گے سوئیں گے ایک جا
ہم تم سحر کو بیٹھ کے روئیں گے ایک جا

۱۲۶
چلائیں رو کے بانو سلطان حق شناس — وارث ہوا شہید بہت ہے مجھے ہراس
حضرت نہ رو کیے کہ نہایت ہوں بے حواس — ہے میری آبرو کا ضرور آپ کو بھی پاس
کب چھوڑتی ہوں صورتِ بیگانہ آپ کو
معلوم مجھ حزیں کا ہے افسانہ آپ کو

۱۲۷
یہ کہہ چکیں تو بنتِ علیؑ کو کیا سلام — باہر وہاں سے لے کے چلا توسن امام
ناگاہ آ کے تھام لی سجادؑ نے لگام — بولے چلے گا ساتھ یہ بیمار تشنہ کام
گھوڑا چلا جھکائے ہوئے سر حجاب سے
لپٹے ہوئے تھے عابدؑ بیکس رکاب سے

۱۲۸
جلدی پہنچ گیا کسی جنگل میں راہوار — نکلا نقاب ڈالے ہوئے ایک شہسوار
رخ سے ضیائے نیر اعظم تھی آشکار — آیا وہ سوے بانوے مغموم دل فگار
کھینچی عناں لپیٹ کے نیزے میں دور سے
آہستہ ذوالجناح چلا کس شور سے

سجادؑ کو یہ دیکھ کے باقی رہی نہ تاب　پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمایئے شتاب
صورت دکھایئے پئے زہراؑ و بوتراب　جس دم ہٹائی چہرۂ پُرنور سے نقاب
کیا دیکھتے ہیں بادشہ مشرقین ہیں
بیکس غریب کشتۂ خنجر حسینؑ ہیں
۱۲۹

فرمایا السلام علیک اے خجستہ سر　بیمار کربلا نے کہا ہوکے نوحہ گر
رن میں ہوئے ہیں ذبح ابھی شاہ بحر و بر　یہ سن کے مسکرائے کہا اے دل و جگر
دیکھا نہیں یہ تم نے کتاب اللہ میں
زندہ ہیں جو شہید ہوئے حق کی راہ میں
۱۳۰

بس ذوالجناح کو شہ دلگیر لے گئے　تھی مصلحت کہ تابع تقدیر لے گئے
بانوؑ کو ساتھ حضرتِ شبیرؑ لے گئے　شاہ دلیر صاحب شمشیر لے گئے
سچ ہے کہ اس جگہ نہیں موقع کلام کا
ہے معجزہ حسین علیہ السلام کا
۱۳۱

اس حال میں یہ اور روایت ہے جانگزا　وقتِ زوال دھوپ میں آقا نے کی قضا
آیا جو ذوالجناح قریب حرم سرا　اُٹھا درِ امام سے مڑ کے زہے وفا
بیوؤں کا حال دیکھ کے صدمہ گذر گیا
ٹکرا کے سر زمیں سے یہ تڑپا کہ مر گیا
۱۳۲

گھوڑے کی لاش بیچ میں تھی گرد سوگوار　منھ اس کا دیکھ دیکھ کے کہتی تھیں بار بار
گھوڑے ترے سوار کے صدقے ترے نثار　تلواریں کھائیں نیزے ہوئے پہلوؤں سے پار
تو مر گیا حسینؑ کے محبوب ذوالجناح
آقا کا تو نے ساتھ دیا خوب ذوالجناح
۱۳۳

بس عشق ہے یہ عرض کہ سرور مدد کرو ۱۳۴ اے شہسوار دوش پیمبرؐ مدد کرو
اے تشنہ کام کشتۂ خنجر مدد کرو دشمن ہیں سینکڑوں شہ صفدر مدد کرو

تڑپیں میانِ حشر جو سب اضطراب سے
لپٹا ہوا ہو عشق تمھاری رکاب سے

علّامہ سیّد ضمیر اختر نقوی:

ذوالجناح ایک معجزہ ہے

اعجاز تھی یہ آخری رزمِ شہِؑ والا　　　تھے تن پہ بہت زخم مگر دل کو سنبھالا
نرغے میں جو تھا فاطمہؑ کی گود کا پالا　　　میداں میں وہ کی جنگ پرے تھے نہ رسالا
جنگ گاہ میں اس تیغ نے لینے نہ دیا دم
بھاگی سپہِ شام تو کوفے میں لیا دم

اک معجزہ تھی تیغِ علیؑ کی ہمہ دانی　　　اک معجزہ ہے ناقۂ صالحؑ کی کہانی
رد کردی جب اُس قوم نے خالق کی نشانی　　　کچھ سرزنش اُن کی ہو یہ اللہ نے ٹھانی
ناقے سے جو وہ مائلِ انکار ہوئے تھے
خود قہرِ الٰہی کے طلبگار ہوئے تھے

ناقے سے پھرے تھے کہ نبوت سے پھرے تھے　　　یہ کفر تھا اللہ کی آیت سے پھرے تھے
تھا شرک پہ اصرار کہ وحدت سے پھرے تھے　　　جاہل تھے کہ عرفانِ حقیقت سے پھرے تھے
انکار تھا اُس قوم کو عصمت کے اثر سے
سورج کے تو پہلو میں تھے باغی تھے سحر سے

اسرارِ نبوت ہی کا اک راز تھا ناقہ　　کیا پیشِ خدا لائقِ اعزاز تھا ناقہ
خود اپنی جگہ عدل کی آواز تھا ناقہ　　خلّاقِ جن و انس کا اعجاز تھا ناقہ
عصمت سے پیمبر کی جو منسوب ہوا تھا
ناقہ نہ تھا اک مظہرِ انوارِ خدا تھا

ناقے کی طرح آیتِ اللہ ہے دُلدُل　　منجملۂ رمزِ شہؑ ذیجاہ ہے دُلدُل
ہر گام پہ مولا کے جو ہمراہ ہے دُلدُل　　صاحب کے ہر انداز سے آگاہ ہے دُلدُل
ذیشان ہے حامی ہے شہِؑ ہر دوسرا کا
ذی رُتبہ ہے ناصر ہے یہ منصورِ خدا کا

اللہ نے قرآں میں قسم کھائی ہے اُس کی　　آیات میں تعریف نظر آئی ہے اُس کی
لفظوں میں نہ ہو قید وہ زیبائی ہے اُس کی　　اللہ کو حد درجہ ادا بھائی ہے اُس کی
ہر وصف کا حامل ہے یہ امکاں سے زیادہ
ہے معرفتِ شہؑ اسے انساں سے زیادہ

تھا اشہبِ شبیرؑ بھی دُلدُل ہی کا پیرو　　کی نصرتِ سرورؑ میں اسی طرح تگ و دو
سرشارِ مئے عشق، سُبک گام، سُبک رو　　ہر سُم پہ تصدق ہوا جاتا تھا مہِ نو
منھ تاروں کے بھی تابشِ اقدام سے فق تھے
یہ سُم کے نشاں تھے کہ چراغِ رہِ حق تھے

یہ خوب سمجھتا ہے امامت کے اشارے　　شفقت کی نگاہوں میں محبت کے اشارے
الطاف کی تھپکی سے عنایت کے اشارے　　اظہارِ تشکّر میں یہ خدمت کے اشارے
تنہائی میں مولا سے وہ کچھ راز کی باتیں
سمجھے گی نہ دنیا یہ ہیں اعجاز کی باتیں

بچپن سے یہ تھا وقفِ شہنشاہِ دو عالم　　وہ پانچ برس کے تھے یہ تھا سن میں ذرا کم
دکھلاتا تھا کیا کیا نہ اُسی وقت سے چم خم　　وہ سُم تھے کہ گرد اُس کی تھی اعدا کے لیے سم
راہی تھا رہِ حق کا وفادار تھا گھوڑا
دیوانہ شبیرؑ تھا ہشیار تھا گھوڑا

ہنگامۂ جنگاہ میں بھرتا تھا طرارے　　آنکھوں میں چمک فخر کی ٹاپوں میں شرارے
وہ جوش وہ بل ابروؤں پر غیظ کے مارے　　وہ ناز وہ انداز وہ عشوہ وہ اشارے
پُشتی پہ جو ہیں ہاتھ شہِؑ عرش نشیں کے
ٹاپوں سے ہلا دیتا ہے طبقوں کو زمیں کے

جعفرؑ کی قسم نصرتِ شبیرؑ پہ تیار　　خطبے میں تھا وہ منبرِ شہؑ، رزم میں رہوار
لشکر میں تھا ہمراز تو تنہائی میں دلدار　　راحت میں مصاحب تھا مصیبت میں مددگار
زخمی ہوئے شبیرؑ تو اعدا سے لڑا تھا
یہ ناقۂ صالحؑ سے بھی رُتبے میں بڑا تھا

❁❁❁

نوحے در حال ذوالجناح

متینؔ دہلوی

نوحہ

بولی سکینہؑ پھوپھی آیا ہے اب ذوالجناح
خیر و خبر باپ کی لایا ہے اب ذوالجناح

تیروں سے غربال ہے دیکھو تو کیا حال ہے
بال ہیں خوں میں بھرے آیا ہے اب ذوالجناح

صورت طاؤس ہے زیست سے مایوس ہے
کیسا مثال پری آیا ہے اب ذوالجناح

باگیں کٹائے ہوئے خوں میں نہائے ہوئے
خاک ہے منہ پر پڑی آیا ہے اب ذوالجناح

صاف ہے یہ آشکار مارا گیا ہے سوار
شکل ہے کیسی بنی آیا ہے اب ذوالجناح

چشم سے خونباری ہے تن سے لہو جاری ہے
چھائی ہوئی مردنی آیا ہے اب ذوالجناح

شکل پر پژمرگی چہرے پہ افسردگی
پوچھو تو اُٹھ کر کوئی آیا ہے اب ذوالجناح

صورتِ حیواں ہے گو سیرت انساں ہے وہ
کھوتا ہوا غم سے جی آیا ہے اب ذوالجناح

(بیاض نوحہ جات متینؔ دہلوی، صفحہ ۲۵۳۔۲۵۲)

نوحہ

بولی سکینہؑ اے پھوپھی دُلدُل تو ہے بابا نہیں
بس اب تو لو میں لٹ گئی دُلدُل تو ہے بابا نہیں

اب ہم تو قیدی بن چکے دیکھیں خدا اب کیا کرے
بس اب قیامت آچکی دُلدُل تو ہے بابا نہیں

لِللہ دوڑو اب کوئی دیکھو تو کیا اُن پر بنی
بیٹی تصدق ہوگئی دُلدُل تو ہے بابا نہیں

مل کر سدھارے تھے ابھی شاید ہوئی اِک گھڑی
اتنے میں یارب کیا بنی دُلدُل تو ہے بابا نہیں

دنیا مجھے اندھیر ہے کچھ حال دل کا غیر ہے
یہ کیا غضب ٹوٹا ابھی دُلدُل تو ہے بابا نہیں

میں تو نہ مانوں گی کبھی بہلاؤ کچھ کہہ کر کوئی
بیشک پھری اُن پر چھری دُلدُل تو ہے بابا نہیں

چلاّئی پھر اے فوج کیں بابا بھی ہے میرا کہیں
تشویش ہے مجھ کو بڑی دُلدُل تو ہے بابا نہیں

کہہ دو اگر تم پاس ہوں گھوڑے سے اُترے آپ کیوں
بیٹی ہے کہہ کر رو رہی دُلدُل تو ہے بابا نہیں

کیوں اے متینؔ سب شہ کا گھر کیا کہتا ہوگا الحذر
یہ بات جب ہوگی سنی دُلدُل تو ہے بابا نہیں

(بیاض نوحہ جات متین دہلوی، صفحہ ۲۵۳۔۲۵۴)

نوحہ

لپٹی ہے شہ کی دلربا دُلدُل سے اپنے باپ کے
ہوتی نہیں ہرگز جدا دُلدُل سے اپنے باپ کے

لپٹی سموں سے کہتی تھی گو جان جائے اب مری
چھوٹوں جو میں اب دخل کیا دُلدُل سے اپنے باپ کے

راحت ہے صدقہ ہوں اگر اِس خون بھری تصویر پر
صرفہ نہیں ہے جان کا دُلدُل سے اپنے باپ کے

ملنے کو ہے دل چاہتا بابا کے لاشے سے مرا
میں جاؤں گی لے کر پتا دُلدُل سے اپنے باپ کا

پیاسا ہے یہ پانی نہیں اس ملک میں ملتا کہیں
ہے شرم مجھ کو کبریا دُلدُل سے اپنے باپ کے

بولی کوئی کہہ دو ذرا غافل پڑے سوتے ہو کیا
آؤ ملو زین العبا دُلدُل سے اپنے باپ کے

آئی چھڑانے جب پھوپھی بولی کہ رہنے دو ذری
دل کھول کر مل لوں ذرا دُلدُل سے اپنے باپ کے

آخر مصیبت قید کی آئے گی سر پر اے پھوپھی
میں بات تو کرلوں ذرا دُلدُل سے اپنے باپ کے

کیا حال لکھوں اے متینؔ جس طرح شہ کی نازنیں
چھوٹی تھی باجور و جفا دُلدُل سے اپنے باپ کے

(بیاض نوحہ جات متین دہلوی، صفحہ ۲۵۷)

نوحہ

بولی سکینہؑ بتا بابا مرے کیا ہوئے
گھوڑے میں تجھ پر فدا بابا مرے کیا ہوئے

زخمی ہیں یا قید ہیں زندہ ہیں یا مرگئے
بول بحکمِ خدا بابا مرے کیا ہوئے

گھوڑے میں صدقے گئی لوں گی بلائیں تری — صدقہ نبیؐ کا بتا بابا مرے کیا ہوے

دل ہے دھڑکتا مرا ہول مجھے آتے ہیں — روتا ہے تو کیوں کھڑا بابا مرے کیا ہوے

بول خدارا تو ہی اور نہیں یاں کوئی — پوچھوں میں کس سے بھلا بابا مرے کیا ہوے

یاں سے گئے جب پدر تجھ پہ ہوئے تھے سوار — خالی ہے تو کیوں کھڑا بابا مرے کیا ہوے

ہاتھوں کو مَل کر کبھی کہتی تھی وہ غمزدی — ہاے مرے کبریا بابا مرے کیا ہوے

آ کے سرھانے کبھی کہتی تھی سجادؑ سے — تم کہو زین العبّا بابا مرے کیا ہوے

کہتی تھی کہہ پیٹ سر لوگو بتاؤ مجھے — ڈھونڈتا ہے دل مرا بابا مرے کیا ہوے

جیتے وہ ہوتے اگر کہتی میں عباسؑ سے — دیکھو تو جا کر چچا بابا مرے کیا ہوے

یاد یہ جب آ گیا ٹکڑے متینؔ دل ہوا — دخترِ شہ نے کہا بابا مرے کیا ہوے

(بیاض نوحہ جات متینؔ دہلوی، صفحہ ۲۵۴۔۲۵۵)

عصمتؔ لکھنوی:

کہتے تھے رو رو حرم آیا ہے یہ ذوالجناح
ہے ہے ہوا کیا ستم آیا ہے یہ ذوالجناح

پوچھے کوئی اس سے جا گھوڑے تُو سچ سچ بتا
خوں میں بھرے کیوں قدم آیا ہے یہ ذوالجناح

باگیں تری ہیں کٹی زین بھی تو ہے پھٹا
اور تُو ہے چشمِ نم آیا ہے یہ ذوالجناح

گھوڑے مجھے سچ بتا کیا ہوا راکب ترا
تجھ کو ہے شہ کی قسم آیا ہے یہ ذوالجناح

بولی سکینہؑ یہ تب ہوگیا لوگو غضب

مر گئے شاہِ اُمم آیا ہے یہ ذوالجناح

کہنے لگی بانو آہ گھر ہوا میرا تباہ

کہتی تھیں یہ دم بہ دم آیا ہے یہ ذوالجناح

بانو نے رو رو کہا کیا ہوا میرے خدا

تازہ ہوا اک اور غم آیا ہے یہ ذوالجناح

بانو کا تھا یہ بیاں توڑو مری چوڑیاں

لوگو ہوئے رانڈ ہم آیا ہے یہ ذوالجناح

عصمتِ خستہ جگر پیٹے نہ کیوں اپنا سر

سر ہوا شہ کا قلم آیا ہے یہ ذوالجناح

(بیاضِ عصمت ص ۵۴۔۵۵)

مہ جبین بیگم

نوحہ

راہوار شاہ والا مقتل سے آرہا ہے
پُرسے کو جا رہا ہے خوں میں نہا رہا ہے

مظلوم کا عمامہ زیں پر ہے بے قرینہ
تلوار اور سپر کو مولا کی لا رہا ہے

زینبؑ کا سر کھلا ہے سر پیٹ کر ہے کہتی
کس کی سنانی ہم کو گھوڑے سنا رہا ہے

بالی سکینہؑ لپٹی قدموں سے کہہ رہی تھی
بابا کہاں ہیں مرے کیوں خالی آرہا ہے

(جدید بیاض، اوّل، صفحہ ۴۳)

کوثر:

نوحہ

ہائے اے مولا بڑے صدمے اُٹھائے آپ نے
دُکھ یہ دُکھ اس اُمت عاصی سے پائے آپ نے

تیرو نیزے سینکڑوں فاقے ہیں کھائے آپ نے　　کر دیئے قربان ہم پہ اپنے جائے آپ نے

کیوں نہ روئیں ہم تجھے اے کشتۂ تیغ و سنین

وا حسینا وا حسینا وا حسینا وا حسینؑ

پوچھتا ہوں آپ سے لیکن میں اے اہلِ عزا　　ذوالجناحِ شاہ کا کیوں زین تھا ڈھلکا ہوا

سخت ہے مضمون کیونکر میں کروں اس کو ادا　　تھام لو ہاتھوں سے دل کو اے شیعیانِ باوفا

میں سبب تم کو بتاؤں تم کرو یہ شور و شین

وا حسینا وا حسینا واحسینا وا حسینؑ

زخم کھائے جب کھڑے تھے رن میں شاہِ دیں پناہ　　اکبرؑ و عباسؑ سوتے تھے میانِ قتل گاہ

پاس سے چاروں طرف شبیرؑ کرتے تھے نگاہ　　کون تھا گھوڑے سے جو اُن کو اُتارے آہ آہ

جمع دشمن ہو رہے تھے شاہِ دیں کے جانبین

وا حسینا وا حسینا واحسینا وا حسینؑ

اب کہوں کس منہ سے اُترے کس طرح شہ ہدا　　واسطے رونے کو اے کوثر یہ کافی ہے یہاں

زین ڈھلکا اور تھرائے زمین و آسماں　　جتنے تھے جن و ملک کرتے تھے یوں آہ و بکا

مومنو روؤ گرے گھوڑے سے شاہِ مشرقین

وا حسینا وا حسینا واحسینا وا حسینؑ

(جدید بیاض، اوّل، صفحہ ۸۸)

فرمانؔ حسن:

نوحہ

خون میں ڈوبا ہوا یہ مرکبِ شبیرؑ ہے

اس کا راکب مر گیا ہے اس لیے دلگیر ہے

اس کی باگیں کٹ گئیں اور زین ہے ڈھلکا ہوا

سر سے تا پا یاس و حسرت کی یہ اک تصویر ہے

اس کا راکبِ راکبِ دوشِ پیمبرؐ تھا کبھی
آج ہے وہ خاک پر اور حلق پر شمشیر ہے

یہ سنانی دینے کو جاتا ہے خیمہ کی طرف
لینے والی اس کا پُرسا شاہ کی ہمشیر ہے

ننھی بچی پوچھتی ہے مرے بابا کیا ہوئے
پشت خالی کیوں تری اے اسپِ باتوقیر ہے

یہ عمامہ ہے شہیدِ کربلا کا پشت پر
اور یہ لٹکی ہوئی شبیرؑ کی شمشیر ہے

(جدید بیاض، اوّل، صفحہ ۸۹)

نوحہ

کس حال پریشان سے خیمے میں در آیا شبیرؑ کا دُلدُل
زینبؑ کو عجب شان سے ہے ہے نظر آیا شبیر کا دُلدُل

گردن کٹی باگیں کٹیں زخموں سے بدن چور ہے اس قدر مجبور
ٹکراتا ہوا سر کو درِ خیمے پہ آیا شبیرؑ کا دُلدُل

خوں تازہ جبیں پر تھا ملا شاہ کے غم میں تا سمجھے یہ زینبؑ
ماں جائے کو ہے میرے گنوا کر کدھر آیا شبیرؑ کا دُلدُل

دیکھا جو سکینہؑ نے وہ شبیرؑ کا گھوڑا کیا پوچھا نہ ہوگا
اے بی بیو کس واسطے ہے خوں میں تر آیا شبیرؑ کا دُلدُل

سُم اپنے پٹکتا تھا زمیں پر بصد اندوہ شبیرؑ کے غم میں
راکب کی شہادت کی تھا لے کر خبر آیا شبیرؑ کا دُلدُل

زیں خالی جو دیکھا تو سکینہؑ نے بصد غم ممکن ہے کہا ہو
بابا کو مرے چھوڑ کے ہے ہے کدھر آیا شبیرؑ کا دُلدُل

(جدید بیاض، اوّل، صفحہ۹۰)

عترتؔ ہلوری:

نوحہ

خیمۂ شبیرؑ پر تھی صدا راہوار کی
میں سنانی لایا ہوں سیّد ابرار کی

کربلا میں دیکھیئے پھول سب مرجھا گئے
یا نبیؐ یہ شان ہے آپ کے گلزار کی

فاطمہ زہراؑ کے چاند لگ گیا تجھ کو گہن
زیر نیزہ تھی صدا زینبؑ لاچار کی

اے فلک کیا قہر ہے ظلم کی کچھ حد بھی ہے
سر برہنہ آل ہو احمدِؐ مختار کی

پشت پر سجادؑ کے دُرّے لگائیں اہل کیں
منصفو یہ ہو دوا صاحبِ آزار کی

(جدید بیاض، اوّل، صفحہ۹۰)

نوحہ

سردار کہاں ہے بے یار کہاں ہے
اے رخشِ پیمبر ترا اسوار کہاں ہے

باگیں ہیں کٹی خون میں سب زین بھرا ہے
لختِ جگر احمدؐ مختار کہاں ہے

پالا تھا جسے فاطمہؑ نے پیس کے چکّی
وہ تشنہ دہن بیکس و بے یار کہاں ہے

گھوڑے ترے واری میں غریبوں کو بتادے
ہم بیکسوں کا قافلہ سالار کہاں ہے

اے گھوڑے تجھے صاحب دلدل کی قسم ہے
بتلا دے وہ اللہ کا مددگار کہاں ہے

زینبؑ نے کہا گھوڑے کی گردن سے لپٹ کر
بتلا مرا بھائی مرا غمخوار کہاں ہے

لے چل ہمیں سر پیٹنے کو لاش پہ جلدی
آلودہ بہ خوں شہ کا تنِ زار کہاں ہے

(جدید بیاض، اوّل، صفحہ۹۱)

نوحہ

ہے خیمۂ شاہ میں غُل یہ بپا شبیرؑ کا دُلدُل آتا ہے
زینبؑ نے ہے پھینکی سر سے رِدا شبیرؑ کا دُلدُل آتا ہے

باگیں ہیں کٹی اور زین ہے ڈھلا عمامۂ پُرخوں اس پہ دھرا
کس شان سے دیکھو اہلِ عزا شبیرؑ کا دُلدُل آتا ہے

فضہ نے صدا دی ہائے ستم مارے گئے رن میں شاہِ اُمم
شہزادی کا میری راج لٹا شبیرؑ کا دُلدُل آتا ہے

مارا گیا زہراؑ کا دلبر اے بی بیو آؤ ڈیوڑھی پر
فضّہ نے کہا با آہ و بکا شبیرؑ کا دُلدُل آتا ہے

یہاں شیرِ خدا بھی روتے ہیں محبوبِ خدا بھی روتے ہیں
اور بنتِ علیؑ کا سر ہے کھلا شبیرؑ کا دُلدُل آتا ہے

(جدید بیاض، اوّل، صفحہ ۹۲)

قیصرؔ:

نوحہ

آیا ہے بعدِ قتل شہنشاہِ دیں پناہ سرورؑ کا ذوالجناح
سر تا قدم ہے خون میں آلودہ آہ آہ سرورؑ کا ذوالجناح

خون بہہ رہا ہے جسم سے زخموں سے چور چور ہے پیاس کا وفور
باگیں کٹی ہیں الٹا ہے زیں حال ہے تباہ سرورؑ کے ذوالجناح

سن کر صدائے اسپِ سکینہؑ جگر فگار، دوڑی بہ حالِ زار

لپٹی سموں سے کہہ کے بتادے پئے اِلٰہ سرور کے ذوالجناح

مقتل میں چھوڑ آیا ہے تنہا یہ کیا کیا اے اسپ باوفا
گھیرے ہے چار سمت سے کفار کی سپاہ سرورؑ کے ذوالجناح

کیونکر گرا زمین پہ وہ آسماں وقار اے شاہؑ کے راہوار
کس طرح اُترا خاک پہ وہ عرش بارگاہ سرورؑ کے ذوالجناح

مقتل سے پھر کے آئے نہ سردارِ بحر و بر لایا ہے کیا خبر
پیاسے ہی ذبح ہو گئے کیا رن میں بے گناہ سرورؑ کے ذوالجناح

تجھ پر سوار ہو کے گئے تھے ابھی ابھی آفت یہ کیا ہوئی
میداں سے بابا جان پلٹ کر نہ آئے آہ سرورؑ کے ذوالجناح

مقتل سے شہ کے آنے کا گھر میں ہے انتظار ہر دل ہے بیقرار
اپنے پدر کی ڈیوڑھی پہ میں تک رہی ہوں راہ سرورؑ کے ذوالجناح

اُٹھا سروں سے سایۂ شہؑ دل ہوئے دونیم بچے ہوئے یتیم
اماں کی مانگ اُجڑ گئی میں ہو گئی تباہ سرورؑ کے ذوالجناح

دینا حضور شاہ میں قیصرؔ کا یہ پیام کہنا میرا سلام
پھر کربلا بلائیں گے کب شاہ دیں پناہ سرورؑ کے ذوالجناح

(پیامِ عزا (جلد دوم)، ص ۲۱۲، ۲۱۳)

زماںؔ اکبر آبادی:

نوحہ

نوحہ سکینہؑ کا تھا آیا ہے لو ذوالجناح | خون میں ڈوبا ہوا آیا ہے لو ذوالجناح

روتا ہے یہ زار زار مر گیا شاید سوار | حال تو دیکھو ذرا آیا ہے لو ذوالجناح

تیر ہیں کیسے لگے خون میں ہیں سب بھرے ــــ دینے پتہ باپ کا آیا ہے لو ذوالجناح

روتا ہے دے کر صدا ظلم یہ کیا ہوگیا ــــ مرگئے شاہِ ہدا آیا ہے لو ذوالجناح

خیمہ میں کہرام ہے حشر کا ہنگام ہے ــــ کرتی ہے زینبؑ بکا آیا ہے لو ذوالجناح

کہتے ہیں زین العبا بابا میرا کیا ہوا ــــ کیا یہ سبب ہوگیا آیا ہے لو ذوالجناح

رکھو قلم اب زماں لرزاں ہے سارا جہاں

ہو نہیں سکتا بیاں آیا ہے لو ذوالجناح

(پاکستانِ پنجتنؑ، صفحہ ۱۶)

اوسطؔ اکبرآبادی:

نوحہ

درِ خیام سے فضہ نے یہ سنایا ہے ــــ لہو میں ڈوبا ہوا ذوالجناح آیا ہے

ڈھلی ہے زین ہیں باگیں کٹی ہوئی ساری ــــ تبرکاتِ حسینؑ شہید لایا ہے

پکاری بالی سکینہؑ لپٹ کے گھوڑے سے ــــ تو میرے بابا کو کس جا پہ چھوڑ آیا ہے

کہا یہ گھوڑے نے رو کر حسینؑ قتل ہوئے ــــ ہمارے آقا نے جنگل میں گھر بسایا ہے

لعین کاٹ چکا جب سرِ حسینؑ غریب ــــ غضب کیا ہے کہ نیزہ پہ پھر چڑھایا ہے

کہا یہ رو کے سکینہؑ نے اے پھوپھی اماں ــــ یتیم ہوگئی قسمت نے یہ دکھایا ہے

بہارِ گلشنِ زہراؑ کو ہائے لوٹ لیا ــــ نبی کے لال کا مقتل میں خوں بہایا ہے

حسینؑ کے تنِ بیکس کو کردیا پامال ــــ نشانِ پنجتن پاک کو مٹایا ہے

خموش اے علی اوسطؔ کہ تاب ضبط نہیں

حسینؑ ہی نے تو اسلام کو بچایا ہے

(پاکستانِ پنجتنؑ، صفحہ ۱۷)

نجم آفندی

ذوالجناح

اے ذوالجناح اے شہِ بیکس کے راہوار
تجھ پر ہوا ہے راکبِ دوشِ نبیؐ سوار

تاریخ میں بہت ہیں فسانے رقم ترے — گہرے ہیں خاکِ دہر پہ نقشِ قدم ترے
ہے چشمِ معرفت تری تشنہ لبی کا راز — انسانیت کو ہے تری حیوانیت پہ ناز

اے ذوالجناح اے شہِ بیکس کے راہوار
تجھ پر ہوا ہے راکبِ دوشِ نبیؐ سوار

ساتھی شہیدِ ظلم کا راہِ خدا میں تھا — تو پیش پیش معرکۂ کربلا میں تھا
یوں جان دی حیات کا پیغام بن گیا — منجملہ شعائرِ اسلام بن گیا

اے ذوالجناح اے شہِ بیکس کے راہوار
تجھ پر ہوا ہے راکبِ دوشِ نبیؐ سوار

خدماتِ کربلا کے سبب کیا سے کیا ہوا — ایسا تو ہو رسولؐ کا تحفہ دیا ہوا
اصطبل میں حسینؑ کے پلنا ہوا نصیب — تجھ کو خدا کی راہ پہ چلنا ہوا نصیب

اے ذوالجناح اے شہِ بیکس کے راہوار
تجھ پر ہوا ہے راکبِ دوشِ نبیؐ سوار

زخمی سوار تھم نہ سکا جبکہ زین پر — آہستگی سے تو نے اُتارا زمین پر
پامال کرنے آیا جو لاشے کو تھم گیا — تو شیر سا حسینؑ کے قدموں پہ جم گیا

اے ذوالجناح اے شہِ بیکس کے راہوار
تجھ پر ہوا ہے راکبِ دوشِ نبیؐ سوار

کی تو نے پہلے مرثیہ خوانی حسینؑ کی　　آیا حرم میں لے کے سنانی حسینؑ کی
غمخوار اور کون تھا ایسا حسینؑ کا　　تو نے دیا غریبوں کو پُرسا حسینؑ کا

اے ذوالجناح اے شہ بیکس کے راہوار
تجھ پر ہوا ہے راکبِ دوشِ نبیؐ سوار

انساں کا ننگ ہے جو سبق آدمی نہ لے　　مردہ ہے قوم تجھ سے اگر زندگی نہ لے
گوشت خاک سے بھی ہے کم کائنات تجم　　نقش قدم پہ تیرے تصدق حیات تجم

اے ذوالجناح اے شہ بیکس کے راہوار
تجھ پر ہوا ہے راکبِ دوشِ نبیؐ سوار

محسنؔ اعظم گڑھی:

نوحہ

تو حیواں ہے مگر بے رحم اِنسانوں سے بہتر ہے
ترا نقش قدم رنگیں گلستانوں سے بہتر ہے
تو وہ مرکب ہے جس سے آدمی طرز وفا سیکھے
ترا ذکرِ وفا باطل کے انسانوں سے بہتر ہے
پڑھیں نانا کا کلمہ اور نواسے پر ستم ڈھائیں
تو حیواں ہے مگر اِن مرتبہ دانوں سے بہتر ہے
زمانہ کی نگاہوں میں تو اِک ادنیٰ سا مرکب ہے
مگر ناعاقبت اندیش فرزانوں سے بہتر ہے
خوشا قسمت رہا مظلوم کے قدموں سے وابستہ

یہ تیری زندگی خونخوار انسانوں سے بہتر ہے

حسینؑ ابنِ علیؑ کی بزم کا ہر ایک پروانہ

چراغِ محفلِ باطل کے پروانوں سے بہتر ہے

زمین کربلا پر یہ تیرا کہہ کر ٹھہر جانا

یہ ویرانہ تو ہے لیکن گلستانوں سے بہتر ہے

یزید رُوسیہ سے مرکب شبیرؑ کا کہنا

مری تشنہ لبی ان تیرے پیمانوں سے بہتر ہے

کہاں تو اور کہاں یہ جاں نثارانِ شہِ والا

میں کیسے مان لوں تو اِن مسلمانوں سے بہتر ہے

جہاں سے ظلم و استبداد کا فرمان جاری ہو

زمینِ گرم محسنؔ ایسے ایوانوں سے بہتر ہے

(ہفت روزہ شیعہ لاہور (حسینؑ نمبر) ص ۲۰۲)

سیّد فدا بخاری

ذوالجناح

اے ذوالجناحِ سیّد ابرار السلام

اے بیکس و شہید کے غمخوار السلام

سردارِ اہلِ خلد ہیں اسوار السلام

شبیرؑ سے امام کے راہوار السلام

تھا کربلا میں ناصرِ خیرالانام تُو

شبیرؑ نیک نام کا ادنیٰ غلام تُو
ہے دلدل حسین علیہ السلام تُو
کرب و بلا میں شہ کے مددگار السلام

زرغہ تھا ابنِ فاتح بدر و حنین پر
فرزند بوتراب شہ مشرقین پر
تو رو رہا ہے سر کو جھکائے حسینؑ پر
مولائے دوجہاں کے عزادار السلام

جب زین سے حسینؑ گرے فرش خاک پر
یورش تھی کفر کی شہ اندوہناک پر
جو تیر آیا تو نے لیا جسم پاک پر
آقائے دوجہاں کے فداکار السلام

شہزادیوں نے دیکھا تھا جب راہوار کو
حلقہ میں لے کے پوچھتی تھیں سوگوار کو
کس جا پہ چھوڑ آیا تو اپنے سوار کو
زینبؑ پکاری شہ کے وفادار السلام

یہ سُن کے قتل گاہ کی جانب چلا گیا
اس کی وفا کا شور ہے اب تک مچا ہوا
نہرِ فرات میں وہ فدا غرق ہوگیا
شبیرؑ سے شہید کے غمخوار السلام

ڈاکٹر ماجد رضا عابدی:

ذوالجناح

جب خیمے سے مقتل کو چلے شاہِ مدینہ
راہوار سے لپٹی ہوئی کہتی تھی سکینہؑ

لے چلے بابا کو کہاں اے ذوالجناح
اے ذوالجناح اے ذوالجناح

روتی ہے میری پھوپھی ماں اے ذوالجناح

پانی چچا جان مرے لینے گئے تھے، وہیں
تین شب و روز ہوئے پیاس بجھی ہی نہیں

میں ہوں ابھی تشنہ دہاں اے ذوالجناح

عمّو کو دریا کی طرف لے گیا تھا مرتجز
خیمے میں واپس انھیں پھر لا نہ سکا مرتجز

سر پہ لگا گرزِ گراں اے ذوالجناح

بیٹھ کے میمون پہ قاسمؑ سوئے میداں گئے
گھوڑوں کی ٹاپوں سے وہ پامال وہیں پر ہوئے

مٹ گیا شبّر کا نشاں اے ذوالجناح

لے کے گیا تھا علی اکبرؑ کو بھی اُن کا عقاب
قتل وہ رن میں ہوئے اور مٹ گیا اُن کا شباب

وہ بھی گئے سوئے جناں اے ذوالجناح

تو مرے بابا کو جو میدان میں لے جائے گا

سوچ ذرا قتل سے کیا اُن کو بچا پائے گا
اے شہِ مُرسل کے نشاں اے ذوالجناح
سبطِ نبیؐ حضرتِ شبیرؑ کی بیٹی ہوں میں
غور تو کر آج ترے قدموں سے لپٹی ہوں میں
مت سوئے مقتل ہو رواں اے ذوالجناح
کھول دیئے بال پھپھی زینبؑ و کلثوم نے
کیسے بچے اُن کی ردا بابا اگر مر گئے
خیموں سے اُٹھے گا دھواں اے ذوالجناح
دادا علیؑ کی تجھے دیتی ہوں قسم ذوالجناح
پہلے ہی ٹوٹے ہیں بیت رنج و الم ذوالجناح
اور نہیں تاب و تواں اے ذوالجناح
تو جو اُٹھائے گا قدم دیکھ میں مر جاؤں گی
بابا اگر چھوڑ گئے تو میں کدھر جاؤں گی
راہِ نجف کی ہے کہاں اے ذوالجناح
آنسو بہاتی تھی سکینہؑ بصد آہ و بکا
اشک بہے گھوڑے کی بھی آنکھ سے ماجدؔ رضا
تھا یہ سکینہؑ کا بیاں اے ذوالجناح

رباعیات در وصفِ ذوالجناح

سیّد حیدر حسن ناظمؔ شکارپوری

دنیا کے یہ راہواروں میں اشرف ٹھہرا
سرعت کا خزانہ اس کا مصرف ٹھہرا
لَوٹا جو ذرا اُدھر سے فرفر چل کر
تو اشہب شبیرؑ بھی رفرف ٹھہرا

ہر کبک دری جو ہے غلام اس کا ہے
راکب شہ دوسرا امام اس کا ہے
اُڑ کر نہ اُڑائے کیسے پریوں کے ہوش
جب اصل میں ذوالجناح نام اس کا ہے

ممتاز نہ کیسے اسپِ سرورؑ ہوجائے
جب اس پہ سوار شاہِ صفدر ہوجائے
گر سرسری چال سے چلے یہ چالاک
تو مات سراسر اس سے صرصر ہوجائے

مثل اپنا یہ رہوار رکھتا ہی نہیں
سیماب روش قرار رکھتا ہی نہیں
کیوں فخر کرے نہ شہ کا مرکب بن کر
جُز اُن کے کوئی سوار رکھتا ہی نہیں

پارے میں بھی یہ وصف نہ ہم پاتے ہیں
کچھ سرسری سرعت یہاں دکھلاتے ہیں
اللہ رے ذوالجناحِ شہؑ کی تعریف
ہنگام رقم حرف اُڑے جاتے ہیں

دکھلائے بہار اپنی تو گلشن ہے یہ
رشکِ گہرِ آبرو کا معدن ہے یہ
کیوں نہ پھر دم رفتار فلک سیر نہ ہو
ابنِ شہؑ لولاک کا توسن ہے یہ

نقاش اگر چاہیں کہو کیا کھینچیں
سیماب روش کا کیا سراپا کھینچیں
دراصل ہوا ہے بادپائے شبیرؑ
پھر کیسے بھلا ہَوا کا نقشا کھینچیں

سلام

گو تھے نہ ذوالجناحِ شہ بحر و بر کے پر — مثلِ پرند جاتا تھا رن میں اُبھر کے پر

بے پر ہَوا پہ اُڑتا تھا جو ذوالجناحِ شہؑ — پریوں کو کب ملے ہیں بھلا اس اثر کے پر

صنعتِ توشیح

ذ ...... ذہن اب ہے رواں سوے رہوار
جس کے راکب تھے حیدرؑ کرار

و ...... وہ بھی تھا ذوالفقار کا ہمدم
شرق و غرب اس کے تھے یہ چند قدم

ا ...... آفریں اُس کو کہتی تھی صرصر
مثلِ رف جو چلتا تھا فرفر

ل ...... لوگ اُس کا جو نام لکھوائیں
حرف کاغذ سے سارے اُڑ جائیں

ج ...... جان پریوں کی تھا وہی گھوڑا
سایہ راکب کا اُس کو تھا کوڑا

ن ...... نفس محبوب حق کا تھا مرکب
کیوں نہ پاتا براق کا منصب

ا ...... آفتاب شرف تھا وہ رہوار
کس طرح ہو نہ مطلعِ انوار

ح ...... حکم شیر خدا کا تھا محکوم
مرحبا ذوالجناح تھا موسوم

❀❀❀

نواں باب

تاریخ میں کچھ مشہور گھوڑے

......نواں باب......

تاریخ میں کچھ مشہور گھوڑے

قبیلۂ بنی کلاب میں گھوڑوں کی اہمیت:

عامر بن الطُّفیل ہجرت سے ستّر سال قبل پیدا ہوا اور ہجرت کے گیارہ سال قبل وفات پائی۔ اپنے زمانے کا عظیم ترین بہادر تھا۔ اُس کا پورا نام عامر بن اطفیل بن مالک بن جعفر العامری تھا۔ یہ بہت مشہور شاعر اور سخی تھا۔ اس کے نامور گھوڑے کا نام مَزنُوق تھا۔ عامر بن الطفّیل حضرت اُم البنّین مادرِ حضرتِ ابوالفضل العباس بن علی کے خاندان کے ایک تاریخی بہادر کا نام ہے۔ ایک دوسرے بہادر عتّاب بن ورقاء کے گھوڑے کا نام بھی یہی تھا۔

عتّاب کی وفات ۷۷ھ میں ہوئی تھی یہ یَربُوعی تمیمی تھا۔ یہ مُصعَب بن زبیر کی طرف سے اصفہان کا گورنر تھا۔

حضرت فاطمہ بنتِ حِزَام (اُم البنّین) کے اجداد میں طفیل بن مالک کے مشہور گھوڑے کا نام قُرزل تھا اور یہی نام حُذیفہ بن بدر کے گھوڑے کا بھی تھا جو تیز رفتاری میں ضرب المثل ہے۔ حذیفہ ایامِ جاہلیت کی ایک معروف شخصیت کا نام ہے۔

محمد وآلِ محمدؐ کی شہسواری کے چند مناظر:

گھوڑے پر سوار ہونا اولادِ حضرتِ ابراہیم کا طرۂ امتیاز اور وہ خصوصیت تھی جو تمام قبائل عرب میں کسی کو حاصل نہ تھی اور ان کے ذاتی کمالات کا ورثہ صرف ان کی اولاد ہی

کونہیں بلکہ حلقۂ عقیدت کے تمام مخلصین نے شاگرد بن کر پایا اور اس طبقے کے فنی کمالات کے مظاہرے دشمن پر رعد و برق بن کر گرجنے اور چمکنے لگے۔ کسبِ کمال سے جہاں قدر افزا حلقے میں انسان عزیز جہاں ہوتا ہے وہاں تنگ نظر افراد میں اس کی وجہ سے حسد کی آگ بھی شعلہ ور ہو جاتی ہے۔ سخی سے کینہ بہادر سے عداوت، فصیح سے دشمنی، عالم سے بغض، ماہرِ فن سے کینہ، نئی بات نہیں۔ متوکل عباسی کے بعد اس کے بیٹے منتصر باللہ نے ایک قہر آلود اور انوکھا حکم دیا جو پہلے کے حکّام جور کے ظلم آفریں قوانین سے کہیں زیادہ سخت اور نفرت خیز تھا ابھی تک دوستداران علیؑ کو حکومت سے وظیفہ نہیں ملتا تھا، وہ عہدوں پر لائے نہیں جاتے تھے حقوقِ شہری سے محروم تھے۔ نا قابلِ برداشت ٹیکس ان پر عائد تھے۔ تمدن و معاشرت میں ان سے ترکِ موالات تھا۔ نوواردحاکم منتصر باللہ نے محبّانِ علیؑ کے لئے قانون بنایا۔ **لا یرکب فرساً ان طرف من الا طراف** (النزاع والتخاصم صفحہ ۸۱ طبعِ مصر) وہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر اور اطراف سے نہ نکلیں۔ تقی الدین مقریزی شافعی نے انسانی ہمدردی سے اقرار کیا ہے۔ "**لم یسمع فی الجور نظیرھا**"۔ اس حکم کی مثال کسی ظالم کی سوانح عمری میں نہ ملے گی گھوڑے پر سوار ہونا شیعوں کے لیے قانونی جرم تھا جس قوم نے اس کسمپرسی میں زندگی بسر کی ہو اس کا بابِ ماضی کس قدر تاریک تھا اور وہ اموی و عباسی دور سے زندہ رہ کر کس طرح باقی رہی۔ وہ اہم سوالات ہیں جن کے جواب عقلِ سلیم ہر دور میں دیتی رہی ہے۔

ایامِ عزا کا جلوس اور ذوالجناح ہماری مشکلات کی وہ تصویر ہے جس کو جاری رکھنے اور باقی دیکھنے میں قومی ارتقا اور ملّی بلندی اور آثارِ رفتہ کا احیا ہے۔ دوسری قومیں اپنے دینی راہنما کی سواریوں کی جو قدر کر چکی ہیں وہ صفحۂ تاریخ سے محو نہیں ہو سکتا۔ شیخ محمد سبان نے بزمِ یزید کا وہ واقعہ جو تمام مقاتل میں لکھا ہے **وکان بالمجلس رسول قیصر فقال متعجبا ان عندنا فی خزانة فی ریرحا فرحماد عیسیٰ**

ونحن نحج اليه كل عام من لاقطار و نعظمه كما تعظمون كعبتكم فا شهد انكم علیٰ باطل (اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ وآلِ بیتہ الطّاہرین، صفحہ ۷۱، طبع مصر) دربار میں قیصرِ روم کا سفیر بھی تھا (اس نے سرِ حسینؑ اور اسیروں کی جگر سوز مصیبتیں اور تباہ حالی دیکھ کر) کہا بڑے تعجب کی بات ہے ہمارے خزانے میں کلیسائے حاضر حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کے سُم (کی یہ عزت ہے کہ) ہم ہر سال دور دور سے سفر کر کے حجاج کی طرح زیارت کو آتے ہیں اور وہ عظمت ہماری نظر میں ہے جو تم اپنے کعبے کی حرمت کرتے ہو۔ میں گواہ ہوں کہ تم باطل پر ہو"۔ وکیلِ روم اپنی گفتگو میں کہہ گیا کہ حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کے قدم کی ہم عزت کرتے ہیں اور تم نے چشم و چراغِ رسولؐ، ان کی طیب و طاہر اولاد کی قدر نہ کی۔ سفیرِ مذکور کا اسلام لانا بھی تاریخی حقیقت ہے جو ناقابلِ انکار ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی کرامات:

مُلّا عبدالرحمٰن جامی "شواہد النبوۃ" میں لکھتے ہیں:۔

روایاتِ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب آپؑ سواری کرتے وقت گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے تو تلاوتِ قرآن شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو ختم کلام مجید کر لیتے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ گھوڑے پر پوری طرح بیٹھنے سے پہلے قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ یہ معجزہ حضرت داؤدؑ کو بھی حاصل تھا۔

گھوڑے کو آرام و آسائش میں رکھا جاتا ہے: (حضرت امام صادقؑ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:۔

کیا تم گدھے کو نہیں دیکھتے کہ، کیونکر بار برداری کا کام کرتا ہے اور وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ خچرّ اُس سے زیادہ کام کرتا ہے لیکن گھوڑا آرام و آسائش میں رکھا جاتا ہے۔

شریف نسل کا گھوڑا، تلواروں اور نیزوں میں اپنے مالک کی طرح گُھس جاتا ہے اور اپنی جان کا خوف نہیں کرتا۔ (توحید الآئمہ، ص ۱۳۵)

افسوس! رسولؐ اللہ کی سواری کا گھوڑا (ذوالجناح) جس پر روزِ عاشورہ امام حسینؑ سوار تھے، وہ تین دن کا بھوکا پیاسا کربلا کی تیز دھوپ میں اپنے آقا کی نصرت کر رہا تھا۔ لشکرِ یزید کا یہ ظلم انسانوں اور حیوانوں پر یکساں تھا:-

میر انیسؔ کہتے ہیں:-

گرمی سے فرس میں بھی نہ وہ تیز تگی تھی
پیاسے تھے حسینؑ آگ زمانے کو لگی تھی

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہسواری کا منظر:

حضرت آیت اللہ علامہ شیخ مفید علیہ رحمۃ ''تذکرۃ الاطہار'' میں لکھتے ہیں:-

ایک شخص عمر بن خطاب کی اولاد میں سے مدینہ میں رہتا تھا جو حضرت ابوالحسن موسیٰ کو اذیت پہنچاتا اور جب آپ کو دیکھتا تو گالیاں بکتا اور حضرت علیؑ کو برا بھلا کہتا تو آپؑ کے کچھ ہم نشینوں نے آپؑ سے عرض کیا ہمیں اجازت دیجئے ہم اس فاجر کو قتل کر دیتے ہیں تو آپؑ نے انہیں سختی سے منع کیا اور بہت جھڑکا پھر آپؑ نے عمری کے متعلق سوال کیا تو ذکر ہوا کہ وہ مدینہ کی ایک طرف زراعت کرتا ہے پس آپ سوار ہو کر اس کی طرف گئے اور اسے اس کے کھیت میں دیکھا تو آپ گھوڑے پر سوار اس کے کھیت میں چلے گئے اس پر عمری چیخ و پکار کرنے لگا کہ ہماری زراعت کو خراب نہ کرو۔ لیکن حضرت اس کے کھیت کو روندتے ہوئے اس تک پہنچ گئے اور اس کے پاس اپنی سواری سے اُتر کر بیٹھ گئے اور اس سے کشادہ روئی سے پیش آئے اور ہنستے رہے اور اس سے فرمایا کہ تو نے اس زراعت پر کتنا خرچ کیا ہے؟ کہنے لگا کہ سو دینار، آپؑ نے فرمایا کہ تجھے اس سے کتنی آمدنی کی امید ہے؟ وہ کہنے لگا کہ دو سو دینار حاصل ہوں گے۔ راوی کہتا ہے کہ

ابوالحسنؑ نے ایک تھیلی نکالی جس میں تین سو دینار تھے اور فرمایا یہ تیرا کھیت بھی اپنی حالت پر رہے اور خدا تجھے اس میں سے اتنا رزق دے کہ جتنے کی تجھے امید ہے راوی کہتا ہے کہ پس عمری کھڑا ہو گیا اور اس نے آپؑ کے سر کا بوسہ لیا اور آپؑ سے سوال کیا کہ اس کی کوتاہی سے درگذر فرمائیں پس ابوالحسنؑ اس کے سامنے مسکراتے رہے اور واپس آگئے راوی کہتا ہے کہ آپؑ مسجد میں گئے اور وہاں عمری کو بیٹھے ہوئے دیکھا جب اس نے آپؑ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ۔

خدا بہتر جانتا ہے کہ جہاں اپنی رسالت کو قرار دیتا ہے۔راوی کہتا ہے کہ اس کے ساتھی اس کی طرف کود پڑے اور کہنے لگے کہ تو بتا، تیرا کیا معاملہ ہے؟ تو تو اس کے علاوہ کچھ کہا کرتا تھا، راوی کہتا ہے کہ اس نے کہا، تم نے سن لیا ہے جو کچھ میں نے اَب کہا ہے اور وہ حضرت ابوالحسنؑ کو دعائیں دینے لگا پس وہ اس سے جھگڑتے تھے اور وہ ان سے الجھتا تھا اور جب حضرت اپنے گھر واپس آئے تو آپؑ نے اپنے ان ہم نشینوں سے فرمایا کہ جنہوں نے آپؑ سے عمری کے قتل کرنے کی اجازت چاہی تھی کہ کون سی چیز بہتر تھی جو تم نے ارادہ کیا تھا یا جو میں نے ارادہ کیا میں نے اس کی اتنے مال سے اصلاح کردی جو تمہیں معلوم ہے اور اس سے اس کے شر اور بدی کی کفایت بھی کرلی۔(الارشاد)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی صابرانہ زندگی میں لجامِ فرس پر برمکی کا ہاتھ، غیر ضروری مسئلے کے جواب پر مجبور کرنا:

برمکی خاندان کے ایک شخص نے امام رضاؑ کے قیامِ خراساں کے زمانے میں جبکہ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے عنانِ اسپ پر ہاتھ ڈال کر پوچھا کہ آپؑ فلاں فلاں دو شخصوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔امامؑ نے تسبیحاتِ اربعہ پڑھی۔بظاہر یہ مراد تھی کہ وہ ذکرِ خدا میں مشغول سمجھ کر طالبِ جواب نہ ہو۔اس نے اظہارِ رائے پر اصرار کیا اور آپؑ نے یہ زلزلہ افگن جواب دیا کانت لنا ام صالحہ ماتت وھی

علیها ساخطه ولم یاتنا بعد موتها خبرانها رضیت عنهما (انوارِنعمانیہ صفحہ۱۶طبع ایران) ہماری ایک مادرِگرامی (حضرت فاطمہ زہراؑ) پیکرِ صلاح وسداد تھیں جو رحلت کرچکی ہیں درآں حالیکہ اِن دونوں سے ناراض تھیں۔ان کی وفات کے بعد کوئی خبر موصول نہیں ہوئی کہ وہ راضی ہوئیں۔

امام رضاؑ اور امام حسن عسکریؑ کے لئے حکومت کی طرف سے سرکش راہوار پر بیٹھنے کی تجویز اور آپ کا شریر راہوار کو قابو میں رکھنا ایک طفلِ نوعمر کا حکومتِ مامون میں روبرو امام ضامن وثامن سرکش گھوڑے پر بہ برکتِ درود سوار ہونا اور معصوم کی طرف سے نظرِ استحسان تاریخی حقائق ہیں جو کتبِ مناقب میں موجود ہیں ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جو علمائے اہلِ سنت کا بیان کردہ ہے۔روایت ہے کہ ایک عورت حضرتِ امیر کے پاس آئی حضرت اس وقت اپنے گھر سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہورہے تھے ایک پاؤں رکاب میں رکھا تھا کہ اس عورت نے عرض کیا میرا بھائی ٦ سو دینار چھوڑ کر فوت ہوا ہے مگر لوگوں نے مجھے ایک دینار دیا۔میں آپؑ سے اپنا حق اور انصاف چاہتی ہوں آپؑ نے فی الفور جواب دیا کہ تیرے بھائی کے دو بیٹیاں ہوں گی اس نے کہا کہ ہاں۔فرمایا دوثلث یعنی ۴۰۰ دینار ان کو ملے۔تیرے بھائی کے ماں بھی ہوگی جس کو سدس یعنی سو دینار پہنچے اور اس کی زوجہ بھی ہوگی اس کو ۷۵ دینار ملے ہوں (ثمن) پھر فرمایا تیرے بارہ بھائی ہیں عورت نے تسلیم کیا۔فرمایا دو۲ دو۲ دینار بھائیوں کو ملے۔ایک دینار تیرا حق ہے تو اپنا حق پاچکی۔

(مطالب السئول محمد بن طلحہ شافعی صفحہ۹۸ طبع مطبع جعفری لکھنو،ارجح المطالب صفحہ۱۵۴)

علمائے عراق میں محمد تقی تستری نے اس واقعے کو قضایا حضرت امیرالمومنینؑ کے ذیل میں محتاجِ تاویل قرار دیا ہے اور تقسیم چونکہ فِقۂ امامیہ کے خلاف ہے اس لئے فقہائے شیعہ نے مصادرِ غیر سے ماخوذ قضیے کی رد نہیں کی اور تشنۂ تحقیق وسند چھوڑا۔یہ

واقعہ یہودی کے علمِ ہندسہ پر گفتگو سیرتِ حضرتِ امیرؑ میں مسئلہ رکابیہ سے مشہور ہیں۔ علامہ شیخ سلیمان بلخی قندوزی ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر رکاب میں قدم رکھ رہے تھے کہ یہودی نے پوچھا وہ کون ساعدد ہے جس کی نو[9] کسرین نصف ثلث ربع خمس سدس سبع ثمن عشر پر کی جائیں اور سب صحیح ہوں آپؑ نے برجستہ فرمایا کہ ہفتے کے دنوں کو سال کے ایام میں ضرب دو جو حاصلِ ضرب ہو وہی مقصود ہے۔ یہودی اسلام لایا **ویسمی هذه المسئلة المسلة الرکابیه** (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۵) فاضل نجفی نے کشکول بہائی کے حوالے سے اس واقعے کو مع اپنے حل اور تشریح کے اس اضافے کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آپؑ نے **اضراب ایام سبوعك فی ایام سنتك** فرمانے سے پہلے فرمایا **اخبرتك تسلم** تو اسلام لائے گا اگر میں جواب دوں۔

(قضایائے امیر المومنینؑ صفحہ ۹۶ طبع نجف، ۱۹۵۰ء)

ان واقعات کو منظرِ عام پر لانے سے مقصود یہ ہے کہ شبیہ ذوالجناح سے ہماری مجالس اور جلوسِ عزا میں صرف واقعۂ شہادت کی یاد تازہ نہیں ہوتی بلکہ خاندانِ رسالت کا بابِ ماضی سامنے آجاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر گھوڑوں کو باطل کی کامیابی کا ملزم قرار دیا جائے تو حمایتِ حق میں وہ ممدوح ہوں گے یہی وجہ ہے کہ دعائے سمات میں ہے **واغرقت فرعون و جنوده و مراکبه فی الیم** یعنی فرعون کو مع لشکر مع گھوڑوں کے رودِ نیل میں غرق کردیا۔

اگر افواجِ کفر کے راہوار قعرِ ذلّت میں گرے تو جنودِ عقل و ایمان کے اسپ مجسمۂ وفا، پیکرِ خیر اور اس قدر احساسات میں قوی کہ سوار تشنہ لب ہے تو وہ بھی بے آب اور اس قدر باوفا کہ ان کے بعد پھر کوئی پشتِ باوفا پر نہ بیٹھ سکا۔

جنگِ خیبر میں اور جنگِ نہروان میں حضرت علیؑ "دُلدُل" پر سوار تھے، اس لیے مولاؑ کو "شاہِ دُلدُل سوار" بھی کہتے ہیں۔ غالبؔ نے دُلدُل سے عقیدت مندی کا اظہار اپنے

مشہور قصیدے میں کیا ہے:-

طبع کو الفتِ دُلدُل میں یہ سرگرمیِ شوق
کہ جہاں تک چلے اُس سے قدم اور مجھ سے جبیں

غالبؔ کہہ رہے ہیں حضرت علیؑ سے مجھے اتنی محبت ہے کہ اُن کے دُلدُل کا جہاں قدم پڑے میں وہاں اپنی جبیں رکھ دوں''۔

قدیم ہندوستان کے تجربہ کار اور جہاں دیدہ اہلِ قلم میں منشی محبوب عالم ایک کثیر الاشاعت روزانہ اخبار کے مدیر نے ذوالجناح کے جو معنی بتائے ہیں وہ انھیں کے لفظوں میں ملاحظہ ہوں۔

''شیعوں کا دستور ہے کہ وہ محرم کی آٹھویں کو حضرت عباسؑ کے نام کا اور دسویں کو امام حسین علیہ السلام کے نام کا گھوڑا جو اسی کام کے واسطے سدھایا جاتا ہے اور اس پر کوئی سواری نہیں کرتا بڑے بڑے شہروں میں نہایت بھیڑ بھاڑ کے ساتھ ماتم کرتے ہوئے نکالتے ہیں اس کو ذوالجناح اور دُلدُل کہتے ہیں۔ اس گھوڑے پر ایک پگڑی، تیر اور تلوار رکھی ہوتی ہے اور ایک سفید کپڑا (جس پر شہاب کی چھینٹیں خون کی علامت ظاہر کرنے کے واسطے دے دیتے ہیں) پڑا ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا شہسوار شہید ہوا اور یہ گھوڑا رنج وغم کے ساتھ الٹا اپنے گھر آیا۔

(اسلامی انسائیکلوپیڈیا از ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور صفحہ ۳۲۵)

حسینؑ سوارِ دوشِ رسولؐ ہیں:

اور سب سے قطعِ نظر کرنے کے بعد خود کردارِ رسولؐ مسلمانوں پر حجت ہے۔ فخر بشر مرسلؐ اپنے نواسوں کی خاطر بروزِ عید اونٹ بنے اور صحابہ کی تہنیت نعم الجمل جملکما۔ کیا

اچھا شتر ہے تم دونوں کا۔ اس صدا کو رسولؐ نے بدلوا دیا۔ منظورِ الٰہی تھا کہ یہ کہو نعم الراکبان بڑے اچھے سوار ہیں۔ رسولؐ کی مدح سے آلِ رسولؐ کی تعریف بہتر قرار پا چکی یہ حدیث بھی متواتر ہے جس کو ایک جماعتِ علما نے نقل کیا ہے۔ ویلمی کے الفاظ ہیں نعم الجمل جملکما ونعم العدلان انتما عن جابر رخلت علی النبیؐ وھوا یمشی علی ادبعه علی ظھره الحسن والحسین وھو یقول ذلك ترجمہ: بڑا اچھا اونٹ ہے تمہارا اے حسنینؑ اور بہت ہی عادل ہیں تمہارے سوار۔ حضورؐ کا یہ مقولہ جابر انصاری کی روایت میں ہے، وہ خدمتِ رسول میں جب حاضر ہوئے تو آپؐ نواسوں کو پشت پر لئے ہوئے چاروں ہاتھ پاؤں ٹیک کر زمین پر چل رہے تھے۔ شعرانی نے مزید توضیح کی ہے كان يركب الحسن والحسين على ظهره ويمشى على يديه درجليه ويقول نعم الجمل جملكما لهم اجدلان انتما ورط بما فعل ذلك بينهما وهم على الارض وكان ابوهريره رضى الله عنه يقول ورايت رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد اخذ بيدالحسن بن على ووضع رجليه على دكبيته ويقول ترق عين بعد حرقه حرقه ترجمہ:- حسنینؑ پشتِ نبوی پر تھے اور وہ حضرت دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں سے چل رہے تھے اور فرماتے تھے کیا عمدہ اونٹ ہے تمہارا اور کتنے اچھے سوار ہو تم دونوں۔ بسا اوقات دونوں بچوں کے ساتھ وہ حضرتؐ اس طرح پیش آتے تھے اور خود زمین پر رہتے تھے اور ابو ہریرہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر کو یوں دیکھا کہ حسینؑ بن علی کا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں اور قدم کاندھے پر اونٹ کی ایسی بولی بولتے ہوئے یا بچوں کو عورتیں جو لوری دیتی ہیں وہ کلمات زبان پر جاری کر رہے تھے (۱) فردوس الاخبار دیلمی مخطوطات کتب خانۂ آصفیہ دکھن صفحہ ۲۱۳ (۲) کشف الغمہ شعرانی جلد ۲ صفحہ ۳۶۔ ۲۲۲ طبعِ مصر (۳) ارجح المطالب صفحہ ۳۲۸۔

۳۵۷ (۴) مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۲۰ طبع مصر (۵) حدیقۃ الحقیقۃ والشریعۃ الطریقۃ حکیم سنائی غزنوی صفحہ ۱۴۳ طبع بمبئی (۶) مشکوۃ المصابیح شیخ ولی الدین خطیب طبع بمبئی صفحہ ۳۴۲ ۱۳۱۷ء (۷) ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ البطری صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳ طبع قاہرہ ۱۳۵۶ھ (۸) احسن الانتخاب معیشت سیدنا ابی تراب شاہ علی حیدر قلندر کاکوری شریف ضلع لکھنؤ صفحہ ۱۵۶ (۹) آبِ حیات شمس العلما محمد حسین آزاد صفحہ ۳۸۰ (۱۰) شمعِ انجمن نواب صدیق حسن خان بھوپال۔

سحابی استرابادی ایک شاعر تھے جن کی تعریف میں صدیق حسن نے کافی حصہ لیا۔ ۱۰۱۰ھ میں ان کی وفات ہے ان کا یہ شعر نواب نے نقل کیا ہے۔

معنیِ سورۂ حٰم بدل پردہ کشود　　بر سر دوش محمدؐ چو حسنؑ گشت سوار

یہ شعر بلا اختلاف درج کیا ہے اور میر خلیق اس محل پر کہتے ہیں :-

جب آپ روٹھتے ہیں تو مشکل سے منتے ہیں　　اچھا سوار ہو جئے ہم اونٹ بنتے ہیں

ذوالجناح مظلومِ کربلا کی سواری کی شبیہہ ہے اور یہ حق ہم کو لاتعداد دلائل و براہین سے حاصل ہوا ہے اور جلوسِ عزا میں دُلدُل کی شان دیکھ کر راکبِ دوشِ رسولؐ کا تصور یقینی ہے جو عینِ عبادت ہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور گھوڑے کا مکالمہ:

علامہ مجلسی ''بحارالانوار جلد ۹'' میں لکھتے ہیں :-

احمد بن ہارون کا بیان ہے کہ : میں حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کے گھر کے خیمے میں بیٹھا ہوا آپؑ کے ایک غلام کو پڑھا رہا تھا کہ آپؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ ہم احتراماً کھڑے ہو گئے اور آپؑ کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن ہمارے پہنچنے سے پہلے آپ گھوڑے سے اُتر پڑے اور اپنے گھوڑے کی لگام خیمے کی ایک طناب میں اٹکا دی اور خیمے کے اندر تشریف لے آئے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔

پھر فرمایا، اے احمد! مدینہ کب جاؤ گے؟

میں نے کہا، آج شب ہی میں روانگی کا ارادہ ہے۔

آپ نے فرمایا، ایک خط لکھتا ہوں، فلاں تاجر کو دے دینا۔

میں نے عرض کیا، بہت اچھا۔ لکھ دیجئے۔

آپؑ نے غلام سے کاغذ اور دوات طلب فرمایا۔

وہ غلام کاغذ اور دوات لانے کے لیے گیا۔

اسی دوران آپؑ کے گھوڑے نے ہنہنانا اور دُم ہلانا شروع کیا۔

آپؑ نے اس سے فارسی زبان میں گفتگو شروع کی اور فرمایا۔ کیوں پریشان ہو۔

وہ دوبارہ ہنہنایا۔

آپؑ نے اُسے ہاتھ سے تھپتھپایا، اور فارسی زبان میں فرمایا، لجام چھڑا لے باغ کے ایک گوشے میں جا اور وہیں اپنی ضروریات (پیشاب اور لید) سے فارغ ہو کر آ جا اور اسی مقام پر آ کر کھڑے ہو جانا۔

گھوڑے نے اپنا سر اُٹھایا، لگام چھڑائی اور باغ کے ایک گوشے میں خیمے کی پشت کی طرف ایسی جگہ چلا گیا کہ کسی کی نظر اُس پر نہ پڑے۔ وہیں اُس نے پیشاب اور لید کیا، پھر اپنے مقام پر واپس آ کر کھڑا ہو گیا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر خدا ہی جانتا ہے کہ میرے دل پر کیا اثر ہوا، دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا۔

آپؑ نے فرمایا، اے احمد! اللہ تعالیٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ اور داؤدؑ اور آلِ داؤدؑ کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے پیشِ نظر جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو بڑی بات نہ سمجھو۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے سچ فرمایا، مگر یہ بتایئے کہ اِس نے آپؑ سے کیا کہا تھا، اور آپؑ نے اس کا کیا جواب دیا۔؟

آپؑ نے فرمایا، گھوڑے نے مجھ سے کہا، آقا! اُٹھیے اور سوار ہو کر گھر چلیے تا کہ میں فارغ ہو جاؤں۔

میں نے پوچھا، مگر تم کو اس قدر عجلت اور پریشانی کیوں درپیش ہے؟

اس نے کہا، میں تھک گیا ہوں۔

میں نے کہا کہ یہاں پر مجھے ایک کام ہے۔یعنی مدینہ ایک خط لکھ کر بھیجنا ہے اس سے فارغ ہو کر چلوں گا۔

اس نے کہا، مگر مجھے پیشاب وغیرہ کی حاجت درپیش ہے اور آپؑ کے سامنے یہ کام کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

میں نے کہا، اچھا اس باغ کے ایک گوشے میں جا کر فارغ ہو جاؤ، پھر اس نے وہ کیا جو تم نے دیکھا۔(بحارالانوار)

سرکش گھوڑا بھی امام حسن عسکری علیہ السلام کا مطیع ہو گیا:

احمد بن حارث قزوینی کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ سر من رائے میں رہتا تھا۔ وہاں میرے والد حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصطبل میں نعل بند تھے۔

عباسی حکمران مستعین کے پاس ایک گھوڑا تھا، جس کے قد کی بلندی اور خوبصورتی میں کوئی اس کا مثل نہ تھا۔ مگر وہ نہ تو اپنی پشت پر زین کسنے دیتا اور نہ منہ میں لگام لگانے دیتا تھا۔ تمام گھوڑوں کو سدھانے والے جمع ہو گئے۔ سب نے اپنی اپنی تدبیر کی مگر کوئی بھی اُس کی پشت پر سواری نہ کر سکا۔

مستعین باللہ کے بعض مصاحبوں نے کہا، آپ اپنا آدمی بھیج کر حضرت حسن بن الرضا (امام حسن عسکری) علیہ السلام کو کیوں نہیں بلا لیتے۔ کیونکہ یا تو وہ اس پر سوار ہو جائیں گے ورنہ یہ گھوڑا اُن کا کام تمام کر دے گا۔

مستعین نے آدمی بھیج کر حضرت ابو محمد علیہ السلام کو بلوایا، اور میرے والد بھی آپؑ

کے ساتھ مستعین کے پاس گئے۔

جب آپ مستعین کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا، کہ گھر کے صحن میں وہ گھوڑا موجود ہے۔ آپؑ نے اپنا ہاتھ اس گھوڑے کی پشت پر رکھا اور ہاتھ رکھتے ہی گھوڑے کو پسینہ آ گیا آپؑ آگے بڑھے اور مستعین کے پاس پہنچے۔

اُس نے آپؑ کو خوش آمدید کہا اور بولا، ذرا آپؑ اس گھوڑے کے منھ میں لگام لگا دیں۔

آپؑ نے میرے والد سے فرمایا، جاؤ اس کو لگام لگا دو۔

مستعین نے کہا نہیں، بلکہ میں چاہتا ہوں کہ آپؑ ہی لگام لگا دیں۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا، اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں ہی اس کو لگام لگائے دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپؑ اُٹھے اپنی چادر ایک طرف رکھی اور بڑھ کر اُس گھوڑے کے منھ میں لگام لگا دی، اور واپس آ کر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔

مستعین نے کہا، ذرا اس کی پشت پر زین بھی تو کس دیں۔

آپؑ نے میرے والد سے فرمایا، جاؤ اس پر زین کس دو۔

مستعین نے کہا نہیں زین بھی آپؑ ہی کس دیں تو بہتر ہوگا۔

آپؑ پھر اُٹھے اور اُس پر زین کس کر پلٹ آئے۔

مستعین نے کہا، کیا آپؑ اس پر سوار بھی ہو سکتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، کیوں نہیں۔

یہ کہہ کر آپؑ بڑھے، اور گھوڑا ابھی چپ چاپ کھڑا رہا۔ آپؑ بلا مزاحمت اس پر سوار ہو گئے، اُس کی ڈُلکی چال پر ڈالا، تو وہ بہترین رفتار سے چلنے لگا۔ پھر آپؑ اُتر کر واپس آ گئے۔

مستعین نے کہا، اس پر آپؑ کو امیر المومنینؑ نے بٹھایا۔

حضرت ابو محمدؑ نے میرے والد سے فرمایا، جاؤ اس گھوڑے کی لگام پکڑ و اور لے چلو۔ وہ اُس کی لگام پکڑ کر لے آئے۔ (مناقب جلد۴ صفحہ ۴۳۸، مختار الخرائج)

اس گھوڑے کو شام سے قبل ہی فروخت کر دو:

(امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا)

علی بن زید بن علی بن الحسین بن زید بن علی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میرے پاس ایک گھوڑا تھا جس پر مجھے بہت ناز تھا اور اکثر مجلسوں اور صحبتوں میں، میں اس کا تذکرہ کیا کرتا تھا۔

ایک دن میں اس پر سوار ہو کر حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ کے گھر پہنچا۔

آپؑ نے پوچھا، وہ گھوڑا کہاں ہے؟

میں نے کہا، وہ آپؑ کے دروازے پر کھڑا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اگر کوئی گاہک ملے تو اس کو شام ہونے سے پہلی ہی فروخت کر دو۔ اس میں دیر نہ کرو۔

آپؑ ابھی یہیں تک کہنے پائے تھے کہ کوئی آ گیا اور بات کٹ گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں اس فکر میں وہاں سے اُٹھ کر چلا اور جا کر اپنے بھائی سے اس کا تذکرہ کیا۔

اُنھوں نے کہا، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھیں کیا رائے دوں۔

میں ابھی اسی پس و پیش میں تھا کہ شام ہو گئی۔ مغرب کی نماز سے فارغ ہوا تو سائیس دوڑا ہوا آیا، اور بولا: آپ کا گھوڑا ابھی ابھی یک بیک مر گیا۔

اب میری سمجھ میں آیا کہ حضرت ابو محمد امام حسنؑ عسکری علیہ السلام نے اسی امر کی طرف اشارہ کیا تھا۔

دوسرے دن میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا

اور دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ کاش آپؑ اس گھوڑے کی جگہ کوئی دوسرا گھوڑا دے دیتے۔

مگر میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی آپؑ نے فرمایا، ہاں ہاں میں اس گھوڑے کی جگہ تمھیں دوسرا گھوڑا دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ میرا کمیت رنگ کا گھوڑا انھیں دے دو۔

پھر مجھ سے فرمایا، یہ تمھارے اُس گھوڑے سے بہتر ہے اس کی عمر بھی طویل ہے اور اس کی چال بھی اچھی ہے۔ (مختار الخرائج صفحہ ۲۱۴)

اعلام الوریٰ، ارشاد اور کافی میں بھی علی بن زید سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(اعلام الوریٰ صفحہ ۳۵۲، ارشاد صفحہ ۳۲۳، کافی جلد ۱ صفحہ ۵۱۰)

گھوڑے کی اہمیت حضرات آئمۂ معصومینؑ کی نظر میں:

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:-

جو شخص گھوڑا پالے اور ہم اہلِ بیتؑ کے خروج کا منتظر ہو اور ہمارے دشمنوں کو وہ گھوڑا دِکھا دِکھا کر غصہ دلائے تو اللہ تعالیٰ اُس گھوڑے کی روزی بہم پہنچاتا ہے اور اُس شخص کا سینہ کشادہ کرتا ہے اور اُس کی آرزوئیں اور حاجتیں برلاتا ہے۔

(تہذیب الاسلام.. ص ۴۹۸)

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس شخص کے ہاں ایسا سُرنگ گھوڑا ہو جس کی پیشانی پر چھوٹا یا بڑا سفید ٹیکا ہو وہ اچھا ہے اور اگر پچکلیان ہو تو میرے نزدیک اور بھی اچھا ہے جس گھر میں ایسا گھوڑا ہوگا افلاس و پریشانی اُس گھر میں نہ آئے گی اور جب تک وہ گھوڑا صاحبِ خانہ کی ملکیت میں رہے گا اُس گھر میں ظلم راہ نہ پائے گا۔ (تہذیب الاسلام ص ۳۹۹)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص علی الصباح اپنے گھر سے یا کسی دوسرے کے گھر سے نکلے اور پچکلیان سُرنگ گھوڑا اُس کو نظر آئے اور اُس پر نظر

پڑ جائے تو اُس دن خوش قسمتی ہی خوش قسمتی پیش آئے گی اور جتنی اُس کی پیشانی کی سفیدی زیادہ ہوگی اُتنی ہی خوش حالی اور خوش نصیبی زیادہ ہوگی اور اگر کوئی شخص کسی کام کے لیے جائے اور اس قسم کے گھوڑے پر اُس کی نظر پڑے تو وہ حاجت پوری ہوگی۔

(تہذیب الاسلام ص ۴۹۹)

حضرت رسولؐ خدا سے منقول ہے کہ گھوڑے کا مبارک ہونا یہ ہے کہ اُس کا رنگ سُرنگ ہو یا عقیق یمنی رنگ ہو اور پیشانی سفید ہو اور تین ہاتھ پاؤں سفید ہوں یعنی داہنے ہاتھ میں سفیدی نہ ہو۔ (تہذیب الاسلام....ص ۵۰۰)

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ میرے گھوڑے یا خچر نے کبھی ٹھوکر نہیں کھائی (سکندری نہیں کھائی) کیونکہ میں نے سوار ہوکر کسی کی کھیتی کو پامال نہیں کیا۔

(تہذیب الاسلام....ص ۵۰۹)

جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رکاب میں پاؤں رکھتے تھے تو یہ فرماتے تھے:-

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ٥ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (سورۂ زخرف..آیت ۱۳)

"پاک و پاکیزہ ہے وہ خدا جس نے ان چوپایوں کو ہمارا مطیع کیا حالانکہ ہم میں ان کے زیر کرنے کی طاقت نہ تھی اور ہم سب کی بازگشت خدا کی طرف ہے۔ حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ جب رکاب میں پاؤں رکھو تو ذکرِ خدا کرو اور یہ کہہ لو (مندرجہ بالا آیت پڑھو) (تہذیب الاسلام ص ۵۰۶)

(پی آئی اے کا جہاز جب پرواز کے لیے تیار ہوتا ہے یہی آیت تلاوت کی جاتی ہے)

دسواں باب

تاریخِ اسلام میں ذوالجناح کی اہمیت

(خطابت کے نادر شہپارے)

دسواں باب

تاریخِ اسلام میں ذوالجناح کی اہمیت

تحریر:۔ عمادالدین حسین، عمادزادہ اصفہانی، ایران

> روزِ عاشورہ حضرت عباسؑ "مُرتجز" پر سوار تھے، حضرت علی اکبرؑ "عقاب" پر، حضرت قاسمؑ "میمون" پر اور امام حسینؑ "ذوالجناح" پر سوار تھے۔

جس زمانے میں حضرت عبدالمطلبؑ خانۂ کعبہ کے محافظ تھے بزرگانِ مکّہ اور قریش کی ایک جماعت کے ہمراہ سیف بن ذی یزن، بادشاہِ یمن کے پاس برائے تہنیت تشریف لے گئے۔ بہار کا موسم تھا اور فضا معتدل تھی۔ سیف نے حضرت عبدالمطلب اور اُن کے ہمراہیوں کا استقبال شایانِ شان کیا۔ ایک روز سیف نے حضرت عبدالمطلبؑ کو بلایا اور تنہائی میں گفتگو کی اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے ایک راز کے متعلق جس کو میں نے آج تک کسی پر ظاہر نہیں کیا بات چیت کروں مگر شرط یہ ہے کہ آپ اس بات کا عہد کریں کہ جب تک میں زندہ ہوں آپ اس راز کو کسی پر افشا نہ کریں گے اور اس کی حقیقت سے مجھ کو مطلّع کریں گے۔ حضرت عبدالمطلب نہایت توجہ سے سیف کے کلام کو سنتے رہے۔ سیف نے کہا کہ میں نے توریت اور زبور میں دیکھا ہے اور اپنے بزرگوں سے سنا کہ مکّے میں قریش کے خاندان میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو خوب صورت اور اچھے قد و قامت والا ہوگا اور کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی اور بادل اس کے سر پر سایہ کرے گا اور کاندھوں کے درمیان دو جملے لکھے ہوں گے "لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ" محمد رسول اللّٰہ "اور وہ قیامت کے دن شفیع

بزرگ ہوگا۔

دوسری نشانی اُس کی یہ ہے کہ اس کے ماں اور باپ فوت ہوجائیں گے اور اس کے دادا اور چچا اس کی پرورش کریں گے۔ میں نے اُس کی یہ صفات بنی اسرائیل کی کتابوں میں دیکھی ہیں۔ کیا آپ نے اس مسئلے کے متعلق کسی سے سنا ہے؟ حضرت عبدالمطلبؑ نے جواب دیا، ہاں وہ میرا پوتا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ وہ پیدا ہوگیا ہے اور اب اس کی عمر چھ سال کی ہے۔

سیف نے حضرت عبدالمطلب کو گواہ بنایا اور کہا کہ میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ اس راز کو یہودیوں سے مخفی رکھیئے گا کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری زندگی وفا کرے گی تو میں مع اپنے لشکر اور خدام کے مدینے میں جو اس کا پایہ تخت ہوگا اور جہاں وہ مدفون ہوگا اس کی نصرت کے لیے بسر و چشم حاضر ہوتا۔ میں یہ تحفے اس کے لیے بھیجتا ہوں اور اس سے میرا اسلام کہہ دیجئے گا۔

حضرت عبدالمطلبؑ اور اُن کے ساتھیوں کو سیف نے اس قدر تحفے از قسم سونا چاندی، سواری کے گھوڑے، اونٹ اور کپڑے دیئے کہ وہ سب مال دار ہوگئے، ان میں دو یمنی چادریں، دو اونٹ و خچر اور چند گھوڑے آنحضرتؐ کے لیے بھیجے اور ایک گھوڑے کی بہت تعریف کی اور کہا کہ اس کا نسب اس گھوڑے تک پہنچتا ہے جس کا نام "اذرنج جنوب" تھا اور تمام عربستان میں اس کا نظیر نہ تھا، اس گھوڑے کا نسل نامہ بھی دیا ہے۔

علامہ مجلسی نے بحار کی چھٹی جلد میں اس گھوڑے کا ذکر تفصیل سے کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا نام عقاب تھا۔ سرکارِ دو عالمؐ کے پاس ۲۰ گھوڑے تھے جن میں کچھ آنحضرتؐ نے خریدے اور کچھ لوگوں نے بطور ہدیہ پیش کئے تھے اور ان گھوڑوں میں سے تین آنحضرتؐ کی وفات کے بعد تک زندہ رہے یعنی ایک عقاب دوسرا مُرتجز، تیسرا جناح جو ذوالجناح کے نام سے مشہور تھا۔ ان گھوڑوں نے غزوں میں سختیاں اور نبوت

وولایت کا بارِگراں اُٹھایا۔ کہتے ہیں کہ سرورِ کائناتؐ جس گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اس کے دانت اور جسمانی قوت باقی رہتی تھی اور یہ تین گھوڑے بالخصوص رسولِ خداؐ کی سواری میں رہتے تھے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ ان پر سوار ہوئے اور جنگِ صفین میں بالخصوص سوار ہوئے تھے۔

عقاب پانچ سال کا تھا جب ہدیے میں آیا اور ۵۷ سال رسالت مآبؐ کی سواری میں رہا اور ۳۰ سال حضرت علیؑ اور ۱۰ سال حضرت حسنؑ اور ۱۰ سال حضرتِ حسینؑ کی سواری میں رہا اور روزِ عاشور اس کی عمر ۱۱۲ سال کی تھی۔

موّرخین نے مُرتجز اور ذوالجناح کی بھی مفصّل تاریخ لکھی ہے۔

حضرت امام حسینؑ نے کچھ گھوڑوں کو جو حضرت کو ہدیے میں ملے تھے یا خود خریدے تھے، جوانانِ بنی ہاشم جو آپ کے ہمراہ کربلا گئے تھے ان میں تقسیم کردیئے تھے ان میں سے عقاب کو حضرت علی اکبرؑ کو، مُرتجز کو حضرت عباسؑ کو اور میمون کو حضرت قاسمؑ کو دیا اور ذوالجناح کو اپنی سواری میں رکھا۔ مُرتجز کا رنگ نقرئی تھا، عقاب کا رنگ سرخ تھا اور ذوالجناح کا رنگ حنائی تھا اور پیشانی پر سفید ٹیکا تھا۔ چونکہ گھوڑا باوفا جانوروں میں سے ہے یہ گھوڑے سب گھوڑوں سے زیادہ باوفا تھے۔ روایت میں ہے کہ ان گھوڑوں نے روزِ عاشور اس قدر گریہ کیا اور اپنے سر کو زمین پر اتنا پٹکا کہ مر گئے۔

حضرت عباسؑ جو بلند تھے مُرتجز پر سوار ہو کر باشان و شوکت میدان میں آتے تھے اور آپ اور آپ کا گھوڑا سب سے بلند رہتے تھے لیکن روزِ عاشور آپ نے مارِد بن صدیف کو قتل کر کے اُس کے گھوڑے "طاویہ" پر قبضہ کرلیا اور اس پر سوار ہوئے اور اپنے گھوڑے کو ہنکا کر خیموں کی طرف واپس کردیا۔ یہ طاویہ وہی گھوڑا ہے جو "روزِ ساباطِ مدائن" حضرت امام حسنؑ کی سواری میں تھا اور دشمنوں نے آپ کا سب مال و اسباب لوٹ کر آپ کے گھوڑے طاویہ پر بھی قبضہ کرلیا تھا۔

ذوالجناح کا جواز قرآن سے

علاّمہ شیخ عبدالعلی ہِروی (لاہور)

> ذوالجناح قرآن سے ثابت ہے، شبیہ ذوالجناح شعائراللہ ہے، ذوالجناح کو بوسہ دینا احسن ہے، ذوالجناح نکالنا باعثِ خیر و برکت ہے۔ عاشور کے دن جلوس میں ایسے آؤ جیسے ابھی میدانِ کربلا سے آئے ہو۔

بہترین شے اعمالِ روزِ عاشور میں ذوالجناح کا نکالنا ہے۔ نفسِ عمل اگر اغراضِ شخصیہ و دیگر مفاسد و مناکر سے خالی ہو موجبِ تذکر ہے۔ کیونکہ اس کی ایک صورت اصلیہ واقعیہ، روزِ عاشور موجود ہے کہ خالی ذوالجناح خبر لے کر خیمہ گاہ میں حاضر ہوا تھا مگر جب اس کو بطور اسبابِ تماشہ نکالا جائے مقصودِ اصلی سے خارج ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ بعض حضرات لباسِ فاخرہ پہن کر ذوالجناح کے ہمراہ جاتے ہیں۔ سگار یا سگریٹ منہ سے لگے ہوئے ہوتے ہیں، اور اغراضِ شخصیہ بھی شامل ہوتی ہیں۔ یہ باتیں بہت بُری ہیں اور مخل و مفر غرضِ اصلی ہیں۔ یہ عزاداری و سوگواری کا دن ہے نہ تماشے اور زینت کا۔ روزِ عاشور اتماشہ نہ تھا قیامتِ صغریٰ بپا تھی۔ کیا یہ تماشہ تھا کہ باپ بیٹوں کو خون میں نہایا ہوا دیکھ رہا تھا، مائیں اپنے جگر کے ٹکڑے پاش پاش دیکھ رہی تھیں، بہنیں بھائیوں کے ذبح ہونے کا نظارہ کر رہی تھیں۔

اگر ہم ذوالجناح لے کر غرضِ اصلی کے حاصل کرنے کے لیے جائیں تو بہتر ہے ورنہ اگر سیر و تماشے کی غرض سے ہے تو بہت بُرا ہے۔ ہم کو ذوالجناح اس طرح نکالنا چاہیئے اور ہماری صورت ایسی ہونی چاہیئے کہ جو بے خبر لوگ سیر و تماشے کی غرض سے

آتے ہیں وہ بھی ہم کو دیکھ کر ایسے متاثر ہوں کہ ہمارے ساتھ شریک ہوجائیں اور تماشہ بھول جائیں۔

ذوالجناح کا جواز قرآن سے:

ذوالجناح وغیرہ کے بنانے اور نکالنے کا جواز قرآن سے ثابت ہے اور آیۂ ذیل اس پر "**وال یعلمون له ما یشاء من محاریب و ثما و جفان کالجواب و قدور الراسیات رسباع**" یعنی بنی جان حضرت سلیمانؑ کو محراب ہائے عبادتِ انبیائے سابقین اور اُن کی تمثالیں بنا کر دیا کرتے تھے اور حضرت سلیمانؑ بغرضِ تذکرّ بنوایا کرتے تھے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ تذکرّ (یاد) کی غرض سے تمثالیں وغیرہ بنوانا جائز ہے اور فعلِ پیغمبر لہٰذا ذوالجناح بنانا، شبیہِ روضۂ امام حسینؑ وغیرہ بنانا جائز ہے مگر غرض وہی ہونی چاہیئے جو پیغمبر یعنی حضرت سلیمانؑ کی تھی یعنی محض تذکرّ کی غرض سے بنائے جائیں نہ کہ عبادت کے واسطے مطلب صرف یہ ہو کہ ہماری ساری توجہ کربلا کی طرف منعطف رہے اور اس خونی منظر کی اصلی تصویر آنکھوں میں پھر جائے۔ ان تمثالوں کو اگر کوئی صاحبِ اثر سمجھے کہ یہ بذاتہا ہمارے واسطے کچھ کر سکتی ہیں یا اثر رکھتی ہیں تو وہ مرتکبِ فعلِ حرام ہے اور گنہگار۔ یہی وجہ بُت پرستوں کی مذمت کی ہے کہ وہ نفسِ تماثیل و تصاویر کو صاحبِ اثر جانتے تھے اور جانتے ہیں۔ اوّل اوّل حضرتِ ادریسؑ کے شاگردوں نے بغرضِ تذکّر انبیا علیہم السلام کی تصویریں اور پھر تمثالیں بنائیں۔ ایک مدت کے بعد لوگوں نے ان کو عبادت میں داخل کر لیا اور ان کی پرستش کرنے لگے۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے تک اس کا رواج ہو گیا تھا اسی واسطے حضرت ابراہیمؑ اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں "**ما هذا التماثيل التى انتم لها عاكثرن**" ۔یعنی یہ تماثیل کیا ہیں تم جن کے گرد ہو رہے ہو۔ تمام بُت پرست ان بتوں کو خدا نہیں جانتے تھے بلکہ نفسِ تماثیل کو عنداللہِ شفیع جانتے ہیں لیکن چونکہ خودساختہ

پتھر قابلِ شفاعت نہیں ہو سکتے اس لیے ان کو مشرک کہا گیا کہ وہ ان کو مظاہرِ صفاتِ خدا جانتے تھے مگر رفتہ رفتہ ان کو معبود بھی کہنے لگ گئے اور لفظ "الٰہ" اُن پر بولا جانے لگا۔ غرض ان تماثیل کی دو صورتیں ہیں۔ ایک جائز یعنی جبکہ محض تذکرے کے واسطے ہوں۔ دوسری ناجائز جبکہ ان کو صاحبِ اثر و حقیقی شفیع سمجھا جائے

مسئلۂ تعظیم:

اب رہا یہ امر کہ جن چیزوں کو بغرض تذکر بنایا جائے ان کی تعظیم بھی جائز ہے یا نہیں؟ ہاں صاحبِ خیر و برکت اشیا کی تعظیم جائز ہے اور قرآن اس پر شاہد ہے جیسا کہ خداوندِ عالم فرماتا ہے۔ "ان الصفا و المروۃ من شعائر اللّٰہ"

بے شک کوہِ صفاومروہ شعائرالٰہیہ سے ہیں و البدن جعلنھا من شعائر اللّٰہ، قربانی کے اونٹ کو ہم نے شعائر سے قرار دیا ہے۔ پھر فرماتا ہے "ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب" یعنی جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یہ بات اس کے دلی تقویٰ کی نشانی ہے لیکن تعظیم کے یہ معنی نہیں جو ہندوستان میں عام طور پر خیال کیے جاتے ہیں یعنی سامنے جُھکنا، سرنگوں ہونا، سجدہ کرنا۔ جن شعائر کی تعظیم کا خدا نے حکم دیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے یا ان کے سامنے سرنگوں ہوں اور نہ ایسا کیا جاتا ہے بلکہ تعظیم کے یہ معنی ہیں کہ اِنھیں دیکھ کر خدا کو یاد کریں اور اس کا ذکر کریں جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ "فاذکر واسم علیھا" یعنی اس پر اس خدا کا ذکر کرو۔ شعائر کے معنی علامات و نشانیاں ہیں۔ پس شعائر اللہ وہ خاص نشانیاں ہیں جہاں ذکرِ الٰہی کا حکم ہے اور جہاں اور جن سے خدا کی یاد تازہ ہوتی اور عظمت پیدا ہوتی ہے۔ ہر شے کی تعظیم اس کی شان کے موافق ہوتی ہے۔ مسجد کی تعظیم یہ ہے کہ وہاں عبادتِ خدا بجالائی جائے اور عبادت و ذکرِ خدا کے علاوہ اور کاموں سے اجتناب کیا جائے، اس کو پاک وصاف رکھا جائے۔ وقس علی ذالکم

مس کرنا و بوسہ دینا:

جس طرح اشیائے متبرکہ کی تعظیم جائز ہے اسی طرح ان کو مس کرنا، بوسہ دینا بھی نامشروع نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الصباح اصطبل میں تشریف لے جاتے تھے اور گھوڑوں کی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے "**الخیل معقود بنو اصیھا الخیر الی یوم القیامۃ**" یعنی گھوڑوں کی پیشانی سے تا قیامت خیر وابستہ ہے۔ پس جس میں خیر و برکت ہو اس کی تقبیل اور اس پر ذکرِ خدا کرنا منع نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب جہاد پر گھوڑے بھیجتے تھے تو اُن کی گردنوں اور ٹانگوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرتے تھے اور مس کرتے تھے۔ "**اذ عرض علیہ بالعشی الصافنات الجیاد فقال انی اجبت حب الخیر عن ذکر ربی حتے توارت بالحجاب ردوھا علی فطفق مسحا بالسوق والاعناق**" ایک ایک گھوڑا حضرت سلیمانؑ پر پیش کیا جاتا تھا اور حضرت اُن کی گردن اور ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے۔ غرض باخیر و برکت اشیا کو مس کرنا درست و مباح ہے اور فعلِ انبیا علیہم السلام وعلی ہذا القیاس۔ بوسہ دینا یا تو بوجہِ محبت ہوتا ہے جیسا کہ ماں باپ بیٹے کا منہ چومتے ہیں۔ اس کی تعظیم کے لیے ایسا نہیں کرتے بلکہ بوجہِ محبت اور کبھی بوسہ تبرکاً و تمیناً دیا جاتا ہے جس طرح کہ قرآن اور جلدِ قرآن کو بوسہ دیتے ہیں۔ جلدِ قرآن معمولی چمڑہ ہوتا ہے مگر قرآن کی جلد کہلانے اور قرآن کے ساتھ ملحق ہونے سے وہ بھی بابرکت ہو گیا کہ اس کو چومتے اور بوسہ دیتے ہیں۔ اسی طرح غلافِ خانۂ کعبہ سے ملحق ہونے سے بابرکت ہو گیا اور اس کو بوسہ دینا، مس کرنا مستحب ہے کیونکہ خانۂ کعبہ محلِ خاص نزولِ رحمتِ پروردگار ہے بلکہ اشیائے متبرکہ ایک اثر بھی رکھتی ہیں اور ایسے ہی ان کو مس کرنا اور بوسہ دینا دیکھو قصۂ سامری۔

سامری قوم فرعون سے تھا۔ جب قوم کے غرق ہونے کا حکم ہوا اور بنی اسرائیل کو

حکم ہوا کہ وہ دریا سے گزر جائیں اور دریا شق ہو گیا۔ ایک سوار بنی اسرائیل کے آگے آگے چلنے لگا تا کہ وہ خائف نہ ہوں۔ سامری نے دیکھا اس سوار کے گھوڑے کے سُموں کے نیچے کی خاک متحرک ہے اور ایک کیفیتِ خاص رکھتی ہے سمجھا کہ اس میں کچھ اسرار ہے اور اس سوار کے گھوڑے کے سُموں کے نیچے کی کچھ خاک اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی اور بنی اسرائیل دریا سے گزر گئے۔ پھر جب اس کے نفس نے بہکایا اور حضرت موسیٰؑ کی غیبت میں اس نے ایک سونے کا بچھڑا بنایا تو اس میں وہی خاک ڈالی تو اس سے ایک آواز پیدا ہوگئی۔ "**عجلا جسد الله خوار**" اور جب اس سے دریافت کیا گیا کہ یہ گوسالہ متحرک کیوں ہے؟ اور بولتا کیوں ہے تو اس نے جواب دیا۔ "**قبضت قبضة من اثر الرسول**" کہ میں نے رسول (قاصد مراد جبرئیل) کے نشانِ قدم کی خاک ایک مٹھی بھر کر اُٹھائی تھی اس کو میں نے اس میں ڈال دیا تو یہ بولنے لگا۔ یعنی وہ سوار جو بنی اسرائیل کے آگے آگے تھا حضرت جبرئیل تھے اور اُن کے گھوڑے کے سموں کے نیچے کی خاک متحرک تھی اور اس کا یہ اثر ہوا کہ دھات کا جسم بولنے لگا گویا یہ اثر تھا برکتِ قدمِ حضرتِ جبرئیل کا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو چیزیں کسی با خیر و برکت سے منسوب اور ان سے متعلق ہیں وہ بھی باعثِ خیر و برکت و صاحبِ اثر ہو جاتی ہیں لہٰذا وہ چیزیں جو پیغمبرِ خاتم النبین و افضل المرسلینؐ اور اُن کی اولادِ طاہرین، مخدومِ جبرئیلِ امین کی طرف منسوب اور ان سے متعلق ہیں وہ کیوں باعث خیر و برکت و صاحبِ اثر نہ ہوں گی اور یہ برکت و اثر دراصل منسوب الیہ کا اثر ہوگا نہ حقیقتاً اس شئے منسوب کا۔ جب جبرئیل کے گھوڑے کے پیر کی خاک میں اثر ہے تو قدمِ ذوالجناح میں کیوں نہ ہوگا۔ حضرت رسول کا فرس جسے ذوالجناح کہتے ہیں اس کا اصلی نام مرتجز تھا۔ حضرت اکثر اسی پر سوار ہوتے تھے۔ روزِ عاشورا امامِ مظلوم اوّل ناقۂ قصویٰ پر سوار ہوئے اور جس وقت حضرت کا چاروں طرف سے دشمن نے احاطہ کر لیا اس وقت

حضرت نے اس مرتجز یعنی ذوالجناح کو طلب کیا اور اس پر سوار ہوئے اور یہ وہی مرتجز ہے جس نے حضرت کی سُنائی خیمۂ اہلِ حرم میں پہنچائی ہے۔ اِسی طرح علم ونشان جو اُن علموں کی شبیہ ہیں خود ایک اصلیت رکھتے ہیں اور جب علمِ نبوی کی طرف منسوب ہوں تو بہت ہی متبرک ہو جاتے ہیں اس لیے اُن کو مس کرنا اور بوسہ دینا ناروانہیں ہے۔

بہر حال کل روزِ عاشورہ کی عزاداری گزشتہ محرّم کے نوروز کا نتیجہ ہے چاہیئے کہ کل تمہاری حالت ایسی ہو کہ گویا ابھی میدانِ کربلا سے آئے ہو اور دیکھنے والے تمہاری حالت سے متذکر ہوں اور عبرت پکڑیں **وجعلنا هم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا** صبر خصائص اُمّت سے ہے کل وہ دن ہے کہ امامِ مظلوم نے تمام اوصافِ نبوی و جملہ فرائض واحکام کو بجالا کے اور کر کے دکھلایا ہے تا کہ لوگ جان لیں کہ امامت و خلافت خاندانِ نبوی ہی سے مخصوص ہے۔

(''مواعظِ حسنہ'' مطبوعہ لاہور ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۲)

اوصافِ ذوالجناحِ سیّدُ الشّہداؑ

مولانا سیّد محمد مجتبیٰ نوگانوی (فقیہ، صدرالافاضل)

اوصاف ذوالجناح سیّدالشہداءؑ، امامؑ کا وارد کربلا ہونا، ذوالجناح کا خبر شہادت خیمے میں لانا، راکب و مرکب کا میدانِ حشر میں آنا

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ فِی كِتَابِ الْمَجِيدِ وَخِطَابِهِ الْحَمِيدِ وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحاً فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحاً فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُودٌ"۔ اقدسِ باری ارشاد فرماتا ہے کہ عادیوں کے سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو نتھنوں سے فرّاٹے لیتے ہیں پھر پتھر پر ٹاپ مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں پھر صبح کو چھاپا مارتے ہیں تو دوڑ دھوپ سے غبار بلند کر دیتے ہیں پھر دشمن کی فوج میں گھس جاتے ہیں ان تمام صفات والے گھوڑوں کی قسم کہ انسان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے۔ مفسّرین کہتے ہیں کہ یہ آیت غزوۂ ذات السّلاسل کے متعلق امیرالمومنینؑ کے گھوڑوں کی شان میں نازل ہوئی ہے لیکن چونکہ قسم ایسی چیز کی کھائی جاتی ہے جو صفاتِ خاصّہ اور کمالاتِ فاضلہ میں اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہو اس لیے ممکن ہے کہ اس کلام میں نظرِ قدرت کسی ایسے گھوڑے کی طرف بھی ہو جو صفات و کمالات میں ان گھوڑوں سے کہیں برتر ہو جس کے اوصاف میں عقولِ بشریہ عاجز ہوں۔ حکمائے حیوانات کی عقلیں پست ہو جائیں، سلوتریوں کے قواعد منسوخ ہو جائیں جو دوسرے

گھوڑوں سے عمر میں دو چند، قوت میں دہ چند، فہم وفراست میں صد چند اپنے سوار کی مزاج شناسی میں ہزار چند ہو اور جس کی مثال روئے زمین پر نہ مل سکے۔

پری سے بڑھ کے چھب اس کی دلآویز — نگاہِ چشم قدسی سے سبک خیز
سبک رفتار شوخی کے علاوہ — نہ پائے وہم جس کو وہ چھلاوہ
پری سے خوب تر آنکھوں کا جوبن — زیادہ شیر سے خوں ریز چتون
اسد ہیبت فلک پیکر قمر سُم — عنابیں دونوں جوزہ سنبلہ دُم
سمندِ فکر اس کے سامنے لنگ — فضائے وہم اس کے سامنے تنگ

اگر اور گھوڑوں پر اصحابِ رسول اور عام مجاہدین سوار ہوئے ہوں تو اس کی پشت پر رسول و امام جلوہ فگن ہوئے ہوں اس کو یہ شرف بھی حاصل ہو کہ جیسے اس کا راکب راکبِ دوشِ رسولؐ ہو اس کو یہ فخر بھی حاصل ہو کہ جیسے اُس کا سوار تین دن بھوکا پیاسا رہا ایسے ہی وہ بھی رہا۔ اس میں یہ بھی صفت ہو کہ جیسے مومنین اس کے راکب کو یاد کر کے روتے ہیں اور یہ موجبِ ثواب ہے اسی طرح اسے بھی یاد کر کے روتے ہیں اور یہ بھی باعثِ اجر ہے۔ اس کی ماہیت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے اور معجزہ کب کسی کی سمجھ میں آتا ہے۔ یہ گھوڑا اپنے مالک کا اس قدر ہمدرد ہے کہ اثنائے سفرِ مصیبت اثر میں ہر منزل پر کھٹکتا ہے مگر مالک کی مرضی پر چلتا ہے، جانتا ہے جہاں جانا ہے وہیں جا کر رُک گیا۔ سیّدالشہدا اُترے اور دوسرے گھوڑے پر سوار ہوئے مگر وہ بھی آگے نہ بڑھا حتٰی کہ سوارِ دوشِ رسولؐ نے چھ گھوڑے بدلے۔ اب لشکرِ حسینیؑ اور لشکرِ حرؑ میں ردّ و بدل ہونے لگی۔ زمینداران غاضریہ و نینوا آ گئے۔ حضرت نے وہاں کے باشندوں سے پوچھا کہ اس زمین کا کیا نام ہے انہوں نے نام نہیں بتلایا شاید یہ خیال ہو کہ نام کربلا سن کر آپ کی دل شکنی ہوگی اور دختران علی و فاطمہ ملول ہوں گی کہنے لگے **سِرْ وَلَا نَسْئَلُ یابن رسول اللّٰہ** آپ اس کا نام نہ پوچھیئے آگے تشریف لے جایئے۔ حضرت نے ان کو

قسم دے کر نام پوچھا اور بہت اصرار کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ صحرائے نینوا ہے فرمایا اسے کچھ اور بھی کہتے ہیں عرض کیا اسے شطِ فرات بھی کہتے ہیں فرمایا اور کوئی نام بھی ہے اب وہ لوگ مجبور ہو گئے اور کہا کہ یا حضرت اسے کربلا بھی کہتے ہیں فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَنَفَّسَ الصَّعَدَاءَ وَبَكٰى بُكَاءً سَدِيْدًا فرزندِ زہراؑ نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بہت روئے پھر وہاں سے ایک مٹھی خاک اُٹھائی اور اپنی جیب میں سے بھی کچھ خاک نکالی دونوں کو سونگھا اور فرمایا کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو اسے جبرئیلِ امین میرے نانا کے پاس لائے تھے اور کہا تھا کہ یہ مقتلِ حسینؑ کی خاک ہے میں دیکھتا ہوں کہ یہ دونوں مٹیاں ایک دوسرے سے ملتی ہیں:-

فَفِيْ هٰذِهٖ يَاقَوْمِ قَتْلِيْ و مَصْرِعِي   وَهَتْكُ حَرِيْمِي عَاجِلًا لَا مُؤَجَّلًا

اَيُّهَا النَّاسُ میرا مقتل اور مقامِ شہادت یہی ہے اور میرے اہلِ حرم یہیں بے پردہ ہوں گے۔

اس گھوڑے میں یہ وصف بھی تھا کہ جنابِ عباسؑ تو اس کی رکاب تھاما ہی کرتے تھے مگر چند اور بزرگواروں کا رکاب تھامنا قابلِ عبرت ہے۔ ایک تو وہ زمانہ تھا جب حسینؑ آغوشِ رسولؐ میں پل رہے تھے اور جنابِ رسالت مآبؐ نے آپ کو گود میں لے کر اس پر سوار کیا بلکہ اُسی وقت وہ گھوڑا اپنے نورِ نظر کو مرحمت فرما دیا اور دوسرا وہ وقت ہے کہ حسینؑ آخری رخصت کے بعد میدان کو جا رہے ہیں اب کون رکاب تھامے۔ انصار و رفقا کام آ چکے ہیں، بدن زخموں سے چور ہے، تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں، قوت جواب دے چکی:-

کرتا سوار کون شہِ مشرقین کو   زینبؑ نے آ کے تھاما رکابِ حسینؑ کو

اللہ اکبر عجب ہمدرد اور وفادار گھوڑا تھا آخری وقت ہے سیّد الشہدا نے رہوار سے وصیت فرمائی کہ اے اسپِ باوفا جب میں شہید ہو جاؤں تو میرے خون سے اپنی پیشانی

رنگین کر کے میرے قتل کی خبر خیمے میں پہنچا دینا یہ کہتے کہتے غش کر گئے۔ شمر نے آستین چڑھائی گلشنِ زہراؑ پامال ہوا چاہتا ہے، سینہ دبا، شمر نے العطش العطش کی نہایت محزون ونحیف آواز سنی۔ اہلِ حرم درِ خیمہ سے سرو پا برہنہ نکلے یکا یک آواز آئی **اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءِ اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءِ** اے اہلِ زمین و آسمان خبردار فرزندِ رسولؐ زمین کربلا پر شہید کر دیا گیا۔ گھوڑے نے وصیتِ حسینؑ ادا کرنے کے لیے پیشانی رنگی، روتا ہوا درِ خیمہ پر آیا اور کھڑا ہو کر خاک اُڑانے لگا چونکہ جنابِ زینبؑ اس کی آواز پہچانتی تھیں، جنابِ سکینہؑ سے رو کر فرمایا کہ اے بیٹی تمہارے باپ کے گھوڑے کی آواز آ رہی ہے دیکھو شاید بھیّا تمہارے واسطے پانی لائے ہوں۔ جنابِ سکینہؑ اُٹھیں دیکھا کہ گھوڑا تو واقعی حضرت کا ہے مگر بدن زخمی اور سُرخ ہے۔ باگیں کٹی ہوئی ہیں، زین ڈھلکا ہوا ہے عزادارو گھوڑے کا یہ حال کیوں تھا زخمی تو اس لیے تھا کہ حضرت پر چاروں طرف سے وار ہو رہے تھے جو وار حضرت کے جسم سے بچ جاتا تھا وہ بدنِ ذوالجناح پر پڑتا تھا، اُدھر حضرتؑ کے جسم کا خون بہہ بہہ کر اُس پر آ رہا تھا اور اس کے زخموں سے بھی خون جاری تھا اس لیے جسم سُرخ ہو گیا تھا اور باگیں تلواروں کے واروں سے کٹ گئی تھیں مگر زین ڈھلکنے کی کیا وجہ عرض کروں اتنا اشارہ کافی ہے کہ نہ تو حضرت میں اُترنے کی طاقت تھی نہ کوئی اُتارنے والا تھا پس سوچ لیجیے کہ جس کا کوئی سہارا نہ ہو وہ کیوں کر اُترے گا:-

بلند مرتبہ شاہے زصدر زیں اُفتاد   اگر غلط نہ کنم عرش بر زمیں اُفتاد

یہ دیکھ کر جنابِ سکینہؑ نے مقنعہ سر سے پھینک دیا اور رو رو کر آواز دی کہ اے پھوپھی فریاد ہے **قَدْ قُتِلَ الْحُسَیْنُ وَقَدْ ذُبِحَ الْحُسَیْن** بابا شہید ہو گئے بس ایک وصف اس گھوڑے کا اور عرض کرتا ہوں اس کے بعد مجلس ختم۔ محبانِ حسینؑ اس گھوڑے میں یہ بھی خصوصیت ہے کہ جس طرح اس کا سوار حشر میں آئے گا اسی طرح

ہی وہ بھی آئے گا۔ نہر المصائب میں ہے کہ جب روزِ قیامت ہوگا تو سیّد الشہدا کا گھوڑا اس حال سے عرصۂ محشر میں آئے گا کہ خون میں تر، جسم زخمی، زین جُھکا ہوا، آتے ہی درگاہِ باری میں فریاد کرے گا کہ خداوند میرے ظالموں سے میرا عوض لے۔ اب راکب کا محشر میں آنا سنیے لکھا ہے کہ جنابِ سیدہؑ عرصۂ قیامت میں آ کر عرض کریں گی رَبِّ اَرِنِي الْحَسَنَ والْحُسَيْنَ خداوندا میرے حسنؑ حسینؑ کو دکھا دے اُس وقت دونوں صاحبزادے آئیں گے مگر مظلومِ کربلا کی یہ کیفیت ہوگی کہ گلے سے خون جاری ہوگا کیا عجب ہے کہ فاطمہ زہراؑ کی نظر میں معرکۂ کربلا پھر آ جائے اور معصومہ کو زانوئے شمر و سینۂ حسینؑ یاد آ جائے یہ دیکھتے ہی آپ ایک چیخ ماریں گی اور پایۂ عرش پکڑ کر عرض کریں گی کہ بارِ الٰہا میرے اور حسینؑ کے قاتلوں کے درمیان انصاف فرما اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰالِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ ۝

(ریاض الشہداء زینت المجالس مطبوعہ ۱۹۳۴ء صفحہ ۳۰۰ تا ۳۰۴)

کربلا کے وفادار گھوڑے

اقتباس از

کتاب ''صبح شہادت'' مطبوعہ ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء

تصنیف: مولانا سیّد حسن ضیا امروہوی

لشکرِ امام حسینؑ میں گھوڑوں کا ذکر:

اب ہم بعض گھوڑوں کا ذکر کرتے ہیں جو اس معرکہ میں مجاہدان اسلام کی رانوں میں تھے۔ یہ تمام گھوڑے بھی اُسی تین دن کی بھوک و پیاس کا حصہ لیے ہوئے تھے پھر ایسی چستی و چابکی سے اس مرحلہ جہاد راہ خدا کو طے کیا کہ جو دنیا میں اُنہیں کا کام تھا نہ کسی اور کا جس کے باعث وہ امتیاز خاص رکھنے کے لائق ہیں اور بالضرور موئد من اللہ مانے جانے کے قابل ہیں۔

تعیین زمین کربلا کے وقت میں تائید غیبی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ یوم ورود کربلائے معلّٰی پائے اسپ اُس زمین پر پہنچا تو ہر چند حضرت گھوڑے کو ایڑ دیتے تھے مگر ایک قدم آگے نہ بڑھتا تھا جس سے کہ چھ راہوار امام ابرار نے تبدیل فرمائے کسی گھوڑے نے آگے قدم نہ اُٹھایا۔ اگر یہ تائید غیبی نہیں تھی تو کیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ ان راہواروں کو منجانب اللہ یہ حکم تھا کہ امام زمانہ کو مقتل پر پہنچا کر ایک قدم آگے نہ بڑھائیں چونکہ امام حسین علیہ السلام کے مقتل کی زمین یعنی کربلا غیر آباد تھی اور کوئی

نشان خاص اُس کا ممیّز نہیں تھا اس لیے الہام قلبی کے امتیاز سے گھوڑوں کو حکم ہوا کہ اس سرزمین سے آگے قدم نہ بڑھائیں گویا زمین کربلا کا تعین سب سے پہلے انہیں راہواروں کے ذریعہ سے ہوا ہم نے تو جہاں تک تحقیق کیا اور جہاں تک ہماری نظر ہے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے بھی حضرت کی تشنگی میں شریک رہے ہیں اور باوجود اس تشنگی و گرسنگی کے انہوں نے کوئی دقیقہ نصرت فرزندِ رسولؐ میں اُٹھا نہیں رکھا۔

منجملہ ان راہواروں کے ہم ایک گھوڑے کا تذکرہ کرتے ہیں جو یقیناً فرات تک پہنچا اور پانی میں داخل ہوا مگر ہماری نظر سے نہیں گذرا کہ اُس گھوڑے نے ایک قطرہ بھی پانی کا پیا ہو۔ ہمارے سامنے اس وقت یہ چار کتابیں موجود ہیں بحارالانوار، روضۃ الشہداء، مصائب الابرار ترجمہ بحارالانوار، ناسخ التواریخ ان سب کتابوں میں کہیں یہ تذکرہ نہیں ہے کہ اس گھوڑے نے فرات میں داخل ہو کر ایک قطرہ پانی بھی پیا ہو۔

یہ گھوڑا حضرت ابی الفضل العباس علیہ السلام کا ہے جس کی نسبت متواتر منقول ہے کہ دہم محرم کو عین حرب میں داخل فرات ہوا۔

حضرت عباسؑ کے اسپِ وفادار کا ذکر:

روک کر شیر نے شبدیز صبادم کی لجام — دی یہ آواز کہ آگاہ ہو اے لشکرِ شام
سُن لو لایا ہوں میں فرزند پیمبرؐ کا پیام — تم سے فرماتے ہیں اس طرح امام ابنِ امام

دشمنی آلِ محمدؐ سے جو کرتے ہو تم
پرسش حشر سے ہرگز نہیں ڈرتے ہو تم (ضیا)

یہ سُن کر پانچ سو پیادہ حملہ آور ہوئے حضرت عباسؑ نے سپر سامنے لے کر اور نیزہ کو گوشِ اسپ پر رکھ کر حملہ کیا۔ ۸۰ آدمیوں کو داخلِ جہنم کیا اور بقیہ متفرق ہو گئے اسی اثناء میں سواروں نے گھیرنا چاہا مگر آپ نے گھوڑے کو ایڑ دی۔

راہ دریا کی مجھے آج بتا دو اے خضر　　لہلہاتے ہوئے سبزے کو دکھا دو اے خضر
پیاس ہے آب خنک جلد پلا دو اے خضر　　زورقِ طبع مری پار لگا دو اے خضر
نہ تو گرداب سے ڈر ہو نہ خطر موجوں سے
جیسے چلتا ہوا گھوڑا نہ رُکے موجوں سے

گھوڑا کس موج سے دریا کی طرف جاتا ہے　　لہریں آتی ہیں ہوا نہر کی جب کھاتا ہے
جھومتا مثلِ نسیم سحری آتا ہے　　دل سوئے آب خنک دیکھ کے للچاتا ہے
چاہ ظاہر ہوئی جاتی ہے تگ و دو ہوکر
نہر کی سمت وہ جاتا ہے سبک رو ہوکر

جبکہ عباسِؑ دلاور پہ کھلا فوج کا حال　　آ گیا ابن یداللہ کو بھی اُس وقت جلال
ہاتھ قبضے پہ رکھا کھینچی تیغ قتال　　دوسرے ہاتھ میں لی شانۂ پُرنور سے ڈھال
اسپِ گلگوں کو اشارہ جو کیا غازی نے
عزم افلاک پہ جانے کا کیا تازی نے

تیغ کا شور کہ گھوڑے کے طرارے لکھوں　　گرچہ کب اُس کی ثنا ہوئے گی بارے لکھوں
موجیں وہ اُس کی کہ انداز وہ پیارے لکھوں　　دل کی خواہش تو یہی ہے کہ وہ سارے لکھوں
طرزِ بے ساختہ جو اُس کے بدن میں پائی
نہ پری میں وہ سجاوٹ نہ دلہن میں پائی

وہ سبک رو ہے کہ پھولوں پہ چلے مثلِ صبا　　آنکھ پر پھول کے دھرتا ہوا جائے کفِ پا
نقشِ پا کا نہ تن گل پہ نظر آئے پتا　　گل یہ سمجھے کہ دہن باد صبا نے چوما
سبکی اس نے زمانہ میں عجب پائی ہے
بلبلیں سمجھیں کھلے پھول بہار آئی ہے

غرض اس لڑائی میں کشتوں کے پشتے کر دیئے اور سپاہ مخالف نے راہ گریز اختیار کی

حضرت عباسؑ نے گھوڑا پھر نہر میں ڈال دیا اور مشک کو پانی سے بھر لیا۔ چونکہ بہت پیاسے تھے پانی میں ہاتھ جس وقت بھیگے فوراً طبیعت کی خواہش ہوئی چلو میں پانی بھر کر چاہا کہ لب خشک کو تر کریں سوزش جگر کو بجھائیں فوراً تصور گذرا کہ سردار کونین امام حسین علیہ السلام تین دن کے پیاسے ہیں اہلِ حرم میں شور بپا ہے ننھے ننھے بچے تشنگی سے بیتاب ہیں حمیت مانع ہوئی دریا سے پیاسے نکل آئے۔

ساتھ ہی ساتھ ہم یہ بھی دکھلاتے ہیں کہ اُن کتابوں میں جن کا نام ہم نے اوپر لیا ہے کسی کتاب میں بھی یہ تذکرہ نہیں ہے کہ راہوار حضرت عباسؑ نے اس نہر سے ایک قطرہ پانی بھی پیا ہو چونکہ واقعہ امام حسینؑ کے گھوڑے کے جزیات بھی تذکرہ جات میں آئے ہیں لہٰذا قیاس ہوتا ہے کہ اگر یہ گھوڑا پانی پیتا تو ضرور اس کا تذکرہ آتا پس یہ راکب و مرکب بہ حیثیت لشکری ایسی ہیں جو دنیا کے شفع وتر میں امتیاز خاص رکھتے ہیں۔

اب ہم ایک اور گھوڑے کی حالت دکھلاتے ہیں جس کو موید من اللہ ماننا پڑے گا اور اس روایت میں دو گھوڑوں کی نسبت تائید غیبی ثابت ہوتی ہے ایک گھوڑا جناب امام حسین علیہ السلام کا اور دوسرا گھوڑا جناب علی اکبر علیہ السلام کا۔

عقاب:

ہم اس مقام پر شہادت حضرت علی اکبرؑ کی حالت دکھلاتے ہیں۔ بعد شہادت حضرت عباسؑ حضرت علی اکبرؑ نے اجازت میدان قتال چاہی حضرت علی اکبرؑ حسب روایات اسلامی بہت زیادہ مشابہ تھے صورت و سیرت میں جناب پیغمبر خدا صلعم سے جس وقت اہلِ عرب مشتاق جمال احمدیؐ ہوتے تھے تو حضرت کی زیارت سے تسکین حاصل کرتے تھے شجاعت موروثی میراث میں پائی تھی اٹھارواں سال عمر شریف کا تھا غرض ایسے خوش جمال جوان رعنا تھے جن کی مثال دشوار ہے۔ تمام عرب میں بلکہ جمیع ممالک اسلام [illegible]

جس وقت امام حسین علیہ السلام کو تنہا دیکھا نہایت غمگین ہوئے اور امام حسین علیہ السلام سے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار مجھے رخصت میدانِ قتال مرحمت فرمایئے۔اس سوال کے سننے سے اہلِ بیتؑ میں کہرام بپا ہوگیا۔صدائے **وامحمداہٗ وا علیاہٗ** اہلِ حرم میں بلند ہوئی غرض امام حسین علیہ السلام نے عجیب وغریب بے نظیر صبر وتحمل سے کام لیا صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے علی اکبرؑ کو صلاح جنگ اپنے دست مبارک سے پہنائے۔مغفر فولادی سر پر رکھا وزرہ اپنے جسم کی اور کمر بند جو جناب علی مرتضٰیؑ کی یادگار تھا باندھا اور اسپِ عقاب پر سوار کیا۔

الغرض جناب علی اکبرؑ واردِ میدانِ قتال ہوئے اور جمال باکمال سے ظاہر ہوتا تھا کہ پیغمبر خدا پیکار کو آئے ہیں۔حضرت نے رجز بکمال فصاحت شروع کیا۔

انا ابن علی ابن الحسین بن علی　　من عُصبتِ جدا بینهم النبی

بالجملہ جناب علی اکبر علیہ السلام نے اس قدر قتال کیا کہ فوج مخالف تنگ آ گئی اور میمنہ ومیسرہ وقلب لشکر میں تزلزل پڑ گیا اور شور واویلا چہار جانب سے بلند ہوا اور تمام لشکر پریشان ہوگیا۔

طارق ملعون ہتھیاروں میں لدا ہوا میدان میں پہنچا اور فوراً نیزہ ہیجدہ خطی کا وار جناب علی اکبرؑ پر کیا حضرت نے اُس کے نیزہ کے وار سے بچ کر ایک نیزہ حوالہ طارق کیا جو دو بالشت پشت نجس سے باہر نکل گیا طارق گھوڑے سے گر گیا جناب علی اکبرؑ نے اسپ عقاب اُس پر دوڑایا اور سُمِ اسپ سے داخل دوزخ ہوا۔

ابنِ سعد نے پریشان ہوکر محکم ابن طفیل وابن نوفل کو ایک ایک ہزار سوار دے کر حملہ کا حکم دیا۔ایک پیاسے کے مقابلے کے لیے اس قدر نامرد بھیجے جاتے ہیں سوار جناب علی اکبرؑ تک پہنچے جناب نے اُن سے مقابلہ کیا اور شیر غرّاں کی طرح جس طرف رُخ کیا بھاگڑ پڑ گئی۔غرض تمام سواروں کو قلب لشکر تک بھگا دیا۔اور مثلِ شیر غضبناک

کل فوج مخالف پر حملہ آور ہوئے جس سمت شاہزادہ کونین جاتے تھے وہ صف کی صف بھاگتی نظر آتی تھی اور عجیب شور قیامت برپا تھا۔ الغرض اسی حالت میں پیاس غالب ہوئی فریاد العطش بلند فرمائی امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا اے بیٹا کچھ غم نہ کرنا ابھی ابھی حوضِ کوثر سے سیراب ہو گے کہاں تک لڑسکیں وہ لاکھوں یہ اکیلے جس طرف جاتے ہیں دوسری جانب سے فوج بڑھ آتی ہے۔ ضعف غالب ہوتا جاتا ہے چوبیس پہر کی پیاس سے زبان پر کانٹے ہو گئے ہیں تمازتِ آفتاب مارے ڈالتی ہے۔ اس پر بھی جس صف کی طرف بڑھے ستھراؤ کر دیا آخر اسی گھمان میں نیزہ ابن سمرہ و بروایتے تیغ منقذ ابن مرہ عدی کاری لگے۔ آواز دی **یا ابتاہ ادرکنی** ۔اے پدر بزرگوار پہنچئے۔ لشکر گرد گرد ہو گیا اور برابر زخم کاری لگنے شروع ہو گئے۔ جناب علی اکبرؑ نے یال گھوڑے کی پکڑ لی اور گھوڑے کی گردن میں اپنے ہاتھ ڈال دئے اُس وقت ایسی حالت تھی کہ جس طرف کو گھوڑا جاتا تھا اشقیاء امت برابر ضربیں لگاتے تھے گھوڑے نے بکمال جان بازی اُس گروہ سے نکل کر امام حسین علیہ السلام کے خیمہ گاہ کی جانب رخ کیا اور جنگل کی راہ اختیار کی۔ تھوڑی دور پہنچ کر جناب علی اکبرؑ پشت زین سے زمین پر تشریف لائے گھوڑے نے گھومنا شروع کیا۔

اب امام حسین علیہ السلام کی حالت سنئے کہ جس وقت حضرت علی اکبرؑ نظروں سے غائب ہوئے اور آواز **یا ابتاہ ادرکنی** گوش زد ہوئی بیتاب ہو کر دوڑے اور ہر طرف نعرہ کرتے تھے اور نہ پاتے تھے یہاں تک کہ جب ایک طرف حضرت جاتے تھے تو دوسری طرف سے آواز علی اکبرؑ آتی تھی اور جب اُس طرف جاتے تھے تو نہ پاتے تھے آخر کار اسی کشاکش میں اسپِ امام حسین علیہ السلام نے جنگل کا رُخ کیا اور بے اختیار حضرت کو جنگل کی طرف لے گیا تھوڑی دور پہنچ کر حضرت نے دیکھا کہ گھوڑا جناب علی اکبرؑ کا موجود ہے اور علی اکبرؑ اُس پر بیٹھے ہیں۔ بیتاب ہو کر نعرہ یا علیؑ یا علیؑ

پکارتے تھے حضرت نے چاہا کہ اُس گھوڑے کو پکڑ لیں گھوڑا جنگل کو بھاگا امام حسینؑ اُس کے پیچھے تھے آخر کار گھوڑا ایک مقام پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔ حضرت نے دیکھا کہ جناب علی اکبرؑ اپنے خون میں غلطاں زمین گرم پر پڑے ہوئے ہیں اور ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی باپ کو اُس کے بیٹے کی یہ حالت نہ دکھلائے۔ امام حسین علیہ السلام اپنے گھوڑے سے اُتر کر بالین پر بیٹھ گئے اور پیشانی نورانی پر دست حق پرست پھیرنے لگے۔ جناب علی اکبرؑ نے آنکھیں کھولیں دیکھا کہ امام مظلوم تشریف رکھتے ہیں عرض کرنے لگے۔ اے پدرِ بزرگوار آپ دیکھتے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کیا کہتے ہو کیا چیز دکھلاتے ہو اور میں کیا دیکھوں۔

حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا اے بابا دیکھئے کہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں اور دو قدح شربت بہشت حضرت کے ہاتھ میں ہیں۔ ایک مجھے دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے علی اکبرؑ یہ تم پیو اور دوسرا تمہارے باپ کے لیے ہے کہ وہ بھی ابھی ابھی بہت پیاسے میرے پاس آنے والے ہیں۔ یہ کہہ کر راہی جنت ہوئے۔ **اِنا لِلّٰہِ وانا الیہ راجعون**

امام حسین علیہ السلام یکہ وتنہا پیری کے زمانہ میں جوان بیٹے کی لاش کو اُٹھا کر اسپِ عقاب پر رکھ کر درِ خیمہ پر لائے۔ پردگیان عصمت وطہارت ماں بہنیں بیبیاں اُس نوجوان کی لاش کے گرد عجیب شان سے روتی تھیں جس سے ہر دیکھنے اور سننے والے کا کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ منقول ہے کہ جناب زینبؑ خاتون اس صدمہ جانکاہ سے خیمہ سے باہر نکل پڑیں تھیں۔

اب دیکھنے کے لائق یہ بات ہے کہ اسپِ عقاب کی وہ جانکاہ جس سے اُس نے حضرت علی اکبرؑ کو فوج مخالف کے درمیان سے علیحدہ کیا اور پھر جنگل کی طرف لے گیا اور پھر امام حسین علیہ السلام کو اس عنوان خاص سے لاکر علی اکبرؑ کا نشان دیا اگر تائید غیبی

نہیں تھی تو کیا تھا۔

اسی طرح امام حسین علیہ السلام کو حضرت کے گھوڑے نے جو راہ بیابان دکھلائی اور اُسی طرف لے کر بھاگا جس طرف جناب علی اکبرؑ جنگل میں ریگ گرم پر پڑے تھے کس طرح تائید غیبی سے خالی ہو سکتا ہے۔ پس یہ گھوڑے بمصداق والعادیات قسم کھانے کے لائق ہیں۔

ذوالجناح:

رخصت ہوئے ہر ایک سے سلطانِ عرش جاہ　　آئے درِ خیام پہ حضرت باشک و آہ
دیکھا نہ ہیں عزیز نہ خادم نہ ہے سپاہ　　کچھ سوچ میں کھڑا تھا محمدؐ کا رشک ماہ
خواہش یہ تھی امام علیہ السلام کی
تھامے رکاب آکے کوئی خوش خرام کی

لکھا ہے یہ کتابِ سیر میں بہ حالِ زار　　آئی درِ خیام پہ تب ایک سوگوار
کہتی تھی ہائے تیری غریبی کے میں نثار　　کس سوچ میں ہے اے مرے نانا کی یادگار
خادم نہیں ہے پاس پہ یہ نوحہ گر تو ہے
کوئی نہیں یہ زینبِ خستہ جگر تو ہے

بھیّا رکاب تھامنے آؤں جو حکم ہو　　گھوڑے پہ تم کو آکے چڑھاؤں جو حکم ہو
زہراؑ کا آج صبر دکھاؤں جو حکم ہو　　ہاتھوں سے تم کو آکے گنواؤں جو حکم ہو
پیدا ہوئی ہوں رنج و مصیبت کے واسطے
حاضر بہن ہے آخری خدمت کے واسطے

یہ کہہ کے نکلی خیمے سے زہراؑ کی لاڈلی　　تھرائی غم سے قبرِ علیؑ روضۂ نبی
ملتے تھے دشت نام مصیبت پہ شاہ کی　　قدسی صدا یہ دیتے تھے رو رو کے اُس گھڑی
شیرِ خدا کے گھر کی صفائی ہے قہر ہے

زینبؑ رکاب تھامنے آئی ہے قہر ہے

زینبؑ نے بڑھ کے تھامی رکابِ امام دیں گھوڑے پہ تب سوار ہوئے سیّدِ مبیں
تھرایا چرخ دشت کی ہلنے لگی زمیں ایسا ستم زمانہ میں ہرگز ہوا نہیں
کیوں چرخ بے مدار یہ کیا کج ادائی ہے
زینبؑ رکاب تھامنے بھائی کی آئی ہے (ضیاء)

آخرالامر امام ہمام وارد میدان قتال ہوئے اور نیزہ زمین پر گاڑ دیا اور رجز آغاز فرمایا:-

خیرۃَ اللّٰہِ مِنَ الخلقِ اَبی ثُمَّ امّی فانا بن الخیرتین
فِضَّۃ" قد خلقت مِنْ ذَھَبٍ فَاَنَا الفِضَّۃُ وَاَنَا ابْنَ الذھبین"
فاطِمَۃُ الزھراءِ اُمّی وابی وارث الرُّسُلِ اِمَامُ الثقلین

امام مظلوم نے قریب بیس اشعار کے پڑھے اور اپنا شرف اور مظلومیت اور واجب الاطاعت ہونا ثابت کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے قوم جفا کار اُس خدائے قادر سے ڈرو جو رات سے دن نکالتا ہے اور جو مردہ کرتا ہے اور جو زندہ کرتا ہے اور جو روزی دیتا ہے اور جان لیتا ہے اگر دین خدا پر اقرار کرتے ہو اور جناب محمد مصطفےٰؐ پر جو میرے جد بزرگوار ہیں ایمان لائے ہو مجھ پر ستم مت کرو اور یہ بیداد گوارا نہ کرو۔

ہاں ضیاؔ سرورِؑ عالم کی لڑائی دکھلا ہاتھ کی ابنِ یداللہ کے صفائی دکھلا
ہر طرف لشکرِ اعدا میں دہائی دکھلا ساری مخلوق کو ہاں شانِ خدائی دکھلا
شیرِ نر آگیا روباہوں کے اب مسکن پر
ناخدا کشتیٔ امت کا چڑھا ہے رن پر

صاحب مجالس المومنین لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام اُن اشقیا میں سے چُن چُن کر مارتے تھے باوجودیکہ کوئی کوئی شخص حضرت کی زد پر آجاتا تھا لیکن پھر بھی حضرت اُس کو

چھوڑ دیتے تھے اُسی حالت میں کسی نے اس امر کا سوال کیا آپ نے فرمایا کہ جن اشخاص کو میں چھوڑتا ہوں اُن کی نسلوں میں مومنین پیدا ہونے والے ہیں۔

یہ حالت اب ظاہراً معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُنھیں شہروں میں جن کی بہت سی تعداد نے لشکر مخالف کو اس مقدار پر پہنچایا تھا وہ سب کے سب شہر مومنین سے بھرے ہوئے ہیں۔ بصرہ، ساباط، واسطہ، عمارہ، کویت، موصل، حلہ، بابل وغیرہ جو ملک عراق کے شہر ہیں اُن میں غالب آبادی کا حصہ مومنین ہیں اور یہ قیاس ہوتا ہے کہ یہ لوگ جواب موجود ہیں اُنہیں لوگوں کی اولاد ہیں اور پوری پیشینگوئی امام حسین علیہ السلام کی اب ثابت ہے۔ میں نے خود آغا سید ناصر صاحب مجتہد بصرہ کی مجلس میں یہ تذکرہ سنا ہے کہ اب ملک عراق میں بصرہ سے نجف اشرف تک جس قدر دیہات اور شہر ہیں اُن میں غالب آبادی مومنین کی ہے اور یہ امر بچشم خود میں نے دیکھا کہ کشتی چلانے والے تک بھی یہی لوگ ہیں بازاروں میں دکان دار یہی مذہب رکھتے ہیں بصرہ سے نجف اشرف پندرہ منزل ہے اس کے درمیان کی آبادی بالکل مومنین کی ہے پس صاف امام حسینؑ کی پیشین گوئی کا نقشہ موجود ہے۔

غرض امام حسین علیہ السلام جس طرف منہ کرتے تھے بکریوں کے گلہ کی طرح فوج یزیدی بھاگتی نظر آتی تھی۔

حضرت کے مصاف سے میدان صاف ہوگیا۔ راہ دریا کی طرف رغبت ہوئی گھوڑے کو ایڑ دی اور فرات کا رُخ کیا۔ فوج مخالف نے جب یہ دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام داخل فرات ہوئے ہیں تو نہایت خائف ہوئے کہ اگر ایک جرعہ آب حضرت نے نوش جان فرمایا تو ہم میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔ تمام فوج گھیر کر لبِ آب جمع ہوگئی اور صفیں باندھ لیں اور درمیان آبِ فرات اور امام حسینؑ حائل ہوگئے اعور سلمٰی اور عمر ابن الحجاج جو چار ہزار سوار کمانداروں کے ساتھ محافظ نہر

فرات تھے چلّانے لگے کہ اے فوج والو ہرگز نہ چھوڑنا کہ امام حسینؑ داخل فرات ہوں لشکر چہار طرف سے اُمنڈ نے لگا اور امام حسین علیہ السلام پھر مصروف کارزار ہوئے اور اس قدر قتال کیا کہ مخالفین کی سپاہ سے اس ایک حملے میں چار سو اشخاص کو فی النّار کر دیا، فوج میں کھلبلی پڑ گئی۔ صفوف لشکر ٹوٹ گئیں راستہ بالکل صاف ہو گیا حضرت داخل نہر فرات ہوئے اُس وقت چونکہ نہایت ہی تشنہ تھے چاہا کہ لب خشک تر ہوں مگر گھوڑے کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اے اسپِ باوفا تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں۔ قسم بخدا اُس وقت تک میں تو پانی نہ پیوں گا جب تک تو سیراب نہ ہو۔ حسب روایت ناسخ التواریخ معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑا ان کلمات کو نہایت فراست سے سُن رہا تھا منہ پانی سے اوپر اُٹھا لیا جس کا مطلب یہ تھا کہ اے فرزند رسولؐ خدا یہ ہرگز ممکن نہیں ہے کہ میں آپ کے بغیر پانی میں منہ ڈال سکوں۔ یہ ملاحظہ فرما کر امام حسین علیہ السلام نے ایک چلو میں پانی بھرا اور فرمایا ہاں اے اسپِ وفادار تو بھی پانی پی اور میں بھی پیتا ہوں۔ ناگاہ وہ کف دست حضرت کا جو پانی سے بھرا ہوا تھا خون سے بھر گیا۔

غرض مشیت ایزدی میں حضرت کے اُس فاقہ شکنی کا وقت جنت میں آب کوثر سے قرار پایا تھا۔

ایک دوسری روایت اس مقام کی یہ ہے کہ جس وقت فوج شریر نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام نے چلو میں پانی بھر کر پینے کا ارادہ کر لیا تو ایک مکار نے بآواز بلند صدا دی کہ اے حسینؑ آپ تو یہاں پانی پی رہے ہیں اور فوج خیمہ اہلِ حرم میں گھس کر تاراج کر رہی ہے۔ امام حسینؑ اس کی صدا کے سنتے ہی پانی پھینک کر نہر فرات سے پیاسے نکل آئے اور تلوار کھینچے ہوئے خیمہ کی سمت روانہ ہوئے۔ راہ میں فوج مخالف سے بڑی کارزار کی اور سب کو پراگندہ کر کے خیمہ اہلِ حرم تک پہنچے دیکھا کہ اُس ملعون کا وہ قول جھوٹا تھا اور پانی نہ پینے کی غرض سے یہ فقرہ کہا گیا تھا۔

پس آخر مرتبہ حضرت نے اہلِ بیتؑ کو وداع فرمایا حضرت زینبؑ و اُمِ کلثوم، سکینہؑ اُس خستہ حالی میں حضرت کے گرد آئیں اور اُن کی پریشانی اور دل بستگی کی تصویر کی تقریر کوئی شخص تصور بھی نہیں کرسکتا کہ اُن بے چاریوں پر کیا مصیبت پڑی ہوئی تھی آخر کار حضرت نے اُن سب کو وداع فرمایا۔

نیزہ ستم کا ہوگیا چھاتی کے وار پار | ہر زخم تن سے چلتی تھی پیہم لہو کی دھار
ہرنے پہ ڈگمگاتے تھے سلطانِ باوقار | گھوڑے سے وقتِ عصر گرے شاہ نامدار

تھرایا عرش فاطمہؑ زہرا کے بین سے
چھوٹی رکاب پائے شہ مشرقین سے

آخرالامر فرزند رسولؐ جگر گوشہ بتولؑ جلتی زمین پر پہلوئے راست کی طرف گر گیا۔ زمین پر گر کر پھر حضرت سنبھل بیٹھے۔

ایک عجب مصیبت جو پچھلے مصائب سے بھی بڑی چڑھی ہے اور تمام مظالم کا مجموعہ ہے یادگار مصیبت ہے اس حالت کو حضرت زینبؑ خاتون دیکھ رہی تھیں۔ اُدھر امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے گرے اُدھر وہ معظّمہ خیمہ سے بے تحاشہ نکل پڑیں اور صدائے **وا اخاہُ واسیداہُ وا اھل بیتاہ** کہتی تھیں اور فرماتی تھیں اے کاش آسمان زمین پر گر پڑتا اے کاش پہاڑ پھٹ کر بیابانوں میں ٹکرے ٹکڑے ہو جاتے پس ابنِ سعد بدنہاد کی طرف منہ پھیر کر فرمایا۔ **عمر ابن سعد تقتل ابوعبداللّٰہ** اے ابنِ سعد ابوعبداللہ قتل ہو رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے۔ منقول ہے کہ اس کلمہ نے ابنِ سعد پر ایسا اثر کیا کہ منہ پھیر کر رونے لگا اور کچھ جواب نہ دیا اور اُس موقع سے ہٹ گیا۔

اللہ اکبر یہ سخت وقت ہے شمر ملعون سینہ پر سوار ہے زخموں سے چور ہیں کچھ لمحہ حیات کے باقی ہیں قتل کے لیے تلوار کھینچ چکی ہے ہاتھ پاؤں، طاقت سب کے سب جواب دئے ہوئے ہیں۔ ایسی حالت میں آپ فرماتے ہیں اے شمر آج کیا روز ہے وہ

ملعون بولا جمعہ روز عاشورہ۔ حضرت نے فرمایا یہ وقت کیا وقت ہے۔ کہا وقت نماز و خطبۂ جمعہ۔ حضرت فرماتے ہیں اے شمر اس وقت خطیبان امت محمدؐ یہ منبروں پر میرے جدِ امجد کے نام کا خطبہ پڑھ رہے ہونگے۔ اور میرے جدِ امجد پر درود بھیجتے ہونگے اور تو میرے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے اے شمر اسی سینے پر رسولؐ خدا صلعم سر مبارک رکھتے تھے تو اُس پر بیٹھا ہوا ہے اور اسے گلے پر حضرت بوسہ دیتے تھے جس پر تو تلوار پھراتا ہے۔ حالانکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ روح زکریاؑ پیغمبر میرے داہنے اور روح یحییٰؑ معصوم میرے بائیں موجود ہیں۔ اے شمر میرے سینہ سے اُٹھ کھڑا ہو کہ وقت نماز ہے تاکہ میں روبقبلہ نماز ادا کروں۔ اور چونکہ مجھ کو میرے پدر بزرگوار سے میراث پہنچی ہے لہٰذا نماز میں جو چاہے کر۔

ہٹ جا میں خود ہوں چاہتا حق کے وصال کو سجدہ میں ذبح کیجیو زہراؑ کے لال کو

یہ سُن کر شمر ملعون سینہ اقدس سے علیحدہ ہوا۔ حضرت میں باوجود اس ضعف کے عبادت خدا کے لیے اس قدر طاقت آ گئی کہ روبقبلہ بیٹھ کر نماز میں مشغول ہو گئے۔

امامِ مظلوم کی خبر شہادت خیمۂ اقدس میں بذریعہ اس گھوڑے کے پہنچی اور یہ خدمت بھی اُسی کے تعلق سے چنانچہ صاحب الامر علیہ السلام نے زیارتِ ناحیہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ **فرسك شاهداً اِلي خيامك قاصداً محمدا باكياً** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ بیتؑ کو آپ کے گھوڑے نے خبر شہادت پہنچائی اور آپ کا بھیجا ہوا خبر شہادت پہنچانے کو در خیمہ تک آیا پھر گھوڑا روتا ہوا اور ہمہمہ کرتا ہوا آیا اس سے بھی اُس گھوڑے کا شرف خاص پایا جاتا ہے۔

امام مظلوم نے ایک حملہ میں چارسو نابکار فی النّار کیئے اور داخل فرات ہوئے اُس وقت بھی کسی روایت میں نہیں پایا گیا کہ ایک قطرہ پانی کا راہوار فرزند احمدؐ مختار نے پیا ہو بلکہ صاحب ناسخ التواریخ نے ایک روایت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس

گھوڑے نے بالقصد پانی نہیں پیا دہ لکھتے ہیں کہ ابنِ شہر آشوب نے ابی مخنف سے روایت کی ہے کہ چار ہزار فوج بسرداری اعور سلمٰی و عمر ابن الحجاج محافظ فرات تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے ایک حملہ کیا اور تمام صفوف لشکر کو پراگندہ کر کے داخل فرات ہوئے اور اپنے اسپ باوفا سے فرمایا۔ **انت عطشانٌ وانا عطشانٌ واللّٰہ لا ذُقت الماء حتی تشرب** یعنی اے راہوار وفادار تو بھی تشنہ ہے اور میں بھی جگر کباب ہوں میں تو اُس وقت تک پانی نہ پیوں گا جب تک تو سیراب نہ ہوگا۔ ان کلمات کو سننے کے وقت یہ ظاہر طور سے معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑا ان کلمات کو سُن کر سمجھ رہا ہے یہ سُن کر گھوڑے نے پانی سے سر اُٹھا لیا۔ جس کا مطلب صاف یہ تھا اور وہ گھوڑا گویا بزبان بے زبانی کہہ رہا تھا کہ یا ابن رسول اللہ جب تک آپ پانی نہ نوش جان فرمائیں گے میں ہرگز نہ پیوں گا یہ معلوم کر کے امام حسین علیہ السلام نے ایک چلو پانی کا بھرا اور چاہا کہ لب خشک تر ہوں ناگاہ ایک مکار نے کہا کہ اے حسینؑ تم پانی پیتے ہو اور اہلِ حرم کے خیمہ میں فوج داخل ہو کر لوٹ رہی ہے۔ بمجرد استماع آپ نے پانی پھینک دیا اور پیاسے فرات سے برآمد ہوئے اور گھوڑا بھی اُسی طرح پیاسا نکل آیا اب اس مقام سے اس گھوڑے کا شرف معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ موئد من اللہ ماننے کے لائق ہے۔

پانچواں امر یہ ہے کہ یہ گھوڑا باوجودیکہ تین دن کا بھوکا پیاسا تھا مگر اُس گرمی اور تمازت آفتاب میں ایسی جرأت کے ساتھ تعین جہاد تھا جس کی نظیر وہ خود ہی ہے۔

مقام نخیلہ:

امام حسین علیہ السلام کے حملہ کی نسبت یہ مشہور ہے کہ ایک مقام تک حضرت نے کئی حملوں میں تعاقب فوج یزید کا کیا۔ وہ مقام جہاں تک تعاقب کیا گیا وہ نخیلہ ہے نخیلہ ایک مقام اب تک موجود ہے اور وہ روضہ شاہ شہید سے ڈھائی تین کوس کے فاصلہ پر راہِ کوفہ میں ہے یہ مقام اُس وقت تک اسی طرح مشہور ہے کہ امام حسین علیہ السلام

اپنے حملہ میں اس مقام تک تعاقب فرماتے تھے اور حضرت کے معجزہ کے یادگار میں یہ شرف خداوند تعالیٰ نے اس مقام کو دیا ہے کہ اب تک اُس مقام پر ایک چھوٹا درخت خرما کا برابر اُس وقت سے اِس وقت تک موجود رہتا ہے جب ایک درخت کی عمر تمام ہوتی ہے تو دوسرا درخت اُسی مقام پر قدرت خدا سے پیدا ہو جاتا ہے۔ نہ اس مقام پر کوئی دوسرا درخت پیدا ہوتا ہے اور نہ وہ نشانی موقوف ہووے۔

بس اب سوچنے کے لائق یہ بات ہے کہ حضرت کے حملہ کے دباؤ سے جب لشکر میں بھاگڑ پڑی ہوگی تو چونکہ سلسلہ فوج اور متعلقین فوج کا اور آیند روند کی کشمکش سے ضرور کوفہ کے دروازہ تک اثر اُس کا پہنچ سکتا ہے۔

ایسی حالت میں اس گھوڑے کی جانبازی قیاس سے باہر ہے اور اُس کو حقیقت میں سوائے تائید غیبی کے اور کچھ کہہ نہیں سکتے۔ بس ایسے گھوڑے ایسے جہاد میں ہر طرح کے شرف اور عزت سے ممتاز ہو سکتے ہیں اور لائق قسم کھانے کے ہیں۔

چھٹا شرف اس گھوڑے کا یہ ہے کہ جس وقت امام مظلوم نہایت زخمی ہو گئے اور تیروں اور نیزوں اور شمشیروں کے زخموں کی کوئی انتہا نہ رہی جس کی تعداد حسب اندراج کتب تواریخ و مقاتل ایک ہزار نو سو پچاس زخم تک منتہی ہوتی ہے جس کو صاحب ناسخ التواریخ نے بھی لکھا ہے۔ تب گھوڑے نے محض بنظر سہولت اپنے اگلے سموں کو زمین پر ٹیک دیا اور فرزند رسولؐ اللہ کی رعایت کے سبب اور زخموں کی تکلیف کے خیال سے بآسانی پشت زین سے زمین پر پہنچا۔ یہ شرف بھی اس بے زبان کا تائید غیبی کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

گھوڑے کا جہاد:

ساتواں شرف اس گھوڑے کا یہ ہے کہ حسب روایت ناسخ التواریخ بعد قتل امام حسینؑ پسر سعد نے گھوڑے کی گرفتاری کا حکم دیا تو وہ گھوڑا اس قدر لڑا کہ چالیس اشخاص

کو اپنے ٹاپوں سے فی النّار کیا اور کسی طرح نہ گرفتار ہوا آخر کار اُس کی گرفتاری کے خیال سے باز آئے تب گھوڑے نے اپنی پیشانی کو خون میں رنگین کر کے خیمہ کے دروازہ پر پہنچ کر اہلِ حرم کو مطلع کیا۔ بہر حال جہاد علیحدہ بھی اس گھوڑے کا ثابت ہے جس سے شرف اُس کا پورا ثابت ہوتا ہے۔

آٹھواں شرف اس گھوڑے کا یہ ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو لاش حضرت علی اکبرؑ کی طرف لے گیا جو جنگل میں پائی گئی اور جس کا پتہ امام حسین علیہ السلام کو اسی کے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ بس اب ہم صاف کہہ سکتے ہیں کہ ایسے گھوڑے ہی اپنے امتیاز خاص کے سبب قسم کھانے کے لائق ہیں۔ (صبح شہادت، جلد اوّل ص، ۱۲۱ تا ۱۲۳)

مجلس
شبیہِ ذوالجناح

مولانا نذر حسین قمر وزیر آبادی (لاہور)

عام طور پر شبیہِ ذوالجناح اور تعزیے کو بُت پرستی کا نام دے کر اس کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور اس طرح عوام کو اس سے متنفّر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لٰہذا ضروری ہے کہ اس صورتِ حال کا جائزہ لیا جائے تا کہ عوام کے سامنے صحیح تصویر آجائے۔

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات کا جائزہ لینا مناسب ہوگا۔

۱۔ تصویر ۲۔ مجسّمہ ۳۔ پرستش ۴۔ تعظیم

تصویر کا جواز:

جہاں تک تصویر کے جائز ہونے کا تعلق ہے تو اس پر گفتگو کرنے کی اگرچہ چنداں ضرورت نہ تھی کہ مسلمان کی اکثریت اس کے جواز کی قائل ہے تاہم چند لوگ چونکہ ہنوز اس کے جائز ہونے کو مشکوک سمجھتے ہیں لٰہذا اس کا مختصر سا تنقیدی جائزہ غیر مناسب نہ ہوگا۔

یہ بات ہر ایک کے علم میں ہوگی کہ جو لوگ تصویر کے عدمِ جواز کے قائل ہیں اُن کی تصاویر بھی آئے دن اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں اس کا اُن کے پاس کیا جواب ہے۔

یہ وہی حضرات بہتر جانتے ہیں۔

حضرت عائشہ کی تصویر:

مولانا ادریس کاندھلوی نے زرقانی کے حوالے سے لکھا ہے۔ ”جامعِ ترمذی میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور یہ کہا کہ اللہ عزّوجل نے آپؐ کا نکاح حضرت ابوبکر کی بیٹی سے کر دیا اور جبرائیلؑ کے ساتھ عائشہ کی ایک تصویر بھی تھی جو مجھ کو دکھلائی اور کہا کہ آپؐ کی بیوی ہیں۔ یہ مضمون صحیحین کی روایتوں میں بھی آیا ہے۔“

(سیرۃ المصطفٰی ج۳ ص۳۲۴)

یہی روایت تفسیر مواہب الرحمٰن کی اکیسویں جلد کے ص ۱۵۸ پر موجود ہے۔

تعجب ہے کہ خدا اور جبرئیلؑ تو تصویر کو جائز سمجھیں اور مُلّا اس کے خلاف فتوے صادر کرتے پھریں۔

یہی روایت مشکوٰۃ کی تیسری جلد کے صفحے ۲۸۳ پر بھی موجود ہے۔ اس روایت کے بعد تصویر کے عدمِ جواز کی رٹ لگائے جانا حقیقت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

قرآن اور تصاویر و مورتیں:

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ (پ۲۲ سبا آیت نمبر ۱۳)

بناتے اس کے واسطے جو کچھ چاہتا۔ قلعے اور تصویریں اور لگن جیسے تالاب اور دیگیں چولہوں پر جمی ہوئی۔

(ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن سنی)

اسی قرآنِ مجید کے حاشیے پر لکھا ہے۔

”عہدِ سلیمانی میں نبیوں وغیرہ کی مورتیں پیتل کی ڈھالی گئی تھیں۔ ان کی شریعت میں ان کا ڈھالنا اور زینت کے لیے مکان میں رکھنا جائز تھا۔ شریعتِ اسلامی میں بُت

پرستی کی جڑ کاٹنے کے لیے اس کی ممانعت ہوگئی"۔

(حاشیۂ قرآن ترجمہ محمود الحسن سُنی ص ۵۷۱۶)

علّامہ جلال الدین سیوطی ابنِ ابی حاتم کی روایت جو انہوں نے عطیے سے نقل کی لکھتے ہیں:

قَال محاریب القصور والتماثیل الصور۔

انہوں نے کہا کہ محاریب سے مراد محلات اور تماثیل سے مراد صورتیں (تصویریں ہیں) (تفسیر درمنشور، ج۵ صفحہ ۲۲۸ مطبوعہ مصر)

صاحبِ کشّاف اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَالتماثیل صور الملائکۃ والنبیین والصالحین

تماثیل سے مراد فرشتوں، انبیا اور صالحین کی صورتیں ہیں۔

(کشّاف ج۳ ص ۵۷۲ طبع مصر)

اب مولانا محمود الحسن سنی کا یہ کہنا کہ "عہدِ سلیمانی میں تو یہ جائز تھیں مگر شریعتِ اسلامیہ میں ان کی ممانعت ہوگئی"۔ نہ معلوم یہ ذہنی اختراع کیوں ہے؟ قارئینِ کرام ہی بہتر منصف ہوسکتے ہیں کہ اسے تجاہلِ عارفانہ کہنا چاہیئے یا کتبِ تفاسیر و احادیث سے عدمِ واقفیت اس لیے کہ اہلِ سنّت کی افضل ترین حدیث کی کتاب "اصحّ الصحیح البخاری" میں تو یہاں تک درج ہے۔

عن عائشہ قالت کنت العب بالنبات عند النبیؐ وکانت لی صواحب یلعین معی۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں اپنی سہیلیوں کے ہمراہ حضورؐ کے پاس گڑیاں کھیلا کرتی تھی (بخاری ج ۴ ص ۴۹ مطبوعہ مصر)

اور صحیح مسلم میں ہے:

عن عائشة انها کانت تلعب بالبنات عند رسول اللّٰه

علیه وسلم قالت وکانت تاتینی صواحبی فکن
ینقمعن من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قالت
فکان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یسربهن لِیَّ

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ وہ گُڑیوں سے کھیلتی تھیں حضورؐ کے پاس۔انہوں نے کہا میری ہمجولیاں آتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر غائب ہو جاتیں تو آپؐ ان کو میرے پاس بھیج دیتے۔(مسلم ج٦ ص ٩١ مطبوعہ کراچی)

اگر شریعتِ محمدیہؐ میں تصاویر اور مورتیاں جائز نہ تھیں تو حضرت عائشہ کا گڑیوں کے ساتھ کھیلنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور یہ بھی نہیں کہ وہ چوری چھپے ایسا کیا کرتی تھیں بلکہ حضورؐ کے پاس کھیلا کرتی تھیں۔اگر اس کی ممانعت ہوتی تو حضورؐ ضرور بالضرور ان کو منع فرماتے۔

حضرت عائشہ اور ذوالجناح:

کتبِ اسلامیہ میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کے پاس صرف گُڑیاں ہی نہیں تھیں بلکہ ان کے پاس گھوڑے کا مجسّمہ بھی تھا۔چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے۔

عن عائشة قدم رسول اللّٰه من غزوه تبوك او حنین
و فی سهوتها ستر فهبت ریح فکشف ناحیة السقر
عن بنات عائشة فقال ما هذا یا عائشة قالت بناتی
ورای بینهن فرسالهٔ جنایاں من رقاع فقال ما هذا
الذی اری وسطهن قالت فرس قال وما هذا الذی
علیه قالت جناحاں قال فرس له جناحاں قالت اما

سمعت ان السليمان خيلا لها اجخة قالت فضحك

(باب عِشرۃِ النساء جلد دوم، فصل ۲ مشکوٰۃ ص ۹۷)

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضورؐ جب تبوک یا حنین سے واپس تشریف
لائے تو حضرت عائشہ کے گھر میں ایک پردہ لٹکا ہوا تھا، اچانک ہوا
جو چلی تو وہ پردہ ہٹا۔ حضورؐ کی نظرِ مبارک عائشہ کی گُڑیوں پر پڑی۔
حضور نے پوچھا کہ اے عائشہ! یہ کیا ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ
یہ میری گُڑیاں ہیں۔ ان گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا رکھا ہوا تھا۔
اس میں پر لگے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ درمیان میں مَیں کیا
دیکھ رہا ہوں تو حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ یہ گھوڑا ہے۔ آپؐ
نے فرمایا مگر یہ گھوڑے پر پَر کیسے؟ اس پر عائشہ نے عرض کیا کہ کیا
آپؐ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمانؑ نبی کے گھوڑوں کے پَر تھے۔
اس جواب پر حضورؐ بہت ہنسے۔

اب آپ خود ہی اندازہ کیجئے کہ یہ لوگ تو جاندار اور بے جان چیزوں کی تصاویر کے
بھی حامی نہ تھے۔ مگر اُمُّ المومنین حضرت عائشہ کے گھر میں اور حضورؐ کی موجودگی میں
گڑیاں اور گھوڑے کا مجسمہ نظر آتا ہے اور گھوڑا بھی پروں والا رکھا ہوا تھا اور پَروں
والے گھوڑے ہی کو ''ذوالجناح'' کہتے ہیں۔

اُمُّ المومنین کے گھر میں تو ذوالجناح کا مجسّمہ ہے جسے حضورؐ نے بھی منع نہیں فرمایا
بلکہ ہنس کر خاموش ہوگئے اور یہ اُمّ المومنین کے ماننے والے اسی ذوالجناح کے خلاف
دھواں دار تقاریر کرتے ہیں۔ نہ جانے یہ حضرات حضرت عائشہ کو کیا منہ دکھائیں گے؟
حالانکہ جو شبیہ ذوالجناح شیعہ حضرات لے کر چلتے ہیں وہ نہ تو کسی گھوڑے کی تصویر ہوتی
ہے اور نہ کوئی مجسمہ بلکہ اسی کی نوع کا زندہ گھوڑا ہوتا ہے جس پر چادر وغیرہ ڈال کر امام

کے گھوڑے کی شبیہ تیار کی جاتی ہے۔اب اس کو ناجائز قرار دینے والے ذرا حضرت عائشہ کے ہاں ذوالجناح کے مجسّمے کو بھی دیکھ لیا کریں۔

اگر کوئی انبیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر کا ذکر پڑھنے کا خواہش مند ہو تو اُسے مشہور سنّی بزرگ حافظ ابونعیم کی کتاب ''دلائل النبوۃ'' کے صفحہ نمبر ۹ کو دیکھنا چاہیئے۔بخوفِ طوالت اسے یہاں درج نہیں کیا جارہا۔

شبیہ ذوالجناح کا ایک اور ثبوت:

قلب و ذہن اگر زنگ آلود نہیں ہو چکے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب نہیں دے چکیں تو پھر سوچ کر اس نتیجے پر پہنچنا کوئی مشکل کام نہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے بدلے ذبح ہونے والے مینڈھے کی یادگار قائم رکھنے کے لیے دوسرے مینڈھوں اور دنبوں وغیرہ کو ذبح کیا جاتا ہے اور احباب نے اس چیز کو خاص طور پر ملاحظہ کیا ہوگا کہ ان ذبح ہونے والے دنبوں وغیرہ کو سجایا بنایا جاتا ہے۔ان پر رنگ برنگے کپڑے اور چادریں وغیرہ ڈال کر گلی کوچوں اور بازاروں میں لے کر ان کو چلایا جاتا ہے۔نہ تو اس کو کوئی بدعت قرار دیتا ہے اور نہ کوئی اس کے عدمِ جواز کا فتویٰ دیتا ہے۔یہی نہیں بلکہ میلادالنبیؐ کے سلسلے میں نکالے جانے والے جلوسوں میں آپ کیا کچھ نہیں دیکھتے۔بیل گاڑیاں جھنڈیوں سے مزّین نکالی جاتی ہیں۔اونٹ،گھوڑے اور خچروں پر چادریں ڈال کر اور پھولوں ہاروں کے ساتھ سجا بنا کر انہیں جلوس کی شکل میں گھمایا پھرایا جاتا ہے مگر کیا مجال جو کسی کی زبان پر اعتراض کھلے اور کوئی اس کی شرعی حیثیت پر گفتگو کرے تو اُسے وہابی اور خارجی کہہ کر خاموش کرادیا جاتا ہے۔مگر افسوس کہ اگر کوئی محبِّ آلِ محمدؐ سیّدالشہدا کے اسپِ وفاداری نوع کے گھوڑے پر چادر ڈال کر اُسے بازاروں میں لے کر چلے تو ایسے کرنے والے کی ہر ممکن مزاحمت کی جاتی ہے اس کا سماجی مقاطع کیا جاتا ہے،اسے بدعتی اور نہ جانے کن کن القاب سے نوازا جاتا ہے،

دارالفتاویٰ حرکت میں آجاتے ہیں، گلی کوچوں میں واقع مساجد جو خالص عبادت گاہیں ہوتی ہیں اُن میں نصب لاؤڈ اسپیکرز آگ اگلنے لگتے ہیں اور اسی طرح زہر آلود تخریبی تقاریر کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہی گھوڑے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں چلیں پھریں تو کوئی اعتراض نہیں لیکن ادھر آپ نے کسی گھوڑے کو امام حسینؑ کی طرف منسوب کر کے باہر نکالا تو پھر آپ کی خیر نہیں۔ کیا یہ مخصوص اور منفی طرزِ عمل اس امر کا غمّاض نہیں کہ دشمنی گھوڑے سے نہیں بلکہ نسبت سے ہے۔

فتدبرو ایا اولی الالباب (ثبوتِ ماتم مطبوعہ ۱۹۸۳ء صفحہ ۲۹ تا ۳۶)

مجلسِ

احوالِ ذوالجناح

مولانا سیّد محمد تقی بخاری (لاہور)

جب حضرت امام حسینؑ میدانِ کارزار میں پہنچے اور آپ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ جب دریا میں پہنچے تو گھوڑے کی باگ چھوڑ کر فرمایا۔ "اے گھوڑے تو بھی پیاسا ہے میں بھی پیاسا ہوں۔ واللہ اے گھوڑے جب تک تو نہیں پئے گا حسینؑ بھی نہیں پئے گا۔ جب گھوڑے نے یہ کلام حضرت کا سنا۔ **شَالَ راسهٗ ولَمْ یشرب کانّهٗ فهم کلامهٗ** تو اُس بے زبان نے سر ہلایا گویا حضرت کے کلام کو سمجھ گیا ہے اور عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ نہیں ہوگا کہ فرزندِ ساقیِ کوثر تو پیاسا رہے اور میں پانی پیوں۔ حضرات مقامِ تامّل ہے کہ حیوان بے زبان تو یہ پاسِ حرمتِ رسولؐ کرتے اور کلمہ گوئے رسولِ خدا پانی پیتے اور بہاتے تھے اور جسمِ فرزندِ رسولِ خدا پر عوض آب تیروں کا مینہ برساتے تھے۔

فقال الحسین اثرت فانا اشربُ حضرت نے فرمایا اے باوفا پی تو بھی میں بھی پیتا ہوں۔ **فمد الحسین یَدَهٗ فغرف من الماء** پس دستِ مبارک بڑھا کے پانی چلّو میں لیا اور چاہا کہ پئیں۔ **فقال فارس یا ابا عبداللّٰه**۔ ایک شقی دشمن نے کہا اے عبداللہ تم تو پانی پیتے ہو اور وہاں اہلِ بیت لٹ گئے۔ بس حضرت نے پانی ہاتھ سے پھینک کر اُن لعینوں پر حملہ کیا۔ حضرت شیرِ غضبناک کی مثل جو سامنے آتا تھا ایک

تلوار میں اُسے فی النار کرتے تھے۔

احوالِ ذوالجناح سید الشہداءؑ:

نقِلَ انّ لرسول اللّٰہ فرساً فاذا جاء بین یدیِ الحُسین فینظر الیه نظراً ملیاً منقول ہے کہ ایک گھوڑا جنابِ رسولِؐ خدا کی سواری کا تھا جس وقت وہ سامنے جنابِ امام حسینؑ کے آتا تھا تو حضرت بنظرِ شفقت غور سے دیکھتے تھے۔

وعیناہُ تمتلیانِ به دموعاً ۔اور حضرت امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے۔ ایک دن جنابِ رسالت مآبؐ نے فرمایا۔ اے میرے پارۂ جگر تو اسے غور سے کیوں دیکھتا ہے۔ اے نورِ دیدہ تو اِس کو اتنا کیوں پیار کرتا ہے۔ آیا تیرا جی اِس پر سوار ہونے کو چاہتا ہے۔ **قال نعم** ۔جناب امام حسینؑ نے عرض کی۔ میں آپ کے اس گھوڑے کو نہایت پیار کرتا ہوں اور جی چاہتا ہے کہ میں اِس پر سوار ہو جاؤں۔ اُس وقت آپ کا سِن مبارک چھ برس کا تھا **فطلب رسول اللّٰہ الفرس** ۔پس جنابِ رسولِؐ خدا نے فرمایا کہ اُس گھوڑے کو لاؤ **ثم جاءَ وجلس و وضع یدیه ورجلیه علی الارض** ۔یہ سن کے وہ گھوڑا آہستہ آہستہ امامِ مظلومؑ کے پاس آیا اور زمین پر بیٹھ گیا اور ہاتھ پاؤں زمین پر پھیلا دیئے۔ گویا وہ بھی مشتاق تھا کہ دلبرِ زہراؑ مجھ پر سوار ہو۔ پس جناب امام حسینؑ اُس پر سوار ہوئے۔ سب اصحاب خوش ہو گئے۔ **ثم بکی رسول اللّٰہ بکاءً شدیداً فی بلّت لحیتهٗ بالدّموع** ۔سب تو خوش ہو گئے مگر جناب رسولِؐ خدا کچھ یاد کر کے رونے لگے اور اِس شدت سے روئے کہ تمام ریشِ مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ **فقالو یا رسول اللّٰہ ما یبکیك** اصحاب یہ حال دیکھ کے حیران ہو کے پوچھنے لگے یا رسول اللہؐ اس وقت رونے کا کیا سبب ہے۔ یہ تو مقامِ خوشی ہے کہ آپ کا پارۂ جگر پہلے پہل گھوڑے پر سوار ہوا۔

فَقَالَ ابکیٰ لِلحُسین ۔حضرت رو کے بولے۔ آہ میں حسینِ مظلوم کے حال پر

روتا ہوں "مانی انظرُ انّ امی الحسین بعد ما اصابَ علی جسدہٖ جراحاتٌ کثیرۃ" کادَ انْ یقع علی الارض مجند ذالك مَلبس ھذا الفرس "۔ آہ آہ گویا میں دیکھتا ہوں کہ بعد قتلِ عزیز وانصار کے میرا فرزند حسین تن تنہا تین دن کا پیاسا ظالموں میں فریاد کرتا ہے اور ہر طرف سے تیر و نیزے چلتے ہیں اور تلواریں اُس کے جسم نازنیں پر پڑتی ہیں تا آنکہ یہ چور چور ہو کر چاہتا ہے کہ زمین پر گرے تو اُس وقت یہ گھوڑا اِسی طرح بیٹھ گیا ہے جیسا کہ اس وقت تم نے دیکھا اور یہ میرا نورِ نظر زمین پر گر کے بے ہوش ہو گیا ہے۔ فعند ذالك بکی الحاضرون بکاءً شدیداً۔ یہ حال سن کر تمام حضارِ مجلس بے قرار ہو کے رونے لگے۔ راوی کہتا ہے کہ جب وہ وقت آیا کہ جس کے خیال میں رسولِؐ خدا روتے تھے اور جناب امامِ حسینؑ زخمی گھوڑے پر جھومتے تھے کہ ناگاہ ایک شقی نے اِس زور سے نیزہ مارا کہ قریب تھا کہ گھوڑے سے گریں پھر سنبھل گئے۔ مگر گھوڑے نے یہ حال دیکھا بہت رویا اور ہاتھ پاؤں زمین پر پھیلا کر بیٹھ گیا اور وہ حضرت خانۂ زین سے زمین پر آئے۔ ابومخنف وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت گھوڑے سے زمین پر گرے تو تین ساعت منہ کے بل سنگریزہ ہائے زمین گرم پر پڑے رہے اور سرِ اقدس پر زخم بے شمار لگے تھے کہ سر زمین سے اُٹھا نہ سکتے تھے بلکہ کبھی بے ہوش ہو جاتے تھے اور جب ہوش میں آتے تھے تو با آواز ضعیف و نحیف فرماتے ویلٌ لکم قتلتم انصارنا واقربائنا ظلمی الظلماءِ فاردتم اَن تقتلونی ۔ وائے ہو تم پر تم نے میرے انصاروں اور عزیزوں کو پیاسا قتل کیا اور اب میرے قتل کا ارادہ کرتے ہو لیکن اے ظالموں میں بہت پیاسا ہوں تھوڑا سا پانی مجھے پلا دو پھر قتل کرنا۔

راوی کہتا ہے کہ اُس وقت حال امامِ مظلومؑ کا یہ تھا کہ دونوں ہونٹ خشک ہو گئے تھے اور بار بار زبانِ مبارک کو چباتے تھے اور فرماتے تھے افسوس میں نہایت پیاسا ہوں آیا

تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ مجھے شدتِ تشنگی میں پانی پلائے، تم نہیں جانتے کہ میرے بابا ساقیِ کوثر ہیں۔ **فقال رجلٌ من عسکر عمر ابن سعدٍ یاحسین هیهات هیهات والله لا اذقت منهُ قطرةً حتّٰی تذوق الموت** ۔ ایک شقیِ سنگ دل جواب میں اُس مظلوم کے لشکرِ عمرِ سعد سے بولا بہت دشوار ہے اے حسینؑ کہ ہم تمہیں پانی دیں قسم ہے خدا کی کہ ایک قطرہ نہ دیں گے یہاں تک تم ایسے ہی پیاسے مر جاؤ۔

جب حضرت امام حسینؑ کو اشقیا نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور تیروں کی بارش کرنا شروع کی تو راوی کہتا ہے۔ **فتقدم یشرب فرمی السهم فوقع فی فیمه** ۔ تو حضرت دریا کی طرف آئے کہ پانی پئیں۔ ایک شقی نے تیر دہنِ شریف پر مارا۔ پس شمر پکارا "وائے ہو تم پر جلد حسینؑ کو قتل کرو ایسا نہ ہو کہ حسینؑ پانی پی لیں"۔ یہ سن کر سنان بن انس لعین نے ایسے زور سے ایک نیزہ سینۂ اقدس پر لگایا۔ قریب تھا کہ گھوڑے سے زمین پر گریں۔ **فقال ایها الجواد اتعف من آنا** ۔ پس حضرت نے گھوڑے سے فرمایا۔ اے گھوڑے تو پہچانتا ہے کہ میں کون ہوں۔ **انا بن فاطمة الزهراء وانا بن علی المرتضٰی** ۔ اے گھوڑے میں فاطمہ زہراؑ اور علیؑ المرتضٰی کا بیٹا ہوں۔ اُس وقت گھوڑا حالِ حضرت پر رونے لگا۔ **فوضع یدیه، ورجلیه علی الارض** ۔ پس ہاتھ پاؤں پھیلا کے وہ گھوڑا زمین پر بیٹھ گیا **ثم وقع الحسین علی الارض و غشی علیه** پھر وہ راکبِ دوشِ رسولِؐ خدا پشتِ زیں سے بروئے زمین تشریف لائے اور ظالموں نے آپ پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔

شہادتِ امام حسینؑ پر وفادار ذوالجناح کا اظہارِ غم

مولانا سیّد نجم الحسن کراروی (پشاور)

شب عاشور گزری، نور کا تڑکا ہوا۔ امام حسین علیہ السلام نے نمازِ جماعت ادا فرمائی، حسینؑ کے پسینے پر خون بہانے والے مجاہد کمریں کس کر سامنے آگئے اور عروسِ مرگ سے ہم کنار ہونے کے لیے بڑھتی ہوئی امنگوں سے حکم امام کا انتظار کرنے لگے۔ وقت آیا اور اذن ملا۔ مجاہد فدا کارانہ انداز میں قدمِ امام چوم کر آگے بڑھے یکے بعد دیگرے ہنگام عصر سے قبل امام عصر پر نثار ہو گئے یہ کنارِ موت میں پہنچے حسینؑ میدان میں تشریف لائے جس طرف نظر اُٹھائی لختِ جگر خون میں ڈوبے ہوئے پائے۔ لشکر نے یورش کی بے جان مددگاروں پر نظر اُٹھی۔ آواز دی بہادرو! اٹھو تمھارا امام نرغہ میں ہے۔ جواب ملا، مجاہدوں کے لاشے ریگِ گرم پر کروٹیں بدلنے لگے کٹی ہوئی گردنوں سے لبیّک کی آواز آئی پھر خاموش ہو گئے دشمن کے وار چلنے لگے، دائیں بائیں نظر کی:-

نہ لشکرے نہ سپاہے نہ کثرت الناسے
نہ قاسے نہ علی اکبرے نہ عباسے

آپ نے دفاعی جنگ شروع کی شجاعت علویہ کے جوہر دکھائے، ایک ہزار نوسو اکیاون زخم کھا کر زمین پر تشریف لائے سرِ اقدس کاٹا گیا، وفادار گھوڑے نے فریاد کی۔

جعل یصحل صهیلا عالیاً کے فلک شگاف نعرے لگائے۔

(ینابیع المودۃ صفحہ ۳۴۹)

حسینؑ کی شخصیت کا اثر بد بخت انسانوں پر ہو یا نہ ہو مگر جانوروں پر ضرور ہوتا تھا۔

اسپ وفادار نے وہ تمام فرائض ادا کئے جو اس وقت انسانوں پر عائد ہوتے تھے۔خود رویا خود فریاد کی اور فریضۂ محبت ادا کیا۔علامہ شیخ سلیمان قندوزی کہتے ہیں۔

وقف علی بدن المبارك للحسینؑ بقبله۔

باچشمِ تر حضرت امام حسینؑ کے جسم مبارک کا بوسہ دینے لگا۔(ینابیع المودۃ صفحہ ۳۴۹)

ذوالجناح کا دورہ:

ایسے جانور کا کیا کہنا جس نے اپنے فریضے کو اتنی وسعت دے رکھی تھی کہ ہر مرنے والے کی لاش پر جا کر فریاد کئے بغیر نہ رہ سکا۔

یمشی علیٰ اتضلاء مراحداء بعد واحداء ہر ایک شہید کی لاش پر گیا اور اپنے تاسف کا بزبانِ بے زبانی حال اظہار کیا۔

ذوالجناح کی گرفتاری کا حکم:

ذوالجناح اپنے اوپر عائد کئے ہوئے فرائض کو ادا کر رہا تھا کہ عمر بن سعد نے لشکر والوں کو حکم دیا **خذوہ واتونی بہٖ** اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ حکم حاکم مرگ مفاجات کے برابر ہوتا ہے لشکر تو آ گیا لیکن گرفتار کئے جانے والے جانور کو چونکہ علم تھا اور وہ جانتا تھا کہ میرا امام اور حاکم حسینؑ اور ان کی اولاد کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا لہٰذا اس کا آسانی سے گرفتار ہونا بھی مشکل تھا۔

فلما علم طلبهم جعل یلطم برجله ویکدم بهه حتیٰ قتل منهم خلقاً کثیراً و طرح فرسانا عن ظهر خیر لهم فصاح عمر وقال ویلکم بناسك واعنه

جب ذوالجناح کو محسوس ہوا کہ لوگ مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں اس نے ہاتھ پاؤں

اور منھ سے حملہ کرنا شروع کر دیا اور کثیر آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ اور عقب سے سواروں کو گھوڑوں پر سے گرا دیا یہ دیکھ کر عمر بن سعد چیخ اُٹھا۔ کہ اے بدبختو اگر تمھارے قابو میں نہیں آتا تو جانے دو۔ اس کے فرمان پر لشکر ہٹ گیا گھوڑا جو لاکھوں انسانوں سے بہتر تھا امام علیہ السلام کے جسم مطہر کے قریب آیا۔

ثم يجعل يقبل البدن المبارك المكرم ويمرغ منا عينه با الدم المطهر وبصيهل صهيلاً عالياً و توجهه الىٰ الخيمه۔

اور امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک کو بوسے دینے لگا اور آپ کے خون پاک میں اپنی پیشانی رکھ دی اور بلند آواز سے فریاد کرتا ہوا خیمہ اطہر کی طرف روانہ ہوا۔

ذوالجناح کی آمد:

ذوالجناح کی آواز حضرت اُمّ کلثومؑ کے گوش زد ہوئی سکینہؑ سے فرمایا۔

يا سكينة انى سمعت صهيل ابيك اظن قداقا ياما الماء فاخرجي اليه

بیٹی میں تیرے باپ کے ذوالجناح کی آواز سن رہی ہوں۔ دیکھو تو کیا وہ پانی لے کر آئے ہیں جناب سکینہؑ فوراً باہر آئیں۔

فراتهٔ خاليا من راكبه فهتكت خارها وصاحت

دیکھا کہ ذوالجناح خالی کھڑا ہے بابا جان اس کی پشت پر نہیں ہیں یہ دیکھ کر اس غم زدی نے فریاد و فغاں کے نعرہ بلند کئے اور حضرت زینبؑ و اُمّ کلثوم اپنے بھائی کے غم میں دل خراش نوحے کرنے لگیں۔

ذوالجناح کی غرقابی:

غرض کہ امام حسینؑ کا ذوالجناح شہادت کے بعد انتہائی رنج والم کا شکار ہوا اور اس

نے وہی کچھ کر کے اپنے کو انسانوں سے بہتر ہونے کا ثبوت دیا جو انتہائی پریشانی میں عاقل انسان بھی کر گزرتے ہیں۔ سلطان ترک کے پیر شیخ سلیمان قندوزی لکھتے ہیں عبداللہ ابن قیس کا بیان ہے۔ **ثُمَّ غاص فی وسط الفُرات فَلَمّا یَراخبر وَلااثر** کے نتیجے میں ذوالجناح فرات کے دھارے میں اس طرح کود پڑا کہ اس کا پتہ و نشان ہی نہ چلا۔ (ینابیع المودۃ صفحہ ۵۰ عصر)

(نوٹ:- ذوالجناح اب تک زندہ ہے) (بحوالہ سرفراز لکھنؤ محرم نمبر ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء)

مجلسِ
ذوالجناح
مولانا سیّد علی نقی نقوی لکھنوی

شبیہ ذوالجناح اس گھوڑے کی تاریخی یادگار ہے جس نے جہادِ کربلا میں اپنی وفاداری سے انسانوں کو محوِ حیرت کر دیا تھا۔ ابومخنف اور تاریخ اعثم کوفی کا کہنا ہے کہ بعد شہادت یہ گھوڑا امام حسینؑ کے جسمِ اطہر کے گرد چکر لگاتا تھا، لاش کو چومتا، ماتھا زمین پر ملتا اور اس قدر زور سے ہنہناتا تھا کہ تمام جنگل گونج اُٹھتا، اپنی پیشانی کو خونِ حسینؑ سے رنگین کیا اور حرم کے خیمہ کی طرف گیا اور بار بار اس دردناک آواز سے ہنہنایا کہ سب کو معلوم ہو گیا کہ مولاؑ کے شہید ہونے کی سنانی لے کر آیا ہے۔ حرموں میں اس خبر سے قیامت برپا ہو گئی۔ پھر میدانِ جہاد میں آیا جسمِ شریف کے پاس پہنچا قدموں پر اپنا ماتھا ملنے لگا، پھر اپنی تھوتھنی اور پیشانی اس قدر زمین پر ماری کہ جان فدا کر دی چونکہ رسولِ خداؐ کے گھوڑوں میں سے تھا، عمر سعد کی فوج نے زندہ پکڑنا چاہا مگر اس نے دولتیاں جھاڑنا اور منہ سے کاٹنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ۲۶ سوار مار گرائے اور ۹ گھوڑے ہلاک کر دیے تحفظِ اسلام کے لیے جس جاندار نے ایسا بے مثل کارنامہ کیا ہو اُس کی یادگار کیوں نہ منائی جائے کیا احسان کا بدلہ احسان نہیں ہوتا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہِ رب العٰلمین والصلوٰۃ علیٰ سیّد الانبیاء

والمرسلین والہٖ الطّیّبین الطاھرین

جس طرح آدمؑ کی اولاد میں خدا نے ایسے انسان پیدا کئے جو اپنی قابلِ قدر خصوصیتوں کے سبب سے دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنا نام چھوڑ جائیں۔ اسی طرح خدا نے کائنات میں دوسری قسم کی چیزوں کے اندر بھی ایسے ایسے نمونے خلق کیے ہیں جن کے اعلیٰ صفات اس جنس کے لیے فخر و ناز کا سبب بن سکیں۔ قدر دانی ہر چیز کی اس کے لحاظ سے ہونی چاہیئے۔ ہر گذشتہ چیز جس سے ایسے واقعات کا تعلق ہو جو آئندہ نسل انسانی کے لیے سبق دینے والے ہوں وہ اس کی حقدار ہے کہ اس کی یاد ہمیشہ تازہ رکھی جائے۔

قدر کے قابل صفت ہر شے میں قدر کے قابل ہے۔ اس میں کسی مذہب و ملّت کی تفریق نہیں ہے۔ ایک دریا دل صاحبِ جود و سخا انسان اپنی خصوصی صفت کے باعث ہر انسان کی محبت کا سبب ہے۔ ایک سچائی پر جان دے دینے والا پُر جگر شخص ہر انسان کی عقیدت کا مرکز ہوتا ہے۔ ایک نیک دل خوش اخلاق آدمی کی ہر ایک تعریف کرے گا۔ یہ تمام انسانی اوصاف ہیں۔ جن کا قدر دان ہر انسان ہے۔ یہ چیزیں مذہب و ملّت کے تفرقہ سے بالکل علیحدہ ہیں۔

اسی طرح غیر انسانی جاندار مخلوق میں امتیازی صفات ہر شخص کی توجہ کا باعث ہو سکتے ہیں۔ مہذّب اور متمدن جماعتیں یادگار قائم کرتی ہیں۔ اور یاد تازہ رکھتی ہیں ان جانوروں کی بھی جو کسی واقعہ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہوں۔

آگرہ کے شاہی قلعہ کے باہر سیّاح کو گھوڑے کا مجسمہ ضرور نظر آئے گا۔ سینہ تک زمین کے اندر اور صرف سر و گردن اس کی باہر نمایاں ہیں۔ اس کو جستجو ضرور دریافت

کرنے پر مجبور کرے گی "یہ گھوڑا کیسا ہے" اسے معلوم ہوگا کہ یہ گھوڑا ایک بہادر شیر دل انسان کو قلعہ کی بالائی فصیل پر سے لے کر پھاندا تھا۔ اور سینہ تک ریگ میں دھنس گیا تھا۔

اس سے انسانی ہمت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ انسان کے دل پر کون سا نقش قائم ہوتا ہے؟ انسان کو کیا سبق حاصل ہوتا ہے؟ بہر حال ایسا ہی کچھ تھا جسے بطور یادگار مجسمہ کی صورت میں قائم رکھنے کی ضرور محسوس کی گئی۔

کم از کم خود انسان کی قدر شناسی ہی ثابت ہوگی۔ کہ وہ جانور کی بھی قدر کرتا ہے۔ اگر اس سے کوئی نمایاں واقعہ رونما ہو جائے۔

اخبار بین طبقہ بے خبر نہیں ہوگا۔ ان واقعات سے جو روزانہ دوسرے ممالک میں ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں معلوم ہوتا ہے کہ حیوان بھی قدر کے قابل ہوسکتا ہے۔ اور انسان کی انسانیت اس کی قدر شناسی پر مجبور ہو جاتی ہے۔ حیوانی نسل میں ایسی مخلوق کی کمی نہیں ہے جو اپنی جنس کے اعتبار سے بلند صفتوں کی حامل ہو۔ ایک کتّا جو حیرت انگیز وفاداری کا اظہار کرتا ہے۔ اس قابل سمجھا جاتا ہے کہ اس کے مرنے پر اظہارِ غم والم کے لیے ہزاروں روپے صرف کر دیئے جائیں۔ جلسے ہوں اور اظہار رنج کیا جائے۔ جاپان کے ملک کا یہ واقعہ ابھی کچھ زیادہ دور نہیں ہوا ہے۔

مذہبی روایات میں اصحاب کہف کے کتّے کا قرآنِ مجید تک میں ذکر موجود ہے اور وہ بھی انہیں خصوصیتوں میں شریک کیا گیا جو اصحاب کہف کے لیے حاصل ہیں۔ وہ جدید دنیا کی جدید تہذیب کا کارنامہ تھا۔ اور یہ قدیم تاریخ کا قدیمی ورق۔ ایک مدت تک عیسائیوں کے گرجاؤں میں اس سُم کی تعظیم ہوئی ہے۔ جو حضرت عیسیٰؑ کی سواری کے حیوان کا ان کے یہاں سمجھا جاتا تھا۔ اسلام میں اس دنبہ کی یادگار قائم کی گئی جو حضرت ابراہیم کے پاس ان کے فرزند اسمٰعیلؑ کے فدیۂ قربانی کے لیے آیا تھا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بقر عید میں قربانی کا حکم دے کر اس کو شبیہ بنانے کا قانون جاری

کر دیا۔ مسلمانوں کے سوادِ اعظم نے اس اونٹ اور محمل کی یادگار قائم کی جس پر اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سوار ہوئی تھیں۔ اور اب تک مصر سے جو عربی تہذیب و تمدّن کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ وہ محمل مکہ معظّمہ بھیجی جاتی ہے۔

ہندو قوم تو برابر جانوروں کی قدر شناس رہی ہے۔ وہ ہر اس جانور کو جس سے نوعِ انسان کو فوائد پہنچے ہیں۔ قدر کی نگاہ سے اس حد تک دیکھتی ہے جسے پرستش کی حد تک سمجھا جاسکتا ہے۔

یقیناً انسان کو گذشتہ واقعات کی یاد تازہ رکھنے کے لیے بھی ضرور ہے کہ وہ ان تمام چیزوں کی یاد باقی رکھے۔ جن کے ساتھ ان واقعات کا تعلق ہے۔

عیسائیوں نے غیر جاندار چیز، وہ سولی جس پر حضرت یسوع مسیحؑ کو ان کے خیال میں چڑھایا گیا ہے۔ آج تک صلیب کی شکل میں قائم رکھی ہے۔ جو ہر گرجا میں موجود رہتی ہے۔ اور ہر عیسائی کی گردن میں آویزاں۔ اسلامی روایات میں حضرت ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ (مقامِ ابراہیم) مصلیٰ قرار دیا گیا۔ کہ وہاں لوگ نماز پڑھیں، وہ پانی جو عینِ اسمٰعیلؑ کے پیاس سے جان بلب ہونے کی حالت میں نمودار ہوا تھا۔ چاہ زمزم کے نام سے انتہائی متبرک قرار دیا گیا۔ کوہِ صفا اور مروہ جہاں حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں سرگرداں پھری تھیں۔ انہیں سعی کا محل بنا دیا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ارکانِ حج میں شبیہیں قائم کی گئی ہیں۔ ان گذشتہ واقعات کی جو اہم ہستیوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

وہ واقعات زندہ رکھنے کے قابل ہیں جو انسانی نسل کے لیے اچھے اچھے سبق دیتے ہوں جو دل میں رحم و کرم کا جذبہ پیدا کرتے ہوں، جو وفاداری اور نیک شعاری کی قدر بتلاتے ہوں۔

یہ واقعات وہ ہوتے ہیں جو اگرچہ کسی خاص قوم یا جماعت ہی میں واقع ہوئے

ہوں۔لیکن ان کا مفاد اور نتیجہ تمام نسل انسانی کے ساتھ یکساں حیثیت سے تعلق رکھتا ہے۔اس لیے ان میں ہرگز کوئی تفریق نہیں ہونی چاہیئے۔وہ ہرگز فرقہ وارانہ حیثیت نہیں رکھتے۔اور نہ فرقہ بندی کا باعث ہوتے ہیں اگر انہیں فرقہ بندی کے طور پر ادا کیا جائے۔تو یہ کسی خاص جماعت کی غلطی ہوگی۔جس سے خود واقعہ کی افادی حیثیت اور ہمہ گیری کو نقصان پہنچے گا۔اس لیے خود واقعہ اس طرزِ عمل کا شاکی ہوگا۔

کربلا کا اہم واقعہ جو ۶۱ ہجری میں ۱۰ ویں تاریخ محرم کو رونما ہوا وہ اگرچہ مذہبی روایات کے اعتبار سے ایک خاص جماعت یعنی مسلمانوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ لیکن حقیقتاً وہ اپنے نتائج کے اعتبار سے تمام دنیا کی تاریخ کا ایک اہم سبق آموز صحیفہ ہے۔وہاں تمام انسانی اوصاف وفضائل عملی طور پر پیش کیے گئے ہیں۔وہاں رحم وکرم، اخلاق ومروت،ثبات قدم اور استقلال تحمل وضبطِ نفس،ایثار اور ہمدردی،حق پروری اور حقیقت کوشی یہ سب اوران کے علاوہ تمام انسانی مکمل صفات تھے جو مجسم طور پر سامنے لائے گئے۔

اس لیے ہرگز کربلا کے واقعہ کی یادگار قائم کرنے اور اس واقعہ سے صحیح سبق حاصل کرنے کے تنہا مسلمان حقدار نہیں ہیں۔ بلکہ تمام بنی نوع انسان اس واقعہ کے اہم نکات اور تعلیمات سے بہرہ مند ہونے کا موقع رکھتے ہیں۔

حسینؑ کی ذات دنیا کے لیے نقطۂ اتحاد ہے۔حسینؑ کی ذات عالم کے لیے مرکز اجتماع ہے۔حسینؑ کی ذات تمام دنیائے انسانیت کے لیے پیغامِ حیات ہے۔حسینؑ کی ذات تمام نسل بشری کے لیے سامانِ نجات ہے۔

دنیا ہزاروں مسلکوں میں اختلاف رکھے۔آپس میں دست وگریباں ہو۔مگر جب شہید کربلا حسینؑ کی ہستی سامنے آئے گی۔یہاں آکر وہ تمام افتراق دُور ہو جائیں گے۔یہاں اختلاف کی گنجائش نہ ہوگی۔کسی مذہب کا ماننے والا ہو۔کسی ملت کا پیرو

ہو۔ مذہب سے کام نہیں۔ بالکل لا مذہب انسان ہو۔ طبیعی ہو، نیچری ہو، دہری ہو، جو بھی ہو۔ لیکن اگر سینہ میں دل اور دل میں احساس رکھتا ہے۔ تو واقعہ کربلا سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا میں سچ کہتا ہوں کہ حسینؑ کی ذات تمام اختلافات سے بالاتر ہے۔ بھلا شیعہ کیا کہہ سکتے ہیں کہ حسینؑ صرف ہمارے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو حق نہیں وہ یہ کہیں کہ حسینؑ صرف ہمارے ہیں، حسینؑ تمام دنیائے انسانیت کے ہیں۔ انہوں نے وہ کام کیا جس نے مٹتی ہوئی انسانیت کے نقوش کو اُبھار دیا جس نے دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نئے سرے سے زندہ کر دیا جس نے انسانیت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچا دیا۔ انہوں نے اپنی جان دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہ نمونہ قائم کر دیا۔ جس کی پیروی ہمیشہ کے لیے معیارِ انسانیت رہے گی۔

یقیناً ایسے اہم واقعہ کی یادگار قائم کرنا ہر اس صورت سے جو اس واقعہ کی یاد دہانی رکھنے میں مفید ثابت ہو سکے۔ ایک اہم انسانی فرض ہے، کربلا میں جس طرح حسینؑ بن علیؑ کے ساتھی انسانوں نے وہ کارنمایاں کیے جس کی مثال صفحۂ تاریخ پر نہیں مل سکتی اسی طرح دوسرے ذی روح مخلوق یعنی جانور کو بھی یہ فخر ہے۔ کہ اس نے اخلاص و وفا کا ایسا نمونہ پیش کیا جو تاریخ میں یادگار رہے گا۔

وہ حسینؑ کا گھوڑا جو ''ذوالجناح'' کے نام سے موسوم تھا۔ اس نے اپنے مالک کا ساتھ اس آخری وقت تک دیا۔ جب کہ کوئی معین و مددگار، کوئی خبر گیر و خبر رساں باقی نہ تھا۔

کسے نہیں معلوم کہ کربلا میں فرزندِ رسولؐ کے لیے پانی کا قحط ہو گیا تھا۔ بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ چھوٹے بچوں کے لیے جس میں علی اصغرؑ کا سا شیر خوار بھی ہو لب تر کرنے کے لیے پانی نہ موجود ہو تو گھوڑے پانی سے کیسے سیراب کیے جا سکتے ہوں گے۔

ہرگز نہیں۔ اگر بچوں کے لیے سب سے آخری قطرہ پینے کے پانی کا صرف ہو سکتا ہے تو گھوڑے اس سے قبل کے پیاسے ہونگے۔ اس کے بعد صبح سے سہ پہر کے وقت

تک برابر سیّد الشہدا کو عرب کی تیز دھوپ گرم ہوا میں خیمہ گاہ سے میدانِ جنگ تک' جو کافی دور تھا' آنا اور جانا، ہر عزیز کی رخصت کے وقت خیمہ کے پاس ہونا اور جانکنی کے وقت میدانِ جنگ میں اس کے سرہانے یہ تمام آمد و رفت گھوڑے کی پشت پر ہی ہوتی تھی۔ پھر حملے، لڑائی اور وہ قیامت خیز لڑائی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ہے۔

سب سے پہلے آغازِ جنگ تیروں کی بارش ہی سے ہوا تھا۔ اس کے بعد ظہر سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے جب تمام یزیدی فوج نے مجموعی طور پر تیروں کی بارش کی ہے۔ اور ہزاروں نیزوں کی باڑھیں ایک ساتھ چلی ہیں۔ تو تاریخ گواہ ہے کہ اس کی سب سے بڑی زد گھوڑوں ہی پر ہوئی تھی۔ چنانچہ فوجِ حسینؑ کے زیادہ گھوڑے اس میں پے ہوگئے۔ اور اکثر سوار پیادہ ہوگئے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس وقت ''ذوالجناح'' کو کوئی زخم نہیں آیا تھا۔

وہ وقت کہ جب ہزاروں کی فوج کے سیلاب میں ایک تنہا حسینؑ ڈوبتے تھے اور دشمنوں کو منتشر کر کے باہر آتے تھے۔ نیزوں کے حملے بھی تھے اور تلواریں بھی، تیر بھی تھے اور تبر بھی۔ اس وقت کیا گھوڑا حسینؑ کا محفوظ تھا؟ اور کیا دشمنوں کے گھبرائے ہوئے حربے جو بے تابی کے عالم میں پڑتے تھے وہ مرکب کو صاف بچالے جاتے تھے۔

جنگ کا واقف کار یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے۔ کہ اس عظیم الشان جنگ میں گھوڑا حسینؑ کا ایک بہادر جاں نثار اور ایک وفا شعار معین و مددگار کا کام انجام دے رہا تھا۔ وہ یقیناً دشمنوں کو زد پر لاتا تھا۔ وار خالی کرتا تھا۔ اور گرے ہوئے دشمن کو روندتا بھی تھا اور شکستہ بھی کرتا تھا۔

اس گیرودار، اس جنگ و جدال، اس ہنگامۂ قتال میں گھوڑے کی پیاس اس کے سینہ کا التہاب، اس کے جگر کی سوزش اس کے احساس سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر وہ وقت یادگار ہے کہ جب فوج سے میدان صاف ہوا۔ فرات کا دامن بالکل خالی ہوگیا۔ حسینؑ

نہر کے قریب آئے گھوڑا اپنا نہر میں ڈال دیا۔ اور یہ کہا یا اپنے طرزِ عمل سے ثابت کیا کہ "اے میرے باوفا تو بہت پیاسا ہوگا۔ یہ پانی موجود ہے۔ اپنی پیاس بجھالے" اس وقت کوئی نہیں، فرات کی موجیں گواہی دیں گی، ساحلِ فرات شہادت دے گا کہ گھوڑے نے اپنی گردن اُٹھالی تھی۔ اپنا سر بلند کرلیا تھا۔ اپنا منہ بند کرلیا تھا مطلب یہ تھا۔ کہ میں ہرگز پانی نہ پیوں گا۔ جب تک آپ اس پانی سے سیراب نہ ہوں۔

حسینؑ نہر سے باہر نکل آئے اور گھوڑا بھی پیاسا نکلا۔

اب وہ وقت آیا کہ جب گھوڑے کی تمام کوشش جنگ ختم ہو چکی جب اس کی پشت، اس کے راکب سے خالی ہوگئی۔ جب اس کے مالک کو چاروں طرف سے خون آشام دشمنوں کی تلواروں نے گھیر لیا۔ اس وقت اس کے لیے حسینؑ کی سب سے بڑی خدمت کا وقت آیا۔ اس وقت اس نے وہ کام دیا جو اس کے لیے مخصوص ہوگیا۔

اس نے احساس کیا کہ اب مدافعت کا کوئی موقع باقی نہیں ہے۔ جنگ کا میدان دشمنوں سے بھرا ہے۔ اور یہاں کوئی دوست نہیں ہے۔ وہ ابھی جاں نثاری و جان فروشی کررہا تھا جہاد کے راستہ میں حسینؑ کا ساتھ دے رہا تھا۔ لیکن اب جب کہ اس کا راکب اپنی منزل تک پہنچ گیا۔ جب کہ راستہ کی مسافت ختم ہو چکی جب کہ سواری کا کوئی سوال باقی نہیں ہے تو اس نے خود اپنے اس فرض کا احساس کیا۔ کہ وہ بے کس و بے بس عورتوں کو جو خیموں میں اپنے والی وارث کی خبر کی منتظر تھیں۔ جا کر اپنے مالک کی خبر پہنچادے۔

اس نے اپنی پیشانی خون میں تر کی۔ وہ سیدھا خیمۂ حسینؑ کے دروازہ پر پہنچا۔ اس نے ہنہنا کر اپنی آواز اندر پہنچائی۔ منتظر سیدانیاں اس کی آواز کو سنتے ہی دروازہ پر آگئیں۔ وہ دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس کا خالی زین۔ اس کی رنگین پیشانی۔ اس کی کٹی ہوئی باگیں۔ اس کا زخمی جسم۔ اس کے جسم میں پیوست تیر وہ سب کچھ کہہ رہے تھے۔ جس کی خبر دینے کو وہ دروازہ پر آیا تھا۔

یہ تھی آخری خدمت جو "ذوالجناح" نے انجام دی۔ اور یہ ہے وہ یادگار واقعہ جو اس یادگار جانور کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ یہی وہ یادگار ہے جو حسینؑ ابن علیؑ کی عزاداری کے سلسلہ میں "ذوالجناح" کی شبیہ نکال کر قائم کی جاتی ہے۔

"ذوالجناح" زندہ ہے۔ جب تک حسینؑ کا نام زندہ ہے۔ اپنے راکب کی بدولت وہ بھی ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور اس کی یادگار ہمیشہ قائم رہے گی۔

مجلس

ذوالجناح

مولانا علی حضور نجفی

انسانی ذہن کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ جب کسی چیز کو زیادہ عرصہ گذر جائے تو اس چیز کو انسان اپنے ذہن سے اُتار دیتا ہے اور وہ چیز بھول جاتی ہے یہ انسانی بھلائی کے لیے ہے کیونکہ یہ چیز امر مسلم ہے کہ جو چیزیں خواہ وہ خوبیاں ہوں یا وہ کمزوریاں سب کی سب کسی نہ کسی وجہ سے پیدا کی گئی ہوتی ہیں اور جو چیزیں قدرت نے انسان کی فطرت میں داخل کر دی ہیں وہ ضروری طور پر کسی نہ کسی بھلائی پر مبنی ہوتی ہیں۔ چونکہ کسی چیز کو بھلانے کا مادہ قدرت کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے اس لیے اس میں بھی قدرت کو انسان کی بھلائی منظور ہے اور وہ یہ کہ اس طرح انسان اپنے دفاع کو ان تمام چیزوں کی یادداشت سے محفوظ رکھتا ہے۔ جنہیں انسان کے لیے یاد رکھنا ضروری نہیں ہوتا۔ لیکن بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں ہمیشہ یاد رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے آدمی خود محسوس کرتا ہے کہ ان چیزوں کو اسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں وہ قدرتی بات بھی ہوتی ہے۔ جو انسان کو چیزوں کو بھلا دینے کی طرف کھینچتی ہے۔ قدرت کی اس دی ہوئی چیز کے خلاف وہ جنگ تو نہیں کر سکتا البتہ چند ایسے ذرائع اختیار کرتا ہے۔ جن کی مدد سے وہ ان چیزوں کو یاد رکھ سکے چنانچہ ان چند ذریعوں میں سے اس کے لیے ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ اس چیز کو اپنے سامنے بار

بارلائے۔تاکہ اس چیز کو بھولےنہیں۔انسانیت کی خاطر حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی ایک ایسی چیز ہے جس کو دنیا ایسی داستان قرار دیتی ہے جسے انسان کو انسانیت کی خاطر ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔دلدل بھی امام حسین علیہ السلام کی ان چند چیزوں میں سے ہے جو انسانی ذہن میں انسانیت کے سب سے بڑے محسن کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔

ذوالجناح حضرت امام علیہ السلام کے اس گھوڑے کی یاد دلاتا ہے جس پر ہمارے اور آپ کے آقا و مولا نے کربلا کے میدان میں سواری کی۔ذوالجناح کی وہ صورت جس میں وہ برآمد کیا جاتا ہے دراصل حضرت امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے کی وہ حالت ظاہر کرتا ہے۔جبکہ وہ اپنے سوار کے قتل کے بعد مقتل سے خیمہ گاہ کی طرف امام حسین علیہ السلام کی قتل کی خبر لے کر گیا تھا۔جب امام مظلوم قتل ہوئے تھے تو آپ یکہ و تنہا تھے اور سوائے اس اسپِ باوفا کے کوئی آدمی قتل کی خبر خیمے تک پہنچانے کے لیے نہ تھا۔جب امام حسین علیہ السلام قتل ہو گئے تو اس وفا شعار گھوڑے نے اپنا ماتھا اپنے سوار کے خون میں رنگا اور خیمہ گاہ کی طرف دوڑا۔جب دور سے اہلِ بیتؑ نے اس گھوڑے کو خالی آتے دیکھا تو سمجھ گئے کہ اس بے زبان کے سوار کی اور ہمارے والی و وارث کی خیریت نہیں ہے۔جب نزدیک آ کر گھوڑے نے اپنی خون آلودہ پیشانی دکھائی تو خیموں میں ایک کہرام مچ گیا اور وہ لوگ سمجھ گئے کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں۔اس لیے جس وقت شبیہ ذوالجناح برآمد ہوتی ہے تو تھوڑی دیر کے لیے حاضرین یہ ہی محسوس کرتے ہیں کہ اس اسپِ باوفا کا سوار شہید ہو گیا ہے اور ان کے آنکھوں کے سامنے کربلا کا وہ خونچکاں منظر پھر جاتا ہے اور شدت غم سے بیتاب ہو کر گریہ وزاری، آہ و بکا اور ماتم میں مشغول ہو جاتے ہیں اس منظر سے متاثر ہو کر وہ اپنے آپ کو میدان کربلا میں کھڑا پاتے ہیں اور ان کا جذبہ یہ ہوتا ہے کہ اگر امام انہیں اجازت دیں تو اپنے آقا پر سے جان فدا کر دیں۔

شبیہ ذوالجناح کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ گھوڑا کسی بہت ہی مظلوم کی یاد تازہ کر رہا ہے سامنے سے دیکھنے میں سب سے پہلے پیشانی نظر آتی ہے جس سے آدم یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ خون اس محسن کی شہادت کی اطلاع دے رہا ہے جس کے قتل کی اطلاع دینے والا کوئی بھی نہیں تھا۔ پیشانی سے نیچے سینے کے کپڑے کی سرخی اس خون کا پتہ دیتی ہے جسے اسپ وفا شعار نے جس کی شبیہ یہ ہے اپنے سینے میں مل لیا تھا۔ اس سے نیچے اگلے پیروں کی گھٹنوں تک کی سرخی وہ داستان زبان حال سے دہراتی ہے کہ کس طرح یزیدی لشکر نے انسانی خون سے ہولی کھیلی تھی۔ شبیہ ذوالجناح کے بائیں طرف ایک خون آلودہ ڈھال اور ایک تلوار ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے سوار نے انسانیت کی حفاظت کی خاطر میدان میں تلوار چلائی اور وعدہ طفلی وفا کرنے کی خاطر ذوالفقار حیدری کو نیام میں کر لیا۔ ذوالجناح کے اوپر کی چادر ہمیں اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ اس سوار پر کتنے زخم ہوں گے جس نے تین دن سے پانی کا ایک قطرہ تک پیا نہ تھا اور پھر بھی پیاس کی شدت اور بھوک کی تکلیف میں پیغام حق سنانے میں کسی طرح کی کوتاہی اور جس نے زخموں سے چور ہو کر بھی عبادت الٰہی میں کسی طرح کی کمی نہ کی۔ بدن زخموں سے چھلنی ہونے کے باوجود اسلام کی بقا کی خاطر کیا کچھ نہ کیا۔ تیروں کی زیادتی ہمیں بتاتی ہے کہ یزید کی فوج کتنی کثرت میں تھی اور یہ چیز ہمیشہ یاد رکھنے والا پیغام دیتی ہے کہ کفر کتنی ہی کثرت سے ہو ایمان کو ڈرنے کی ضرورت نہیں یہ تمام چیزیں ایسی چیزیں یاد دلاتی ہیں۔ جن سے ہم اس پیغام کو ہر سال دہراتے ہیں اور یاد کرتے ہیں۔ جس کی خاطر انسانیت کے محسن اعظم نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تا کہ کہیں وقت کی رفتار اور انسانی ذہن کی کمزوری اس کو زنگ آلود نہ کرے۔ چنانچہ یہ چیزیں اس داستان کو سال بسال سیقل کرتی رہتی ہیں۔

بعض حضرات اپنی کم علمی کی بنا، پر کبھی یہ سوچتے ہیں کہ یہ ذوالجناح کی مادی شکل

میں تصویر بنانا کس طرح جائز ہے اور اسلام میں اس کی اجازت کس طرح ہے۔

میں ان حضرات کی خدمت میں بہت ہی ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ انہوں نے یہ ہی سوال مسجد کے بارے میں کیا ہے کہ مسجد نبوی مدینہ میں موجود ہے تو اس کی مادی نقلیں ہم لوگ ہر جگہ کیوں کرتے ہیں؟ یقینی طور پر وہ اس کا جواب یہ دیں گے کہ اس میں کوئی ہرج نہیں۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مسجدیں جو کہ مسجد نبوی کی نقل ہے ان کے بنانے میں کوئی ہرج نہیں اور اسلام کی رو سے یہ جائز ہے اور اس کے بنانے میں (نعوذ باللہ) کسی قسم کا کفر نہیں ہے تو اگر مسجد نبوی کی نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں تو پھر اگر ہم شبیہ ذوالجناح بنائیں تو اس میں بھی کسی قسم کا اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ (''شیعہ'' حسین نمبر ۱۳۵۵ھ)

مجلس

ذوالجناح یا مرتجز

علّامہ سیّد محمد جعفر الزمان نقوی البخاری

ملک یمن کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ یمن اور اس ملحقہ ممالک میں ۱۲ ہزار انبیاءؑ مبعوث فرمائے گئے اور یہی وہ ملک ہے کہ جس میں ملکۂ بلقیس بنت شراحیل بن جدن بن سرخ بن حارث بن قیس بن صیفی بن سبا کی حکومت تھی اسی سبا بن یشخب بن یعرب بن قحطان کی وجہ سے اس ملک کا ایک قدیمی نام ملک سبا بھی تھا کہ جسے انگلش میں شیبا کہتے ہیں (قحطان اس خاندان کا پہلا حاکم تھا) جناب بلقیس یہاں کی ملکہ تھیں اور جناب سلیمانؑ کو ہدہد نے اطلاع دی تھی آج بھی یمن میں عرشِ بلقیس کے نام سے اس جگہ کے کھنڈرات موجود ہیں۔ جہاں ان کا قیام تھا۔ آرکیالوجی (Archaeology) کی کیسٹس میں وہ کھنڈرات دکھائے گئے ہیں، اب وہ پتھروں کے بڑے بڑے پلرز (Pillars) کی شکل میں موجود ہیں، یہ واقعہ سب کا سنا ہوا ہے، اس لیے اس ترک کرتا ہوں، ان کے بعد اس ملک پر کئی تبعان نے حکومت کی۔ واضح رہے کہ ماضی میں روم کے ہر حاکم کو قیصر، ہر ایرانی بادشاہ کو کسریٰ، ہر ہندی بادشاہ کو بطلیموس، ہر چینی بادشاہ کو خاقان، ہر مصری حاکم کو فرعون، حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی اور ہر یمنی بادشاہ کو تبع کہا جاتا تھا۔ یمن پر جن تبعان نے حکومت کی ان میں سے کچھ سباحین خاندان سے تھے، کچھ اباسین خاندان سے اور کچھ کا تعلق حمیری خاندان سے تھا۔ کلی کرب بن زین سب سے پہلا تبع یمن تھا، جس کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ **کلی کرب بن زید بن عمرو**

الاذعاد بن ابرهة بن منار بن رائش بن عدی بن صیفی بن سبا (الاصغر) بن کعب (کهف الظلم) بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویة بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن الغوث بن قطن بن عریب بن زبیر بن افس بن الهمیسع بن العر نجحج حمیر بن سبا الاکبر بن یعرب بن یشحب بن قحطان

اس سبا الاکبر کے نام سے سباحین خاندان مشہور ہوا تھا، دراصل حمیر بن سبا کی وجہ سے یہ خاندان حمیری بھی کہلاتا تھا، انہیں حمیری کے نام سے شہرت اس لیے ملی تھی کہ اس خاندان نے عرب میں سب سے پہلے خچر اور گدھے پر زین رکھ کر سجانے کا آغاز کیا تھا، اس سے پہلے گدھے اور خچر پر زین نہیں رکھی جاتی تھی، اور نہ اسے شاہی سواری کی طرح سجایا جاتا تھا، چونکہ حمیر گدھے کو کہتے ہیں، اس لیے یہ قبیلہ حمیری مشہور ہوا تھا، ان کے گدھے بھی گھوڑوں کی طرح سجائے جاتے تھے اور اس دور میں یہ بات قابل فخر سمجھی جاتی تھی۔

کلی کرب کے دادا کو ربیعہ بن نصر نے قتل کیا تھا اور حکومت پر قبضہ کرلیا تھا، اس کے بعد تبعان بن اسعد ابی کرب نے اسے قتل کر کے اس سے حکومت واپس لے لی، یہ وہ تبع یمن تھا کہ جس کا ذکر میں جناب عبدالمطلب کے واقعات میں تفصیل سے کر چکا ہوں، جس کا یہاں اعادہ نہیں کرنا چاہتا، ہاں اتنا بتاتا چلوں کہ سب سے پہلے کعبے پر غلاف سی تبع یمن نے چڑھایا تھا، جب اس نے مکہ پر حملہ کیا تو پہلے تو بہت نقصان کیا جس کی وجہ سے عرب لوگ اسے برا بھلا کہتے تھے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ:

لاتسبوا اسعد الحمیری فانه اول کسیٰ الکعبة ولا تسبو تبعاً فانه کان اسلم تم تبعان یمن اور خصوصاً تبع اسعد ابی کرب حمیری کو برا نہ کہو، کیونکہ اس نے کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا اور وہ اسلام سے پہلے مسلمان تھا جناب ابومرہ سیف بن

ذی یزان بن صلاح بن مالک کے دادے یعنی تبع یمن صلاح حمیری سے ابرہہ ملعون نے حبشیوں کے ساتھ ساز باز کرتے ہوئے حکومت چھین لی تھی اور انہیں شہید کر دیا تھا، مگران کا پوتا سیف بن ذی یزان جس وقت جوان ہوا تھا تو اس نے اپنی حکومت واپس لینے کی کوشش شروع کر دی۔ ابرہہ ملعون نے ۷۰ سال یمن میں حکومت کی، اسے غضب خدا نے گھیرا اور اس ملعون نے کعبہ محترم پر حملہ کیا، اور ابابیلوں کے ہاتھوں اس کی فوج اور ہاتھیوں کا خاتمہ ہوا، اس کے بعد اس کے بڑے بیٹے یکسوم نے تخت سنبھالا، اس کے بعد اس کے بھائی مسروق بن ابرہہ نے حکومت سنبھالی، اس وقت جناب سیف بن ذی یزان نے قیصر روم کے ساتھ رابطہ کیا اور اپنی حکومت واپس لینے کے لیے اس سے مدد مانگی مگر اس نے انکار کر دیا، اس کے بعد سیف بن ذی یزان نے کسریٰ یعنی ایران کے بادشاہ سے مدد مانگنے کا پروگرام بنایا مگر کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، اس زمانہ میں کسریٰ کی طرف سے کوفہ (حیرہ) عراق کا گورنر نعمان بن منذر تھا، وہ کعبہ کی زیارت کے لیے مکہ مکرمہ آیا تو جناب عبدالمطلبؑ کے پاس مہمان ٹھہرا، حسن اتفاق کہ اسی دن سیف بن ذی یزان بھی جناب عبدالمملطبؑ کے پاس مہمان تھا، کیونکہ ان کے خاندان کے ساتھ بنی ہاشمؑ کے بہت اچھے تعلقات استوار تھے، یہاں جناب عبدالمطلبؑ نے نعمان بن منذر سے سیف بن ذی یزان کی سفارش فرمائی تو اس نے کسریٰ کے تعاون کا وعدہ کیا، بعدازاں بادشاہِ ایران کی مدد سے سیف بن ذی یزان کو پھر اپنے خاندان کی حکومت مل گئی۔

جب یہ برسر اقتدار آیا تو جناب عبدالمطلبؑ اس کے قصر الورد میں مبارک بادی کے لیے بھی تشریف لے گئے تھے۔ یہ کسریٰ پرویز کے والد ہرمز بن نوشیرواں بن قباز کا زمانہ تھا، جب شہنشاہ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ آیا تو انہوں نے خسرو پرویز کو ایک خط بھی تحریر فرمایا، یہ ۶ ہجری کا واقعہ ہے۔

اس وقت حمیری خاندان میں سے باذان تبع یمن تھا جو سیف بن ذی یزان حمیری کی اولاد میں سے تھا، جس وقت حضور اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرامی نامہ خسرو پرویز کے پاس پہنچا تو اس نے گرامی نامہ کی کوئی عزت نہ کی اور ساتھ ہی بادشاہ یمن باذان کو خط لکھا کہ تجھے معلوم ہوگا کہ عرب کی بنجر زمین میں اللہ کی رحمت کا نزول ہوا ہے، وہاں جناب محمدؐ بن عبداللہؑ رسالت کے داعی ہیں اور ایک نئے دین کی ترویج فرما رہے ہیں، تو انہیں گرفتار یا شہید کر کے ان کا سر اطہر میری طرف روانہ کر۔

جس وقت یہ خط باذان کو پہنچا تو اس نے یہ خط بعینہٖ شہنشاہِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا اور عرض کیا کہ آپ مجھے آگاہ فرمائیں کہ اب میں اسے جواب میں کیا لکھوں؟ شہنشاہ انبیاءؐ نے جواباً اسے آگاہ فرمایا کہ تمہیں اب جواب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، جواب اللہ کی طرف سے آچکا ہے کہ خسرو پرویز کو قتل کر دیا جائے گا اور جس دن تیرے پاس خط پہنچے گا اس کے دو دن بعد اس کے قتل کی خبر تیرے پاس پہنچ جائے گی، یہ فیصلہ آسمانوں پر ہو چکا ہے۔

۱۷ر جمادی الاول ۷ ہجری، ۲۱ ستمبر ۶۲۸ عیسوی بدھ کے دن خسرو پرویز قتل ہوا، اور اس کی اطلاع باذان کے پاس حسب فرمان پہنچ گئی۔ اس وقت باذان نے بارگاہِ رسالت میں عریضہ لکھا کہ اب میں آپ کا دین قبول کر چکا ہوں۔

باقی انبیاء کا تو یہ معمول تھا کہ جو ان کا دین قبول کرتا تھا اسے وہ اپنا فیملی ممبر سمجھتے تھے، آپ کا میرے اور میری قوم کے بارے میں کیا خیال ہے؟ شہنشاہِ انبیاءؐ نے جواباً گرامی نامہ تحریر فرمایا کہ:- **انتم منا والینا اهل البیت** آپ ہم میں سے ہیں اور ہمارے خانہ زاد ہیں۔

چند دن بعد جناب باذان کا انتقال ہوا تو ان کے بڑے بیٹے شہر بن باذان کو تخت پر بٹھا دیا گیا اور شہنشاہ انبیاءؐ کو جشن تاج پوشی میں شرکت کی دعوت دی گئی، شہنشاہ انبیاء

نے جناب امیر کائناتؑ سے فرمایا کہ اس کی دل شکنی کرنا مناسب نہیں ہے، اب آپ تشریف لے جائیں یا ہم بات تو ایک ہی ہے، لہٰذا مناسب یہی ہے کہ آپ یمن تشریف لے جائیں۔

ان کے ساتھ شہنشاہِ انبیاء نے ابوموسیٰ اشعری، معاذ بن جبل اور خالد بن ولید ملعون کو روانہ فرمایا۔ تمہید اور اصل واقعہ کا پس منظر بیان کرنے کے بعد اب میں مدعا بیان کرتا ہوں کہ جس وقت شہنشاہ معظم امیر کائناتؑ یمن تشریف لے گئے تو شہر بن باذان نے ان کا شایانِ شان استقبال کیا اور اپنے محل میں لے آیا، شہنشاہِ معظم امیر کائناتؑ نے ایک ہفتہ تک یہاں قیام فرمایا اور تمام اہل یمن شہنشاہ تاجدار انبیاءؐ کی اسلامی تعلیمات سے مستفیض ہوتے رہے۔

ایک ہفتہ کے بعد امیر کائناتؑ نے واپسی کا ارادہ فرمایا، جب آپ واپس روانہ ہوئے تو شہنشاہ یمن شہر بن باذان نے بہت سے تحائف بارگاہ میں پیش کیے، ان تحائف میں خاص طور پر ایک گھوڑی بھی شامل تھی، جس کے بارے میں شہنشاہِ یمن نے عرض کیا کہ آقا! ہمارا حمیری قبیلہ گھوڑوں کے معاملے میں بہت خوش نصیب ہے کہ عرب کی اعلیٰ ترین نسل کے گھوڑے ہمارے پاس موجود ہیں اور ہم ان کی قدر کرنا بھی جانتے ہیں، اور انہی میں سے ایک گھوڑی یہ بھی ہے امیر کائنات نے فرمایا کہ ہم وہ گھوڑی دیکھنا چاہتے ہیں، شہر بن باذان کے حکم پر اس کا ایک غلام گھوڑی دربار کے باہر لے آیا، امیر کائناتؑ نے باہر تشریف لاکر اس گھوڑی کو دیکھا اور دریافت فرمایا کہ اس کا نام کیا ہے؟ شہر بن باذان نے بتایا کہ اس کا نام ''مجلی'' ہے۔

امیر کائناتؑ نے اس غلام سے فرمایا کہ ذرا اس کو ہمارے سامنے تھوڑا سا دوڑاؤ تاکہ ہم اس کے قدم دیکھیں، اس غلام نے حکم کی تعمیل کی، اسی دوران سرکار امیر کائناتؑ نے نگاہ فرمائی کہ گھوڑی چار قدم چلتی ہے، پھر پیچھے مڑ کر دیکھتی ہے اور بوجہ فراق ہنہناتی

ہے، پھر چند قدم آگے چلتی ہے پھر ہنہنا کر پیچھے کی طرف دیکھتی ہے، امیر کائناتؑ نے شہنشاہ یمن کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ اس گھوڑی کے انداز بتاتے ہیں کہ جیسے اس کا کوئی بچہ پیچھے رہ گیا ہے۔ کیا واقعی اس کا کوئی بچہ پیچھے ہے؟ اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور واقعی اس کا ایک بچہ بھی ہے، امیر کائناتؑ، نے فرمایا کہ تم نے وہ ساتھ کیوں نہیں دیا؟ شہنشاہِ یمن نے عرض کیا کہ حضور ہمیں دینے سے انکار تو نہیں مگر اس کا بچہ بیمار ہے۔ اس لیے ہم نے پیش نہیں کیا، کیونکہ وہ حضور کے شایانِ شان نہیں تھا امیر کائناتؑ نے فرمایا کہ ہم کائنات کے معالج حقیقی ہیں، ہمیں بتاؤ کہ اسے کیا بیماری ہے؟ شہنشاہ یمن نے عرض کیا کہ حضور! ہمیں خود معلوم نہیں کہ اسے کیا بیماری ہے مگر اس کی عادات بہت عجیب ہیں۔

امیر کائناتؑ نے فرمایا کہ ہمیں تفصیل بتائیں، اس نے کہا کہ آقا! ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ اسے کیا بیماری ہے لیکن جس دن سے پیدا ہوا ہے ہمیشہ اداس رہتا ہے، تین دن تک تو اس نے ماں کا دودھ نہیں پیا تھا، ہر وقت اس کی آنکھوں سے آنسو برستے رہتے ہیں، ہمارے شہر سے باہر ایک ریت کا ٹیلہ ہے جس وقت سخت گرمی ہوتی ہے، گرم لو چل رہی ہوتی ہے، زمین گرمی سے جل رہی ہوتی ہے تو اکثر زوالِ آفتاب کے وقت وہ شہر چھوڑ دیتا ہے دانہ پانی چھوڑ کر دوڑ جاتا ہے، اس گرم ٹیلے پر جا کھڑا ہوتا ہے، پہلے زمین پر گھٹنے ٹیکتا ہے، پھر اُٹھ کھڑا ہوتا ہے، پھر پہلے دائیں پہلو، پھر بائیں پہلو کے بل گرم زمین پر سو جاتا ہے، پھر کھڑا ہو جاتا ہے، مدینہ کی جانب منہ کر کے تین مرتبہ ہنہناتا ہے، پھر دوڑ پڑتا ہے۔ شہنشاہِ یمن جب تک یہ تفصیل بتاتا رہا امیر کائناتؑ روتے رہے پھر فرمایا کہ اے شہنشاہِ یمن! وہ تو ہمارے کام کا ہے، چلو ہم اس کی زیارت کرتے ہیں، اس نے کہا کہ حضور! وہ اب بھی اس تیلے پر ہوگا، سرکارؑ شہر سے باہر تشریف لائے، ریت کے اس ٹیلے پر دیکھا تو وہ دائیں پہلو کے بل سویا ہوا تھا، سرکارؑ جب اس کے

قریب تشریف لے گئے تو وہ سرکارؑ کی خوشبو محسوس کرتے ہی دوڑ کر حضور کے قریب آ کھڑا ہوا۔

امیر کائناتؑ نے اپنی باہیں اس کے گلے میں ڈال دیں، درد کے دریا نے صبر کے بند توڑ کر بہنا شروع کیا، امیر کائناتؑ کافی دیر تک اس کے گلے میں باہیں ڈال کر گریہ فرماتے رہے، اسے پیار کرتے ہوئے فرمایا کہ ابھی سے تم نے یہ اطوار اپنا لیے ہیں، ابھی تو وہ وقت بہت دور ہے۔

امیر کائناتؑ نے شہنشاہِ یمن سے دریافت فرمایا کہ مجلی کے اس بچے کا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حضور! اس کا نام ہے ''مرتجز'' یہ نام سن کر امیر کائناتؑ نے فرمایا کہ اے شاہِ یمن شہر بن باذان! اگر آپ محسوس نہ کریں تو ہم اسے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں، اس نے عرض کیا کہ آقا! ہر چیز کے آپ مالک ہیں، یہ سارا ملک آپ کا ہے، جو جی چاہے ساتھ لے جائیں۔ امیر کائناتؑ نے فرمایا کہ اس عزت افزائی کے لیے ہم آپ کے شکر گزار ہیں، ہمیں صرف یہ بچہ اپنے چھوٹے شہزادے کے لیے ضرورت ہے، القصہ سرکارؑ امیر کائناتؑ مرتجز کو اپنے ساتھ یمن سے مدینہ لے آئے۔

دستور کے مطابق شہر سے باہر قیام ہوا، تاجدار انبیاءؐ پاک بھائی کی پذیرائی اور استقبال کی خاطر شہر سے باہر تشریف لے آئے، مگر انداز یہ تھا کہ آپؐ ناقہ پر سوار تھے، پاک حسنین شریفینؑ نانا پاک کے ساتھ ناقہ پر سوار تھے، جناب امیر کائناتؑ نے شہنشاہ انبیاء کا استقبال کیا، تحائف پیش کئے، اس وقت کریم کربلاؑ نے پاک بابا کے قریب آ کر عرض کیا کہ بابا جان! جو تحفہ آپ میرے لیے لائے ہیں وہ مجھے عطا فرمائیں۔ امیر کائناتؑ نے گھوڑی مجلی منگوائی، ابھی گھوڑی کچھ دور تھی کہ مرتجز نے ماں کو چھوڑ دیا اور دوڑ کر تاجدار کربلاؑ کے قدموں پر منہ رکھ دیا، اس وقت اس کی عجیب کیفیت تھی، کسی وقت قدموں پر منہ لگاتا، کسی وقت سرکارؑ کے ہاتھوں پر آنکھیں لگاتا، جس طرح مدت

سے بچھڑے ہوئے دو دوست ملتے ہیں بالکل اسی انداز میں دونوں ایک دوسرے کو پیار کرنے میں مصروف تھے تاجدار کربلاؑ نے مرتجز کے گلے میں باہیں ڈال کر اسے بہت پیار کیا ارباب تاریخ لکھتے ہیں کہ اس وقت مرتجز کی عمر تین سال تھی

پہلی سواری:

کچھ دن گزرنے کے بعد امام مظلومؑ نے پاک ناناؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ نانا جانؐ آج ہم مرتجز پر سواری کرنا چاہتے ہیں۔شہنشاہِ انبیاءؐ نے فرمایا کہ بیٹے آپ کا راہوار ابھی سواری کے قابل نہیں ہے،تاجدار کربلاؑ نے عرض کیا کہ آج ہم ضرور مرتجز پر سوار ہوں گے شہنشاہ معظمؐ نے فرمایا کہ جیسے آپ پسند کریں،اس وقت پاک نانا اور پاک باباؑ کو ساتھ لے کر امام مظلومؑ مسجد نبوی سے باہر آئے مرتجز کو منگوایا گیا،اس پر زین رکھی گئی،جس وقت مرتجز تیار ہو کر سامنے آیا تو شہنشاہِ انبیاءؐ نے فرمایا کہ آئیں،نانا آپ کو سوار کرائے،امام مظلومؑ نے عرض کیا کہ نانا جانؐ آج ہم آپ کے ہاتھوں سوار نہیں ہوں گے۔امیر کائناتؑ آگے بڑھے اور فرمایا کہ ہم آپ کو سوار کریں،امام مظلومؑ نے عرض کیا کہ بابا جان! ہم آپ کے ہاتھوں بھی سوار نہیں ہوں گے۔امیر کائناتؑ نے فرمایا کہ بیٹا ابھی آپ کمسن ہیں،ان حالات میں کون آپ کو سوار کرے گا؟ امام مظلومؑ نے فرمایا کہ آج آپ سب پیچھے ہٹ جائیں،سبھی پیچھے ہٹ گئے،امام مظلوم مرتجز کے قریب آئے اور فرمایا کہ مرتجز! تو نے بہت سے مشکل اوقات میں میرا ساتھ دینا ہے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ آج اسی انداز میں تو خود مجھے سوار کر کہ جس طرح میں نے زخمی حالت میں کربلا میں سوار ہونا ہے،یہ ایک فقرہ نہیں تھا بلکہ قیامت تھی جو احباب کے دل پر گزر گئی،حکم ملنے کی دیر تھی،مرتجز نے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک دیئے،پروردۂ رسولؐ نے سوار ہونے کی کوشش کی،تین مرتبہ کوشش کرنے کے بعد چاروں طرف دیکھا،پھر فرمایا کہ مرتجز! حسینؑ سوار نہیں ہو سکتا۔مرتجز نے پہلے پیشانی زمین پر رکھی پھر پہلو کے

بل زمین پر سو گیا، کم سنی کے عالم میں کریم کربلاؑ بہ مشکل مرتجز کی زین پر سوار ہوئے، تاجدار انبیاءؐ نے بیٹے کو اس قدر مشکل سوار ہوتے دیکھا تو رو کر فرمایا کہ میرے مظلوم بیٹے ابھی تو وہ وقت بہت دور ہے، نانا کو ابھی سے کیوں رُلانا شروع کر دیا ہے۔ امام مظلومؑ گھوڑے پر سوار ہوئے، امیر کائنات نے باگ پکڑی، رسول کریمؐ بیٹے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر گھوڑے کے ساتھ چلتے آرہے تھے، اس وقت جناب فضہ نے عرض کیا کہ آقا! آپ گھوڑے کی باگ گھر کی جانب موڑیں، آپ کی پاک والدہ معظّمہ چاہتی ہیں کہ آج ہم بھی آپ کو گھوڑے پر سوار دیکھنا چاہتی ہیں۔

پاک مرتجز پر سوار ہو کر کریم کربلاؑ اپنے گھر کے صحن میں تشریف لائے جب معظّمہ کائناتؑ بی بی کی نظر پڑی تو تعظیم کے لیے اُٹھیں۔ اور رو کر فرمایا کہ آؤ بسم اللہ میرے کربلا کے دو مسافر ماں آپ کے دکھوں پر قربان جائے ملکہِ شام بی بیؑ نے آ کر مرتجز کی باگ پکڑی، بہن بھائی کی آنکھیں چار ہوئیں، پاک ماں نے رو کر فرمایا کہ میری شرم و حیا کی مالک بیٹی یہ مدینہ ہے، کربلا کا میدان نہیں ہے، ماں کو وہ مناظر نہ دکھائیں، ماں برداشت نہیں کر سکتی اس وقت ملکۂ دو جہاں بی بیؑ مرتجز کے قریب تشریف لائیں اور اس کی گردن پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ مرتجز جس طرح کربلا میں تم نے میرے لختِ جگر کو سوار کرنا ہے، ذرا وہی انداز ہمیں بھی دکھاؤ، مرتجز نے حکم کی تعمیل میں پہلے دونوں گھٹنے زمین پر لگائے اور ابھی وہ پہلو کے بل لیٹنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ آپ نے آگے بڑھ کر گھوڑے کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور روتے ہوئے فرمایا کہ مرتجز ایسا نہ کرنا، دکھی ماں کا دل برداشت نہیں کر سکتا ہے۔

اس کے بعد معظّمہ بی بیؑ نے اپنی پاک ردا میں جو ڈال کر فرمایا کہ مرتجز آؤ اور میری ردائے تطہیر میں جو کھاؤ، مرتجز نے چادر میں جو کھانا شروع کیے، پاک معظّمہ بی بیؑ نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ میرے چادر میں جو کھلانے کی لاج رکھنا، کربلا میں

میرے بیٹے کا خیال رکھنا، میرا بیٹا بہت نازک ہے یاد رکھنا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ یہی حسینؑ زخموں سے چور چور ہوگا، بیٹوں اور بھائیوں کی شہادت کے دکھوں اور پاک بہنوں کے پردہ کے درد میں مبتلا ہوگا، تمہاری زین سے اُتر نہیں سکے گا، میرے لعل کو آرام سے اُتارنا، بدلتے گئے موسم، آ گیا وہ وقت ۶۱ ھ، روزِ عاشور، جمعہ کا دن، جب سورج ڈھل گیا تو امام مظلومؑ کی مختصر سپاہ میں سے یا یوں کہوں کہ پورے گھر میں سے یہی دو مسافر باقی رہ گئے، امام مظلومؑ مرتجز کو دیکھتے ہیں اور پاک مرتجز امام مظلومؑ کی جانب دیکھتا ہے، دونوں کے جسم میں سے خون جاری ہے، امام مظلومؑ پاک ہمشیرگان سے آخری وداع کر کے خیام سے باہر تشریف لائے اور گھوڑے کے گلے میں باہیں ڈال کر رونے لگے۔

امام مظلومؑ نے سوار ہونے کا ارادہ کیا، کوچ میں ہاتھ رکھا، ہاتھ کانپنے لگے، دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا کہ کہاں گئے ہیں میرے جوانانِ رعنا کہ جو ادب واحترام سے مجھے سوار کیا کرتے تھے، خدا جانے سب کو جانے کی جلدی کیوں تھی پاک ہمشیرؑ نے خیمہ کے در پر بھائی کی یہ کیفیت دیکھی تو رو کر فرمایا کہ بھائی اگر میدان میں نہیں جا سکتے تو خیام واپس آ جائیں، امام مظلومؑ نے فرمایا کہ پاک بہن! دعا کریں کہ کوئی بادشاہ کبھی تنہا نہ ہو، میں بھائیوں اور بیٹوں کی لاشیں اُٹھا اُٹھا کر تھک چکا ہوں، راہوار پر سوار نہیں ہو سکتا۔

المختصر جس طرح بھی سوار ہوئے ذوالجناح پر سوار ہو کر امام مظلومؑ میدان میں تشریف لے آئے، تمام واقعات آپ سُن چکے ہیں۔ اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس وقت امام مظلومؑ نے زین پر بیٹھ کر نماز ادا فرمائی تو ظالمین نے یہ سمجھا کہ آپ غش کھا چکے ہیں، سبھی ظالمین نے مل کر حملہ کیا جس کی وجہ سے امام مظلوم کے ہاتھ سے باگ چھوٹ گئی، قدم خود بخود رکابوں سے نکل گئے، مدہم سی آواز آئی۔

بسم اللّٰہ و باللّٰہ علی ملۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم

ظلم کی موسلا دھار بارش میں امام مظلومؑ زین ذوالجناح پر کسی وقت دائیں طرف جھک جاتے اور کسی وقت بائیں طرف جھک جاتے تھے۔اس موقعہ کوغنیمت سمجھ کر حرملہ ملعون نے تین ہزار تیراندازوں سے آگے نکل کر کمان میں تیر ڈالا۔جس وقت اس ملعون نے کمان کو کھینچا تو آسمان کانپ اُٹھا، زمین کربلا میں زلزلہ آیا، اس نے آگے بڑھ کر امام مظلوم کو جناب علی اصغرؑ کا پرسہ دیا، امام مظلومؑ کا ہاتھ کمر پر آیا، مدینہ کی طرف دیکھ کر بے ساختہ فرمایا کہ نانا! تیرا حسینؑ تنہا شہید ہو رہا ہے۔

رکابیں خون سے رنگین ہونے لگیں، اور امام مظلومؑ آگے کی طرف جھکتے چلے گئے، ہر طرف سے ظلم کی بارش میں تیزی آئی، تین دن کے پیاسے کو اُمت آبِ شمشیر وسناں پلانے لگی، جس وقت آپ کے ہاتھ سے رکاب چھوٹی اور رکابوں پر قدموں کا دباؤ کم ہوا تو پاک ذوالجناح نے محسوس کیا کہ امام مظلومؑ اب زین پر نہیں بیٹھ سکتے، اس نے آخری کوشش کی کہ کفار کا گھیرا توڑ کر باہر نکل جاؤں اور سوار کو بچالوں مگر وہ کامیاب نہ ہوسکا، امام مظلومؑ کی حالت دیکھ کر ظالمین کے حوصلے بلند ہوئے، کئی ہزار تیر بہ یک وقت کمانوں سے نکلے، امام مظلومؑ زین میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے اور مناسب مقام پر زین سے اُترے، زمین کربلا کی سجدہ گاہ پر سجدۂ شکرانہ ادا کرنے کے لیے پیشانی رکھی، دس قدم دور جا کر ذوالجناح کو محسوس ہوا کہ میرا سوار اُتر گیا ہے، مرتجز فوراً واپس مڑا، اس وقت امام مظلومؑ پر غش طاری تھا، سر اطہر سجدہ میں تھا۔ ہر طرف لوگوں کا ہجوم تھا، کوئی ظالم اکبرؑ کا پرسہ دے رہا تھا، کوئی عباسؑ کا افسوس کر رہا تھا اور کوئی اصغرؑ کے لیے تعزیت کر رہا تھا۔

اس وقت ذوالجناح پاک نے ایک جگر خراش آواز نکالی اور قوم اشقیاء پر حملہ کیا، حتیٰ قتل الفرس اربعین رجلا چالیس ملاعین کو فی النار کیا، ظالمین اس

اچانک افتاد سے گھبرا کر بکھر گئے، مرتجز جلدی سے امام مظلومؑ کے قریب آیا اور دیکھا کہ تاجدار کربلاؑ کے دونوں ہاتھ زمین پر پھیلے ہوئے ہیں، اور پیشانی زمین پر رکھے فرما رہے ہیں کہ **رضاً بقضائه و تسليماً لامره**

جب تک سرکارؑ سجدۂ شکر کی حالت میں رہے راہوار نے کسی ظالم ملعون کو آپ کے نزدیک نہیں آنے دیا، کافی دیر کے بعد آپ کے قریب آیا اور خوشبو سونگھنے لگا، جب مرتجز کو یہ احساس ہوا کہ آپ میں رمق جاں ابھی باقی ہے تو قدموں کو چوم کر عرض کی کہ اکبرؑ کے پاک بابا اگر سوار ہو سکتے ہیں تو جلدی سے سوار ہو جائیں کیونکہ آپ کی پاک بہنیں انتظار کر رہی ہیں، آپ کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر راہوار کا احساس ہوا کہ آپ شاید سوار نہیں ہو سکتے، اس وقت اسپ وفادار قریب آ کر بیٹھ گیا اور منہ سے منہ لگا کر کہا کہ معصومہؑ بی بی کے باباؑ ایک بار کوشش کریں اور کسی طرح سوار ہوں، بیٹیاں آپ کو بلا رہی ہیں۔ سرکارؑ نے فرمایا کہ مرتجز میں بہت تھک چکا ہوں اور بہت کمزور ہو گیا ہوں، اس لیے زین پر سوار نہیں ہو سکتا، اس وقت گھوڑے نے آخری کوشش کی عربی نسل کے گھوڑوں کو اس بات کی خصوصی تربیت دی جاتی تھی کہ اگر کوئی سوار میدانِ جنگ میں زین سے گر جائے تو وہ اپنے زخمی مالک کو کمر بند سے پکڑ کر اُٹھا لیتے تھے اور خیمہ میں لے آتے تھے۔

مرتجز نے عرض کیا کہ آقا! اگر اجازت ہو تو حضور کو کمر بند سے پکڑ کر اُٹھا لوں اور مدینہ لے جاؤں، آپ کو بیمار بیٹیؑ سے ملواؤں، مجھے جلد حکم دیں کہ کیا کرنا ہے کیونکہ سر پر اکبرؑ کے قاتل آ گئے ہیں۔

امام مظلومؑ نے سر اُٹھا کر راہوار کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ہم بہنوں کو تنہا چھوڑ کر نہیں جا سکتے، ہماری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی، تم ایسا کرو کہ اب خیام میں جا کر مستورات کو ہماری شہادت کی خبر دو۔

کتب مقاتل میں لکھا ہے کہ اس وقت پاک ذوالجناح کی کیفیت یہ تھی۔

ذوالجناح الصهيل والصياح كا الشعلة الجوالة وقطع الحاكم من حيوة المالك چشم کائنات نے دیکھا کہ ظالمین امام مظلومؑ کے قریب آنے کی کوشش کرتے مگر مرتجز اگرچہ اپنے مالک کی زندگی سے ناامید تھا مگر پھر بھی انہیں بچانے کے لیے شعلہ جوالہ بنا ہوا تھا، اور ملاعین کے گرد چکر لگا لگا کر ان پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ صاحبانِ مقتل کا بیان ہے کہ مرتجز امام مظلومؑ کو زین سے اُتارنے کے بعد تین مرتبہ خیام میں آیا۔

پہلی مرتبہ آمد:

جس وقت امام مظلومؑ نے زین سے اُتر کر سجدۂ شکر ادا فرمایا تو پہلے تو مرتجز انہیں بچانے یا اُٹھانے کی کوشش کرتا رہا، مگر جب چار ہزار ملاعین یکبار حملہ آور ہوئے تو اس نے محسوس کیا کہ اب میں تنہا ان کو نہیں روک سکتا، اس لیے اس نے فوراً خیام کا رُخ کیا، مورخین کا خیال ہے کہ شاید اس نے یہ سوچا ہو گا کہ خیام میں مظلوم کا اگر کوئی مددگار موجود ہے تو اسے بلا لاؤں۔

تمرغ فی دم الحسين وقصد نحوالخيمه وله صهيل مال ويضرب بيده الارض

یہ فوراً امام مظلومؑ کے خون سے اپنی پیشانی رنگین کر کے خیام کی جانب روانہ ہوا، جس وقت یہ خیام کے در پر پہنچا تو زمین پر سُم مار مار کر گریہ کرنے لگا۔ جس وقت پہلی مرتبہ مرتجز خیام کی طرف روانہ ہوا تو زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ:-

الظلمية من امة قتلت ابن بنت نبيهم

ظلم ہو گیا ہے کہ ایک بد بخت امت نے اپنے نبیؐ کی پاک دختر کے مظلوم بیٹے کو شہید کر دیا ہے، یہ کہتا ہوا خیام کے در پر پہنچا۔

مخدرات عصمت وطہارتؑ نے جب اس کی دردناک آواز سنی تو عالیہ بی بیؑ خود نہ اُٹھیں بلکہ۔

فاقبلت علی معصومة صلوٰة الله علیها وقالت جاء ابوك بالماء فاستقبلیه فخرجت فنظرت الی الفرس عاریاً والسرج خالیاً وهو یعهیل وینبغی صاحبه

انہوں نے معصومہؑ بی بی سے فرمایا کہ میری بیٹی دروازہ پر جا کر دیکھو، ممکن ہے کہ آپ کے پاک باباؑ تشریف لائے ہوں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر معظّمہ بی بیؑ خود تشریف کیوں نہیں لائیں، جبکہ اس سے پہلے جب بھی ذوالجناح کی آواز سنتے، سب سے پہلے خود ہی تشریف لاتی تھیں، مگر اس مرتبہ خود خیمے میں تشریف فرما رہیں اور معصومہؑ بیٹی کو کیوں بھیجا؟ حقیقت یہ ہے کہ اس کی دو وجوہات ہیں۔

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ امام مظلومؑ اس سے پہلے جب بھی تشریف لاتے تو معظّمہ بی بیؑ کو علم ہوتا تھا کہ اب پاک بھائی آئے ہیں، مگر اس مرتبہ انہیں علم تھا کہ اب صرف ذوالجناح آیا ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ روایاتِ عرب میں شامل تھا کہ جب بھی کوئی جنگ میں قتل ہو جاتا تھا اور اس کا خالی گھوڑا گھر آتا تو اس کی باگ ہمیشہ بیٹیاں آ کر پکڑتی تھیں اور راہوار کی وارث بیٹیاں ہی ہوتی تھیں، اس روایت کو قائم رکھتے ہوئے معظّمہ بی بی خود تشریف نہیں لائیں بلکہ انہوں نے معصومہؑ بیٹی کو بھیجا۔ پاک ذوالجناح خیمہ کے در پر پہنچا، معصومہؑ بی بی نے آ کر دیکھا تو زین ڈھلی ہوئی تھی، باگیں ٹوٹی ہوئی تھیں، جسم زخمی تھا، ایال خون آلود تھے، سوار کے فراق میں رو رہا تھا، دو قدم چلتا پھر رک کر مقتل کی طرف دیکھتا۔

ذوالجناح نے خیام کے دروازہ پر آ کر زمین سے سر ٹکرانا شروع کیا، کسی وقت سُم زمین پر مارتا، کسی وقت جسم کو جنبش دیتا تو جسم میں سے تیر نکل نکل کر زمین پر گرتے رو رو کر مقتل کی جانب اشارہ کرتا، گویا زبانِ حال سے بتا رہا تھا کہ امام مظلومؑ مظالم اور مشکلات میں گھر چکے ہیں۔

جس وقت معصومہؑ بی بی نے ذوالجناح کی یہ حالت دیکھی تو فوراً واپس خیام میں آئیں اور رو کر پاک پھوپھی سے عرض کیا کہ پھوپھی اماں! میرے بابا کا راہوار تو آ گیا ہے مگر میرے بابا نہیں آئے، شاید میں یتیم ہو چکی ہوں، یہ خبر قیامت بن کر خیام پر گری۔

فلما سمعن باقی الحزین خرجن فنظرن الی الفرس عاریاً والسرج خالیاً فجعلن یلطمن الخدود و یشققن الجیوب حافین وینادین وا محمداه صلی اللّٰہ علیه وآلهٖ وسلم واعلیاه علیه الصلوٰة والسلام وا حسینا علیه الصلوٰة والسلام

یہ ایک انتہائی درد انگیز منظر تھا کہ جب سبھی مستورات اپنے اپنے خیمہ سے روتی ہوئی باہر آئیں اور آخری قنات کی طرف روانہ ہوئیں، دروازہ کے قریب آ کر دیکھا تو مرتجز کی آنکھوں میں آنسو تھے، باگیں ٹوٹی ہوئی تھیں، زین ڈھل چکی تھی، جسم میں لاتعداد تیر پیوست تھے، پیشانی امام مظلومؑ کے خون سے رنگین تھی، اس وقت عالیہ بی بی نے معصومہؑ بیٹی سے فرمایا کہ آپ جا کر خالی ذوالجناح کی باگ پکڑیں اور اسے اندر لے آئیں۔

معصومہؑ بی بی نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آگے بڑھ کر باگ پکڑی اور اسے خیام کے اندر لے آئیں، صحن میں پہنچ کر معصوم نے ذوالجناح کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور روتے ہوئے سوال کیا کہ مرتجز! میرے بابا کیوں نہیں آئے؟

ذوالجناح نے مقتل کی طرف اشارہ کیا، یعنی زبان حال سے بتایا کہ امام مظلومؑ کو سخت مشکل میں چھوڑ آیا ہوں، اگر ان کی مدد کرسکتی ہیں تو پھر فوراً چلیں کیونکہ اس وقت انہیں مدد کی ضرورت ہے۔

شہزادہ امیر قاسمؑ کی پاک دلہن نے جب گھوڑے کا یہ حال دیکھا تو رو کر بین کیا، ہائے میرا پیاسا بابا، یہ کہتے ہی ان پر غش طاری ہوگیا۔

کسی نے ذوالجناح کی باگیں آنکھوں سے لگائیں، کسی نے رکابوں کو بوسہ دیا، مستورات نے ذوالجناح کے گرد حلقہ بنایا، مظلوم کی پاک بیٹیوں نے بڑھ کر ذوالجناح کی باگ پکڑی، مظلومؑ بابا کا حال پوچھا، کوئی مستور ذوالجناح کے سموں پر ماتھا لگا کر روتی، کوئی آقا کا خون گھوڑے کی پیشانی سے وصول کر کے اپنا سر خضاب کرنے لگتی۔

ہر پاک مستور کی زبان پر ایک ہی سوال تھا کہ مرتجز! ہمیں بتاؤ کہ امام مظلومؑ کو کہاں اُتار آئے ہو؟ ہمارے آقا زین سے کیسے اُترے ہیں؟ جس وقت تم وہاں سے روانہ ہوئے تو وہ کس حال میں تھے؟

لوگ کہتے ہیں کہ تم ذوالجناح کا جلوس کیوں نکالتے ہو؟ میں کہتا ہوں کہ پروردگار عالم کی قسم ذوالجناح پاک کا پہلا جلوس بہت کٹھن حالات میں برآمد ہوا تھا۔

آیئے میں بتاتا ہوں کہ کس وقت ذوالجناح کا پہلا جلوس برآمد ہوا تھا۔ آیئے میں بتاتا ہوں کہ کس وقت ذوالجناح کا پہلا جلوس برآمد ہوا تھا۔

جس وقت ذوالجناح نے پہلی مرتبہ خیام میں آپ کی شہادت کی اطلاع دی تو اس وقت پردہ دارانِ توحید نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں اپنے شہنشاہِ معظم امام زمانہؑ کی نصرت کرنا چاہیے۔

اس وقت معظمہ کونین جناب عالیہ بی بی نے اختیاراتِ الٰہیہ کو استعمال کرتے ہوئے خیام کی آخری قنات کو حکم فرمایا کہ نصرت امام کی خاطر اب ہم مقتل گاہ جانا چاہتی

ہیں، تو ہمارے پردہ کی محافظت کے لیے ہمارے آگے آگے چلتی جا، انہوں نے ذوالجناح کی باگ پکڑی اور ایک قدم آگے بڑھایا تو قنات نے بھی چلنا شروع کر دیا۔

مستورات ذوالجناح کے ساتھ مقتل کی جانب روانہ ہوئیں، ذوالجناح کے گرد مستورات نے حلقہ بنایا، تمام مستورات نے سروں میں خاکِ شفا ڈالی۔ **فجعلن یلطمن الخدود یشققن الجیوب حافین وینارین وا محمداہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ واعلیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔**

ہر پاک بی بی منہ پر ماتم کر رہی تھی، اور انہوں نے اپنے سر اطہر میں کربلا کی خاک ڈال کر پردہ بنایا ہوا تھا، کسی کے قدموں میں نعلین نہیں تھی، اور بین کرتی ہوئی آ رہی تھیں کہ اے نانا پاک! اے بابا پاک! ہمارا اس وقت حال دیکھیں اس حالت میں ذوالجناح کا پہلا جلوس مقتل میں پہنچا، تمام مخدراتِ عصمت اس مقام تک تشریف لے آئیں جو تل عالیہ کے نام سے مشہور ہے میں اپنے ماتمی بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ آپ بھی ماتمی جلوسوں میں اپنے گریبان چاک کیا کریں، سر میں خاک بھی ڈالا کریں، منہ پر ماتم بھی ضرور کیا کریں اور ماتمی جلوسوں میں جوتیاں نہ پہنا کریں۔

کیونکہ یہ پاک مخدراتِ عصمت صلوٰۃ اللہ علیہن کی سنت حسنہ ہے اور ہمارے آٹھویں امام علی رضا علیہ السلام نے اس سنت کو سنت امام بنایا ہے، جب محرم الحرام کا چاند نظر آتا تھا تو آپ پورے دس دن نعلین نہیں پہنتے تھے، کیونکہ یہ ان پاک مستورات کی سنت تھی کہ جو ذوالجناح کے ساتھ ساتھ پابرہنہ مقتل میں آئی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس وقت ذوالجناح کا پہلا جلوس روانہ ہوا ہوگا تو اس وقت جناب عباسؑ کی پاک زوجہ اُم الفضل بی بی صلوٰۃ اللہ علیہا نے شکستہ علم بھی ضرور اُٹھایا ہوگا، جس وقت یہ جلوس تطہیر کی قنات کے اندر روانہ ہوا تو پاک مستوراتؑ نے نوحہ پڑھنا شروع کیا۔

درمیان میں شہنشاہ کا ذوالجناح تھا، اور چاروں طرف امام مظلومؑ کی ماتم دار

مستورات تھیں، جس وقت یہ ماتمی جلوس مقتل گاہ سے ستر قدم دور تل عالیہ کے مقام پر پہنچا تو یہاں رُک گیا، اس وقت ذوالجناح واپس مقتل کی جانب دوڑا اور امام مظلومؑ کے قریب پہنچ کر عرض کیا کہ آقا! میرے بس میں یہی کچھ تھا کہ آپ کی نصرت کے لیے مستورات کی کمک بمشکل لے آیا ہوں، ذرا دیکھیں کہ آپ کی پاک بہنیں مدد کے لیے ستر قدم پر موجود ہیں۔

جس وقت پاک پردہ دار صلوٰۃ اللہ علیہن ستر قدم پر پہنچے تو شہزادہ علی اصغرؑ کی پاک والدہ گرامی نے دیکھا کہ قنات کے سامنے سے ایک کندی ملعون گزر رہا تھا، انہوں نے ایک کنیز کو حکم دیا کہ جا کر اس کندی سے کہو کہ تمہارے خاندان کی شہزادی پوچھ رہی ہیں کہ میرے سرتاج کس حال میں ہیں؟

جناب فضّہ نے اس کندی جوان کے قریب جا کر پوچھا کہ امام مظلومؑ کا کیا حال ہے؟ چونکہ وہ کچھ دور سے سرکارؑ کو سجدہ کی حالت میں دیکھ کر آرہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اب تک انہیں شہید کیا جا چکا ہوگا، چنانچہ اس نے جناب فضّہ سے کہا کہ آپ کے آقاؑ کو پیاسا شہید کر دیا گیا ہے۔

جناب فضّہ نے واپس آکر یہی جواب عرض کیا، تو شہزادہ علی اصغرؑ کی پاک والدہ اُمِّ ربابؑ نے ایسا دردناک بین کیا کہ کربلا کی زمین میں زلزلہ آیا، اور آپ زمین پر بیٹھتی چلی گئیں کیونکہ کھڑے رہنے کی سکت ختم ہوگئی، فرمایا کہ جس پاک ذات کی خاطر اب تک ہم نے ہر چیز قربان کی ہے اب وہ بھی ہمیں ظالمین کے اس ہجوم میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔

ذوالجناح جب دوسری مرتبہ امام مظلومؑ کے پاس پہنچا تو ظالمین بے خوف ہو کر ظلم کرنے میں مصروف تھے، راہوار نے ان پر دوبارہ حملہ کر دیا اور صفوں کو چیرتا ہوا امام مظلومؑ کے قریب پہنچا، پھر فوراً ہی پہلو کے بل لیٹ گیا اور عرض کیا کہ آقا! آپ کی

پاک بہنیں سرِ قدم پر موجود ہیں، اس وقت نہ تو پردہ دار آپ کو بچا سکتے ہیں اور نہ ہی میرا بس چلتا ہے، آپ ایسا کریں کہ کسی طرح ایک مرتبہ میری زین پر سوار ہو جائیں، میں آپ کو یہاں سے نکال لے جانا چاہتا ہوں، اس وقت امام مظلومؑ نے اپنی پاک دستار، تلوار، زرہ ذوالفصول اور باقی تبرکات اُتار کر کوچ سے باندھے۔ فخر العلماء جناب مولوی ہدایت حسین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت امام مظلومؑ نے اپنے جسم سے ایک تیر نکالا، اس سے خون وصول فرمایا اور ایک انگلی سے راہوار کی پیشانی پر تحریر فرمایا کہ ''بہن! جب تک ہم زندہ ہیں آپ باہر ہرگز نہیں آئیں، آپ کے مظلوم بھائی کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی''۔

آخری مرتبہ آمد:

یہاں پر وضاحت کرتا چلوں کہ ذوالجناح آخری مرتبہ اس وقت خیام میں آیا کہ جب امام مظلومؑ شہید ہو چکے تھے، اور ملاعین نے امام مظلومؑ کو گھیرے میں لے رکھا تھا، عبداللہ بن قیس سے روایت ہے کہ:-

رايت الجواد راكضاً وقد تفرق الناس عنه وهو راجع الى الامام وجعل يشم الحيته ويقبله بفمه ويمرغ ناصية وعليه وهو مع ذالك يصهل ويبكى بكا الثكلى حتى اعجب كل من حضر ثم قصد الفرات وثب وثبة فاذا هو فى وسط الفرات ثم غاب ولم يعرف له الى الآن۔

میں نے اس وقت مرتجز کو شدید اضطراب کی حالت میں دیکھا، اس نے ظالمین پر حملہ کیا اور جب ظالمین منتشر ہو گئے تو امام مظلومؑ کے قریب آکر ان کی خوشبو وصول کی، اور خون آلودہ گلوئے اطہر پر بوسے دیتا رہا، گلوئے اطہر سے جو خون جاری تھا، راہوار نے اس سے اپنی پیشانی رنگین کی، اور ایسی دردناک آوازیں اس کے حلق سے نکل رہی

تھیں کہ جیسے کوئی ضعیف ماں اپنے جوان بیٹے کی لاش پر روتی ہے، یہ دردناک منظر دیکھ کر سب ملاعین حیران تھے۔

اس کے بعد ذوالجناح نے خیام کا رُخ کیا، گویا آخری تعزیت کے لیے خیام میں گیا، کچھ دیر وہاں رکُنے کے بعد پھر اس نے نہر علقمہ کا رُخ کیا، وہاں پہنچ کر ایک مرتبہ آسمان کی جانب نگاہ کی، ایک جگر خراش چیخ اس کے منہ سے برآمد ہوئی، اور پھر اس نے نہر میں چھلانگ لگا دی اور غائب ہو گیا۔

علمائے اعلام کا ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہاں اس نے یہ دعا کی کہ:-

''اے میرا خالق! اس وقت تک مجھے موت نہ دینا کہ جب تک میں اپنے مالک امام مظلومؑ کا انتقام نہ دیکھ لوں''۔ اس دعا کے بعد اس نے نہر میں چھلانگ لگائی اور زندہ غائب ہو گیا۔ اور جبل رضوی (جو مدینہ اور مکہ کے درمیان واقع ہے) میں آج تک زندہ و سلامت محفوظ ہے۔

وهو يظهر على يدالقائم من آل محمد عليهم الصلوٰة والسلام

اور وہ شہنشاہ زمانہؑ کی تشریف آوری کے بعد ان کے دست مبارک سے ظاہر ہوگا اور اس پر سوار ہو کر امام زمانہؑ اپنی جد اطہر کا انتقام لیں گے۔ اب سبھی مومنین مل کر دعا کریں کہ اب تو اس مظلومؑ کا انتقام ہو، یہ پاک مرتجز کہ جس نے انتہائی کربناک مناظر دیکھے تھے اور جو کریم کربلا مولا امام حسینؑ کی شہادت کا عینی گواہ بھی ہے، آج ہی اپنے پاک شاہ سوار کو زندہ و سلامت اپنے سامنے دیکھے، اور وہ پاک ذات دوبارہ اس کی زین میں مزین ہو کر اپنے تمام اعداء سے خود انتقام لیں، اپنے پاک منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف کے شانہ بشانہ کریم کربلاؑ اس انداز میں تلوار چلائیں کہ مومنین کی مدت سے ترستی ہوئی آنکھیں آنسو بہانا بھول جائیں۔

(مجالس المنتظرین علیٰ روضۃ المظلومین۔ جلد سوم... صفحہ ۴۸۲ تا ۵۰۵)

❁❁❁

ذوالجناحِ سبطِ پیمبرؐ

علامہ جلیس ترمذی کربلائی

ذوالجناح۔ سرکار شہادت امام مظلوم حسین علیہ السلام کا آخری ساتھی رفیق اور ناصر تھا جس نے حسین علیہ السلام کے تبرکات خیمہ میں پہنچائے۔ اور دکھیا بہن اور دوسرے غم زدہ اہلِ حرم کو سنائی دی۔ ذوالجناح کہنے کو گھوڑا تھا۔ عام گھوڑوں جیسا گھوڑا۔ مگر شہید اعظم کی خدمت کر کے جہاد میں حصہ لے کر۔ وفا کی تابناک مثالیں چھوڑ کر اس محترم معزز اور بلند مقام تک جا پہنچا جہاں عام انسانوں کا طائرِ فکر بھی پر نہیں مار سکتا۔

ذوالجناح کا اصلی نام مرتجز ہے۔ یہ بے مثال گھوڑا سیف ذی یزن سلطان یمن نے رئیس قریش حضرت عبدالمطلب کو پیش کیا اور کہا یہ گھوڑا پیغمبر عربی سیّد المرسلین خاتم النبین کو میری طرف سے نذر کر کے میری سفارش کرنا کہ بروزِ قیامت خداوند عالم سے میری شفاعت کریں کیونکہ میں نے حضور کا دین اس وقت قبول کیا جب سے صحفِ انبیاء میں حضورِ پُرنور نبی آخرالزماںؐ کے متعلق بشارات پڑھیں۔

کاش میں اُس وقت تک زندہ رہتا اُن کا زمانہ بعثت دیکھتا اور ان کی خدمت کا شرف حاصل کرتا۔ شریف قوم حضرت عبدالمطلب علیہ السلام نے بادشاہِ مذکور کی ہدایت کے مطابق یہ گھوڑا سرکارِ شہادت حسین علیہ السلام کو دے دیا جو برسوں ان کی سواری میں رہا۔ حتیٰ کہ حضور اسی گھوڑے کی پشت سے زخمی ہو کر زمین کربلا پر تشریف لائے۔

یہ ذوالجناح بڑا مرتبہ شناس اور وفادار جانور تھا جس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ چند واقعات درج ذیل ہیں۔

جب حسین علیہ السلام میدانِ کربلا میں پہنچے تو گھوڑے نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے کئی گھوڑے بدلے مگر کسی نے بھی آگے قدم نہ بڑھایا۔ ایمان کہتا ہے آخری یہی گھوڑا تھا۔ جب یہ آگے نہ بڑھا تو حضرت نے نیچے جھک کر تھوڑی سی مٹی اُٹھائی۔ اُسے سونگھا اور اپنے خون کی خوشبو اس سے سونگھی۔ تو اقربا سے فرمایا "یہیں خیمے لگا دو۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ہماری قبریں بنیں گی اور جہاں ہمارا خون بہے گا"۔

مولا مظلومؑ یکے بعد دیگرے جو لاشے میدان وغا سے اُٹھا کر گنج شہیداں میں لٹاتے تو وہ اسی گھوڑے پر رکھ کر لاتے۔ اور ہر لاشہ تیروں کی بوچھاروں اور برستے ہوئے پتھروں میں اُٹھا کر لاتے ایسے میں سوار اور گھوڑے کا زخمی ہو جانا بعید از قیاس نہیں۔ مگر زخموں کی تکلیف کے باوجود ذوالجناح نے خدمت سے سر نہیں پھیرا۔

کتبِ مصائب میں مرقوم ہے۔ مولاؑ جب آخری وداع کر کے خیمے سے نکلے تو چند قدم کے بعد راہوار رُک گیا۔ مولاؑ نے باگ کو جنبش دی۔ ایڑی سے اشارہ کیا۔ مگر راہوار ٹس سے مس نہ ہوا تو مولاؑ مظلوم نے یاس بھرے کلمات فرمائے۔ "میرے وفادار گھوڑے اس آخری وقت میں کیا تو بھی میرا ساتھ چھوڑ چلا ہے"۔

گھوڑے نے سر اُٹھا کر مولاؑ کے نور بھرے چہرے کو دیکھا اور زبانِ بے زبانی سے کہا مولاؑ! میں مجبور ہوں ذرا نیچے تو دیکھئے۔ مولاؑ نے راہوار کا اشارہ پا کر نیچے دیکھا تو اپنی چہیتی ننھی بیٹی سکینہؑ کو گھوڑے کی اگلی ٹانگوں سے لپٹا پایا۔ امامؑ عالی قدر نیچے اُترے اُسے پیار کیا۔ تسلی دی اور رن کو روانہ ہوئے۔

مجاہدِ اعظم حسین علیہ السلام نے رن میں پہنچ کر جو شیرانہ حملہ کیا تو دریا تک فوج اشقیا کائی کی طرح پھٹ گئی۔ آپ گھوڑا دوڑاتے دریا پر جا نکلے۔ اور گھوڑے کو سیراب

کرنے کے لیے دریا میں اُتر گئے۔ اور لجام ڈھیلی چھوڑ دی کہ وہ پانی پی لے۔ مگر ذوالجناح نے پانی سے منہ پھیر لیا۔ مولاؑ نے چلو پانی سے بھرا تا کہ گھوڑا پانی پی لے اور ساتھ ہی فرمایا۔

تو پی لے اے فرس کہ بہت تشنہ کام ہے
ہم پر تو بے سکینہؑ یہ پانی حرام ہے

مگر ذوالجناح نے پھر بھی پانی کی طرف توجہ نہ کی۔ گویا عرض کر رہا تھا کہ مولاؑ جب آپ پیاسے ہیں۔ میری شاہزادی سکینہؑ پیاسی ہے۔ میرا ننھا شاہزادہ علی اصغرؑ پیاسا ہی دنیا سے سدھار گیا تو میں کیسے پانی پیوں۔ یہ شرط وفا نہیں"۔

آخر سوار اور راہوار دونوں پیاسے ہی دریا سے نکل آئے۔

مقاتل میں مرقوم ہے دس محرم کو جب آفتاب نصف النہار تک پہنچا تو گرمی اتنی شدید ہوگئی کہ خاک کا ہر ذرہ دہکتا ہوا انگارا معلوم ہونے لگا۔ پانی اُبلنے لگا۔ مچھلیاں تڑپ تڑپ کر خشکی پر آپڑیں اور پرندوں کے پر جلنے لگے۔ راوی کہتا ہے اگر کوئی دانہ زمین پر گر پڑتا تو وہ بغیر آگ کے بھُن جاتا۔ اس عالم میں امام مظلومؑ اور اُن کا ذوالجناح زخموں سے چُور۔ تھکاوٹ سے خستہ اور پیاس سے نڈھال ہوئے جاتے تھے۔ جب رن کی زمین جلنے سے راہوار کے سُم جلنے لگے تو وہ باری باری ٹانگیں اُٹھانے لگا۔ امامؑ نے فرمایا۔ پیارے راہوار یہ حسینؑ کی آزمائش کا وقت ہے۔ کیا اس آزمائش میں تو میرا ساتھ نہ دے گا۔ ذرا صبر کر! یہ سخت وقت بھی گذر جائے گا۔ مگر دنیا کی تاریخ میں تمہاری وفاداری اور اہم خدمت سنہرے حروف میں لکھی باقی رہ جائے گی۔

دس محرم کو عصر کے وقت جب مولاؑ زخموں سے نڈھال ہو کر ذوالجناح کی پشت سے زمین پر گرے تو ملاعین بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ اس حالت میں ذوالجناح امام مظلومؑ کی نگرانی اور حفاظت میں مشغول ہو گیا۔ مگر کہاں سینکڑوں تلواریں اور ہزاروں تیر

اور کہاں بیچارا اکیلا گھوڑا۔ ادھر یہ زخموں سے لہولہان ہوگیا اُدھر امام عالی مقامؑ کا آخری وقت آ گیا۔ حضرت نے اپنے تبرکات گھوڑے کے حوالے کئے اور اسے خیمہ میں پہنچانے کا حکم دیا۔

جب امام علیہ السلام کی شہادت ہوگئی تو وفادار ذوالجناح نے اپنی پیشانی مولاؑ کے خون مقدس سے رنگین کی۔ تبرکات (ذوالفقار، عمامہ، سحاب، بندِ کمر) لے کر خیمہ کے دروازے پر پہنچا اور ایک دردناک چیخ ماری۔ مخدراتِ عصمت دوڑ کر درِ خیمہ تک آئیں تو ذوالجناح کو باگیں کٹائے خون میں نہائے خالی زین دیکھا تو واحسینا وااماما کی دردناک صدائیں بلند ہوگئیں۔

ننھی سکینہؑ ذوالجناح سے لپٹ گئیں اور پوچھنے لگیں۔ میرے بابا کہاں ہیں؟ مگر ذوالجناح آقا کی اس چہیتی بیٹی کو کیا جواب دیتا۔ گردن جھکائے زار زار روتا رہا اور وہیں سر پٹک پٹک کر مر گیا۔

مگر دوسری روایت اس طرح ہے کہ سنانی دینے کے بعد ذوالجناح مصروفِ جہاد ہوگیا۔ اور اپنی دولتیوں، ٹاپوں اور دانتوں سے کفار کو جہنم رسید کرنے لگا۔ عمر سعد ملعون کو جب یہ خبر ملی تو اس نے حکم دیا۔ ارے یہ رسول کریمؐ کی سواری کا گھوڑا ہے۔ اسے پکڑ لو۔ جب کفار اسے گرفتار کرنے لگے تو اس وفادار راہوار نے چالیس اشقیا کو ہلاک کر کے دریا کا رُخ کیا۔ کنارے پر پہنچ کر ایک دردناک چیخ ماری اور فرات میں چھلانگ لگا دی۔ پھر کسی نے اسے نہیں دیکھا۔

انہیں انمنٹ اور لاثانی کارناموں کے باعث اس گھوڑے کی شبیہ مجالس امام حسین علیہ السلام کے بعد نکالی جاتی ہے جو اس وفادار جانور کی یادگار قائم رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جس طرح ایک دنبہ یا مینڈھا حضرت اسماعیل ذبیح اللہ سے نسبت پا کر شعائر اللہ ہوگیا۔ اسی طرح یہ راہوار بھی مثیل ذبیح اللہ حضرت حسین شہید کربلا سے نسبت پا کر

قابل احترام ہوگیا۔

حق ناشناس اور بے معرفت انسانوں سے یہ مرتبہ شناس اور وفادار جانور ہی بدرجہا بہتر وافضل ہے۔

بنا کروند خوش رسمے بر خاک وخوں غلطیدن
خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

❁ ❁ ❁

کتب حوالہ جات

(الف)

۱۔	اِحیاء العلوم	علامہ غزالی
۲۔	ارجح المطالب	عبداللہ الحنفی امرتسری
۳۔	الاصابہ	احمد بن علی بن عسقلانی
۴۔	الامالی	شیخ صدوق
۵۔	اسلامی انسائیکلوپیڈیا	دائرۂ معارف اسلامیہ

(ب)

۶۔	بحارالانور	علامہ مجلسی
۷۔	بصائرالدرجات	محمد بن حسن الصفّار

(ت)

۸۔	تاریخِ طبری	محمد بن جریر طبری
۹۔	تفسیر فرات	فرات بن ابراہیم کوفی
۱۰۔	تفسیر نمونہ	ناصر المکارم شیرازی
۱۱۔	تفہیم القرآن	مولانا مودودی
۱۲۔	تنزیہ الانبیاء	سیّد مرتضیٰ عِلم الہدیٰ

(ح)

۱۳۔	حیات القلوب	علامہ مجلسی

۱۴۔ حیات الحیوان — علامہ کمال الدین دمیری
۱۵۔ حیواناتِ قرآنی — مولانا عبدالماجد دریا آبادی

(خ)

۱۶۔ خرائج والجرائح — قطب الدین راوندی

(د)

۱۷۔ درسِ قرآن — آیت اللہ مرتضیٰ مُطّہری

(ذ)

۱۸۔ ذکرالعباس — مولانا نجم الحسن کراروی

(ر)

۱۹۔ رسالہ "ذوالجناح" — مولانا آغا مہدی لکھنوی
۲۰۔ رسالہ "ذوالجناح اے ذوالجناح" — سہیل عباس مرزا
۲۱۔ ریاض القدس — علامہ صدرالدین قزوینی

(س)

۲۲۔ سرفراز محرم نمبر ۱۹۶۳ء — لکھنؤ
۲۳۔ سیرت الحلبیہ — برہان الدین علی شافعی
۲۴۔ سنن ابی داوٗد — عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری
۲۵۔ سنن نسائی — عبدالرحمٰن بن شعیب نسائی

(ش)

۲۶۔ شرح مواہب — محمد بن عبدالباقی زرقانی
۲۷۔ شہادتِ کُبریٰ — علاّمہ سیّد محمد رضی

(ص)

۲۸۔ صحیح بخاری — محمد بن اسماعیل بخاری

۲۹۔ صحیح ترمذی — محمد بن عیسیٰ ترمذی

۳۰۔ صحیح مسلم — مسلم بن حجاج قشیری

(ط)

۳۱۔ طبقات الکبریٰ — ابن سعد

(ق)

۳۲۔ قصص الانبیاء — قطب الدین راوندی

۳۳۔ قصص القرآن — مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی

(م)

۳۴۔ مجالسِ محسنہ (جلد اوّل) — سیّدہ محسنہ بیگم نقوی

۳۵۔ مجمع البحرین — علامہ فخر الدین بن طریحی نجفی

۳۶۔ مدارج النبوۃ — علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۳۷۔ مفتاح الجنّۃ — محمد بن محمد مقدس زنجانی

۳۸۔ مدینۃ المعاجز — ہاشم البحرانی

۳۹۔ مروج الذہب — علی بن حسین مسعودی

۴۰۔ مناقب آلِ ابی طالب — محمد بن علی بن شہر آشوب

۴۱۔ موطّا — مالک

(ن)

۴۲۔ ناسخ التواریخ — میرزا محمد تقی سپہر کاشانی

(ی)

۴۳۔ **ینابیع المودت** سلیمان حسینی قندوزی

---

(۱) رسائل اخوان الصفاء، مطبوعہ بمبئی، ۱۳۰۵؛ (۲) المسعودی: مروج الذہب، طبع B. de Meynard ۳: ۵۹ و ۴: ۲۳ بعد و ۸: ۳۵۹ وغیرہ؛] (۳) الجاحظ: کتاب الحیوان، بذیل مادۂ فرس وخیل]؛ (۴) الدَّمیری: حیاۃ الحیوان، ۲: ۱۶۸ و ۱: ۲۵۹؛ (۵) Comte m. Notice sur les Chevaux Arabes، Rzewusky Fundger. D. Orients V ۵: ۴۹، ۳۳۳؛ (۶) Hammer Das Pferd bei den Arabern: purgstall Denkschr. d k. AK. ad. d. wiss zu Wien Le Naceri. در la perfection des dux: m. Perron arts ou traite complet d' hippologie et d'hippiatrie,arabes, trade. de l'arabe d'Abou Bekr ibn Bedr ج۱ (۱۸۵۲ء) وج۲ (۱۸۵۹) وج۳ (۱۸۶۰ء)؛ (۸) G. Jacob: Studien in Arab. Dichtern، ج۳ (۱۸۹۵ء)، ص ۳ے بعد؛ (۹) J L Burckhardt Bemerkungen iiber die Beduinen und Wahaby ۱۸۳۱ء، ص ۳۴۳ تا ۳۵ے؛ (۱۰) J.E. Polak Persien، ۲: ۱۰۴ تا ۱۱۵؛ (۱۱) W G Palgrave Narrative of a Year's Journey Through Central and Eastern Arabia ج ۲، بارسوم، ص ۹۲؛ (۱۲) Ch. M Doughty: Travels in Arabia Deserta، ج۱ و ۲ (۱۸۸۸ء)؛ (۱۳) Lady A. Biunt A Pilgrimage to Nejd، (۱۴) J Euting, Tagbuch einer Reise in

Inner-Arabien ج ۱ (۱۸۹۶ء)، ص ۱۹۷ ببعد؛ (۱۵) Unters Uber d Sternnamen؛ L. Ideler، ص ۱۱۱ ببعد، ۱۲۸؛ (۱۶) ابن سیدہ: المخصص، کتاب الخیل، المجلد الثانی (السفر السادس)، ص ۱۳۵ تا ۲۰۶؛ (۱۷) القزوینی؛ عجائب، ۲: ۱۹۰ ببعد؛ (۱۸) ابن الکلبی و ابن العربی؛ کتاب اسماء خیل العرب وفرسانھم، طبع G. Levi Della Vida؛ (۱۹) الحاصبانی: کتاب سراج اللیل فی سروج الخیل، بیروت ۱۸۸۱ء؛ (۲۰) سعدی رشید: کتاب غایۃ المراد فی الخیل الجیاد (J. Ruska وادارہ)

❀❀❀

عشرۂ مجالس

امام اور اُمّت

عشرۂ چہلم ۱۲ صفرالمظفّر تا ۲۱ صفرالمظفّر ۱۴۰۸ھ

بمطابق ۶/ اکتوبر تا ۱۵/ اکتوبر ۱۹۸۷ء

امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی، کراچی

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

عشرۂ مجالس

عظمتِ صحابہ

۱۹۹۱ء

امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی، کراچی

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

عشرۂ مجالس

ظہورِ امام مہدی صلوٰۃ اللہ علیہ

عشرۂ اربعین ۱۲/صفر تا ۲۱/صفر المظفّر ۱۴۱۴ھ

(۱۹۹۳ء)

امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی، کراچی

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

عشرۂ مجالس

احسان اور ایمان

عشرۂ چہلم ..۱۹۹۷ء

امام بارگاہِ جامعۂ سبطین، گلشن اقبال، کراچی

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

عشرۂ مجالس

حضرت علیؑ میدانِ جنگ میں

۱۹۹۸ء

امام بارگاہ جامعۂ سبطین گلشن اقبال، کراچی

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

امام بارگاہ جامعہ سبطین گلشنِ اقبال، کراچی

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

سوانح

شہزادۂ قاسمؑ ابنِ حسنؑ

عربی، فارسی، اردو تاریخ میں شہزادہ پر پہلی کتاب

جلد اوّل اور جلد دوم

مصنف

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

شعرائے اُردو اور عشقِ علیؑ

مصنف

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان